

فتح نامہ سنہ ۱۰

عرف
بیچ نامہ

نبی بخش خان بلوچ

مترجم
اختر رضوی



سندھی ادبی بورڈ



فتح نامہ سندھ

عرف
بیچ نامہ

مصیح، محقق اور شارح
نبی بخش خان بلوچ

مترجم
اختر رضوی



سندھی ادبی بورڈ
جام شورو
2008ء

[اس کتاب کے تمام حقوق سندھی ادبی بورڈ میں محفوظ ہیں]

تعداد ایک ہزار	سال 1963ء	اشاعت اول
تعداد پانچ سو	سال 2002ء	اشاعت دوم
تعداد ایک ہزار	سال 2008ء	اشاعت سوئم

قیمت: تین سو پانچ روپے
[Price Rs. 305-00]

خریداری کیلئے رابطہ:
سندھی ادبی بورڈ کتاب گھر
تلک چاڑھی، حیدر آباد سندھ

(Ph: 022-2633679, Fax: 022-2771602)

Email Address: sindhiab@yahoo.com

Website: www.sindhiab.com, www.sindhiaadabiboard.org

یہ کتاب سندھیکا اکیڈمی کراچی میں چھپی اور سیکریٹری سندھی ادبی بورڈ الھڈتو وگھو نے شائع کی۔

عرضِ ناشر

”چچ نامہ“ سندھ کی تاریخ پر نہایت ہی ادا کلی کتاب ہے، اس لئے اسے برصغیر کی تاریخ کی بنیادی ماخذ میں شمار کیا جاتا ہے۔ یہ کتاب اصل میں عربی زبان میں لکھی گئی تھی، جسے علی کوئی نے بکھر کے علمی قاضی خاندان کے قلمی کتب خانے سے حاصل کر کے ساتویں صدی ہجری میں اس کا فارسی زبان میں ترجمہ کیا۔ علی کوئی ناصر الدین قباچہ کے دور میں (602-625ھ) میں کوفہ سے ہجرت کر کے سندھ وارد ہوئے تھے، ایک تحقیق کے مطابق انہوں نے یہ ترجمہ 613ھ کے دور میں کیا تھا۔ کئی صدیوں کے بعد شمس العلماء ڈاکٹر عمر بن محمد داؤد پوتہ صاحب نے اس قلمی نسخے کو درست کیا اور یوں 1939ء میں حیدرآباد دکن سے ”مجلس مخطوطات فارسیہ“ کے تعاون سے اس کتاب کی اشاعت کا انتظام ہوا۔ جبکہ ایک صدی پہلے 1838ء میں ایک مستشرق لیفٹیننٹ ٹی پوسٹن (T. Postans) نے اس کا اختصار انگریزی زبان میں ترجمہ کر کے شائع کیا۔ بعد میں شمس العلماء مرزا قلیچ بیگ نے 1900ء میں اس کا مکمل انگریزی ترجمہ شائع کر کے سندھ کے ایک بنیادی ماخذ کو تاریخ میں محفوظ کر کے شاگردوں اور دنیا کے اسکالرز کے استفادے کے لئے ایک بہترین روایت ڈالی۔

سندھی ادبی بورڈ کے قائم ہوتے ہی 1951ء میں بورڈ کے علماء اور اکابرین نے اس گرانقدر کتاب کے سندھی ترجمے کا اہم کام ممتاز عالم مندوم امیر احمد کے سپرد کیا، جبکہ سندھ کے جید عالم ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ نے اس کی تصحیح، تحقیق اور حواشی اور تعلیقات لکھنے کا بیڑا اپنے سر لیا اور اسے احسن طریقے سے پایہ تکمیل تک پہنچایا، یوں ”چچ نامہ“ کے پہلے سندھی ایڈیشن چھپنے کا سامان میسر ہوا۔

اس کے بعد سندھی ادبی بورڈ کی ”تاریخ سندھ“ اسکیم کے تحت اس کا اردو میں ترجمہ کرنے کی ذمہ داری اردو زبان کے عالم محترم اختر رضوی نے اپنے سر لی، یوں سال 1963ء میں ”چچ نامہ“ کا پہلا اردو ایڈیشن شائع ہوا۔

دوسرے ایڈیشن چھپوانے کے لئے مالی وسائل سندھ کی تاریخ و تحقیق اور علم و ادب سے عشق کی حد تک والہانہ محبت رکھنے والے ممتاز فاضل محترم مظہر یوسف چیئرمین سندھی کتاب گھر، کراچی کی ذاتی مخلصانہ دلچسپی کی وجہ سے میسر ہو سکے۔ تھوڑے ہی عرصہ میں اس ایڈیشن کو اردو زبان کے قارئین میں بڑی مقبولیت حاصل ہوئی، لہذا میری ایام کاری میں جج نامہ کا یہ تیسرا اردو ایڈیشن چھپنے کو میں اپنے لئے اعزاز سمجھتا ہوں۔

الھدٰ تو و گھيو
سکريڙي
سندھي ادبي بورڊ

جام شور و سندھ
بروز منگل، ۱۲- جمادی الثانی ۱۴۳۹ھ
بمطابق ۱۷- جون ۲۰۱۸ء

عنوانات کی فہرست

صفحہ نمبر	عنوان
۳۶-۱۷	از راہ پیش گفت
الف-ب	(الف) فتح کی طرف سے پیش لفظ
46-1	(ب) فتح کی طرف سے مقدمہ
52-49	مؤلف علی کوئی کی طرف سے کتاب کی تمہید
53-52	قباجۃ السلاطین خلد اللہ ملکہ کی تعریف
55-53	علی کوئی اس کتاب کی تصنیف کا سبب بیان کرتا ہے
55	کتاب کا ترجمہ
56-55	مدح ملک الوزراء اشرف الملک ضاعف جلالہ
58-57	معذرت مصنف
60-59	آغاز کتاب، حکایت راجہ داہر بن فتح اور محمد بن قاسم کے ہاتھوں اس کا ہلاک ہونا
	ارائے گھرانہ
62-61	فتح بن سیلانج کی حاجب رام کی خدمت میں آمد
63-62	وزارت کا فتح بن سیلانج کے حوالے ہونا
64-63	رانی (سونہی دیوی) کا فتح پر عاشق ہونا اور فتح کا اس کی محبت سے انکار کرنا
66-64	دارالفناء سے سامسی رائے کا انتقال کرنا
	ابرهمن گھرانہ
67-66	فتح بن سیلانج کا راجہ سامسی رائے کے تخت پر بیٹھنا
68-67	فتح کا مہر تھ سے جنگ کرنا اور اسے مکر سے قتل کرنا
69-68	فتح کی رانی سونہی دیوی سے شادی
69	فتح کا اپنے بھائی چندر کو شہر اروڑ میں لانا اور اس کا تقرر کرنا
70	فتح کا اپنے بھائی چندر کی نیابت کے بارے میں پروانے جاری کرنا

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

- 70 فتح کا وزیر بدھمن سے مملکت کے حالات اور سہرس رائے کے ملک کی حدود دریافت کرنا
- 71-70 بدھمن کی تقریر
- 72-71 فتح کا مملکت اردو کی حدود کے بارے میں فیصلہ کرنا اور حدیں واضح کرنا
- 73-72 فتح کا اسکندہ کے قلعے کی طرف جانا
- 74-73 فتح کا سکھ اور ملتان کی طرف منزل انداز ہونا
- 74 قاصد کا کشمیر سے خالی ہاتھ واپس ہونا
- 75-74 فتح کا ملتان کے قلعے میں اپنا نائب مقرر کر کے آگے بڑھنا
- 76-75 کشمیر کی سرحد مقرر کر کے فتح کا واپس ہونا
- لشکر کا سیوستان جانا
- 77 فتح کا برہمن آباد کی طرف لوہانے کے (بادشاہ) اگھم کے پاس قاصد بھیجنا
- 77 فتح کا شہر برہمن آباد آنا اور لوہانے کے (حاکم) اگھم کو فرمان بھیجنا
- 79-78 فتح کا شہر برہمن آباد اور لوہانے کے حاکم اگھم سے جنگ کرنا
- 79 فتح کا فرمان
- 80 فتح کا اگھم کی بیوی سے شادی کرنا اور بھتیجی اس کے بیٹے سرہند کی زوجیت میں دینا
- 81-80 فتح کا پروہت کے پاس جانا اور اس سے حال دریافت کرنا
- 82 فتح کا برہمن آباد واپس جانا
- 83-82 فتح کا برہمن آباد میں ٹھہر کر وہاں کے باشندوں پر محصول مقرر کرنا
- 84-83 فتح کا کرمان جا کر کرمان کی حد واضح کرنا
- 84 فتح کا ارمانیل جانا اور وہاں محصول مقرر کرنا
- 84 دارالکومت اردو میں چندر بن سیلانج کی تخت نشینی
- 85 سیوستان کے بادشاہ ”متو“ کا جانا
- 86-85 سہرس کا جواب
- 87-86 سہرس کا داہر بن فتح کے پاس قاصد بھیجنا
- 87 چندر کا فتح بن سیلانج کے تخت پر بیٹھنا
- 88 دہرہ سہنہ کا اپنی بہن کو بھائیہ کے رائے کے حوالے کرنے کے لیے اردو بھیجنا
- 89 داہر کا بہن کے متعلق حکم پوچھنے کے لیے نجومی کے پاس جانا
- 89 نجومی کے ارشادات

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

- 90-89 وزیر بدھمن کا راجہ داہر کو مشورہ
- 91-90 وزیر بدھمن کا طلسم
- 91 داہر کا دہر سینہ کے پاس تعظیم کے ساتھ خط لکھ بھیجنا
- 91 داہر کا خط دہر سینہ کو پہنچنا
- 92 وزیر بدھمن کا ڈاہر کو روکنا
- 93-92 داہر کا دہر سینہ کو خط بھیجنا
- 93 دہر سینہ کا داہر کو گرفت میں لانے کے لیے اردو جانا
- 94-93 دہر سینہ کی ڈاہر کو قابو میں لانے کی کوشش کرنا
- 95-94 داہر کا وزیر سے مشورہ کرنا
- 97-95 دہر سینہ کا ہاتھی پر بیٹھ کر اردو کے قلعے میں آنا
- 97 داہر کو دہر سینہ کی موت کی خبر ملنا
- 98 دہر سینہ کی لاش کو جلانا
- 98 داہر کا برہمن آباد کے قلعے کی طرف جانا
- 99 رمل کے بادشاہ کا داہر سے جنگ کرنے کے لئے آنا
- 100-99 عرب محمد علانی کا رمل کے بادشاہ سے جنگ کرنے کے لیے جانا
- [خلفاء راشدین]**
- 103-101 خلفاء راشدین سے ولید کی عہد حکومت تک کی تاریخ
- 103 امیر المؤمنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی خلافت
- 104-103 ان کی جنگ کے حالات
- [ابن معاویہ بن ابی سفیان]**
- 106-104 معاویہ بن ابی سفیان کی خلافت
- 106 سرحد ہند پر سنان بن سلمہ بن ابیحق الہذلی کا تقرر
- 107 سرحد ہند پر راشد بن عمرو الجندی کا تقرر
- [ولایت سنان بن سلمہ]**
- 108 ولایت سنان بن سلمہ
- 109 ولایت منذر بن جارد بن بشر
- 110-109 منذر کی حکمرانی
- 110 ولایت حکم بن منذر

[عبدالملک]

- 111-110 خلافت عبدالملک بن مروان
113-111 علانی اور ان کی بغاوت کا حال
114-113 ولایت منجاء بن سحر بن یزید بن حذیفہ (التمیمی)

[ولید بن عبدالملک]

- 114 محمد بن ہارون بن ذراع النمری کا تقرر
115-114 ان تحفوں کا ذکر جو سراندیپ سے خلیفہ وقت کے لیے بھیجے گئے تھے
115 حجاج کا داہر کے پاس قاصد بھیجنا
116 حجاج کا دارالخلافہ سے اجازت طلب کرنا
117-116 جیسینہ بن داہر کا نیروں سے پہنچنا
117 بدیل کے شہید ہونے کی خبر

[محمد بن قاسم کا تقرر]

- 118 عماد الدین محمد بن قاسم [بن محمد بن حکم] بن ابی عقیل ثقفی کا تقرر
118 حجاج کا خط
119 دارالخلافہ میں خط کا پہنچنا اور لشکر کے لیے ہندوستان کے سفر کرنے کی اجازت ملنا
119 حجاج کا شام کی جانب خط لکھنا
120 جمعہ کے دن حجاج کا خطبہ دینا

[فتوحات مکران]

- 121-120 محمد بن قاسم کو ہند اور سندھ کی طرف روانہ کرنا
121 لشکر کا شیراز پہنچنا
121 حجاج کا خط محمد بن قاسم کو ملنا
122-121 اونٹوں کی کمک دینا
122 محمد بن قاسم کا مکران پہنچنا
122 محمد بن ہارون کا محمد بن قاسم کے ساتھ روانہ ہونا
123 لشکر کا ارماتیل سے آگے بڑھنا
123 ارماتیل کی منزل پر محمد بن قاسم کو حجاج کا خط پہنچنا

[فتح دیبل]

- 126-124 لشکر عرب کی تیاری اور حجاج کا خط پہنچنا

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

- 127-126 جعونہ کا منہیق سے بہت خانہ کے جھنڈے کو گرانا
- 129-127 محمد بن قاسم کا جعونہ کو اپنے پاس بلانا
- 129 جس برہمن کو محمد بن قاسم نے امان دی تھی اُس کا آنا
- 129 قبلہ نامی جیلر کو حاضر کرنا
- 130 محمد بن قاسم کا ترجمان سے پوچھنا
- 130 قیدیوں سے حال دریافت کرنا
- 131-130 دہیل کے اموال غنیمت، غلاموں اور نقد میں سے پانچواں حصہ وصول کرنا
- 131 دہیل کے لئے کی خبر راجہ داہر کو پہنچنا
- محمد بن قاسم کا ارمابیل میں منزل کرنا**
- 132-131 راجہ داہر کا خط
- 133-132 محمد بن قاسم کا خط راجہ داہر کے نام
- افتح نیروں**
- 134 دہیل فتح کرنے کے بعد محمد بن قاسم کا نیروں کی طرف جانا
- 135-134 محمد بن قاسم کو حجاج کا خط پہنچنا
- 136-135 دہیل کی خبر اور نیروں والوں کا حجاج سے پروانا لینا
- 136 محمد بن قاسم کا اپنے معتدوں کو نیروں بھیجنا
- 137 شہنی کا زادراہ اور خفوں سمیت محمد بن قاسم کی خدمت میں حاضر ہونا
- افتوحات سیوستان اور بدھییہ**
- 138-137 سیوستان اور اس کے نواح کے فتح کرنے اور قلعہ حاصل کرنے کی خبر
- 139-138 لشکر کی (اہل) سیوستان سے جنگ
- 139 سیوستان کا ہاتھ آنا اور بھجرائے کا چلا جانا
- 139 (مضافات کے) مکھیوں کا کہ بن کوتل کے پاس آنا
- 140 کا کہ کا جواب
- 142-140 کا کہ (بن) کوتل کا نباتہ بن حظلہ کے ساتھ محمد بن قاسم کی خدمت میں جانا اور بیعت کرنا
- 142 حجاج بن یوسف کا دریا پار کر کے داہر سے جنگ کرنے کا حکم پہنچنا
- 143-142 لشکر عرب کا نیروں کوٹ واپس آنا
- 145-143 محمد بن قاسم کا خط کے ذریعہ سے حجاج بن یوسف کو حالات سے آگاہ کرنا

- 147-145 محمد بن قاسم کے پاس حجاج کا خط پہنچنا
- 148-147 محمد بن قاسم کے نیرون کوٹ پہنچنے کی داہر کو اطلاع ہونا
- 149-148 محمد بن قاسم کا نیرون کے دشمنی کو خلعت پہنانا
- افتح اشبھار اور مہران پار کرنے کی تیاری**
- 149 مہران کی ساحلی منزل پر محمد بن قاسم کا جنگ کرنا
- 150 موکو ابن وسایو کے معاہدے کی خبر ڈاہر کو ہونا
- 150 ملک موکو ابن وسایو کی درخواست
- 151-150 موکو (بن) وسایو کا (محمد بن قاسم سے) عہد نامہ کرنا
- 151 موکو (بن) وسایو کے کہنے پر نباتہ بن حنظلہ کو بھیجنا
- 152-151 نباتہ بن حنظلہ کا جانا اور موکو (بن) وسایو کو ٹھاکروں سمیت گرفتار کرنا
- 152 محمد بن قاسم کا شامی قاصد اور مولائی اسلام کو بھیجنا
- 152 شامی قاصد کا داہر کے پاس جانا
- 153-152 داہر کا دھمکانا
- 153 شامی کا پیغام ادا کرنا
- 154-153 داہر کا وزیر سیا کر سے مشورہ کرنا
- 155-154 علانی کا داہر کو نصیحت کرنا
- 155 داہر کا پیغام
- 155 محمد بن قاسم کے قاصدوں کا داہر کے پاس سے واپس آنا
- 157-155 محمد بن قاسم کو حجاج کا خط ملنا
- 158 حجاج کا خط پڑھ کر محمد بن قاسم کا ساتھیوں کو خطاب کرنا
- 158 مہران کے کنارے پر داہر کا سامنے آنا
- 159-158 شامی کا شہید ہونا
- 160-159 [محمد بن] مصعب کا سیوستان جانا
- 160 جیسینہ بن داہر کا محمد بن قاسم کے مقابلے کیلئے قلعہ بیٹ میں آنا
- 161-160 محمد بن قاسم ثقفی کے پاس داہر کا پیغام
- 161 طیار کا واپس جانا
- 162 حجاج کا خط کے ساتھ محمد بن قاسم کے پاس دو ہزار گھوڑے بھیجنا

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

162	محمد بن قاسم کا حجاج کا خط پڑھنا
163-162	حجاج بن یوسف کا سرکہ بھیجنا
164-163	مہران کے مغربی کنارے پر حجاج کا خط پہنچنا
	ادریانے مہران عبور کرنا
165-164	محمد بن قاسم کے دریائے مہران پار کرنے کی خبر
165	داہر کا وزیر کو جواب دینا
166	داہر کا وزیر سے مشورہ
166	اسلامی لشکر کے ساتھ محمد بن قاسم کے مشرقی کنارے کی طرف پار کر کے آنے کی خبر
167-166	سلیمان کا جنگ پر جانا
167	محمد بن قاسم کا دریا پار کرنے کے لیے مقام تلاش کرنا
168-167	داہر کو موکو (ابن) وسایو کی کشتیاں مہیا کرنے کی خبر ملنا
168	راسل کو حکومت دینا
169-168	داہر کے گمان کے خلاف بغاوت کی خبر آنا
169	داہر کا نیند سے بیدار ہونا اور دربان کو کافروں کے فرار اور اسلام کی فتح کی خبر لانے پر سزا دینا
170-169	دریا عبور کرنے کے لیے پل بنانا
170	لشکر عرب کا گذرنا
170	داہر کو پار ہونے کی خبر ملنا
171-170	داہر کا محمد علانی کو بلانا
171	محمد علانی کی درخواست اور داہر کا اس کو جواب دینا
171	محمد علانی کا چلا جانا
172	(محمد بن قاسم کا) محمد علانی کو امان دینا
172	داہر کا علانی سے صلح کرنا
173	محمد بن قاسم کا حجاج کے پاس خط بھیجنا
173	حجاج کا خط محمد بن قاسم کو ملنا
	داہر سے جنگ اور فتح
173	داہر کا مقدمہ کے طور پر حیسینہ کو جنگ پر بھیجنا
175-174	داہر سے پہلے دن جنگ (اور راسل کا بیعت کرنا)

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

- 176-175 راسل کا محمد بن قاسم سے معاہدہ کرنا
- 176 محمد بن قاسم کا جیور کی منزل پر ٹھہرنا
- 177 دوسرے دن جنگ کرنا
- 178-177 داہر کا تیسرے دن عربوں سے جنگ کرنا
- 178 چوتھے دن کی جنگ
- 179-178 داہر کا محمد علانی کو اپنے بیٹے حسینہ کے ساتھ بھیجنا
- 180-179 داہر کا چوتھے دن عربوں کے لشکر سے جنگ کرنا
- 180 جمہرات کے دن جنگ کرنا
- 182-180 دسویں تاریخ ماہ رمضان سنہ ترانوے ہجری
- 183-182 اسلامی لشکر کے مینہ، میسرہ اور قلب کو ترتیب دینا
- 183 محمد بن قاسم کا خطاب کرنا
- 184-183 محمد بن قاسم کی جنگجو جوانوں کو تاکید
- 184 محمد بن قاسم کا یاروں کو خطاب کرنا
- 184 کچھ لوگوں کا امان طلب کرنے کے لیے آنا
- 185 محمد بن قاسم کا ہمراہیوں کو منتخب کرنا
- 185 لشکر عرب کا کافروں پر حملہ کرنا
- 186-185 شجاع حبشی کا قتل ہونا
- 186 داہر کا (شجاع) حبشی سے جنگ کرنا
- 187-186 محمد بن قاسم کا ساتھیوں کو پکارنا
- 187 محمد بن قاسم کا حملہ کرنا
- 187 داہر کے قتل ہونے کی خبر
- 188-187 عورتوں کا آواز دینا
- 189-188 داہر کا پیچھے پلٹنا
- 191-189 محمد بن قاسم کا منادی کرنا
- 191 داہر کی بیوی لاڈی کا اپنے اسیر ہونے کا واقعہ بیان کرنا کہ وہ کیسے گرفتار ہوئی
- 192 محمد بن قاسم کا حجاج کے پاس داہر کے قتل ہونے اور حکومت پر قبضہ کرنے کا فتح نامہ لکھنا
- 193-192 داہر کا سر عراق بھیجنا

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ	
195-193	امیر حجاج کی کعب سے گفتگو
195	حجاج کا اپنی بیٹی محمد بن قاسم کو دینے کی حکایت
196	حجاج کا کوفہ کی جامع مسجد میں خطبہ دینا
196	محمد بن قاسم کے فتح نامہ کے جواب میں خط لکھنا
افتح راوڑا	
197	راوڑ کے غلاموں کی خبر، جن میں سے کچھ داہر بن فتح کے عزیز تھے
197	حیسیہ بن داہر کا غرور کے ساتھ راوڑ کے قلعے میں مقیم ہونا اور (اس کے) جنگ کرنے کی خبر
199-198	راوڑ کا قلعہ فتح ہونا اور داہر کی بیوی مائیں کا سستی ہونا
199	بردوں، پارچہ جات اور نقدی کے اعداد کا شمار
200-199	حجاج کا داہر کے سر اور اس کے جھنڈوں کو دارالخلافہ بھیجنا
200	راوڑ کی فتح کی خبر ملنے کے بعد حجاج کا خط
201-200	حیسیہ کا برہمن آباد سے اروڑ، بھائیہ اور دیگر اطراف کی جانب خطوط لکھ کر بھیجنا
افتح بھرور اور دہلیہ	
201	بھرور اور دہلیہ کی جنگ اور دونوں کو فتح کرنے کی خبر
202-201	دہلیہ کے راجہ کا بھاگ جانا
202	دہلیہ کی فتح اور خزانے کا پانچواں حصہ دارالخلافہ کی جانب بھیجنا
202	وزیر سیکر کا آنا اور امان طلب کرنا
203-202	سیکر کا وزیر ہونا
203	نوبت بن ہارون کو دہلیہ کی حکومت عطا کرنا
افتح برہمن آباد	
204-203	لشکر عرب کا جلوانی، آبنائے (یا جھیل) کے کنارے اترنا اور دعوت اسلام دینے کے لیے قاصد بھیجنا
204	محمد بن قاسم کا یکم ماہ رجب کو آ کر اترنا
205-204	موکو کے پاس معتمد آدمی بھیجنا
205	حیسیہ کا چتور جانا

206	(علانی کا) کشمیر کے راجہ کے پاس جانا
206	کشمیر کے راجہ کا (علانی کو) خلعت دینا
	اجیسینہ کا چتور کے طرف جانا
208-207	پنچتہ معاہدہ کرنے کے بعد امان دینا
208	محمد بن قاسم کا حجاج کی خدمت میں عرضداشت بھیجنا
209	حیسینہ اور راجہ داہر (بن) قچ کی بیوی کا مقابلہ کے لیے کھڑا ہونا
209	داہر کی بیوی لاڈی اور دو کنواری بیٹیوں کو گرفتار کرنا
209	مالِ غنیمت کے اعداد اور خمس
209	تاجروں اور دستکاروں کو امان دینا
210	داہر کے رشتہ دار برہمنوں کی خبر
210	برہمنوں کا محمد بن قاسم کے پاس آنا
211-210	محمد بن قاسم کا برہمنوں سے وعدہ کرنا اور امان دینا
211	برہمنوں اور ملک کے امینوں کا تقرر کرنا
211	تاجروں، دستکاروں اور کسانوں کا اندراج
211	مقررہ جزیہ وصول کرنے کے لیے افسروں کا تقرر
211	برہمنوں کا درخواست کرنا
212-211	برہمنوں کے لیے حکم
212	کاموں پر مامور کرنا
213-212	برہمنوں کا اجتماعی کے ساتھ مضافات میں جانا
213	مضافات اور شہروں پر محصول مقرر کرنا
213	محمد بن قاسم کا رعایا پر مہربانی کرنا
214-213	محمد بن قاسم کا اہلِ برہمن آباد کو پروانہ دینا
214	محمد بن قاسم کا جواب
214	محمد بن قاسم کا حجاج کو خط لکھنا اور جواب پہنچنا
215-214	حجاج کا خط پہنچنا
215	محمد بن قاسم کا اہلِ برہمن آباد کو امان اور پروانہ دینا
216-215	محمد بن قاسم کا سیا کر وزیر کو بلانا

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

- 217-216 محمد بن قاسم کا حجاج بن یوسف کے پاس خط بھیجنا
217 حجاج کا جواب
218-217 حجاج بن یوسف کا خط پہنچنا
219-218 شہر کے سربراہوں میں سے چار اشخاص کو سلطنت کے استحکام کے لیے پروانہ آزادی (عطا کرنا)

افتح اروڑا

- 221-219 محمد بن قاسم کے روانہ ہونے کی خبر
222-221 سموں کا استقبال کے لیے آنا
222 محمد بن قاسم کا لوہانہ سے سہتہ (علاقے) کی جانب منزل کرنا (کوچ کرنا)
223 اہل اروڑا سے جنگ کرنا
223 داہر کی بیوی لاڈی کا اروڑا کے قلعے والوں سے گفتگو کرنے کے لیے جانا
224 داہر کی موت کے بارے میں ایک ساحرہ کا امتحان کرنا
225-224 عہد و شیع کر کے قلعہ اروڑا کو حوالے کرنا
226-225 مزدوروں اور رعایا کا امن طلب کرنا
226 اہل قلعہ کا اقرار
226 محمد بن قاسم کا قلعے میں داخل ہونا
227-226 محمد بن قاسم کا اہل حرب کو قتل کرنا
228-227 ایک شخص کا باہر نکل کر امان طلب کرنا
229-228 جیسینہ کا کیرج کی طرف جانا
230-229 چنگی کا جیسینہ سے ناامید ہونا
231 دروہر کا جیسینہ کے خلاف منصوبہ بنانا اور اس کی بہن چنگی کا جیسینہ سے مکر
232-231 جیسینہ کا دو ہتھیار بندوں کے ساتھ آنا
233-232 جیسینہ کی مردانگی اور اس کے نام کا سبب (وجہ تسمیہ)
234-233 احنف بن قیس کے نواسے رواج بن اسد کا قلعہ اروڑا پر مامور ہونا

افتوحات ملتان

- 234 کلکو پر فتح حاصل ہونا اور اس کا محمد بن قاسم کے پاس آنا
235-234 کلکو کی مشیری

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

- 236-235 محمد بن قاسم ثقفی کے ہاتھوں سکھ اور ملتان کی فتح ہونے کی خبر
- 237-236 محمد بن قاسم کا راجہ کنڈا سے جنگ کرنا
- 238-237 نقدی کی تقسیم کرنا
- 238 منروی (بتخانہ)
- 239-238 محمد بن قاسم کا دھوکہ کھانا
- 239 بت خانہ کھولنا اور خزانہ حاصل کرنا
- 240 محمد بن قاسم کا شہر ملتان کی رعایا سے عہد لینا
- اقنوج پر حملہ کی تیاری**
- 240 ابو حکیم کو دس ہزار سواروں کے لشکر کے ساتھ قنوج روانہ کرنا
- 241 لشکر کا اودھاپور پہنچنا اور ابو حکیم کا زید کو (راجہ ہر چند رائے کے پاس بھیجنا)
- 242-241 قنوج کے رائے ہر چندر کا جواب

محمد بن قاسم کی معزولی

- 243-242 محمد بن قاسم کو دارا الخلافہ کا پروانہ ملنا
- 243 محمد بن قاسم کا اودھاپور پہنچنا اور دارا الخلافہ کے پروانے کا موصول ہونا
- 244 خلیفہ کا صندوق کھولنا
- 244 داہر کی بیٹی چنگی کی خلیفہ ولید بن عبد الملک سے گفتگو
- 245 چنگی کی دوبارہ گفتگو

کتاب کا خاتمہ

- 245 دعا
- 246-245 مخلص کتاب منہاج الدین والملک، الحضرة الصدر الاجلال العالم عین الملک
- اصحح کی طرف سے تشریحات، توضیحات اور**

فہارس

- 347-247 تشریحات و توضیحات
- 352-348 کتابیات
- 366-353 فہرست رجال
- 378-367 فہرست اماکن و اقوام

از راہ پیش گفت

فتح نامہ تاریخ سندھ کی اولین کتاب ہے۔ عربی زبان میں لکھی گئی تھی۔ عام تاثر یہ ہے کہ اس کا فارسی ترجمہ غالباً 613ھ میں ہوا ہوگا۔ لیکن اصل عربی کتاب کا نہ تو اب کوئی نسخہ موجود ہے اور نہ ہی مصنف کا نام معلوم ہے۔

کتاب کے فارسی مترجم، علی کوئی تھے جو دیگر علماء کی طرح منگولوں کے حملے کے خوف سے اپنا وطن چھوڑ کر اسن کی تلاش میں ہندوستان آئے تھے۔ اُج شریف میں سکونت پذیر ہوئے بابا فرید شکر گنج کے آباؤ اجداد بھی اسی وجہ سے اپنا وطن چھوڑ کر ہندوستان آئے تھے۔ قلندر لعل شہباز بھی اسی طرح اپنا آبائی شہر مرو* چھوڑ کر پہلے ملتان آئے، پھر سیوہن میں سکونت پذیر ہوئے۔

سلطنت سندھ اُس زمانے میں سات اقلیم پر مشتمل تھا۔ سیوہن ایک اہم اقلیم تھا۔ آج سیوہن غالباً سندھ کا سب سے قدیم شہر ہے جو اب تک سانس لے رہا ہے۔ سکندر اعظم نے اس میں چھ ماہ قیام کیا تھا اور قدیم قلعے کی مرمت کرائی تھی۔ برطانوی دورِ حکومت میں شائع شدہ گزٹینیرز میں لکھا ہوا ہے کہ ”مہا بھارت کی جنگ کے زمانے میں سیوہن اپنے عروج پر تھا۔“

فتح نامہ کا فارسی مترجم علی کوئی جب ہجرت کر کے ہندوستان آیا تو سندھ کی ہفت اقلیم سلطنت کا حاکم ناصر الدین قباچہ تھا، جو ملتان میں رہتا تھا۔ اس نے علی کوئی کی سرپرستی کی۔ قباچہ کی حکومت کا دور 602ھ سے 625ھ تھا۔ علی کوئی کے فارسی ترجمے سے ہی آگے چل کر فتح نامہ کے سندھی، اُردو اور انگریزی تراجم ہوئے۔



”فتح نامہ“ کی صحت اور سند کا انحصار گویا علی کوئی کے فارسی ترجمے پر ہی ہے۔ چنانچہ اس بات کی تصدیق کرنا ضروری ہے کہ علی کوئی نے جس عربی نسخے کا فارسی زبان میں ترجمہ کیا تھا وہ اس نے کہاں سے حاصل کیا؟ اس سلسلے میں علی کوئی کا اپنا بیان ہے کہ:

”محمد بن قاسم کی فتح سے ہند اور سندھ میں طلوع اسلام ہوا۔ ساحل سمندر سے لے کر کشمیر اور قنوج تک مساجد اور منبر تعمیر ہوئے۔ دارالخلافہ اروڑ کا راجہ داہر

* قلندر شہباز کو اسی نسبت سے ”مروندی“ کہا جاتا ہے۔ مرو کے خوبصورت باغ اور پیش بہا کتب خانے دور دور تک مشہور ہوا کرتے تھے۔

See. 'Literary History of Persia' by Edward Brown.

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

قتل ہوا۔ محمد بن قاسم کی حکومت قائم ہوئی۔ میں نے سوچا 'فتح سندھ کی تاریخ' مرتب کروں۔ ملک میں رہنے والے لوگوں کا مزاج اور ذہنی کیفیت وغیرہ معلوم کروں۔ اس مقصد کی خاطر معلومات کتب حاصل کرنے کی غرض سے میں نے آج شریف سے اردو اور بکھر کا سفر اختیار کیا۔ وہاں کی ائمہ عربوں کی نسل سے تھی۔ مولانا اسماعیل بن علی بن محمد بن موسیٰ بن شیبان بن عثمان ثقفی سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے بتایا کہ سندھ کی فتح کی تاریخ ان کے آباؤ اجداد کی تحریر کردہ عربی زبان میں کتاب کی شکل میں موجود ہے جو ان کے خاندان میں پشت بہ پشت ورثے میں منتقل ہوتی رہتی ہے۔“

سندھ کے نامور محقق اور تاریخ نویس میر علی شیر قانع اپنی تاریخ تحفۃ الکرام میں اس معاملے پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”سلطان محمود غزنوی نے تسخیر بکھر سے فارغ ہو کر سیوستان اور ٹھٹھہ میں بنو امیہ اور بنو عباس کا ایک عامل بھی نہیں چھوڑا۔ چند لوگ جو فضیلت اور نیک چلنی کے کردار کے حامل تھے اور اہل و عیال کی ذمہ داریوں میں جکڑے ہوئے تھے، البتہ اپنے عہدوں پر برقرار رہے۔ ماہرین انساب نے ایسے اٹھارہ قبیلے ثابت کئے ہیں۔ انہی میں سے ایک ثقفی خاندان ہے۔ بکھر اور اردو کے قاضیوں کا قبیلہ موسیٰ بن یعقوب بن طائی بن محمد شیبان بن عثمان ثقفی کی اولاد میں سے ہے۔ عربی زبان میں تسخیر سندھ کا پہلا تذکرہ قلمبند کرنے والے قاضی محمد اسماعیل بن علی بن محمد بن موسیٰ بن طائی اسی قبیلے کے فرد تھے۔ محمد بن قاسم نے ان کے دادا موسیٰ بن یعقوب کو تسخیر اردو کے موقع پر قضا اور خطاب کے عہدے پر معمر کیا تھا۔“

مندرجہ بالا اقتباسات سے واضح ہوتا ہے کہ:

(1) علی کوئی کو "فتح نامہ" کا عربی نسخہ قباچہ کے دور حکومت (602ھ تا 625ھ) میں دستیاب ہوا۔

(2) یہ نسخہ اس کو بکھر کے قاضی خاندان سے ملا جو محمد بن قاسم کے زمانے سے قضا کے اہم عہدے پر فائز تھا۔ پرہیزگار تھا، اہل علم تھا۔ اس کی علمی دیانتداری مسلمہ تھی۔

(3) "فتح نامہ" اسی متبرک خاندان میں عربی میں لکھی ہوئی کتاب کی صورت میں محفوظ تھا۔ پشت بہ پشت منتقل ہوتا رہا۔

فتح نامہ سندھ عرف چچ نامہ

(4) چچ نامہ کا مصنف قاضی محمد اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ کے آباؤ اجداد میں سے تھا۔ ان حقائق کی روشنی میں ”چچ نامہ“ کی صحت اور سند میں شک اور شبہ کی کوئی گنجائش نہیں رہتی۔ تاہم اگر ہم قیاس کریں کہ غالباً اس کی فلاں روایت درست نہیں ہوگی تو ہمیں یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ علماء اور محقق تو حضور اکرم ﷺ کی بعض احادیث کے بارے میں بھی شک اور شبہ کا اظہار کرتے ہیں۔



شمس العلماء ڈاکٹر عمر بن محمد داؤد پوتہ پہلے سندھی عالم تھے، جنہوں نے چچ نامہ کو جدید طرز پر ایڈٹ کیا اور زیور طباعت سے آراستہ کیا۔ سندھ کے ممتاز محقق پیر حسام الدین راشدی کہتے تھے کہ:

”سندھ کی علمی اور ادبی روایت نہایت قدیم ہے۔ سندھی عالم نہ جانے کب سے کتابیں لکھتے آئے ہیں، لیکن ان میں بعض لکیر کے فقیر ہوتے تھے۔ تاریخی واقعات اور حقائق چھان بین کئے بغیر کتاب میں درج کر دیتے تھے۔ ہم شمس العلماء ڈاکٹر داؤد پوتہ کے ممنوع احسان ہیں جنہوں نے ہمیں جدید انداز سے کتابوں کو ایڈٹ کرنا سکھایا۔“

سندھ کے دوسرے ممتاز محقق ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ نے بھی ایسا ہی اظہار خیال کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ:

”موجودہ تحقیق کے اصولوں اور معیار کے مطابق یہ پہلی کوشش تھی جس میں فاضل مصحح (شمس العلماء ڈاکٹر داؤد پوتہ) نے کتاب کے جملہ مختلف نسخوں کو سامنے رکھ کر متن کی تصحیح کی اور مقدمہ لکھا۔ حواشی اور تعلیقات تحریر کئے اور آخر میں افراد اور ملکوں کے ناموں کی فہرست شامل کی۔“

چچ نامہ کے سندھی اور اردو تراجم سندھی ادبی بورڈ نے شائع کئے، جس کا پس منظر یوں ہے کہ برطانوی دور حکومت میں جناب جی۔ ایم۔ سید اس وقت کے وزیر تعلیم سندھ کی تحریک پر 1940ء میں Advisory Board of Control for Sindhi Literature نام سے سندھی زبان اور ادب کی ترقی کے لئے ایک ادارہ قائم ہوا۔ اس کا قابل تحسین کارنامہ سہ ماہی رسالے ”مہران“ کی اشاعت تھی گوکہ اس دور کا ”مہران“ ضخامت کے لحاظ سے بہت چھوٹا ہوتا تھا۔

بورڈ کے میمبران میں ہندو اور مسلمان عالم شامل تھے۔ سب کے سب اعزازی اور نہایت سینئر عالم ادیب ہوتے تھے۔ قیام پاکستان کے بعد ہندو ادیب ہندوستان چلے گئے تو ادارے کا

فتح نامہ سندھ عرف چیچ نامہ

کام متاثر ہوا۔ اس صورت حال میں حکومت سندھ نے پھر جناب جی۔ ایم۔ سید ہی کی تحریک پر سن 1951ء میں پرانے ادارے کی اصلاح کر کے ”سندھی ادبی بورڈ“ کا موجودہ ادارہ قائم کیا۔ ادارے کے صدر وزیر تعلیم تھے۔ لیکن روح رواں جناب جی۔ ایم۔ سید تھے۔ صوبے بھر سے ممتاز عالم، محقق اور ادیب، بورڈ کے مشیر یا ممبر منتخب ہوئے جن میں علامہ آئی۔ آئی۔ قاضی، شمس العلماء ڈاکٹر داؤد پوٹہ، مخدوم محمد زمان طالب المولیٰ، پیر حسام الدین راشدی، ڈاکٹر نبی بخش خاں بلوچ، شیخ عبدالجید، سید میراں محمد شاہ اور آغا بدر الدین درانی اسپیکر سندھ اسمبلی کے اساتذہ گرامی سرفہرست ہیں۔ نامور دانشور محمد ابراہیم جو یو سی کیٹری مقرر ہوئے۔ جناب محمد ایوب کھڑو بعد میں وزیر اعلیٰ سندھ مقرر ہوئے تو ادارے سے بطور صدر وابستہ ہو گئے۔ گویا اُس زمانے میں کوئی بھی نیم پختہ اہل قلم یا نو آموز سیاستدان بورڈ کی میسر کی کا خواب تک نہیں دیکھ سکتا تھا۔

بورڈ نے سندھی ادب کی ترقی کے لئے متعدد اسکیمیں تیار کیں۔ سندھی لغت اور لوک ادب کے منصوبے بنائے۔ شاہ عبداللطیف بھٹائی، بچل سرمست اور سندھی زبان کے تمام کلاسیک شعراء کے دواویں شائع کرنے کا فیصلہ کیا۔ نیز قدیم دور کے سندھی عالموں کی عربی اور فارسی میں لکھی ہوئی قلمی کتابوں کو شائع کرنے کا منصوبہ بنایا۔ تاریخ سندھ کے بنیادی ماخذ شائع کرنے اور دنیا بھر سے جدید علوم کی دوسو سے زیادہ منتخب کتابوں کے تراجم کا پروگرام بنایا، جن میں ایسی کتابوں کو ترجیح دی گئی جن کا تعلق تاریخ سندھ سے تھا۔ چیچ نامہ کی اشاعت اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔



شمالی سندھ میں ”کھڑا“ نام سے ایک چھوٹا سا قصبہ ہے، جس نے ماضی میں دین اسلام کی بڑے بڑے مبلغ اور عالم پیدا کئے جو اب بھی ”مخادیم کھڑا“ کے نام سے مشہور ہیں۔ یہ تاریخی قصبہ علمی لحاظ سے آج اپنے ماضی کی صرف ایک یادگار ہے۔ غالب نے کیا خوب کہا ہے کہ:

ہر اک مکاں کو ہے کلیں سے شرف اسد

مجنون جو مر گیا ہے تو جنگل اُداس ہے

لیکن، کاتب تقدیر نے چیچ نامہ کے سندھی ترجمے کا اعزاز بھی مخادیم کھڑا کے حق میں لکھ دیا تھا۔ چنانچہ مخدوم امیر احمد صاحب (مرحوم) نے چیچ نامہ کا سندھی ترجمہ نہایت خوش اسلوبی سے کیا۔

چیچ نامہ کے علاوہ بورڈ نے تاریخ سندھ پر تقریباً چالیس متفرقہ کتابیں شائع کی ہیں۔ ویسے بورڈ کی مطبوعہ کتابوں کی تعداد تین سو کے قریب ہے۔ سہ ماہی تحقیقی مجلہ ”مہراں“ خواتین کا رسالہ ”سرتیوں“ اور بچوں کا رسالہ ”گل پھل“ اس کے علاوہ ہے۔

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

چنانچہ حکومت پاکستان کے سیکریٹری وزارت مالیات اور اردو زبان کے بہت بڑے محسن اور اردو زبان کے متعدد علمی و ادبی اداروں کے صدر (مرحوم) ممتاز حسن نے سندھی ادبی بورڈ کے کام پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ:

"..... of all the 'Learned- Bodies' in Pakistan. I found the Sindhi Adabi Board most active and producing books of real merit"

بورڈ نے اپنے تمام اشاعتی پروڈیکشنز (Publication Projects) کی نگرانی کا کام ایسے اہل علم اصحاب کو تفویض کیا تھا جو بورڈ کے سینئر میمبر اور تسلیم شدہ محقق تھے۔ مثلاً: شمس العلماء ڈاکٹر داؤد پوتہ، پیر حسام الدین راشدی، ڈاکٹر نبی بخش خاں بلوچ اور مولانا عبدالرشید نعمانی۔ اس زمانے میں فوٹو اسٹیٹ کا رواج عام نہیں ہوا تھا۔ لہذا مندرجہ بالا عالموں کے ماتحت تین نقل نویس مقرر ہوئے۔ مولانا اعجاز الحق قدوسی اردو کے، مولانا محمد صدیق ماعرب کے اور حبیب اللہ رُشدی فارسی کے۔

فتح نامہ کے ساتھ دو اور کتابیں تاریخ سندھ کے بنیادی ماخذ میں شمار ہوتی ہیں: ایک تاریخ معصومی، دوسری تاریخ تحفۃ الکرام۔ بورڈ نے ان تینوں فارسی کتابوں کے سندھی اور اردو تراجم کی اصلاح، ایڈیٹنگ اور طباعت کے پروڈیکٹ کا ڈائریکٹر جناب ڈاکٹر نبی بخش خاں بلوچ کو مقرر کیا۔ ڈاکٹر صاحب نے تینوں کتابوں کے متن کو ایڈٹ کیا، لیکن فتح نامہ کے تعلیقات اور حواشی پر تو خاص طور پر بہت بڑی محنت کی، جس کی جتنی بھی تعریف کی جائے وہ کم ہے۔ اگر ڈاکٹر صاحب زندگی بھر اور کوئی کتاب ایڈٹ نہ کرتے تب بھی فتح نامہ کے ایڈیٹر کی حیثیت سے آپ کا نام سندھی ادب کی تاریخ میں سنہری الفاظ میں لکھا جاتا۔

حقیقت یہ ہے کہ آپ نے صحیح معنوں میں فتح نامہ کی ایڈیٹنگ کا حق ادا کیا اور آئندہ آنے والے سندھی ادیبوں اور محققوں کے لئے ایک مثال قائم کی۔



فتح نامہ کے سندھی ترجمے کے اب تک چار ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں اور اردو ترجمے کا ایک ایڈیشن۔ کافی عرصے سے سندھی خواہ اردو دونوں تراجم نایاب تھے۔ اب اردو ترجمہ سندھی کتاب گھر کراچی کے مالک جناب مظہر یوسف کے تعاون سے شائع ہو رہا ہے۔

محترم مظہر یوسف علمی مزاج کے آدمی ہیں۔ تاریخ سندھ سے خصوصی شغف رکھتے ہیں۔ آپ نے انگریزی زبان میں شاہ عبداللطیف بھٹائی پر نایاب کتابیں دوبارہ شائع کی ہیں۔ سندھ

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

کی تاریخی جھیل ”منجھر“ پر انگریزی میں ایک معیاری کتاب شائع کی ہے۔ آپ انسٹیٹیوٹ آف سندھالاجی کے علمی جریدے Sindhological Studies کے ایڈیٹر رہ چکے ہیں۔ ایک زمانے میں ہفت روزہ ”صبح سندھ“ نکالا تھا۔ یہاں ان کی علمی اور ادبی خدمات گنواں مقصود نہیں ہیں۔ البتہ یہ بتانا ہے کہ فتح نامہ کی اشاعت میں ان کی دلچسپی کا حقیقی سبب سندھ کی دھرتی سے والہانہ محبت ہے۔ چنانچہ آپ نے بورڈ کو فتح نامہ کے ساتھ تاریخ سندھ کے دو اور بنیادی ماخذ یعنی تاریخ معصومی اور تاریخ تختہ الکرام کے نئے اردو ایڈیشن اپنے ادارے ”سندھی کتاب گھر“ کے ساتھ باہمی اشتراک سے نکالنے کی پیشکش کی۔

جناب مظہر یوسف کی طرح سندھ سے محبت کرنے والے ایک اور کرم فرما ہیں محترم سید انیس شاہ جیلانی۔ ویسے تو آپ گھوٹکی کے جیلانی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں، لیکن آج کل صادق آباد کے قریب محمد آباد میں سکونت اختیار کر لی ہے۔ آپ نہ صرف سندھی زبان پر مکمل عبور رکھتے ہیں بلکہ سرائیکی اور اردو کے مایہ ناز اہل قلم ہیں۔ آپ نے بھی مشورہ دیا کہ یہ تینوں کتابیں اردو میں ترجیحی بنیاد پر شائع کرنا ضروری ہیں۔ صرف سندھی نہیں سرائیکی اور اردو کے اہل علم اصحاب کے لئے بھی از حد مفید ہیں۔

فتح نامہ کا زیر نظر اردو ایڈیشن ایسے احباب کے مشورے کے مطابق شائع ہو رہا ہے۔ انشاء اللہ اب تاریخ معصومی اور تاریخ تختہ الکرام بھی عنقریب شائع ہو جائیں گی۔

☆☆☆☆

یہاں اس بات کی طرف اشارہ کرنا مناسب ہے کہ ہمارے محقق مومہن جو دڑو سے دستیاب ہونے والی مہروں کی زبان اب تک پڑھ نہیں سکے۔ تاہم یہ مہر اس حقیقت کا قابل وثوق ثبوت (Convincing-proof) ہیں کہ طلوع اسلام سے قبل بھی سندھ میں لکھنے پڑھنے کا رواج تھا۔ اس صورت میں سوال پیدا ہوتا ہے کہ عربوں کی آمد سے پہلے سندھ میں جوں لڑ پڑ تھا۔ اب اس کا سراغ کیوں نہیں ملتا؟ بلاشبہ رگ وید میں دریائے سندھ کی تعریف میں کچھ گیت مل جائیں گے۔ کچھ لوک داستانیں بھی مل جائیں گی، مثلاً سندھ کا فلاں راجہ دروپدی کی شہرت سن کر اُسے اغوا کر کے جا رہا تھا کہ دروپدی کے رشتے داروں نے اسے راستے میں جالیا۔ وغیرہ۔ لیکن ہم ایسے گیتوں اور لوک داستانوں کو تاریخ نہیں کہہ سکتے۔ اس صورت حال میں سندھ کی قدیم تاریخ معلوم کرنے کے لئے فتح نامہ کا وجود بہت بڑی غنیمت ہے۔

نامور محقق ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ نے بجا طور پر فرمایا ہے کہ:

”عرب اسلامی دور کے متعلق عربی زبان میں لکھی ہوئی تاریخوں میں مستند حوالے (Reference) موجود ہیں، لیکن اس سلسلے میں جو تاریخ یہاں سندھ میں

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

مرتب ہوئی اور جسے ”فتح نامہ“ کہا گیا اور بعد ازاں عام طور پر ”فتح نامہ“ کہا گیا وہ بہت ہی قیمتی کتاب ہے۔ اسے نہ صرف سندھ کی تاریخ کے متعلق بنیادی کتاب کی حیثیت حاصل ہے، لیکن تاریخ کے موضوع پر یہ اولین کتاب ہے جو برصغیر میں مرتب ہوئی۔ یہ کتاب (قدیم سندھ کی تخت گاہ) اروڑ میں قاضی خاندان نے مرتب کی۔*

☆☆☆

یہاں یہ بات بھی قابلِ توجہ ہے کہ اس کتاب کو صدیوں سے ہمارے علماء ”فتح نامہ“ کے نام سے لکھتے آئے ہیں۔ کیوں؟ اس کی کیا وجہ ہے؟

بلاشبہ فتح نامہ سندھ کی ایک اہم اور دلچسپ شخصیت ہے۔ لیکن اس کے پاور (Power) میں آنے سے پہلے ہی سلطنتِ سندھ کی سرحدیں مشرق میں کشمیر تک، مغرب میں کرمان تک، جنوب میں ساحلِ سمندر تک اور شمال میں کردوں کے پہاڑ تک پھیلی ہوئی تھیں۔ اس کے چار اقلیم تھے، ہر اقلیم کے حکمران کو رانا کہا جاتا تھا۔ ایک رانا برہمن آباد میں رہتا تھا، دوسرا سیوستان میں، تیسرا فتح پور میں اور چوتھا ملتان میں جو کشمیر کی سرحد تک حکومت کرتا تھا۔ اس عظیم سلطنتِ سندھ کا راجا خود دار الخلافہ ”اروڑ“ میں رہتا تھا جو اپنے دور کا بہت خوبصورت شہر تھا۔ راجا کو رائے کہتے تھے۔

رائے سہاسی کے دورِ حکومت میں تو رعایا اس کے عدل اور انصاف سے بہت آسودہ حال ہوئی۔ اس کا وزیر اعظم ہر قسم کے علم و حکمت میں طاق تھا۔ اس نے ایک برہمن سیکریٹری مقرر کیا، جس کا نام فتح تھا۔ آگے چل کر وہ ایک عجیب اتفاق سے سلطنتِ سندھ کا راجا بنا۔

ہر واقعہ کا کوئی نہ کوئی پس منظر ہوتا ہے۔ قدیم دور میں سندھ کے شرفاء کی خواتین غیر محرم مردوں سے پردہ کرتیں تھیں، اس لئے کہ ہر دور میں انسان کا مزاج ایک جیسا رہا ہے۔ وہ جنس مخالف کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔ قصر شاہی کی بلند و بالا فصیلیں اور حرمرساء کی دیواریں درمیان میں آڑ نہیں بنتیں۔ بیسویں صدی میں لیڈی ڈایانا اور پرنس چارلس نے بھی انگلستان کے وڈسر محلات میں رہتے ہوئے کتابِ عشق کے اندر نئے نئے باب رقم کئے۔ ایک دن رائے سہاسی کے محلات میں بھی اہم واقعہ ہوا۔

عام روایت یہ ہے کہ رائے سہاسی اپنی رانی کے ساتھ غلطی میں بیٹھا تھا کہ وزیر کے دفتر سے فتح کوئی اہم فائل لے آیا۔ راجا نے فتح کو طلب کرنے سے پہلے رانی کو پردے کے پیچھے جانے کو کہا۔ رانی نے بہانا بنایا اور اپنی جگہ بیٹھی رہی۔ فتح خوبصورت نوجوان تھا۔ بقول فتح نامہ

* ریڈیو پاکستان حیدرآباد سے ڈاکٹر صاحب کے ایک انٹرویو نمبر 15 جنوری 1958ء سے اقتباس۔

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

”اس کے رخسار سب کی طرح سرخ تھے۔“ وہ رانی کے دل پر چھا گیا۔ رانی نے اپنی ایک محرم راز عورت کے ذریعے فتح سے اپنے عشق کا اظہار کیا۔

فتح نے جواب بھیجا کہ ”ہم برہمن ہیں۔ میرے بھائی اور باپ راہب ہیں۔ ہم تو بس عبادت کرتے ہیں اور مراقبہ میں ہیں۔ میرے لئے اتنی بے عزتی ہی کافی ہے کہ میں نے راجہ کی ملازمت اختیار کی ہے۔ راجاؤں کے حرم میں خیانت کرنا جان کا خطرہ، دنیا میں بدنامی اور آخرت میں عذاب ہے۔“

غالباً یہ سب کہنے کی باتیں تھیں۔ راء سہاسی کی رانی ”سُونھن دیوی“ (ملکہ حسن) بلا کی ذہین تھی۔ اس کے حُسن اور ذہانت کی پیش میں فتح کی پرہیزگاری رفتہ رفتہ کھلتی گئی۔ چنانچہ رائے سہاسی کی وفات کے بعد رانی نے بڑی حرفت اور ہوشیاری سے فتح کو سلطنت سندھ کا تاجدار بنایا اور پھر اس سے شادی کر لی۔

بعد کے واقعات یوں نظر آتے ہیں کہ فتح ہمیں برہمن آباد کے حاکم کو مطیع کرنے کے لئے فوج کشی کرتا نظر آتا ہے۔ وہاں کا راجا اگھم پہلے تو لڑتا ہے، پھر اپنی عافیت اس میں سمجھتا ہے کہ قلعے کے دروازے بند کر کے بیٹھ جاتا ہے۔ فتح اپنے لشکر کے ساتھ قلعے کا محاصرہ کر لیتا ہے۔ راجا اگھم بیمار پڑ کر مرجاتا ہے۔ قلعے کے رہنے والے تنگ آ کر سفیروں کے ذریعے بات چیت شروع کرتے ہیں۔ لیکن فتح اب صرف مذہبی کتابوں کا عالم نہیں تھا۔ دنیاوی معاملات میں بھی ماہر تھا۔ صلح اس شرط پر کرتا ہے کہ ”راجا اگھم کی ملکہ مجھ سے شادی کرے۔“

راجا اگھم کے خاندان کے لوگ یہ پیغام سن کر پریشان ہوئے اور فتح کو جوابی پیغام بھیجا کہ: ”ہمارے خاندان میں کئی ایک نوجوان، حسین اور غیر شادی شدہ خواتین موجود ہیں۔ ان میں سے کوئی قبول کر لیں۔“ لیکن فتح اپنی بات پر بضد رہا۔

کسی بھی راجا کی ملکہ لولی لنگڑی اور کند ذہن عورت تو ہوتی نہیں۔ خداداد حسن کے ساتھ عقل کی نعمت سے بھی مالا مال ہوتی ہے۔ راجا اگھم کی ملکہ بھی باجمال اور باکمال خاتون تھیں۔ اس نے فتح سے شادی کا پیغام قبول کر لیا۔ بظاہر یہ عجیب سی بات لگتی ہے، لیکن لوگ کہتے ہیں کہ مشہور مغل ملکہ نور جہاں نے بھی تو اپنے شوہر کے قاتل سے سوچ سمجھ کر شادی کر لی تھی اور اتنی ذہین تھی کہ پوری مغل سلطنت اپنی منہی میں کر لی تھی۔

راجا اگھم کی ملکہ نے فتح کو جو مشورے دئے ان پر عمل کرتے ہوئے اس نے سرکش قبائل کو دبا دیا اور اقلیم برہمن آباد کو پوری طرح اپنے قبضے میں لے لیا۔ ملکہ کے ساتھ ”ہنی مون“

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

(Hencymoon) کا عرصہ پورا کرنے کے بعد فتح نے سرہند* کو گورنر مقرر کیا اور پھر ایک فاتح کی طرح خود برہمن آباد سے اپنی تخت گاہ اروڑ کی طرف روانہ ہوا۔

برہمن آباد بھی غالباً سیوہن کی طرح ایک اہم اقلیم تھا کیونکہ سندھ کی اسلامی فتح کے بعد بھی مرکزی اہمیت کا حامل رہا۔ عربوں نے اسی کے قریب ”منصورہ“ نام سے ایک نیا شہر آباد کیا۔ چونکہ اس کا محل وقوع وسط سندھ تھا اس لئے اسے دار الخلافہ بنایا۔ ”منصورہ“ عربی دور حکومت میں علم کا مرکز رہا۔ محمد اسحاق بھٹی نے اپنی کتاب ”فقہائے ہند“ (پانچ جلدیں) میں تفصیل سے بتایا ہے کہ منصورہ نے کتنے بلند پایہ سندھی عالم اور فقیہ پیدا کئے۔

برہمن آباد کا ایک رانا آگرا قبیلے سے تھا۔ جسودھن نام تھا۔ سندھ کے عظیم ترین شاعر شاہ عبداللطیف بھٹائی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے لافانی کلام میں اس کی سخاوت اور شجاعت کو سراہا ہے۔ سندھی لوک داستانوں میں بھی جسودھن کا ذکر موجود ہے۔

برہمن آباد کی طرح فتح نے جہاں جہاں ضروری سمجھا، وہاں مقامی باغی حکمرانوں پر لشکر کشی کی حتیٰ کہ شمال میں کشمیر کی سرحد تک فتوحات کیں۔ پھر اس وسیع سلطنت پر تقریباً چالیس برس بڑی شان سے حکومت کرتا رہا۔ فتح کو اپنی پہلی ملکہ سے دو بیٹے ہوئے: داہر اور دہرسین اور ایک بیٹی مابین۔

اس منظر نامے میں ہمیں کتاب کا نام ”فتح نامہ“ رکھنے کا جواز نظر آتا ہے۔

تاریخ سندھ میں فتح جیسی دوسری مثال جام نظام الدین سمہ کی ملتی ہے جس نے بھی سندھ پر چالیس برس بڑے وقار سے بادشاہی کی۔ لیکن جام نظام اپنی شخصیت زندگی میں بھی صحیح معنی میں پرہیزگار شخص تھا۔ بقول پیر حسام الدین راشدی صبح سویر گھوڑوں کے اصطبل میں جاتا اور ان کی پیٹھ پر ہاتھ پھیر کر کہتا: ”خدا وہ دن نہ لائے کہ میں کسی پر ظلم کرنے کے لئے آپ پر سواری کروں۔“

☆☆☆

فتح کے کردار پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کو سلطنت سندھ کا تاجدار بنانے میں سب سے اہم رول رانی ”نوبھن دیوی“ (ملکہ حسن) کا ہے۔ گویا، قدیم دور میں وادی سندھ کی عورت موجودہ دور کی عورت سے زیادہ جرأت مند اور پیباک تھی۔ ”فتح نامہ“ میں اس سے مختلف لیکن عورت کی جرأت کی ایک اور دلچسپ مثال ملتی ہے۔

راجا ڈاہر کا بیٹا جیسدینہ کیرج کے راجا دروہر کے پاس مدد لینے گیا۔ اس دن راجا دروہر نے اپنے دستور کے مطابق رقص و سرور کی محفل برپا کر رکھی تھی جس میں شاہی خاندان کی بیگمات

* ملکہ کو راجا انعم سے ایک بیٹا تھا، جس کا نام سرہند تھا۔

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

بھی شریک تھیں۔ راجا دروہر نے جیسینہ کو فرزند قرار دے کر اس محفل میں شریک کیا۔ لیکن جیسینہ محفل میں ہمہ وقت سر جھکائے زمین پر لکیریں کھینچتا رہا۔

راجا دروہر نے اس سے کہا کہ ”یہ عورتیں تیری مائیں بہنیں ہیں، سر اٹھا کر بیٹھو۔“ جیسینہ نے ادب سے جواب دیا کہ ”ہم راہب لوگ نامحرم عورتوں کی طرف نہیں دیکھتے۔“ محفل میں راجا دروہر کی بہن چنگی بھی موجود تھی جو ایک پری چہرہ بیکر حسن و ناز تھی، لیکن شہزادے جیسینہ کے دلفریب حسن پر پہلی نگاہ میں ہی فریفتہ ہو گئی۔ رات کے تاریک پردے میں معتمد کینروں کے ساتھ اس کی قیام گاہ پر پہنچ گئی۔

جیسینہ حیران ہو گیا۔ پوچھا کہ ”شہزادی صاحبہ اس وقت کیسے آنا ہوا؟“ شہزادی نے معنی خیز جواب دیا کہ ”یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے؟“ جیسینہ نے جواب دیا کہ: ”شہزادی! ہم برہمن لوگ نکاح میں آئی ہوئی اپنی عورت کے سوا کسی بھی نامحرم عورت سے میل جول رکھنے کو گناہ سمجھتے ہیں۔“ شہزادی یہ سن کر واپس چلی گئی، لیکن صبح ہوئی تو جیسینہ نے اپنی عصمت اور جان کی عافیت اس میں سمجھی کہ راجا دروہر کے ملک سے نکل جائے۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔

☆☆☆

فتح نامہ کا اہم کردار راجا داہر ہے۔ عام تاثر یہ ہے کہ وہ بزدل شخص تھا۔ لیکن فتح نامہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بلاشبہ اپنے باپ فتح کی طرح ایک فارح نہ تھا، لیکن انفرادی طور پر لانے کا فن جانتا تھا۔ مثلاً جب محمد بن قاسم دریائے سندھ کو پار کر کے جیور کے سامنے منزل انداز ہوا تو داہر نے ہاتھی پر پاکی باندھنے کا حکم دیا اور اس پر سوار ہو کر اسلامی لشکر کے سامنے جا پہنچا۔ ایک شامی (عرب شہسوار) جو کہ تیر اندازی میں ماہر تھا، آگے بڑھا لیکن اس کا گھوڑا پانی سے بدکنے لگا۔

راجا داہر نے اپنی کمان طلب کی اور نشانہ لگا کر تیر چھوڑا جو شامی شہسوار کے تالو پر لگا اور اس کے سر سے گزرتا ہوا ناف میں آ کر پیوست ہو گیا۔ وہ گھوڑے سے گر پڑا۔ راجا داہر اپنے قلعے میں واپس چلا گیا۔

فتح نامہ میں راجا داہر کے بارے میں ایسی ایک اور روایت موجود ہے کہ محمد بن قاسم کے لشکر میں ایک شخص تھا، جسے شجاع حبشی کہہ کر پکارتے تھے۔ اس نے بڑی بہادری کے کارنامے دکھائے تھے۔ شجاع حبشی مُشکی گھوڑے پر سوار تھا۔ اُس کا گھوڑا ہاتھی سے ڈرنے لگا تو اس نے گھوڑے کی آنکھیں باندھ لیں اور ڈاہر کے ہاتھی پر حملہ کر کے اس کی سونڈ کو زخمی کر دیا۔ لوگوں نے راجا داہر کو بتایا کہ ”یہ تجھ سے مقابلہ کرنے کے لئے آ رہا ہے۔“

فتح نامہ سندھ عرف پنج نامہ

راجا داہر نے قینچی جیسا دو شاخہ تیر اس طرح کھینچ مارا کہ شجاع حبشی کا سر گردن سے اڑا دیا۔ صرف اس کا دھڑ گھوڑے پر رہ گیا۔

☆☆☆

محمد بن قاسم فتوحات کرتا ہوا ”ساگرہ“ میں پہنچا تو راجا داہر کے وزیر نے آ کر کہا کہ: ”عربوں کا لشکر آپ کے دروازے پر آ پہنچا ہے، مگر میں آپ کو دن بھر سیر و شکار میں مشغول دیکھتا ہوں۔“

راجا داہر نے کہا کہ: ”تیری تجویز کیا ہے؟“
وزیر نے کہا کہ:

”آپ راجا جوسم کے ملک میں چلے جائیں۔ اس سے امداد طلب کریں اور واپس آ کر دشمن سے بدلہ لیں۔“

یہ سن کر راجہ داہر نے اسے جواب دیا کہ:

”میں یہ بات برداشت نہیں کروں گا کہ کوا کے دروازے پر جا کر صدا دوں کہ اندر آنے کی اجازت ہے؟ میں تو اپنے مخالف کا مقابلہ کروں گا۔ اگر فاتح ہوا تو میری بادشاہت مستحکم ہوگی۔ اگر قتل ہو گیا تو عرب اور ہندستان کی کتابوں میں یہ بات لکھی جائے گی کہ سندھ کے راجا نے اپنے ملک کی خاطر اپنی جان فدا کر دی۔“

☆☆☆

راجا داہر میدان جنگ، میں مارا گیا۔ محمد بن قاسم کی فتح ہوئی۔ ایک قتل ہوا ایک کا مران۔ قدرت کسی کے ساتھ بے انصافی نہیں کرتی۔ یہ دنیا عالم اسباب ہے۔ یہاں ازل سے ”سبب“ (Cause) اور ”نتیجہ“ (Effect) کا اصول کارفرما ہے۔ فتح نامہ میں راجا ڈاہر کی شکست اور محمد بن قاسم کی فتح کا ایک اہم سبب سندھ میں بدھ مذہب ماننے والے لوگوں کی ناراضگی نظر آتی ہے۔

فتح نامہ ایک کھلی ہوئی کتاب ہے۔ قاری دیکھ رہا ہے کہ سندھ میں کئی مقامات پر بدھ مذہب کے پیروکار اپنے قلعے کے دروازے کھول کر ڈھول بجاتے ہوئے ہاتھوں میں پھولوں کے ہار لئے محمد بن قاسم کے لشکر کا استقبال کرنے کو آ رہے ہیں!*

* طلوع اسلام سے پہلے سندھ میں اکثر لوگ بدھ اور ہندو مذہب کے رہتے تھے۔ بدھ مذہب درحقیقت ہندو برہمن کے تشدد کے خلاف ایک بہت بڑا انقلاب تھا، جس نے نہ صرف ہندستان کے ذہن پر ان مٹ اثرات چھوڑے بلکہ افغانستان، چین، جاپان اور مشرق بعید کو متاثر کیا۔ آج بھی ان ممالک میں مہاتما بدھ کے پیروکار لاکھوں اور کروڑوں کی تعداد میں موجود ہیں۔ لیکن خود ہندستان میں ہندو برہمن نے بدھ مذہب کا صفایا کر دیا۔ اس پس منظر میں عہد جدید کے ایک بہت بڑے مفکر ایم۔ این۔ رائے نے بہت عمدہ کتاب لکھی ہے۔ جس کا نام ہے: Historical Role of Islam

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

اس طرح قارئین کرام خود ہی یہ بات بھی نوٹ فرمائیں گے کہ موکو بن وسایو نے عین موقع پر فیصلہ کن جنگ میں کیا کردار ادا کیا تھا۔

پس ہم یہ نتیجہ اخذ کرنے میں حق بجانب ہیں کہ سندھ میں اپنی رعایا پر تشدد درحقیقت حکمران برہمن کے لئے دبا جان ثابت ہوا۔ قدرت کے قانون اٹل ہوتے ہیں۔ انگریزی میں کہتے ہیں:

Though the mills of GOD grind slowly yet they grind exceeding small though with patience. HE stands waiting with exactness grinds HE all.

ہندو حکمرانوں کی ایک کمزوری تو بدھ رعایا کی رنجش تھی۔ دوسری کمزوری تھی ان کا علم نجوم پر تکیہ۔ وہ ہر معاملے میں نجومی سے رائے لیتے تھے اور اس پر عمل کرتے تھے۔ یہ بات مغلوب ذہنیت کی نشاندہی کرتی ہے۔

بہادر شخص پُر اعتماد ہوتا ہے۔ اپنی ہمت اور حوصلے سے کام لیتا ہے۔ نیپولین بونا پارٹ ایک جنگ میں فتح حاصل کرنے کے بعد اس شہر کا توشا خانہ دیکھنے گیا۔ سامنے دیوار پر ”فریڈرک اعظم“ کی تلوار چمک رہی تھی۔ جب سیر کر کے باہر نکلا تو اس کے ایک جرنیل نے کہا کہ ”حضور اچھا ہوتا اگر آپ وہ تاریخی تلوار اٹھا لیتے۔“

نیپولین نے شیر کی طرح گرج کر کہا کہ: ”کیا میرے پاس میری تلوار نہیں ہے؟“ تاریخ نویسوں نے چنگیز خان کو نیپولین بونا پارٹ سے بھی بڑا جرنیل تسلیم کیا ہے۔ اس کی جنگی حکمت کا تجزیہ کرتے ہوئے اس کے سوانح نگار چارلس لیمب نے لکھا ہے کہ:

”دشمن کو مغلوب کرنے کے لئے چنگیز خان پہلے اپنے جاسوسوں کے ذریعے خوف اور دہشتگردی کی فضا پیدا کرتا تھا۔ اس طرح اپنے مخالف کو نفسیاتی طور پر مغلوب کرتا تھا کہ اس کا ایک خوفناک دشمن سے پالا پڑا ہے!“

فتح نامہ کے اوراق میں ہم واضح طور پر دیکھ رہے ہیں کہ عربی لشکر پورے سندھ میں فتوحات کرتا ہوا سندھ کے دارالحکومت تک پہنچ جاتا ہے، لیکن راجا داہر ہے کہ کہیں بھی آگے بڑھ کر اس کا مقابلہ نہیں کرتا۔ کیوں؟ آخر کوئی توجہ ہوگی؟

عربوں نے خراساں، روم، شام، عراق اور ایران میں غیر معمولی فتوحات حاصل کی تھیں۔ ظاہر ہے کہ ان کی صدائے بازگشت سندھ میں سنائی دیتی ہوگی۔ اب جو عربی لشکر اردو کے دروازے پر دستک دے رہا ہے تو راجا داہر کا نفسیاتی طور پر مغلوب ہونا سمجھ میں آتا ہے۔ اس

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

ذہنی کیفیت میں اس کی جنگی حکمت عملی بھی غلط ہو سکتی ہے۔ فتح نامہ میں اس کی ایک واضح مثال موجود ہے۔ راجا ڈاھر کا وزیر سیا کر سامنے آ کر راجا ڈاھر کو اپنی غلطی سے آگاہ کرتا ہے:

”اے راجا! آپ جس روش پر جنگ کر رہے ہیں، وہ غلط ہے۔ آپ سے کئی بار غلطیاں ہوئی ہیں۔ مگر اب بھی آپ نے اس تجربے سے فائدہ نہیں اٹھایا۔ اول تو جب عربوں کا لشکر دریائے مہراں عبور کر رہا تھا اور ٹولیوں ٹولیوں میں ہو کر گذر رہا تھا اس وقت آپ کو ان کا سامنا کرنا تھا کہ انہیں جنگ سے خوف ہوتا ہے۔ اب جب وہ اکٹھے ہو کر مقابلے کے لئے آئے ہیں تو آپ کے لئے بہتر ہوگا کہ ساری فوج ملازموں، پیادوں اور سواروں کے ساتھ ہاتھی پر سوار ہو کر ان پر حملہ کیجئے۔“

راجا داھر نے طوعاً و کرہاً یہ بات قبول کی۔ لیکن تب تک (انگریزی محاورے میں) ’ٹہل کے نیچے بہت سا پانی گذر چکا تھا۔‘

لیکن راجا داھر کی شکست کے عوامل (Factors) بیرونی حالات کے علاوہ خود اس کے باطن میں بھی تلاش کرنے چاہئیں۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ ہندو ذہن اول آسمان کے ستاروں کی گردش کو دیکھتا تھا، بعد میں عمل کا راستہ اختیار کرتا تھا۔ مثلاً فتح کی وفات کے بعد اس کے بیٹے دھرسین نے محسوس کیا کہ اس کی بہن مائین جوان ہو گئی ہے۔ نجومیوں سے زائچہ بنوایا تو انہوں نے بتایا کہ آپ کی بہن کا ستارہ عروج پر ہے۔ اس نے بہن کو ڈاھر کے پاس بھیجا کہ فلاں راجا سے اس کا رشتہ آیا ہے۔ میں بہن کو بھیج رہا ہوں۔ آپ اس کی شادی کا اہتمام بہتر طور پر کریں گے۔

راجا داھر بھی علم نجوم کے ایک ماہر کے پاس گیا۔ اس نے ڈاھر کو بتایا کہ: ”یہ تو سندھ کے راجا کی رانی بنے گی۔“ یہ بات سن کر ڈاھر کہہ سکتے ہیں آ گیا۔ جب واپس قلعے میں پہنچا تو اپنے وزیر بدھمین کو طلب کیا، جس نے مشورہ دیا کہ:

”بہن سے شادی کر لیں۔ البتہ، میاں بیوی کے تعلقات استوار نہ کریں۔ گناہ بھی نہیں ہوگا اور نام کی خاطر وہ آپ کی رانی بھی کہلائے گی۔ لہذا حکومت بھی قائم رہے گی۔“

راجا داھر نے ایسا ہی کیا۔

علم نجوم کے ایک اور ماہر کا قصہ بھی فتح نامہ میں ملتا ہے۔

جیسینہ کی شکست کے بعد داھر اپنے سپاہیوں کے ساتھ ایسی جگہ آ کر ٹھہرا کہ عربوں اور اس کے لشکر کے درمیان صرف تین میل کا فاصلہ تھا۔ وہاں داھر نے ایک نجومی سے پوچھا کہ ”آج مجھے جنگ کرنی چاہیے یا نہیں؟“

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

نجومی نے اپنے علم سے نتیجہ نکالنے کے بعد جواب دیا کہ ”علم نجوم کے مطابق غلبہ عربوں کے لشکر کا ہے، کیونکہ زہرہ ان کے پیچھے اور آپ کے سامنے ہے۔“
نجومی کی بات سن کر ڈاھر کو غصہ آیا۔

نجومی نے کہا: ”راجا کو غصہ کرنا نہ چاہیے۔ زہرہ کی سونے کی تصویر بنائی جائے تاکہ وہ آپ کے پیچھے رہے اور فتح آپ کو حاصل ہو۔“

چنانچہ زہرہ کی شکل بنا کر اس کے فتراک میں آویزاں کر دی گئی۔
گویا علم نجوم کے ماہر نے راجا داھر کی شکست کو فتح میں تبدیل کرنے میں ذرہ برابر بھی دریغ نہیں لگائی۔ ہر چند کہ آسمان میں زہرہ کی گردش پر نجومی کا کوئی زور نہیں چلتا تھا، لیکن زہرہ کا اثر زائل کرنے کے لئے اس نے سونے کی شکل بنا کر راجا داھر کے پیچھے نصب کرادی۔ اب عرب جو چاہیں سو کریں۔ جنگ میں فتح تو ہر صورت میں راجا داھر کی ہے!

راجا ڈاھر اور محمد بن قاسم کے درمیان فیصلہ کن جنگ جمعرات کے دن سن ترانوے ہجری کی دسویں تاریخ کو ہوئی۔

راجا داھر میدان جنگ میں اس انداز سے گیا کہ سفید ہاتھی پر سوار تھا اور پاکی میں دو حسنائیں اسے پان کی گلدیریاں پیش کر رہی تھیں۔ فتح نامہ میں جنگ کا ذکر ان الفاظ میں آتا ہے:

”..... شجاع حبشی کے قتل ہونے کے بعد مشرکوں نے پیر جما کر حملہ کیا اور اسلامی

لشکر کو چاروں طرف سے گھیر لیا جس کی وجہ سے اسلامی لشکر لرز گیا اور اس کی

صفیں درہم برہم ہو گئیں۔

محمد بن قاسم ایسا مدہوش ہو گیا کہ اپنے غلام ساتی سے کہنے لگا کہ ”اطعمنی الماء“

(مجھے پانی کھلا) پانی پی کر سانس لے کر اعلان کروایا کہ ”اے عربو! آپ کا

امیر محمد بن قاسم میں موجود ہوں۔ کہاں بھاگ رہے ہو.....؟ کافر شکست

کھا چکے ہیں۔ فتح ہماری ہے۔“ اس اعلان کے بعد تمام عربی لشکر یکجا ہو گیا۔

موکو ولد وسا یو بھی اپنے سارے لشکر سمیت عربی لشکر کے ساتھ شامل ہو گیا۔

محمد بن قاسم نے اپنے خاص بہادروں کے نام لے کر آگے بڑھنے کو کہا، پھر خدا

کا نام لے کر حملہ کرنے کا حکم دیا۔ کافر بھی جم کر لڑنے لگے۔ بہت خوفناک جنگ

ہوئی۔ تلواروں کے ٹکرانے سے فضا میں چنگاریاں اڑنے لگیں۔ نیزے ایک

دوسرے سے ٹکرانے لگے۔ آخر کار ہتھیار ٹوٹ گئے اور سپاہی ایک دوسرے سے

دست و گریباں ہو گئے۔ صبح صادق سے غروب آفتاب تک بہت سے کافر قتل

فتح نامہ سندھ عرف چچ نامہ

ہوئے۔ راجا ڈاھر راجکماروں کے باقی ایک ہزار سواروں کے ساتھ رہ گیا۔ آفتاب ڈوبنے لگا تھا کہ اچانک بائیں طرف سے شور و غل ہوا * راجا داھر نے اسے اپنا لشکر سمجھ کر نعرہ لگایا: ”کسی من، کسی من“ (میں یہاں ہوں، میری طرف آؤ)۔ اس پر عورتوں نے پکارا کہ ”اے راجا! ہم آپ کی عورتیں ہیں اور عرب لشکر کے ہاتھوں گرفتار ہوئی ہیں۔“

راجا داھر نے کہا کہ ”ابھی تو میں زندہ ہوں۔ آپ کو کس نے گرفتار کیا ہے؟“ راجا داھر نے اپنے ہاتھی سے اسلامی لشکر پر چڑھائی کی۔ ادھر سے محمد بن قاسم نے نفت اندازوں سے کہا کہ ”اب آپ کو موقع ملا ہے۔“ ایک ہوشیار نفت انداز نے راجا داھر کی پاکی کو مارا جس سے اس کو آگ لگ گئی۔ راجا داھر نے فیلبان سے کہا کہ ”ہاتھی واپس کرو کہ اس کو پیاس لگی ہے۔“ لیکن، ہاتھی فیلبان کے قبضے میں نہیں آیا اور پانی میں جا کر گرا۔ ہاتھی پانی پی کر قلعے کی طرف روانہ ہو رہا تھا کہ مسلمان تیر انداز پہنچ گئے۔ ایک ماہر تیر انداز نے نشانہ لے کر تیر مارا جو راجا ڈاھر کے دل میں پیوست ہو گیا۔ وہ وہیں گر کر مر گیا۔

میدان جنگ پر رات کی تاریکی چھا گئی۔ جب صبح ہوئی اور آفتاب افروز ہوا تو سندھ کی تاریخ ہمیشہ کیلئے بدل چکی تھی۔



سندھ پر عرب مسلمانوں کی حکومت قائم ہو گئی، جن کا سپہ سالار محمد بن قاسم اتنا کسن تھا کہ حیرت ہوتی ہے کہ اس عمر میں اس نے لشکر کی کمان کیسے سنبھالی ہوگی؟ تاہم چچ نامہ سے ثابت ہے کہ وہ جس جگہ بھی حملہ کرتا ہے، وہاں کامیابی اس کے قدم چومتی ہے۔ عام محاورے میں غالباً اس بات کو ”خوش بختی“ سے ہی تعبیر کیا جائے گا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ محمد بن قاسم کی جنگی حکمت عملی راجا داھر سے بہتر تھی۔ وہ اس طرح کہ راجا داھر سندھ کا حکمران تھا۔ اس کی زمین اور عوام سے نا آشنا نہیں تھا۔ چچ کی عظیم سلطنت کا وارث تھا۔ اپنی سلطنت سے اور پڑوسی حکمران دوستوں سے مدد کے لئے فوجیں طلب کر سکتا تھا۔

لیکن چچ نامہ میں ایسا ذکر کہیں نہیں ملتا۔ دبیل میں، برہمن آباد میں، سیوہن میں، غرض کی جہاں جہاں جنگیں لڑی گئیں، وہاں صرف مقامی سندھی فوج اور محمد بن قاسم کے عربی لشکر کا

* ”آفتاب ڈوبنے لگا تھا“ الفاظ اب تاریخی تناظر میں کتنے معنی خیز لگتے ہیں۔ انگریزی میں کہتے ہیں کہ ”Coming events cast their shadows“ یعنی آنے والے واقعات کی پرچائیاں پہلے سے پڑتی ہیں۔

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

مقابلہ ہوا، حتیٰ کہ فیصلہ کن جنگ میں بھی سلطنتِ سندھ کی فوج ظفر مہموج کہیں نظر نہیں آتی! محمد بن قاسم کے لئے تو سندھ کی ہر چیز اجنبی تھی۔ وہ نہ اس کے پہاڑوں سے واقف تھا، نہ صحراؤں اور نہ دریاؤں سے۔ وہ سندھ کی روایات سے بھی نا آشنا تھا۔ اسے یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ کون سے قبیلے جنگجو اور خوشنور ہیں؟ تاہم وہ ہر مشکل پر قابو پالیتا ہے اور ثابت قدمی سے آگے بڑھتا رہتا ہے۔

☆☆☆

فتح نامہ میں فتحِ سندھ کے بعد بھی محمد بن قاسم کے تشدد کی کوئی داستان نظر نہیں آتی۔ اگر ہم کہیں کہ یہ غیر مہذب بات تھی کہ اس نے مفتوح اور مقتول راجا کا سر کٹوا کر بغداد بھیجا تو جاننا چاہئے کہ ہر حقیقت اپنے پس منظر میں دیکھی جاتی ہے۔ اس زمانے میں یہ ایک عام رواج تھا۔ کتنے ڈکھ کی بات ہے کہ حضور پیغمبر ﷺ کے نواسے کا سر مبارک یزید جیسے ظالم اور فاسق کے دربار میں بھیجا گیا تھا۔

اسلام میں انسانی جسم کی بے حرمتی تو کیا اس کی تصویر کشی بھی ممنوع ہے۔ لیکن اموی دورِ خلافت میں عجم کے تاثرات اسلامی ثقافت پر اثر انداز ہونے لگے تھے۔ تصویر کشی کا بھی عام رواج ہو گیا تھا۔

عجم کے سلاطین اپنے مفتوح علاقے کے حاکم کی شبیہ سنگ مرمر کے ٹکڑوں سے بنوا کر اپنے محل کے صحن کے کپاؤنڈ وال میں نصب کرواتے تھے۔ اس میں اپنی شان اور شوکت سمجھتے تھے۔ 1966ء میں ایک علمی محفل میں رئیس غلام مصطفیٰ بھگرڑی سے سنا تھا کہ شام کے ایک محل میں راجا داہر کی تصویر موجود تھی۔ 1976ء میں سندھ یونیورسٹی کے ایک پروفیسر نے ازراہ محبت اسلامی تاریخ کے موضوع پر مجھے اپنی تصنیف تحفتاً دی، جس میں ایک جگہ لکھا تھا کہ:

”فلاں اموی خلیفہ نے شام میں ایک قصر تعمیر کرایا تھا، جس میں اپنی شان و شوکت دکھانے کی خاطر عجم کے رواج پر اس نے مفتوح علاقوں کے سلاطین کی تصاویر صحن کے کپاؤنڈ وال میں نصب کرائیں تھیں۔ سندھ کا راجا داہر چوتھے نمبر پر کھڑا تھا۔“

اگر کہیں کہ محمد بن قاسم نے یہ تو بہت بُرا کام کیا کہ راجا داہر کی دو بیٹیاں خلیفہ کے شہستان کے لئے بھیجیں تو وہ بھی کوئی غیر معمولی بات نہیں، کیونکہ یہ اس عہد کا ایک عام رواج تھا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز کو چھوڑ کر کتنے اموی خلیفے تھے جن کا شہستان پر ہی چہرہ حسناؤں سے بھرا ہوا نہیں تھا؟ ان میں کتنی ان کی منکوحہ بیویاں تھیں اور کتنی کنیزیں تھیں جو میدانِ جنگ میں مالِ غنیمت کے ساتھ اسلامی لشکر کے ہاتھ آئیں تھیں۔ راجا داہر کی حرمسراء کی عورتیں بھی فیصلہ کن جنگ میں گرفتار ہوئیں تھیں جن کا اوپر ذکر آچکا ہے۔

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

اموی خلیفہ اپنی جگہ، عباسی دور خلافت میں خود شہرہ آفاق خلیفہ ہارون الرشید کے بارے میں ”تاریخ طبری“ میں اتنا دکھ لیں کہ آپ دو پہر کو قیلولہ کیسے فرماتے تھے؟
الف لیلیٰ کی داستانیں کس عہد کی یادگار ہیں؟ لیکن حقیقت یہ ہے کہ ہر جگہ یہی حال تھا۔
عہد جدید میں بھی یہی حال ہے۔

میں 1984ء میں چین گیا۔ ہمیں شاہی محل میں لے گئے، جہاں ہمارے گائیڈ نے بتایا کہ دو ہزار دو سو چوبیس ”حسینان چین“ بادشاہ سلامت سے صرف ایک رات کی ہم بستری کے لئے اپنی باری کا انتظار فرما رہی تھیں کہ سوشلسٹ انقلاب آ گیا۔

☆☆☆

اس پورے پس منظر میں فتح نامہ کے اندر محمد بن قاسم کا کردار صاف ستھرا نظر آتا ہے، لیکن حیرت ہے کہ خود اس کے اپنے وطن میں اس کا انجام کتنا دردناک ہوا۔
اسلامی تاریخ میں سب سے المناک داستان شہادت حضرت امام حسینؑ ہے۔ بہت سے عظیم شعراء نے اپنے اپنے انداز سے اس کا ذکر کیا ہے۔ روایت ہے کہ فارسی زبان کے عظیم شاعر حافظ شیرازی نے اپنے دیوان کی ابتداء ہی اسی سے کی ہے اور اپنا تاثر بیان کرنے سے پہلے یزید کا مصرع دیا ہے۔ حافظ کے دیوان کا اولین شعر یہ ہے:

أَلَا يَا أَيُّهَا السَّاقِنِي إِدْرِ كَاسًا وَ نَاولِهَا
کہ عشق آسان نمود اول ولے افتاد مشکبہا

محمد بن قاسم ایک ملک کا فاتح تھا اور یہ کوئی معمولی بات نہیں تھی۔ لیکن اس کے ہم مذہب اور ہم قوم عربوں نے اس کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ کوئی قوم اپنے ایک عظیم فاتح بلکہ ہیرو کے ساتھ اس قسم کا سلوک روا رکھتی ہے؟ جواب پھر بھی وہی ہے کہ ہر حقیقت اپنے اپنے پس منظر میں پچانی جاتی ہے۔

قبائلی عرب معاشرے میں پرانا بغض اور عناد آسانی سے ختم نہیں ہوا بلکہ اموی دور حکومت میں تو پرانی عصبیتوں کو اور بھی بھڑکایا گیا۔ بلاشبہ محمد بن قاسم نے خود کسی پر ظلم نہیں کیا، لیکن اس کا محسن حجاج بن یوسف انتہائی سفاک تھا، جس نے خانہ کعبہ کو آگ لگائی تھی۔ مؤرخین کہتے ہیں کہ ایسا ظالم شخص پوری اسلامی تاریخ نے نہیں دیکھا۔ ظاہر ہے کہ عوام و خواص کو حجاج بن یوسف کے ساتھ اس کے عزیز و اقارب سے بھی دشمنی ہوگی۔

☆☆☆

آج سندھ ایک اجڑا ہوا دیار ہے، جس کو ایک ایسے تاریخ نویس کی ضرورت ہے جو اسلامی فتوحات کے وسیع پس منظر میں ”سندھ کی فتح“ کا عمیق مطالعہ (In-depth study) کرے اور

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

معروضی جائزہ لے کر حقائق بیان کرے۔ لیکن صرف یہ بھی کافی نہیں ہے۔ دراصل ہمیں اپنی تاریخ کی تعبیر اور تشریح کی ضرورت ہے۔ اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ وقائع نگاری کی اہمیت سے انکار ہے۔ تاریخ واقعات کا ایک تسلسل ہے۔ تاہم کسی بھی قوم کے لئے یہ ممکن نہیں کہ وہ ماضی کو بھول جائے حال کو نظر انداز کرے اور مستقبل کی تعبیر کا نقشہ بنانے بیٹھ جائے۔

یونانی مفکر تاریخ کو زمان اور مکاں میں ”عالم ظہور“ کا مکمل انکشاف سمجھتے تھے، جس نے انسان اور فطرت دونوں کو آغوش میں لے رکھا ہے۔ لیکن جدید دور کا انسان یوں محسوس کرتا ہے کہ تاریخ وقت کی غلام گردشوں میں کھو گئی ہے۔ اس کے اظہار کی بہترین مثال ایک تیز رو نندی ہے جو اپنی راہ میں آنے والے ہر شجر اور پتھر کو اٹھا کر دور دور تک پھینک دیتی ہے۔ آج یہ نندی ایک بھرا ہوا طوفان خیز دھارا معلوم ہوتی ہے۔ ہم خوفزدہ مسافروں کی طرح ایک کشتی میں سوار ہیں اور اس کو تیز رفتار نندی میں لاتعداد چٹانوں، منجداروں، گردابوں سے بچانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ نہیں معلوم کہ ہماری منزل کہاں ہے؟*

سر آغاز میں نے ”فتح نامہ“ سے حقائق لے کر قدیم زمانے میں سلطنت سندھ کی سرحدیں بیان کی ہیں۔ ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ ایک زمانے میں یہ کتنی وسیع سلطنت تھی! چنانچہ تاریخ نویس تو چھوڑیے آج ایک عام قاری بھی بجا طور پر ہم سے یہ سوال کر سکتا ہے کہ پھر کیا ہوا کہ اتنی عظیم سلطنت بتدریج رفتہ رفتہ سکڑتی گئی؟

آج سندھ ایک چھوٹے سے رقبے کا نام ہے حالانکہ سبی (Sibi) اور لسبیلہ میں صاف سندھی زبان بولی جاتی ہے۔ اسی طرح ریتی سے ملتان تک جو قبیلے آباد ہیں، وہ سب سندھی سمجھتے ہیں۔ بعض بولتے بھی ہیں۔ بعض تو نسلا سندھی ہیں۔ مثلاً ریاست بھاولپور کا حکمران عباسی خاندان سندھی ہے جو سندھ سے ہجرت کر کے گیا ہے۔ اس طرح سرانگی زبان کے عظیم شاعر خواجہ غلام فرید کے آباء اجداد ٹھٹھے سے ہجرت کر گئے تھے۔ کوریجہ قبیلہ سے ہیں۔ خواجہ صاحب نے سندھی میں بھی کافیاں کہی ہیں۔

گویا چین میں ہر طرف بکھری ہوئی ہے داستان میری، لیکن دکھ اس بات کا ہے کہ اب اہل سندھ کی کہیں بھی کوئی بھی اہمیت نہیں ہے۔

اگر ہم سمجھیں کہ یہ سب کچھ اسلامی انقلاب کا منطقی نتیجہ تھا تو اس سے زیادہ غلط بات اور کوئی نہیں ہوگی!

ایک زمانہ تھا کہ پوری دنیا میں اندھیرا تھا روشنی کا چراغ یا تو چین میں جل رہا تھا یا بابل اور نینوا میں۔ مصر میں یا پھر سندھ میں، جس کا ثبوت ”موہن جو دڑو“ آج بھی موجود ہے۔

* رہے کیوں۔ عہد جدید کے معروف فرانسیسی مفکر کی سوانح حیات از رائنہ فیلڈ

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

اسلام نے مصر، شام، اردن، عراق، ایران اور سندھ سب ہی کو فتح کیا۔ لیکن آج چین اپنی جگہ موجود ہے۔ اور ہمارے قدیم رفقاء ایران، عراق، مصر وغیرہ جو ہمارے ساتھ ہی مشرف بہ اسلام ہوئے تھے وہ بھی اپنے گھروں میں خوش ہیں۔

ایک سندھ ہے کہ تجارت میں، صنعت میں، حرفت میں، کاریگری اور سپہ گیری میں کہیں بھی نہیں ہے۔ وطن عزیز پاکستان کا یہ صوبہ اب جہالت، رہزنی، ڈاکہ زنی، لوٹ کھسوٹ اور قتل میں سب سے آگے ہے۔

ان ڈاکو اور رہزنیوں کا سرپرست کوئی غیر سندھی نہیں ہے۔ خود سندھی ہیں۔ سندھ میں جاگیردارانہ نظام کا جبر اتنا سخت ہے کہ کوئی بھی مظلوم انصاف کی امید نہیں رکھ سکتا۔ معروف انگریز مصنف ڈیوڈ جیزمنٹن نے اس موضوع پر حال ہی میں ایک اہم کتاب لکھی ہے۔ انگلستان میں چھپی ہے۔ اس کا پورا نام اور ملنے کا پتہ یہ ہے:

LANDLORD POWER AND RURAL INDEBTEDNESS IN
COLONIAL SINDH. 1865-1901 by Davidchees man
(printed in Great Britain by T.J. Press Ltd, padstow,
cornwall, 1997)

سندھی معاشرے میں اخلاقی گراؤ کی ایک ناقابل تردید مثال یہ ہے کہ ”کاروکاری“ کی قربان گاہ پر سندھی عورت کا قتل اب معمول بن چکا ہے۔ ایک سندھی جاگیردار نے اس سیاہ کارنامے پر فخر کرتے ہوئے اسے ”سندھی کلچر“ قرار دیا۔ بعض مذہبی جماعتیں معاشرے کی اصلاح کرنے کے لئے ”صالح بندے“ تیار کرنے میں دن رات مصروف ہیں، لیکن وہ بھی اس شرمناک فعل پر خاموش ہیں۔ خاموشی نیم رضا ہوتی ہے۔ اس قتل عام میں ماں بہن اور بیوی میں کوئی فرق روا نہیں رکھا جاتا، حالانکہ ہمارے پیغمبر ﷺ نے فرمایا تھا کہ بہشت ماں کے قدموں کے نیچے ہے۔

صدیاں گزر گئیں کہ ہمارے صوفیائے کرام نے ہمارے معاشرے کو ہر قسم کی بُرائی سے پاک صاف کرنے کے لئے حُسنِ اخلاق کی تعلیم دی تھی لیکن آج خود ان صوفیائے کرام کی درگاہوں پر جائے تو سب سے پہلے مکھیوں، کتوں اور گداگروں کے غول آپ کا استقبال کریں گے۔ لیکن اصل دکھ اس خرافات کا ہے جو درونِ خانہ جاری ہے۔ اس کی خبریں آئے دن پریس میں آتی رہتی ہیں۔ چند برس پہلے اپر سندھ کے ایک ڈپٹی کمشنر نے مجھے رازداری میں بتایا کہ فلاں درگاہ پر ہمیں سادہ لباس میں پوچیس کھڑی کرنی پڑی، کیونکہ وہاں ہیروئن فروخت ہو رہی تھی۔

اس کے برعکس آپ اپنے پڑوسی اسلامی ملک ایران میں مشہد، اصفہان یا شیراز یا کسی اور شہر میں کسی بھی خانقاہ پر تشریف لے جائیں تو آپ کو ایسی صفائی اور پاکیزگی کی فضا ملے گی جیسے آپ بہشت بریں میں آگئے ہوں۔ اس کی وجہ ایرانیوں کی نفاست پسندی نہیں ان کا قومی کلچر ہے۔

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

کمال اور زوال ہر قوم کی تاریخ میں نوشتہ دیوار کی طرح نظر آتا ہے۔ ایک زمانہ تھا کہ یونان نے فیثاغورث جیسا انسان پیدا کیا۔ سقراط، افلاطون اور ارسطو کو جنم دیا۔ لیکن وہی یونان آج کس حال میں ہے؟

سندھ نے کوئی ابن خلدون پیدا نہیں کیا۔ کوئی ابن سینا پیدا نہیں کیا۔ کوئی ابن عربی پیدا نہیں کیا۔

ہاں! سندھ نے شاہ عبداللطیف بھٹائی جیسا اعلیٰ انسان، عظیم مفکر اور باکمال شاعر پیدا کیا لیکن ان کے پیغام کا بنیادی موضوع ”خود شناسی“ اور ”خدا شناسی“ ہے۔ بلاشبہ شاہ ہمیں حب الوطنی کا درس بھی دیتا ہے، لیکن دنیاوی معاملات کو درست کرنے کے لئے تو حضور پیغمبر ﷺ کی طرح شمشیر برہنہ ہاتھ میں لے کر خود میدان میں نکلتا پڑتا ہے۔

بہر حال، انسان اُمید کے سہارے ہی مشکل سے مشکل حالات میں زندہ رہتا ہے اور روشن مستقبل کے خواب دیکھتا ہے۔ امید روشنی کی وہ سفید لکیر ہے، جو سیاہ بادلوں کے کناروں پر چمکتی رہتی ہے۔ ممتاز مفکر ینگ نے کتنا اچھا کہا ہے کہ:

”آخر کار افراد ہی تاریخ کے معمار ٹھہرتے ہیں۔“

سو، اہل سندھ بھی امید کرتے ہیں کہ ایک دن آئے گا کہ خاک پاک سندھ سے کوئی نہ کوئی ایسا باکمال فرد پیدا ہوگا، جو اس اجڑے ہوئے دیار کا کھویا ہوا وقار بحال کر دے گا۔ تب تک سندھ کے شمال جنوب مشرق اور مغرب کے ہر شہر ہر گاؤں اور ہر قصبے پر سلام بے حساب اور دلی دردمندی دُعا:

خوشا شیراز و ضعیف ہیمالاش
خداوند، نگہدار از زوالش

غلام ربانی آگرو

سندھی ادبی بورڈ
جام شورو، سندھ
23 مارچ 2002ء

پیش لفظ

سابقہ حکومت سندھ کے قائم کردہ ”سندھی ادبی بورڈ“ نے اپنی پہلی نشست منعقدہ 20- اکتوبر 1951ء میں ایک تجویز یہ بھی منظور کی تھی کہ تاریخ سندھ سے متعلق تین بنیادی کتابیں: (1) فتحنامہ سندھ (2) تاریخ معصومی اور (3) تحفۃ الکرام جو کہ فارسی میں تھیں، ان کے سندھی تراجم شائع کیے جائیں، تاکہ اہل وطن اپنی تاریخ کو اپنی زبان میں پڑھ اور سمجھ سکیں۔ بورڈ کی طرف سے ان کتابوں کے ترجمہ کا کام مخدوم امیر احمد صاحب، پرنسپل اور نیشنل کالج حیدرآباد سندھ کے سپرد کیا گیا اور اس کی نگرانی راقم الحروف کے ذمہ کی گئی۔ یہ سندھی تراجم علی الترتیب 1955ء (تاریخ معصومی) 1957ء (فتحنامہ) اور 1958ء (تحفۃ الکرام) میں بورڈ کی طرف سے شائع ہوئے۔

اس کے بعد بورڈ نے ”قومی تاریخ و ادب کے منصوبہ“ کے تحت ان تینوں کتابوں کے اردو تراجم شائع کرنے کا فیصلہ کیا اور اس کام کی نگرانی بھی بندہ کے سپرد کی۔ محترم اختر رضوی نے سندھی تراجم سے اردو تراجم کے مسودے تیار کیے، جن کو فارسی متن سے مقابلہ اور ضروری تصحیح کے بعد مرتب کیا گیا۔ تحفۃ الکرام اور تاریخ معصومی کے اردو ترجمے بورڈ کی طرف سے 1959ء میں شائع ہو چکے ہیں اور اب اس سلسلے کی آخری کتاب فتحنامہ کا اردو ترجمہ پیش کیا جا رہا ہے۔

”فتحنامہ سندھ“ جس کا دوسرا نام ”چچنامہ“ بھی ہے، سندھ کے زمانہ ماقبل اسلام اور اسلام کی ابتدائی فتوحات کے تاریخی دور کے متعلق ہے۔ 613ھ میں علی کوئی نے اس کتاب کے عربی مواد کو جو کہ بکھرے قاضیوں کے پاس محفوظ تھا، فارسی میں منتقل کیا، اور یہ فارسی ترجمہ ہی ہم تک پہنچا ہے۔ جسے شمس العلماء ڈاکٹر داؤد پوٹہ مرحوم نے مرتب کر کے شائع کیا۔ ڈاکٹر صاحب مرحوم کی فاضلانہ اصلاح کے باوجود مطبوعہ فارسی نسخہ اصلاح طلب تھا۔ اس لیے جب مخدوم امیر احمد صاحب نے فارسی متن سے سندھی ترجمہ کا مسودہ تیار کیا تو میں نے مناسب سمجھا کہ اسے فارسی کے مطبوعہ اور قلمی نسخوں اور دیگر عربی تواریخ کی مدد سے از سر نو مرتب کیا جائے۔ اسی دوران ”سندھی ادبی بورڈ“ کے سیکرٹری کا ایک مراسلہ موصول ہوا، جس کے ساتھ بورڈ کے رکن رکیں اور میرے محترم دوست سید حسام الدین صاحب راشدی کی پر زور سفارش بھی شامل تھی کہ میں اس اہم تاریخی کتاب پر نئے سرے سے تحقیق کروں، تاکہ یہ کتاب محض ترجمہ کے بجائے ایک مستقل

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

ایڈیشن کی صورت میں شائع ہو سکے۔ چنانچہ میرے ارادے کو تقویت ہوئی، لیکن یہ کام بہت مشکل تھا اور تقریباً دو سال کی مسلسل محنت کے بعد پایہ تکمیل کو پہنچا۔ کتاب کا یہ سندھی ایڈیشن 1953ء میں بورڈ کی طرف سے شائع ہوا اور اس کی چھپائی اور پروف ریڈنگ کی نگرانی میں نے خود کی۔ میری رائے میں صحت اور تحقیق کے لحاظ سے ”فتح نامہ“ کا یہ سندھی ایڈیشن کافی مستند ہے اور وہ مورخ اور محقق جو آئندہ اس موضوع پر کام کرنا چاہیں، اس کی طرف رجوع کریں۔

محترم اختر رضوی نے اسی سندھی ترجمہ سے اردو کا مسودہ تیار کیا ہے۔ ایک مشکل تاریخی کتاب کا ترجمہ کرنا آسان کام نہیں، پھر یہ ان کی پہلی کوشش تھی اس لیے اس میں تصحیح کی خاصی گنجائش تھی۔ میری استدعا پر مولانا اعجاز الحق صاحب قدوسی نے، جو سندھی ادبی بورڈ کے اسٹاف میں تھے، فارسی متن اور سندھی ایڈیشن سے مقابلہ کر کے اردو ترجمہ کی تصحیح کا کام اپنے ذمہ لیا۔ اس سلسلے میں انہوں نے جس محنت اور مشقت سے کام لیا ہے وہ قابل قدر اور واجب الشکر ہے۔ البتہ کتاب کی طباعت چونکہ کراچی میں ہوئی، اس لیے میں اس کی نگرانی نہ کر سکا۔ تاہم متن اور حواشی میں جو اغلاط رہ گئی تھیں، ان کی درستی صحت نامہ میں کر دی گئی ہے۔ مقدمہ اور عنوانات، نیز اسما اور اماکن کی فہرستوں کو از سر نو مرتب کر کے حیدرآباد میں چھپوایا گیا، جس سے ایک حد تک مافات کی تلافی ہو گئی ہے۔

میں اپنے فاضل استاد مولانا عبدالعزیز میمن، سابق پروفیسر و صدر شعبہ عربی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کا رہن منت ہوں، جنہوں نے میری طالب علمی کے زمانے (1943ء-1945ء) میں بیش بہا تاریخی اور ادبی معلومات سے مستفیض فرمایا جو اس کتاب کی تحقیق میں بھی میرے لئے مشعل راہ ثابت ہوئیں۔ میں اپنے محترم رفیق اور مہربان دوست مرحوم قاضی احمد میاں اختر، سابق پروفیسر تاریخ اسلام سندھ یونیورسٹی، کا بھی شکر گزار ہوں، جنہوں نے وقت بے وقت میری کاوش تحقیق کے نتائج کو غور سے سنا اور اپنے مفید مشوروں سے نواز کر میری ہمت افزائی فرمائی۔

خادم العلم

نبی بخش

سندھ یونیورسٹی،

حیدرآباد سندھ

26-4-1963ء

مقدمہ

یہ کتاب جو عام طور پر ”چچ نامہ“ کے نام سے مشہور ہو گئی ہے نہ صرف سندھ کی تاریخ کے متعلق پہلی بنیادی کتاب ہے، بلکہ پورے براعظم ہند و پاک کے تاریخی سلسلے کی سب سے پرانی کتاب ہے۔ اس میں سندھ کے قبل از اسلام کی حکومتوں کے مختصر حالات اور سن 15 سے 96ھ (637-714ء) تک ہندستان کی شمالی مغربی سرحدوں پر اسلامی فوجوں کے ابتدائی بڑی اور بحری حملوں اور آخر میں مکران اور سندھ کی اسلامی فتوحات کا مفصل اور مستند ذکر موجود ہے۔ اس وجہ سے بلحاظ قدامت یہ کتاب بڑی تاریخی اہمیت رکھتی ہے۔

یہ اصل کتاب عربی زبان میں تھی، 613ھ کے قریب اس کا فارسی زبان میں ترجمہ ہوا اور ہم تک اس کتاب کا صرف وہی فارسی ترجمہ پہنچا ہے، جس کے بعد پھر اس کے انگریزی اور سندھی زبانوں میں ترجمے کئے گئے ہیں۔ یوں تو اس ”چچ نامہ“ کے بارے میں بہت سے مصنف اس سے پہلے بھی بہت کچھ لکھ چکے ہیں، لیکن پھر بھی اس کتاب کے یہ پہلو اب تک تحقیق طلب ہیں کہ:

- (1) اصل کتاب (عربی) کون سی تھی، کس کی لکھی ہوئی تھی اور کب لکھی گئی؟
 - (2) فارسی ترجمہ کو جو ہم تک پہنچا ہے، اس کی اصل عربی کتاب سے مطابقت اس میں جو تبدیلیاں اور اختلافات ہوئے ہیں، ان تبدیلیوں اور اختلاف کے بارے میں کیا رائے قائم کی جاسکتی ہے؟
 - (3) خود فارسی ترجمہ کے ترجموں اور اس کی طباعت میں غلطیوں کی کس قدر اصلاح کی گئی ہے اور کس قدر گنجائش اب تک باقی ہے؟
- اس مقدمہ میں ہم انہی اہم مسائل کو قدرے حل کرنے کی کوشش کریں گے اور آخر میں اس اردو ترجمہ اور اس میں شامل کردہ تحقیقات پر روشنی ڈالیں گے۔

اصل عربی کتاب

علی کوفی کا بیان: سب سے پہلے علی کوفی کا، جو اس کتاب کا عربی سے فارسی میں

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

مترجم ہے، اس کا اصل عربی ماخذ کے بارے میں یہ بیان قابل غور ہے:

میں نے 613ھ (چھ سو تیرہ) میں جب کہ میری عمر اٹھاون سال کی تھی، جملہ مشاغل سے ہاتھ اٹھا کر قیمتی کتابوں کو اپنا انیس و جلیس بنایا..... جس طرح اگلے مصنف خراسان، عراق، ایران، روم اور شام کی فتوحات میں سے ہر ایک کا نظم اور نثر میں بیان لکھ چکے ہیں (اسی طرح) میں نے ہندستان کی فتح (کے بارے میں لکھی ہوئی کتاب) (ص 54) کی تلاش کے لیے نفس امارہ کو تکلیف دی اور اُج مبارک سے اروڑ بکھر کی طرف رُخ کیا۔ کیونکہ وہاں کے امام عربوں کے خاندان اور نسل سے تھے۔ اور جب اس شہر میں پہنچا تو..... مولانا قاضی اسماعیل بن علی بن محمد بن موسیٰ بن طائی بن یعقوب بن طائی بن محمد بن موسیٰ بن شیبان بن عثمان ثقفی (ص 54) سے ملاقات ہوئی۔ میرے دریافت کرنے پر انہوں نے بتایا کہ اس فتح کی تاریخ ان کے اجداد کی تحریر کردہ حجازی (عربی) زبان میں ایک کتاب (کی صورت) میں لکھی ہوئی ہے جو کہ (ہمارے خاندان میں) میراث کی حیثیت سے ایک سے دوسرے کے درش میں منتقل ہوتی رہی ہے۔ مگر چونکہ یہ عربی کے حجاب اور حجازی کے نقاب میں چھپی ہوئی تھی، اس لئے عجمیوں (غیر عربوں) میں مشہور نہ ہوئی، جب میں اس کتاب سے واقف ہوا تو (دیکھا کہ) یہ کتاب حکمت کے جواہروں سے آراستہ اور نصیحت کے موتیوں سے پیراستہ تھی (ص 55) میں نے اس کتاب کو عربی زبان سے فارسی میں منتقل کیا ہے (ص 57) یہ کتاب..... ہند اور سندھ کی فتوحات کے بارے میں عرب کے عالموں اور ادیب حکیموں کی تصنیف ہے..... حالانکہ زبان تازی اور لہجہ حجازی میں اس کا بڑا مرتبہ تھا اور شاہان عرب کو اس کے مطالعہ کا بے حد شوق اور اس پر حد سے زیادہ فخر تھا، لیکن چونکہ پردہ حجازی میں پوشیدہ تھی اور پہلوی (فارسی) زبان کی تزئین اور آرائش سے عاری تھی، اس وجہ سے عجم میں رائج نہ ہو سکی۔ (246)

اس بیان سے اس کتاب کے بارے میں یہ اہم نکات واضح ہوتے ہیں کہ: (1) جس طرح خراسان کی فتح، عراق کی فتح یا ایران اور شام کی فتوحات کے بارے میں کتابیں لکھی ہوئی تھیں، اسی طرح یہ کتاب ”ہند و سندھ کی فتوحات کے بارے میں تھی۔“ (2) یہ کتاب عربی زبان میں لکھی گئی تھی اور درحقیقت عرب عالموں ہی کی تصنیف تھی۔ (3) وہ اصل عربی کتاب 613ھ کے قریب اروڑ اور بکھر کے بڑے قاضی مولانا اسماعیل کے پاس تھی جو کہ عربوں کے ثقفی خاندان سے تھے اور عثمان ثقفی کے دسویں پشت میں تھے * یہ کتاب اس خاندان میں قدیم زمانے سے موجود تھی اور ایک سے دوسرے کی میراث میں منتقل ہوتی رہی۔ (4) یہ کتاب مولانا قاضی اسماعیل

* مولانا قاضی اسماعیل کے نسب نامہ کی صحت کے لئے دیکھئے آخر میں ضمیمہ

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

کے ”اجداد کی تحریر کردہ“ عربی زبان میں تھی۔

اگر یہ کتاب ان قاضیوں کے خاندان ہی کے کسی بزرگ کی تصنیف یا تالیف ہوتی تو قاضی اسماعیل ضرور اس سے علی کوئی کو آگاہ کرتے، لیکن علی کوئی کے بیان سے ظاہر ہے کہ یہ کتاب دراصل کچھ دوسرے ”عرب عالموں“ کی تصنیف تھی اور مولانا قاضی اسماعیل کے ”اجداد“ کی محض نقل کی ہوئی تھی۔ جس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ یہ کتاب دوسرے کسی مصنف یا مؤلف کے اصل قلمی نسخے کی پہلی نقل یا نقل کی بھی نقل تھی کہ جس کا علی کوئی نے فارسی میں ترجمہ کیا۔

سندھ کی تاریخ اور عرب مؤرخ: اس وقت تک کوئی بھی ایسی تاریخ معلوم نہیں ہو سکی ہے کہ جو صرف سندھ اور ہند کی ابتدائی اسلامی فتوحات کے بارے میں ہو۔ البتہ جن عرب مؤرخوں کی تواریخ اس وقت موجود ہیں یا جنہوں نے اپنی کتابوں میں سندھ کے عربی دور حکومت کے متعلق تھوڑے بہت حالات بیان کئے ہیں وہ یہ ہیں:

(1) احمد بن یحییٰ بن جابر بن داؤد الکتاب البغدادی جو ”البلاذری“ کے لقب سے مشہور ہیں اور جنہوں نے 279-280ھ میں وفات پائی۔ بلاذری نے اپنی مشہور تاریخ ”کتاب فتوح البلدان“ میں ایک خاص باب ”فتوح السند“ (فتوحات سندھ) کے عنوان سے قلم بند کیا ہے۔

(2) احمد بن داؤد بن وئد جو کہ ”ابو حنیفۃ الدینوری“ کے نام سے مشہور ہیں، اور جنہوں نے ماہ جمادی الاول 282ھ میں وفات پائی۔ ان کی تاریخ ”کتاب الاخبار الطوال“ میں سندھ کے متعلق کچھ مختصر حوالے موجود ہیں۔

(3) احمد بن ابی یعقوب اسحاق بن جعفر بن وہب بن واضح الکاتب العباسی ”الاصہبانی“* جو کہ ”الیعقوبی“ کے لقب سے مشہور ہیں اور جنہوں نے 284ھ میں وفات پائی۔ ان کی کتاب ”کتاب التاریخ کبیر“ جو عام طور سے ان کے نام سے ”تاریخ الیعقوبی“ سے موسوم ہے۔ یہ کتاب 252ھ کے واقعات پر ختم ہو جاتی ہے۔ اس تاریخ میں محمد بن قاسم کے سندھ فتح کرنے کے حالات کسی قدر تفصیل سے ملتے ہیں اور اس میں سندھ کے عرب گورنروں کے متعلق بھی چند حوالے موجود ہیں۔

(4) ابو جعفر محمد بن جریر الطبری جو 224ھ میں پیدا ہوئے اور ماہ شوال 310ھ میں وفات پائی۔ ان کی ”تاریخ الرسل والملوک“ جسے عرف عام میں ”تاریخ الطبری“ کہا جاتا ہے، اس میں 302ھ تک کے تاریخی واقعات کا ذکر ہے۔ سندھ کی فتوحات کے متعلق بھی اس میں کچھ مختصر حوالے موجود ہیں۔

* الیعقوبی وطن کے لحاظ سے اصفہان کا تھا (دیکھئے ابن الفقیہ اصفہانی کی ”کتاب البلدان“ ص ۲۹۰)

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

مذکورہ مؤرخوں کے علاوہ ابن الاثیر (عز الدین ابوالحسن علی بن محمد 555-630ھ) کی ”الکامل فی التاریخ“ اور ابن خلدون (عبدالرحمن ابو زید ولی الدین 732-808ھ) کی تاریخ ”کتاب العصر“ میں بھی سندھ کی ابتدائی اسلامی فتوحات کا تذکرہ ہے، لیکن یہ دونوں مؤرخ بہت بعد کے ہیں اور ان کی تاریخوں میں جو مواد ہے وہ پچھلی تواریخ سے خصوصاً بلاذری اور طبری سے ماخوذ ہے، اسی وجہ سے مذکورہ چاروں مؤرخوں کی تاریخیں نسبتاً اصولی اور بنیادی حیثیت رکھتی ہیں۔

ان مؤرخوں کے سال وفات (279، 282، 284، 310ھ) سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے تیسری صدی ہجری میں اپنی تاریخیں لکھیں۔ سندھ اور ہند کی ابتدائی فتوحات پہلی صدی ہجری (15-96ھ) میں وقوع پذیر ہوئیں۔ اس کے یہ معنی ہوئے کہ ان مؤرخوں اور سندھ کی ابتدائی فتوحات کے درمیان ایک صدی سے بھی کچھ زیادہ کی مدت حائل تھی۔ اسی وجہ سے انہوں نے یہ حالات اپنے سے پہلے کے مؤرخوں یا ان کی کتابوں سے اخذ کئے ہوں گے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہند اور سندھ کی فتوحات کے متعلق ان چاروں مؤرخوں کے ماخذ کیا تھے؟

عرب مؤرخوں کا اہم ماخذ المدائن: چونکہ ابو حنیفہ الدینوری کی ”کتاب الاخبار الطوال“ میں سندھ کی فتوحات کے بارے میں کوئی اہم حوالہ نہیں ہے اس لئے ہم بلاذری، یعقوبی اور طبری کے حوالوں کے متعلق معلوم کرنے کی کوشش کریں گے۔

بلاذری: بلاذری نے اپنی تاریخ ”فتوح البلدان“ میں جن مؤرخوں اور راویوں سے تاریخی واقعات نقل کئے ہیں، ان میں ابوالحسن علی بن محمد المدائنی کا نام خاص اہمیت رکھتا ہے۔ کیونکہ زیادہ تر مواد اسی سے منسوب ہے۔ سندھ کی فتوحات کے حالات تو خاص طور پر اسی کے حوالے سے بیان کئے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ مختلف واقعات اور حالات کے بارے میں بلاذری نے کم از کم 25 بیانات ایسے قلم بند کئے ہیں کہ جو اس نے خود براہ راست ابوالحسن مدائنی کی زبانی سنے اور 21 دوسرے بیانات مدائنی سے منسوب کر کے شامل کئے جو شاید اس نے بلاذری کی مختلف کتابوں سے نقل کئے۔¹

”فتوح السند“ یعنی سندھ کی فتوحات کے باب کی ابتدا ہی اس طرح ہوتی ہے: اخبرنا علی بن محمد عبداللہ بن ابی سیف۔ الخ یعنی ہمیں علی بن محمد بن عبداللہ بن ابی سیف نے خبر دی۔ یہاں ابتدا ہی میں بلاذری نے ابوالحسن المدائنی کا پورا نام لیا ہے اور گمان غالب ہے کہ یہ سارا

1. بلاذری نے ایسے بیانات کے لئے حدیثی، حدیث، خبری یا خبرنا کے الفاظ کے ساتھ مدائنی کا نام لیا ہے۔ دیکھئے ”فتوح البلدان“ (مطبوعہ یورپ) صفحات 9، 11، 13، 35، 56، 73، 77، 277، 280، 281، 300، 311، 323، 327، 336، 342 (دورواستیں) 353، 356، 382، 384، 392، 431، 438 اور 464۔

2. ایسے بیانات سے پہلے ”قال“ یا ”فی رویہ“ کے الفاظ کے بعد مدائنی کا نام لیا ہے۔ دیکھئے فتوح البلدان (مطبوعہ یورپ) صفحات 7، 47، 128، 219، 240، 247، 337، 344، 354، 358، 359 (دورواستیں)، 362، 365، 367، 373، 374، 382، 438، 465 اور 468۔

3. ایضاً 431

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

باب بلاذری نے خود مدائنی کی زبانی سنا اور اپنی کتاب میں قلم بند کیا۔ مندرجہ ذیل دلائل ہمارے اس قیاس کی تائید کرتے ہیں:

(1) باب کی ابتدا ہی مدائنی کے ذاتی نام کی سند سے ہوتی ہے اور اس کے ساتھ کسی دوسرے راوی کا نام نہیں لیا گیا۔

(2) باب کے شروع میں جس پہلے واقعہ کا ذکر ہے، وہ حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں، عمان اور بحرین کے گورنر عثمان بن ابی العاص کی طرف سے، 15 ہجری میں اس کے بھائیوں حکم اور مغیرہ کی سرکردگی میں وہیل، بھڑوچ اور تھانہ کی چڑھائی اور فتوحات کا واقعہ ہے۔ اگر مدائنی کی سند اور زبان بیان کا تعلق صرف اس واقعہ تک ہوتا تو اس کے بعد دوسرے واقعہ (حضرت عثمان غنیؓ کی خلافت میں حماد ہند کی سرگرمیوں) یا اس کے بعد تیسرے واقعہ (حضرت علیؓ کی خلافت میں اس حماد کی فتوحات) کے متعلق بلاذری ضرور کسی دوسرے راوی کی سند پیش کرتا جو کہ اس کا اصولی دستور ہے۔ لیکن باب کے شروع میں مدائنی کا نام لینے کے بعد بلاذری بغیر کسی دوسری سند کے واقعات کا مسلسل ذکر کرتا چلا گیا ہے۔

(3) اس باب میں بلاذری نے جہاں بھی بعض دوسرے راویوں کی روایتیں نقل کی ہیں، وہ صرف جملہ معترضہ کے طور پر اس بیان کی تصدیق، تکمیل یا اس سے اختلاف واضح کرنے کے لئے شامل کی ہیں، جسے وہ بحوالہ مدائنی نقل کرتا رہا ہے۔¹ پورے باب میں اصولی طور پر وہی

1. ایسی کل 12 روایتیں ہیں، جن پر غور کرنے سے ہمارے اس خیال کی پوری تائید ہوتی ہے۔ مثلاً: 1- ص 437 پر وہیل کے بتانے کا ذکر کرنے کے بعد تصدیق کے طور پر محمد بن یحییٰ کی روایت اور منصور بن حاتم کا زبانی بیان درج کیا گیا ہے، جس نے بلاذری کے دنوں میں خود اس بتانے کے ٹھنڈ کو دیکھا تھا۔ اسی طرح ص 438 پر تصدیق کے لئے منصور بن حاتم کا بیان نقل کیا ہے، جس نے داہر اور اس کے قاتل کی تصویریں بھڑوچ اور وہیل میں دیکھیں۔ 2- اس بیان کی تکمیل کے طور پر ص 437 پر محمد بن قاسم کے صلح کے ذریعہ نیروں فتح کرنے کی روایت نقل کی ہے مگر اس میں کسی دوسرے راوی کا نام نہیں آیا، بلکہ صرف ”قالوا“ (یعنی کہتے ہیں) کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ اس طرح ”قالوا“ (کہتے ہیں) سے شروع کر کے ص 439 پر محمد بن قاسم کی طرف سے قاتل کے پاس بھیجے ہوئے سونے اور نقدی کا ذکر ہے۔ ص 446 میں اس بیان کی تکمیل کی خاطر اس نے اپنے ہم عصر منصور بن حاتم کا بیان (فضل بن ابیان کے متعلق) اور ابوبکر کا بیان (عیفان کے حکم کے بارے میں) دیا ہے۔ 3- اس بیان سے اختلاف ظاہر کرنے کے لئے ص 433 اور ص 438 پر ”وقل“ کے لفظ سے جملہ بائے معترضہ کے طور پر ابن الکھلی کے بیانات دیئے ہیں جس میں سے ایک میں اس نے کرمان کے فاتح کا نام ”حکم بن جبلة“ اور دوسرے میں داہر کے قاتل کا نام ”قاسم بن جبلة“ بیان کیا ہے۔ اسی طرح صفات 434-436 اور 442 پر بھی اس بیان سے اختلاف ظاہر کرنے والوں کی آراء بھی شامل کی ہیں، لیکن ان آراء کو ضعیف سمجھ کر انہیں ”قال قوم“ (کچھ لوگ کہتے ہیں) ”قال بعضهم“ (بعضوں کا کہنا ہے) اور ”وقل“ (کہا جاتا ہے) کے الفاظ کے ساتھ نقل کیا ہے۔

بہر حال یہ جملہ روایتیں مدائنی کے بیان کی تصدیق یا اس کی مزید تکمیل یا پھر اس سے اختلاف ظاہر کرنے کے لئے نقل کی گئی ہیں۔

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

بیان مسلسل چلا گیا ہے کہ جو ابتداء ہی سے ابوالحسن مدائنی کی زبانی شروع ہوتا ہے، جس سے اس امر کی تصدیق ہوتی ہے کہ بلاذری کے اس پورے باب ”فتوح السند“ کا اصل راوی اور مؤلف مدائنی ہے۔

یعقوبی نے فتوحات سندھ کے متعلق دیئے ہوئے بیانات میں مدائنی کا نام سند کے طور پر نہیں استعمال کیا ہے۔ لیکن مندرجہ ذیل دلائل کے بنا پر کافی وثوق کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ سندھ کے واقعات کے متعلق یعقوبی کا خاص ماخذ مدائنی ہی ہے۔

1- فتوحات سندھ کے بارے میں یعقوبی کے بیانات اصلی طور پر بالکل وہی ہیں کہ جنہیں بلاذری نے ”فتوح السند“ کے باب میں مدائنی کی زبانی نقل کیا ہے۔ البتہ اختصار کی وجہ سے یعقوبی نے کچھ باتیں حذف کر دیں ہیں اور اس کے ساتھ بعض چند ضعیف روایتوں کا اضافہ کر دیا ہے۔

2- یعقوبی نے اپنی تاریخ میں اختیار سے کام لیا ہے اور اسناد کا سلسلہ اکثر نظر انداز کر دیا ہے، حالانکہ ان واقعات کے بارے میں بیانات بالکل وہی ہیں کہ جو دوسری تاریخوں میں مدائنی کی سند سے نقل کئے گئے ہیں۔ مثلاً یعقوبی (جلد 2 ص 278) میں امیر معاویہ کا عبداللہ بن سوار کو ”چار ہزار“ کے ساتھ کمران پر فوج کشی کے غرض سے روانہ کرنے کا ذکر کیا ہے۔ یہی بیان ابوہریرہ فتح نامہ (ص 105) پر چار ہزار کی فوج کے ذکر کے ساتھ ابوالحسن مدائنی کی روایت سے مذکور ہے۔

3- یہ بھی ثابت ہے کہ یعقوبی، مدائنی سے واقف تھا، کیونکہ اس نے اپنی تاریخ (جلد 2 ص 4) میں مدائنی کا ذکر کیا ہے۔

ابو جعفر طبری: اس نے اپنی ضخیم تاریخ میں ابوالحسن مدائنی سے بالواسطہ بہت کچھ نقل کیا ہے۔ اس کا اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ کم از کم پانچ سو روایتیں مدائنی کی سند سے اس کی کتاب میں مذکور ہیں۔¹ خراسان کے جملہ حالات، شروع سے آخر تک زیادہ تر مدائنی کی روایت سے منقول ہیں، یہاں تک کہ پورے وثوق کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ اس نے مدائنی کی پوری کتاب ”فتوح خراسان“ کو اپنی کتاب میں سمولیا ہے، اسی طرح عراق کی فتوحات اور نظام حکومت کے بارے میں بھی اکثر حالات مدائنی کی روایتوں سے نقل کئے گئے ہیں اور غالباً مدائنی کی کتاب ”فتوح العراق“ کو بھی طبری نے پوری طرح استعمال کیا ہے۔ البتہ خاص مشرقی ممالک جیسے کہ کربلا، بھتان اور کمران کی فتوحات، جو سندھ کی فتوحات کا پیش خیمہ ثابت ہوئیں، ان کے

1. ہمارے شمارے کے مطابق طبری نے اپنی تاریخ میں 503 مرتبہ مدائنی کا نام لیا ہے۔

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

حالات مدائنی کے بجائے (جس نے ان ممالک کی فتوحات پر مشتمل کتابیں لکھیں تھیں) دوسرے راویوں کی روایتوں کے ذریعے نقل کئے گئے ہیں۔¹

سندھ کی فتح، اس کے بعد سندھ کے گورنروں یا سندھ کے بارے میں دوسرے بالواسطہ اشاروں کے متعلق طبری نے تقریباً چالیس حوالے دیئے ہیں جن میں سے اکثر مختصر ہیں اور بغیر سند کے دیئے گئے ہیں۔ کل تقریباً ایسے 9 حوالے ہوں گے جو کہ اسناد کے ساتھ ہیں۔² ان میں سے ایک حوالہ منصور بن جہور کے سندھ میں بھاگ کر آنے کے متعلق مدائنی کی روایت سے دیا گیا ہے۔³ اس کے علاوہ مدائنی کے شاگرد، عمر کی وساطت سے ایک خاص بیان طبری نے مدائنی کی روایت سے نقل کیا ہے۔ (قال عمر قال علی و خبرنا ابو عاصم الزیادی عن الہلواث الکھی قال کنا بالہند مع محمد بن قاسم۔ الخ 2/1275) جس کا اصل راوی ہندوستان میں محمد بن قاسم کے ساتھ تھا۔ اس سے ظاہر ہے کہ سندھ کے متعلق مدائنی کی روایتوں سے طبری بخوبی واقف تھا۔

فتوحات سندھ کا اولین مصنف ”المدائنی“ اس کا پورا نام ”ابوالحسن علی بن محمد بن عبداللہ بن ابی سیف المدائنی“ ہے اور وہ شمس بن عبد مناف کے خاندان کے عبدالرحمن بن سرہ کا آزاد کردہ غلام تھا۔ تقریباً 135ھ میں بصرہ میں پیدا ہوا اور وہیں پرورش پائی۔ اس کے بعد وہاں سے منتقل ہو کر شہر ”مدائن“ میں جا بسا اور ”المدائنی“ کی نسبت سے مشہور ہوا۔ پھر بغداد میں سکونت پذیر ہوا، جہاں غالباً 225/224ھ میں اس نے وفات پائی۔⁴

مدائنی تاریخ اسلام کے واقعات کا بڑا ماہر تھا۔ خصوصاً خلافت اسلامیہ کے مشرقی ممالک، جیسا کہ عراق، خراسان، بحرین، عمان، کرمان، بختان، کابل، زابلستان، مکران اور سندھ وغیرہ کی اسلامی فتوحات کا اسے مفصل اور مکمل علم تھا۔ چنانچہ ان کے متعلق اس نے مندرجہ ذیل کتابیں تصنیف کیں: کتاب فتوح العراق، کتاب فتوح خراسان، کتاب فتح الابلہ، کتاب عمان، کتاب امر البحرین، کتاب کرمان، کتاب فتوح بختان، کتاب کابل و زابلستان، کتاب فتح مکران، کتاب

1 مثلاً دیکھئے: طبری جلد 1 ص 2705، 2707 اور 2708 جن میں بختان، کرمان اور مکران کی فتوحات کی روایتیں اس طرح بیان کی گئی ہیں: کتب ابوالاسری عن شعیب عن سیف عن محمد و طلحہ و الہبل و عمر و قالوا۔ الخ۔

2 دیکھئے طبری: 2/1839، 2/1946، 2/1979، 3/149، 3/282، 3/360-350، 3/363، 3/409، 3/1233۔

3 تاریخ طبری 3/1979 جس پر مدائنی کی روایت اس طرح بیان کی گئی ہے: ذکر علی بن محمد بن عاصم بن حفص النخعی وغیرہ حدوہ۔ الخ۔

4 اس کے مفصل حالات کے لئے دیکھئے فہرست ابن ندیم (طبع یورپ) ص 100-103، یا قوت کا نجم الادباء (مب میومیر) 4/309-318، تاریخ بغداد (قاہرہ) نمبر (1438) ج 12 ص 54، انساب السعانی (المدائنی)، شذرات الذهب (قاہرہ) 2/54، مردخ الذهب (بجیر) 7/282۔

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

نثر الہند اور کتاب عمال الہند۔¹

مدائنی کی ان تصنیفات کا براہ راست یا بالواسطہ سندھ کی ابتدائی اسلامی فتوحات سے تعلق ہے۔ عراق کے فتح ہو جانے سے وہاں مضبوط فوجی مرکز کی بنیاد پڑی، جس سے پھر سندھ اور دوسرے مشرقی ممالک کی فتوحات میں سہولت پیدا ہوئی۔ اسی طرح بصرہ کے قریب قدیمی بندرگاہوں ”ایلہ“، ”عمان“ اور ”بحرین“ کی فتوحات سے مسلمانوں کی بحری طاقت وجود میں آئی اور دیبل، بھڑوچ اور تھانہ پر بحری حملے کرنے میں آسانی ہوئی، اور اسی طرح کرمان اور بھستان کی فتوحات کی وجہ سے اسلامی فوجیں ہندستان کی شمالی مغربی سرحد کی طرف بڑھیں۔ چنانچہ پہلے مکران، زابلستان اور کابل (مشرقی افغانستان) وغیرہ تسخیر ہوئے۔ اس کے بعد ادھر سے سندھ اور ہندستان کے کچھ علاقے فتح ہوئے۔ مدائنی کی تین کتابیں 1- کتاب فتح مکران 2- کتاب نثر الہند (ہند یعنی محاذ سندھ) اور 3- کتاب عمال الہند (یعنی سندھ کے گورنر)، خاص طور پر براہ راست سندھ کی فتوحات اور یہاں کے عربی حکمرانوں کے متعلق ہیں۔

اس کے علاوہ مدائنی کی ایک اور تصنیف ”کتاب اخبار ثقیف“ ہے۔ جس میں ثقفی خاندان کی تاریخ بیان کی گئی ہے۔ سندھ کی فتوحات کے سلسلے میں ثقفی خاندان بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ اسی خاندان کا ایک فرد عثمان بن ابی العاص ثقفی نے 150ھ میں سب سے پہلے اپنے دو بھائیوں حکم اور مغیرہ کی سرکردگی میں دیبل، تھانہ اور بھڑوچ کی بندرگاہ پر بحری فوجیں روانہ کیں۔ اس کے بعد جاج اور محمد بن قاسم بھی اسی ثقفی خاندان کے افراد تھے کہ جن کی شجاعت، ہمت، دلیری اور حکمت عملی سے سندھ فتح ہوا۔ مدائنی نے ”کتاب فتوح خراسان“ میں خاص طور پر خراسان کے گورنر جنید بن عبدالرحمن المری کے حالات لکھے ہیں۔² یہ جنید پہلے 5 یا 6 سال (105-111ھ) میں سندھ کا گورنر رہ چکا تھا اور یہاں بڑی فتوحات حاصل کیں تھیں اور غالباً اس کی اسی شہرت کی وجہ سے اسے سندھ سے تبدیل کر کے خراسان کا گورنر مقرر کیا گیا۔ جہاں وہ اپنی وفات (محرم 116ھ) تک بدستور حکمران رہا۔

مدائنی کی مذکورہ تصانیف پر غور کرنے سے یہ نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ وہ خلافت اسلامیہ کے مشرقی ممالک کی فتوحات اور تاریخ سے پوری طرح باخبر تھا۔ خاص طور پر محاذ ہند یعنی فتوحات مکران اور سندھ اور وہاں کے عرب گورنروں کے حالات کا اسے کماحقہ علم تھا اور ان پر اس نے علیحدہ علیحدہ کتابیں لکھیں۔ اس کے علاوہ جن خاص شخصیتوں کا سندھ کی فتوحات سے تعلق تھا ان

1 دیکھئے فہرست ابن ندیم ص 103 اور منجم الادباء 5/315-316۔

2 فہرست ابن ندیم، ص 103

کے حالات سے بھی وہ پوری طرح واقف تھا۔ اس نے ان کو بھی اپنا موضوع بنایا، اور ان پر بھی کتابیں لکھیں۔

فتحنامہ کی بنیاد مدائن کی روایتوں پر: مذکورہ تحقیق سے یہ حقیقت واضح اور صاف طور پر سامنے آتی ہے کہ ہر لحاظ سے مدائن ہی سندھ کی فتح اور تاریخ کا پہلا مؤرخ یا مصنف ہے اور ساتھ ہی ساتھ ہند، سندھ اور مکران کی فتوحات کا بھی وہی تہا مؤرخ اور راوی ہے کیونکہ ان واقعات کے سلسلہ میں عربی تواریخ میں کسی دوسرے ایسے مؤرخ کا حوالہ نظر نہیں آتا کہ جس نے پوری طرح ان ممالک کی تاریخ پر توجہ مرکوز کی ہو یا ان موضوعات پر کوئی کتاب لکھی ہو۔ مکران اور سندھ کی فتوحات کے جو حالات ہم تک پہنچے ہیں ان کا ذریعہ صرف مدائن ہی ہے، اور ان ممالک کی اسلامی فتوحات کی تاریخ کے متعلق بلاذری، یعقوبی اور طبری کے بیانات زیادہ تر مدائن کی روایتوں پر مبنی ہیں۔ اسی طرح سندھ کی فتوحات کے متعلق جو بنیادی حقائق اور واقعات قدیم عرب مؤرخوں کے توسل سے ہم تک پہنچے ہیں وہ بھی زیادہ تر مدائن ہی کی روایتوں سے متعلق ہیں۔ لہذا اس بنا پر کہا جاسکتا ہے کہ ”فتحنامہ سندھ“ جو کہ اصل میں عربی میں تھا اور جس میں سندھ کی ابتدائی اسلامی فتوحات کا ذکر ہے، اس کا مدار زیادہ تر مدائن کی تصانیف اور روایتوں پر ہے۔ ہمارے اس خیال کی مزید تائید مندرجہ ذیل دلائل سے بھی ہوتی ہے۔

پہلے یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ قدیم عربی تواریخ میں بلاذری کی تاریخ ”کتاب فتوح البلدان“ میں ہی سندھ کی ابتدائی اسلامی فتوحات کے واقعات دوسری تمام تاریخوں کے مقابلہ میں زیادہ تفصیل سے ملتے ہیں۔ کیونکہ اس میں 15 صفحات (285-294) کا ایک پورا باب بلاذری نے ”فتوح السند“ کے عنوان سے قلم بند کیا ہے۔ اس باب کی مذکورہ روایتوں کا تجزیہ کرنے سے بھی یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ اس کا اصل راوی اور مصنف مدائن ہی ہے۔

اس باب کے متن اور مواد پر غور کرنے سے یہ بھی معلوم ہوگا کہ: 1- اس کی ابتدا حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں عمان سے سندھ اور ہند کی بندرگاہوں (دیبیل، بھڑوچ اور تھانہ) پر کئے گئے پہلے بحری حملے کی فتوحات کے واقعات سے ہوتی ہے، یعنی کہ یہ باب محاذ ہند (سندھ اور ہند) کے ذکر سے شروع ہوتا ہے۔ 2- اس کے بعد حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت سے لے کر عبدالملک کے دور تک، مکران پر اسلامی لشکر کی جنگوں اور فتوحات کے حالات مذکور ہیں یعنی یہ واقعات مکران کی فتوحات سے تعلق رکھتے ہیں۔ 3- پھر ولید کے دور میں محاذ ہند اور سندھ کا ذکر، عبید اللہ بن نبھان اور ہدیل کی دیبیل پر فوج کشی کے واقعات سے شروع ہوتا ہے، اور یہ حصہ محمد بن قاسم کے ہاتھوں سندھ کی مکمل فتح اور ہند کے کچھ حصوں کی فتوحات کے واقعات پر ختم ہوتا

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

ہے۔ 4- اس کے بعد سلیمان کے دورِ خلافت سے سندھ اور ہند کے عرب گورنروں کا ذکر شروع ہوتا ہے جو کہ مقتسم کی خلافت کے بعد عمر بن عبدالعزیز الہباری کے سندھ پر قبضہ کرنے کے واقعات پر ختم ہوتا ہے۔

باب ”فتوح السند“ کے متن اور مواد کے مذکور بالا جائزے سے واضح ہوتا ہے کہ بلاذری نے اس باب کی روایتوں میں مدائنی کی تین کتابوں 1- ”کتاب ثغر الہند“ 2- کتاب فتح کمران اور 3- کتاب عمال الہند کو جمع کر دیا ہے۔ یہ بات اس لئے بھی قرین قیاس ہے کہ بلاذری نے 280/279ھ میں وفات پائی اور مدائنی 225ھ میں یعنی بلاذری سے 55 سال پہلے فوت ہوا، جس کے یہ معنی ہوئے کہ جب بلاذری نے اس باب کی روایتیں مدائنی کی زبانی سنی ہوں گی اس وقت مدائنی کافی بوڑھا ہو چکا ہوگا اور مذکورہ تینوں کتابیں اس سے بہت پہلے تصنیف کر چکا ہوگا۔ اس وجہ سے زبانی روایت میں سندھ کی فتوحات کے متعلق اس نے بلاذری کو غالباً اپنی انہی تصانیف کا ماحصل بیان کر کے سنایا ہوگا۔ بلاذری کو بھی چونکہ اجمال مد نظر تھا اس لئے اس نے اپنی کتاب میں مدائنی کی روایتوں کا اختصار قلم بند کیا ہے۔

”فتح نامہ“ کا وہ حصہ جو اسلامی تاریخ سے متعلق ہے، اس کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بلاذری کے باب ”فتوح السند“ کا سارا مواد ترتیب وار اس میں شامل ہے۔ مثلاً صفحہ 101 [72] پر اس کی ابتدا ہی بلاذری کی باب کی طرح، حضرت عمرؓ کی خلافت میں عمان کے گورنر کی جانب سے ہند اور سندھ کی بندرگاہوں (دہیل، بھڑوچ اور تھانہ) پر بحری فوج کشی کے واقعہ سے ہوتی ہے۔ اور اس کے بعد حضرت عثمانؓ کی خلافت سے لے کر عبدالملک کے عہد تک اسلامی فوجوں کی کمران پر فوج کشی اور فتوحات کے واقعات بالکل بلاذری کے سلسلے کے مطابق دیئے گئے ہیں۔ پھر اس کے بعد ولید کے زمانے میں محاذ ہند و سندھ کا ذکر، دہیل پر عبید اللہ بن نہمان اور بدیل کی بحری فوج کشی سے شروع ہو کر محمد بن قاسم کے ہاتھوں سندھ کی فتح کے مفصل بیانات پر ختم ہوتا ہے۔ البتہ محمد بن قاسم کے بعد جو عرب گورنر سندھ میں حکمران ہوئے، فتحنامہ میں ان کا کوئی ذکر ہمیں نہیں ملتا، اس کے یہ معنی ہوئے کہ فتحنامہ میں مدائنی کی صرف دو کتابوں، کتاب ثغر الہند اور کتاب فتح کمران کا مواد شامل ہے لیکن اس کی تیسری کتاب، عمال الہند کا مواد شامل نہیں ہے۔

فتح نامہ کی داخلی شہادتوں سے بھی اس امر کی تصدیق ہوتی ہے کہ اس میں مدائنی کی دونوں کتابیں، کتاب ثغر الہند اور کتاب فتح کمران مکمل طور پر شامل ہیں۔ مندرجہ ذیل دلائل ہمارے اس قیاس کو مزید تقویت دیتے ہیں۔

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

الف- بلاذری نے ”باب فتوح السند“ میں مدائنی کے حوالے سے جو واقعات اختصار کے ساتھ قلم بند کئے ہیں، فتحنامہ میں بھی وہی واقعات اسی ترتیب سے لیکن زیادہ تفصیل کے ساتھ درج ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ بلاذری کے اس باب میں مدائنی کی تینوں کتابیں شامل ہیں اور فتحنامہ میں غالباً صرف دو کتابیں فتح مکران اور ثغر الہند شامل ہیں۔ لیکن اپنی پوری روایتوں کے ساتھ جس کی وجہ سے اس میں جملہ واقعات کی تفصیل موجود ہے، اس کے علاوہ باب ”فتوح السند“ اور فتحنامہ کے مشترکہ بیانات میں صرف اصولی نہیں بلکہ جزئیاتی مطابقت بھی موجود ہے۔ مثلاً فتحنامہ میں (ص 127) پر بیان کیا گیا ہے کہ دہبل پر حملہ کرنے کے موقع پر حجاج کا خط پہنچا، جس میں ہدایت تھی کہ ”مناسب یہ ہے کہ سورج کی طرف پیٹھ رکھو، تاکہ دشمن کو اچھی طرح دیکھ سکو۔“ یہ الفاظ بلاذری کی عبارت (ص 437) میں دیئے گئے حجاج کے حکم ”ولسكن مما يلي المشرق“ کے عین مطابق ہیں۔ فتح نامہ (ص 162) میں مذکور ہے کہ محمد بن قاسم نے حجاج کو سرکہ بھیجنے کے لیے لکھا، اور یہ انتظام کرنے کے لیے حجاج کے حکم سے دھنکی ہوئی روٹی کو سرکہ میں بھگو کر خشک کیا گیا۔ بلاذری (ص 436) کی عبارت بھی اس کے مطابق ہے کہ ”وعمد الحجاج الى القطن المحلوج، فنفق في الخلل الخمر الحاذق.“ پہلا مجاہد جو کہ دہبل کے قلعہ کی تفصیل پر چڑھا اس کا نام بھی بلاذری اور فتح نامہ کے بیانات میں ایک ہے (دیکھئے فتح نامہ ص 310-311) داہر کے قاتل کے بارے میں بھی فتح نامہ اور بلاذری کے بیانات میں مطابقت ہے۔ ان جزئیاتی مطابقتوں سے ظاہر ہے کہ فتحنامہ کے تفصیلی بیانات مدائنی کی روایتوں کے مطابق ہیں، جنہیں بلاذری نے مدائنی کی زبانی اپنے باب فتوح السند میں قلم بند کیا ہے۔

ب- دوسرے یہ کہ بلاذری کو مدائنی نے خود اپنی زبان سے ان فتوحات کے واقعات سنائے ہیں، اسی وجہ سے ”باب فتوح السند“ کے شروع میں بلاذری نے اس کا نام بطور سند کے پیش کیا ہے اور اس کے بعد وہ واقعات کو مسلسل نقل کرتا گیا ہے، یہاں تک کہ داہر کے قتل کے بعد (ص 438) پر پھر اس نے اپنے اس بیان کی دوبارہ تصدیق کے لیے مدائنی کا نام لیا ہے۔ اور چونکہ یہ سارا بیان بلاذری نے مدائنی کی زبانی سنا اور نقل کیا ہے اس لیے اسے بار بار ہر واقعہ اور موقع پر اس کا نام دہرانے کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی۔

قدیم عرب مورخوں کا دستور تھا کہ اپنی تصانیف میں اکثر ہر نئے بیان سے پہلے اپنا نام دینے کے بعد اپنے سلسلہ اسناد (یعنی ان راویوں کے نام کہ جن کے توسل سے مصنف تک اس بیان یا واقعہ کی روایت پہنچی ہو) درج کرتے تھے اس کے بعد ہی پھر وہ بیان یا واقعہ پیش کرتے

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

تھے۔ مورخ ابوجعفر طبری نے اپنی تاریخ میں خاص طور پر اس رسم کی پابندی کی ہے اور وہ ہر نیا واقعہ قلم بند کرنے سے پہلے لکھتا ہے کہ: ”قال فلان..... حدثنی فلان قال حدثنی فلان“ (یعنی فلان نے مجھ سے بیان کیا کہ اس نے فلان سے یہ سنا جس سے فلان نے یہ ذکر کیا) یا ”حدثنی“ (مجھ سے بیان کیا) کے بجائے ”عن“ (فلان سے بیان کیا) کا لفظ استعمال کرتا ہے۔ غرض اس طرح خود مصنف کی کتاب میں اکثر بار بار خود مصنف اور اس کے استاد راویوں کا ذکر ملتا ہے۔

فتحنامہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ زمانے کے دستبرد کی وجہ سے یا غالباً فارسی مترجم علی کوئی کی بے احتیاطی کی وجہ سے، مختلف روایتوں کی اسناد کو یا تو ناقص حالت میں قلم بند کیا گیا ہے یا بالکل حذف کر دیا گیا ہے، لیکن پھر بھی مدائنی کے نام سے اس کے اسناد کے ساتھ فتحنامہ میں پوری 13 واضح روایتیں موجود ہیں۔ دو، دوسری روایتیں (ص 172-174) پر ”محمد بن حسن“ اور ”محمد بن ابوالحسن“ مدنی کے ناموں سے بیان کی گئی ہیں یہ دونوں بھی غالباً مدائنی ہی کی روایتیں ہیں اور اس کے نام ”ابوالحسن علی بن محمد“ کو سہوار غلط لکھا ہے۔ نئے دوسری آٹھ روایتیں ایسے اشخاص کے نام سے دی گئی ہیں، جن سے دوسری روایتیں خود فتحنامہ میں مدائنی کی زبانی نقل کی گئی ہیں۔ جس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ یہ آٹھ روایتیں بھی یقینی طور پر مدائنی ہی کے ذریعہ حاصل ہوئی ہیں، لیکن ان کی ابتدا میں مدائنی کا نام حذف ہو گیا ہے۔ چنانچہ اس لحاظ سے فتحنامہ میں کل 23 روایتیں مدائنی کی تسلیم کی جاسکتی ہیں۔ اس کے بعد باقی ماندہ روایتیں کل 14 بچتی ہیں جو کہ دوسرے راویوں کے ناموں سے منسوب ہیں اور گمان غالب ہے کہ ان روایتوں میں سے بہتوں کی اسناد کے شروع کے حصے حذف ہیں اور ممکن ہے کہ ان میں سے بھی بعض مدائنی ہی کے ذریعہ سے پہنچی ہوں۔ بہر حال مجموعی طور پر فتحنامہ کا بڑا حصہ مدائنی کی روایتوں پر مشتمل ہے اور سوائے

1. دیکھئے صفحات 105-107-118-119-130 (دو روایتیں) 125-168-222-233-238 اور 2397-1876
2. مدائنی کا نام ابوالحسن یا علی بن محمد تحریر کیا گیا ہے۔
3. دیکھئے فتحنامہ کے آخر میں ص 309 کا حاشیہ 174/ (164)
3. مثلاً صفحات 103-104-105 پر تین روایتیں ہڈی کے نام سے دی گئی ہیں، لیکن صفحات 105 اور 106 پر خود مدائنی کی روایتیں ابوالحسن مدائنی کی زبانی بیان کی گئی ہیں۔ دو روایتیں (ص 107 اور 117) عبدالرحمن بن عبد ربہ السلیطی کے نام سے دی گئی ہیں لیکن صفحات 227 اور 233 پر عبد ربہ السلیطی کی روایتیں بھی ابوالحسن مدائنی کی زبانی ظاہر کی گئی ہیں۔ صفحہ 191 پر ایک روایت ابو محمد ہندی سے منسوب ہے اور صفحات 125 اور 238 پر ابو محمد ہندی کی دونوں روایتیں ابوالحسن مدائنی کی زبانی بیان کی گئی ہیں۔ صفحہ 121 پر ایک روایت اسحاق بن ایوب کے نام سے دی گئی ہے حالانکہ صفحہ 119 پر اسحاق بن ایوب کی روایت ابوالحسن مدائنی کی زبانی نقل ہے۔ اسی طرح صفحہ 135 پر ایک روایت ابوالیث انصاری الہندی کے نام سے آئی ہے حالانکہ صفحہ 187 پر ابوالیث ہندی کی روایت ابوالحسن مدائنی کی روایت بیان کی گئی ہے

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

اس فختنامہ کے، سندھ کی فتوحات کے بارے میں مدائنی کی اتنی مفصل روایتیں دوسری کسی بھی عربی تاریخ میں موجود نہیں ہیں۔ اسی وجہ سے اس قیاس کو زیادہ تقویت ملتی ہے کہ فختنامہ کی اسلامی تاریخ اور فتوحات کا بڑا حصہ مدائنی کی دونوں کتابوں ”کتاب ثغر الہند“ اور ”کتاب فتح مکران“ کا مجموعہ ہے۔

فختنامہ کے مواد کے ماخذ اور ان کی داخلی صحت: محمد کے

کل مواد کے تین سرچشمہ نظر آتے ہیں: (الف) مدائنی کی روایتیں۔ (ب) مدائنی کے علاوہ دوسرے عرب عالموں اور راویوں کی روایتیں۔ (ج) سندھ کی مقامی روایتیں۔ اب ہم ان تینوں ماخذوں پر تنقیدی لحاظ سے بحث کریں گے۔

الف - مدائنی کی روایتیں: عرب مورخوں نے مدائنی کو ایک معتبر مؤرخ تسلیم کیا ہے، کیونکہ اس کی روایتیں زیادہ تر صحیح اور پختہ ہیں۔ افسوس ہے کہ فختنامہ میں اس کی روایتوں کی کڑیاں حذف ہیں جس کی وجہ سے اس کی روایتوں کا پورا تنقیدی جائزہ نہیں لیا جاسکتا، پھر بھی مندرجہ ذیل حقائق مدائنی کی روایتوں کی داخلی صحت کی تصدیق کرتے ہیں:

(1) پہلی تو فختنامہ میں دی ہوئی مدائنی کی اکثر روایتیں اس کے ان اُستاد راویوں کے حوالے سے بیان کی گئی ہیں، جن سے اس نے مرکزی خلافت اور دوسرے واقعات کی بابت حالات سنے اور نقل کئے ہیں اور جن کے بیانات کو بلا ذری اور طبری جیسے معتبر مؤرخوں نے صحیح تسلیم کر کے اپنی تاریخوں میں شامل کیا ہے۔ اس سلسلہ میں یہ روایتیں غور طلب ہیں:

صفحہ 104 [78] پر عبداللہ بن سوار کے متعلق بیان ابوالحسن مدائنی نے دو راویوں یعنی ہذلی اور مسلمہ بن محارب کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ فختنامہ میں اسی طرح چار دوسری روایتیں (ص 103، 104 اور 106) (دو روایتیں) ہذلی کی وساطت سے اور ایک روایت (ص 233) مسلمہ بن محارب کے ذریعہ بیان کی گئی ہے جن میں سے ص 106 پر ہذلی کی روایت اور ص 233 پر مسلمہ کی روایت سے پہلے ابوالحسن کا نام دیا گیا ہے، لیکن صفحات 103، 104 اور 106 پر ہذلی کی روایتوں کے شروع میں ابوالحسن کا نام غالباً فارسی مترجم کی بے توجہی سے حذف ہو گیا ہے۔¹ سلمیٰ بن عبداللہ بن سلمیٰ جو کہ ابوبکر الہذلی کی عرفیت سے مشہور ہوا، تاریخ اسلام کا مستند اور تسلیم شدہ راوی ہے۔ طبری نے اپنی تاریخ میں تقریباً 20 روایتیں اس کے سلسلہ اسناد نقل

1. دیکھئے آخر میں ص 279-280 کا نوٹ 103-104 [77]

2. طبری (3/2550) نے اس کا نام بالکل اسی طرح تحریر کیا ہے جسے صحیح تصور کرنا چاہیے طبری کے ایڈٹ کرنے والوں نے اس کا نام ”سلمہ بن عبداللہ“ لکھا ہے اور ”ابن رستم“ کی کتاب ”الاعلاق النضیہ“ (ص 213) میں اس کا نام ”سلمیان بن عبداللہ“ دیا گیا ہے۔ اس کے مزید حالات کے لئے دیکھئے آخر میں نوٹ صفحہ 281۔

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

کی ہیں جن میں سے آٹھ روایتیں ابوالحسن مدائنی کے ذریعہ بیان کی ہیں^۱۔ یعنی ہڈی کی زیادہ تر روایتیں مدائنی کے ذریعہ نقل ہوئی ہیں۔ غرض ہڈی مدائنی کے استادوں میں سے تھا اور اس کی روایتیں نہ صرف طبری بلکہ دوسرے مؤرخوں اور مصنفوں نے بھی مدائنی ہی کی زبانی نقل کی ہیں^۲۔ ابوبکر ہڈی عباسی خلیفہ منصور (وفات 158ھ-775ع) کے زمانے تک بقید حیات تھا۔^۳ اور مدائنی (ولادت سن 135ھ) کی عمر اس وقت تقریباً 23 سال تھی۔ چنانچہ اس نے جملہ تاریخی حالات خود ہڈی کی زبانی براہ راست سنے، انہیں اپنی تصانیف میں شامل کیا اور دوسروں تک پہنچایا۔^۴

”مسلمہ“ کا پورا نام ”مسلمہ بن محارب بن سلم بن زیاد“ ہے اور وہ مشہور اموی سپہ سالار زیاد کی اولاد سے تھا۔^۵ وہ نہ صرف تاریخی روایتوں کے سلسلے میں مستند مانا جاتا ہے، بلکہ حدیث کے راویوں میں بھی معتبر شمار کیا جاتا ہے۔^۶ وہ مدائنی کے استادوں میں سے ہے اور اس کی تاریخی روایتیں زیادہ تر مدائنی کے ذریعہ ہی بلاذری اور طبری تک پہنچی ہیں اور مدائنی نے اس سے براہ راست یہ روایتیں سنی تھیں۔ بلاذری نے ”فتوح البلدان“ (ص 73-240 اور 280) میں تین روایتیں مسلمہ کے سلسلہ اسناد سے نقل کی ہیں اور اپنی دوسری تصنیف ”کتاب انساب الاشراف“ (جلد 4 اور 11) میں کل چھ روایتیں مسلمہ کے سلسلہ اسناد سے مدائنی کی زبانی نقل کی ہیں۔^۷ طبری نے کل 43 روایتیں ”مسلمہ“ کے سلسلہ اسناد سے نقل کی ہیں اور سب مدائنی کی کتابوں یا مدائنی کے شاگرد عمر بن شبہ کے توسل سے خود مدائنی کی زبانی نقل ہیں۔ فتحنامہ کے صفحہ 334 پر بھی مسلمہ بن محارب کی ایک روایت ابوالحسن مدائنی سے نقل کی گئی ہے۔

غرض ہڈی اور مسلمہ دونوں مدائنی کے بزرگ ہم عصر اور تاریخ کے مستند عالم تھے۔ چونکہ فتحنامہ میں جو روایتیں مدائنی کے زبانی نقل کی گئی ہیں ان کے پچھلے سلسلے (یعنی ہڈی اور مسلمہ نے جن لوگوں سے یہ واقعات سنے اور ان لوگوں نے جن سے یہ سنے، ان کے نام) حذف ہیں، اس

1. تاریخ طبری ص 1/2832، 1/2871، 1/3068، 1/3135، 1/3198، 2/173، 1/1326 اور 3/132
2. مثلاً بلاذری نے فتوح البلدان (ص 18) میں صرف ایک روایت ہڈی کی سند سے بیان کی ہے اور یہ ابوالحسن مدائنی کے زبانی نقل ہے۔ اسی طرح اس نے اپنی دوسری تصنیف ”کتاب انساب الاشراف“ (جلد 11 ص 227) میں بھی ہڈی کی روایت مدائنی کی ذریعہ نقل کی ہے۔
3. دیکھئے طبری 3/401، 424، 435 اور 436۔
4. طبری نے مدائنی کی ہڈی کی بیان کی: دوئی روایتیں مدائنی کے شاگرد عمر بن شبہ کی زبانی نقل کی ہیں۔
5. دیکھئے تاریخ طبری 2/445
6. دیکھئے بخاری کی ”التاریخ الکبیر“ جلد 4 ص 279
7. دیکھئے کتاب الانساب الاشراف، جلد 4، صفحات 73، 81، 106 اور جلد 11 صفحات 27، 168، 226

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

وجہ سے یعنی شہادتوں اور معاصرانہ روایتوں کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔ تاہم بعض روایتوں کی بنا پر کہا جاسکتا ہے کہ مدائنی کی روایتوں کا سلسلہ بالآخر ان لوگوں تک پہنچتا ہے جو کہ بیان کردہ واقعات سے پوری طرح باخبر تھے۔ مثلاً صفحہ 106 پر ابوالحسن مدائنی کی روایت ابو بکر ہذلی سے اور ہذلی کی روایت اسود سے بیان کی گئی ہے اور یہ روایت امیر معاویہ کے عہد (41-60ھ) میں راشد بن عمرو کے محاذ ہند پر تقرر کے بارے میں ہے۔ اس روایت میں حالانکہ ہذلی اور اسود کے درمیانی راویوں کے نام حذف ہیں۔¹ لیکن اس کے باوجود خارجی شہادتوں کی بنیاد پر کافی وثوق سے کہا جاسکتا ہے کہ اسود سے مراد الاسود بن یزید النخعی ہے اور وہ تاریخ کے مشہور راوی ہیں۔ تاریخ طبری میں کم از کم نو ایسی تاریخی روایتیں ہیں، جن کے سلسلہ اسناد کی آخری کڑی اسود ہیں۔ جو کوفہ کے برگزیدہ تابعین میں سے تھے اور حضرت عثمانؓ کی شہادت (سن 35 ہجری) کے موقع پر ان کی طرف سے انہوں نے مدافعت کی تھی² چنانچہ اس کے بعد امیر معاویہ کے عہد تک ان کا زندہ رہنا اور راشد بن عمرو کی تقرری سے باخبر ہونا قطعی قرین قیاس معلوم ہوتا ہے، اس لحاظ سے مدائنی کی یہ روایت مثال کے طور پر یہ ثابت کرتی ہے کہ اس کی روایتیں بڑی با وزن شہوس اور معاصرانہ ہیں۔

اس تفصیلی بحث کے بعد اب ذیل میں ہم فتحنامہ میں مدائنی کے باقی دوسری روایتوں کے ماخذوں کا مختصر جائزہ لیں گے۔

2- فتحنامہ کے صفحہ 105 پر ابوالحسن مدائنی کا حاتم بن قبیصہ بن المہلبؓ کا براہ راست سامعی بیان نقل کیا گیا ہے۔ حاتم بن قبیصہ سن 98 ہجری میں طخارستان کا گورنر تھا۔³ وہ تاریخ کا عالم تھا اور جس طرح راوی عمر بن شبہ نے مدائنی سے تاریخی روایتیں نقل کی ہیں، اسی طرح اس سے بھی روایتیں نقل کی ہیں۔⁴ اسی وجہ سے مدائنی کا حاتم بن قبیصہ سے روایتیں اخذ کرنا بالکل قرین قیاس ہے۔ البتہ فتحنامہ میں بیان کی گئی یہ روایت عبداللہ بن سوار کی جنگ کے متعلق ہے

1. چونکہ ہذلی اور سلمہ دونوں بمعاصر اور مدائنی کے اہم ماخذ ہیں اور مدائنی نے بعض روایتیں ان سے ایک ہی وقت میں ہی (دیکھئے تاریخ طبری 73/2) طبری نے ایک روایت نقل کی ہے، جو اس نے ابن حمید سے اور ابن حمید نے، سلمہ سے اور سلمہ نے ابو اسحاق سے اور ابو اسحاق نے عبدالرحمن سے اور عبدالرحمن نے اپنے باپ اسود سے سنی (2355/1) اس سلسلہ اسناد کے مطابق سلمہ اور اسود کے درمیان دوسرے راوی بھی ہیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ فتحنامہ کی مذکورہ روایت میں سلمہ کے بمعاصر ہذلی اور اسود کے درمیان ہی کم از کم دو راویوں کے نام ہونے چاہئیں جو کہ حذف ہو گئے ہیں۔

2. دیکھئے تاریخ طبری: 1/2896، 2861، 2960۔

3. متن میں ”حاتم بن قبیصہ الباہلی“ غلط ہے اور صحیح نام ”حاتم بن قبیصہ بن المہلب“ ہے۔

4. دیکھئے تاریخ طبری: 2/1324۔

5. تاریخ طبری: 2/110-109۔

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

جسے امیر معاویہ نے تقریباً 41-42ھ میں محاذ ہند پر مامور کیا تھا اور اس جنگ میں حاتم بن قبیصہ کا موجود ہونا ناممکن نظر آتا ہے۔ طبری نے سن 50 ہجری کے دو چشم دید واقعات جن لوگوں کی زبانی حاتم بن قبیصہ کی وساطت سے نقل کئے ہیں، ان لوگوں اور حاتم بن قبیصہ کے درمیان کم از کم ایک راوی کا واسطہ ہے۔¹ اسی وجہ سے فتنامہ کی اس روایت کا آخری حصہ حذف معلوم ہوتا ہے اور جس شخص نے ابن سوار کو جنگ میں دیکھا وہ حاتم بن قبیصہ نہیں بلکہ وہ راوی معلوم ہوتا ہے جس نے اس سے یہ روایت بیان کی۔

3- فتنامہ صفحہ 119 پر ابوالحسن مدائنی کا اسحاق بن ایوب کی زبانی سنا ہوا بیان دیا گیا ہے جو کہ سن 93ھ میں خراج کا محمد بن قاسم کو سندھ روانہ کرنے کے لئے فوہیں فراہم کرنے کے متعلق ہے۔ طبری نے ابوالحسن مدائنی کی اسحاق بن یعقوب سے نقل کی ہوئی دو روایتیں اپنی تاریخ میں بیان کی ہیں جو کہ امیر معاویہ کے عہد اور ولید کے متعلق ہیں۔² فتنامہ کی یہ روایتیں بھی ولید کے عہد کی ہیں اور روایتی حیثیت سے مکمل ہیں۔ فتنامہ کے صفحہ 121 پر ایک اور دوسری روایت میں اسحاق بن ایوب اور ہلاوت کلبی کے نام ملتے ہیں اور اس میں مدائنی کا نام چھوڑ دیا گیا ہے، حالانکہ ہلاوت کی روایتیں بھی مدائنی ہی کے ذریعہ پہنچی ہیں۔³

4- فتنامہ کے صفحہ 125 پر ابوالحسن نے دیہیل کے محاصرہ کا بیان ”ابو محمد مولیٰ بن تمیم“ سے نقل کیا ہے اور صفحہ 238 پر ابوالحسن نے پھر اسی ”ابو محمد ہندی“ سے ملتان کے مروی بتخانہ کا بیان نقل کیا ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ ابو محمد، ہندی یعنی سندھ کا باشندہ تھا اور بنو تمیم کا پروردہ تھا۔ ممکن ہے کہ ابو محمد کو ان واقعات کا براہ راست علم ہو، کیونکہ یہ واقعات 93-95ھ کے ہیں اور ممکن ہے کہ وہ کم از کم 56 سال بعد تک زندہ رہا ہو اور 150ھ کے قریب جب کہ ابوالحسن مدائنی کی عمر 15 سال کی تھی، ابو محمد نے اسے ان واقعات کی خبر دی ہو۔ لیکن فتنامہ میں ان روایتوں کا بھی آخری حصہ غالباً حذف ہے اور یہ بھی قرین قیاس ہے کہ ابو محمد خود ان واقعات کا شاہد یعنی نہ ہو۔ بلکہ اس نے یہ حالات کسی دوسرے راوی کی زبانی سنے ہوں۔ چنانچہ بلاذری نے فتوح البلدان (ص 438) میں محمد بن قاسم کی فتح کے متعلق ایک بیان نقل کیا ہے جو مدائنی نے ”ابو محمد ہندی“ سے اور ابو محمد نے وہ ”ابوالفرج“ نامی راوی سے نقل کیا ہے۔ بہر حال بلاذری کے اس

1. طبری نے سن 59ھ کے دونوں واقعات کو اسی روایت سے بیان کیا ہے یعنی طبری نے عمر بن شہر سے، عمر بن شہر نے حاتم بن قبیصہ سے، حاتم بن قبیصہ نے غالب بن سلیمان سے اور غالب بن سلیمان نے عبدالرحمن بن صبح سے سنا۔ (تاریخ طبری: 2/109-110)

2. دیکھئے تاریخ طبری: 2/201 اور 2/1741

3. دیکھئے زیر مطالعہ مقدمہ صفحہ 9

فتح نامہ سندھ عرف پنج نامہ

حوالے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ابو محمد، مدائنی کے استاد راویوں میں سے ہے۔
البتہ فتحنامہ میں ص 191 پر داہر کے قتل، لاڈی کی گرفتاری اور محمد بن قاسم کے اسے خریدنے کی حکایت بھی ابو محمد ہندی ہی سے منقول ہے، جس نے اسے ”ابو مسہر عابی“ سے اور اس نے ”ہند کے کسی اور شخص“ سے سنی تھی، لیکن یہ روایت مشکوک ہے، کیونکہ ہر چند کہ ابو محمد مشہور راوی ہے لیکن ”ابو مسہر عابی“ کون تھا، اس کا کچھ پتہ نہیں چلتا، لیکن اگر ہم اس کو ”ابو مسہر عبدالاعلیٰ“ تسلیم کر لیں! جو ایک مشہور راوی ہے، تب بھی روایت کی آخری کڑی نامعلوم اور مبہم ہے۔

5- فتحنامہ کے ص 239 پر ابوالحسن نے خرم بن عمرو سے ملتان کے خزانہ کی روایت نقل کی ہے۔ چونکہ حجاج نے خرم بن عمرو کو محمد بن قاسم کے ساتھ روانہ کیا تھا۔² اور سندھ کی فتوحات میں خرم اس کے ساتھ تھا³ غالباً آخر وقت تک وہ محمد بن قاسم کے ساتھ رہا۔ اسی وجہ سے وہ ملتان کی فتح اور خزانہ کے حقائق سے پوری طرح باخبر تھا۔

6- فتحنامہ کی صفحہ 187 پر ابوالحسن کی ایک روایت جو کہ داہر کے قتل کے بارے میں ہے، ابواللیث ہندی سے اور اس کے بعد اس کے باپ سے منقول ہے۔ اس سے پہلے صفحہ 135 پر بھی محمد بن قاسم کی دیہل کی جانب روانگی کا بیان ”ابواللیث اسمعیٰ الہندی“ سے نقل کیا گیا ہے، لیکن اس میں ایک راوی (ابوالحسن مدائنی) کا نام حذف ہو گیا ہے۔ یہ دوسرا بیان ابواللیث نے جعونہ بن عقبہ السلسی سے سنا۔ لیکن فتحنامہ کے صفحہ 126 پر منقول بیان سے ظاہر ہے کہ جعونہ السلسی، محمد بن قاسم کے ساتھ تھا اور خاص منتخب اس کے حوالے تھی اس سے ان روایتوں کی صحت کی تصدیق ہو جاتی ہے۔

7- فتحنامہ کے صفحات 222 اور 233 پر مدائنی (علی بن محمد) کی دو روایتیں عبدالرحمن بن عبد ربہ السلیطی سے منقول ہیں۔ دوسری روایت بیک وقت مسلمہ بن محارب اور عبدالرحمن بن سلیطی سے منقول ہے، جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ عبدالرحمن اور مسلمہ دونوں مدائنی کے بزرگ معاصر تھے۔

1 ابو مسہر عبدالاعلیٰ بن مسہر تاریخ کے راویوں میں سے ہے اور طبری نے تین روایتوں میں (4/2، 3/1130 اور 2426/3) بطور سند اس کا نام لیا ہے، جن میں سے ایک (3/130) سے یہ گمان ہوتا ہے کہ وہ ہامون رشید کی حکومت کے آخری سال 218ھ تک زندہ تھا۔

2 دیکھئے فتحنامہ صفحات 121 اور 124

3 دیکھئے فتحنامہ صفحات 128، 196، 205، 221

4 سندھ سے محمد بن قاسم کی معزولی 96ھ کے نصف اول میں وقوع پذیر ہوئی، اس وقت تک خرم بن عمرو کی کسی دوسری جگہ موجودگی کا کوئی ثبوت نہیں ملتا اور فتحنامہ کے حوالوں سے اس کا یقین ہوتا ہے کہ وہ سندھ ہی میں رہا پھر محمد بن قاسم کی معزولی کے بعد 96ھ کے نصف آخر اور 97ھ کے قریب تنجیبہ کے قتل ہونے کے وقت وہ خراسان میں نظر آتا ہے۔ (دیکھئے تاریخ طبری 2/1300 اور 2/1312)

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

پھر صفحات 107 اور 122 پر عبدالرحمن بن عبد ربہ سے دو روایتیں بیان کی گئی ہیں جن کا ناقل بھی مدائنی ہی کو تصور کرنا چاہئے حالانکہ اس کا نام حذف ہے۔ عبدالرحمن بن عبد ربہ سے ابولحسن کی روایت کردہ یہ چاروں روایتیں مستند ہیں کیونکہ ان واقعات کے متعلق بلاذری نے ابولحسن سے جو روایتیں نقل کی ہیں وہ آپس میں ملتی جلتی ہیں۔

مذکورہ وضاحتوں سے کسی قدر یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ فتحنامہ میں مدائنی سے متعلق روایتیں تاریخی اعتبار سے صحیح ہیں۔ البتہ ص 242 پر ”محمد بن علی اور ابولحسن مدائنی“ کے ناموں سے محمد بن قاسم کے خلاف داہر کی بیٹیوں کی سازش کے متعلق جو من گھڑت کہانی بیان کی گئی ہے وہ جملہ مستند تاریخی ماخذ کے خلاف ہے اور اسی وجہ سے اس کا سلسلہ اسناد غالباً مصنوعی ہے۔¹

ب۔ مدائنی کے علاوہ باقی دوسرے عرب راوی: فتحنامہ میں باقی کل 14 روایتیں ایسی ہیں جو دوسرے عرب راویوں سے بیان کی گئی ہیں اور ان کے سلسلہ اسناد میں نہ کہیں مدائنی کا نام آتا ہے اور نہ ایسے ہی کسی دوسرے راوی کا کہ جس سے فتحنامہ میں کسی دوسری جگہ مدائنی کے حوالہ سے کوئی روایت منقول ہے۔ لیکن یقینی طور پر نہیں کہا جاسکتا کہ ان روایتوں کا تعلق مدائنی سے نہیں، کیونکہ ان کے سلسلہ اسناد قطعی مختصر اور صرف ایک دو راویوں تک محدود ہیں۔ اس کا بڑا امکان ہے کہ ان میں سے کافی روایتیں مدائنی ہی کے ذریعے منقول ہوں، لیکن دوسرے راویوں کے ساتھ ساتھ مدائنی کا نام بھی متروک ہو گیا ہو۔

چونکہ ان روایتوں کی اسناد کے سلسلے بہت ہی مختصر ہیں اور یقینی طور پر راویوں کے نام حذف ہیں، اس لئے ان کی مزید تحقیق میں بڑی دشواری ہے۔ البتہ کچھ تاریخی واقعات ایسے ہیں کہ جو ان روایتوں کی صداقت کی شہادت دیتے ہیں۔ مثلاً ص 163/151 پر بیان کردہ داستان خواجہ امام ابراہیم سے منسوب ہے اور آخر میں ص 305-306 کے نوٹ میں دی ہوئی تفصیلی بحث اس روایت کی صحت کو ثابت کرتی ہے۔ ایسے ہی دوسری روایتوں کا بلاذری اور یقوتی کے درج کردہ فتح سندھ کے بیانات سے موازنہ کرنے پر معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی ان صحیح اور مستند بیانات کی منافی نہیں ہیں سوائے دو روایتوں کے۔ ایک صفحہ 191 پر لاڈی کے متعلق ”عقیل بن عمرو“ کی روایت اور دوسری ص 195 پر بنو تمیم کے کسی نامعلوم شخص کے ذریعہ بیان کردہ وہ روایت کہ جس میں محمد بن قاسم کا حجاج سے اس کی بیٹی کا رشتہ طلب کرنے کا قصہ بیان کیا گیا ہے۔ کتاب کے

1. دیکھئے آخر میں صفحہ 334-335 جن میں من گھڑت حکایت اور صحیح تاریخی حالات پر مفصل بحث کی گئی ہے۔

2. دیکھئے فتح نامہ صفحات 101، 102، 105، 108، 113، 115، 123، 130، 163، 184، 191، 195، 197، 214

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

آخر میں ص 284 نوٹ 118/94 میں محمد بن قاسم کی شادی کے متعلق مفصل بحث کی گئی ہے جس سے مذکور دونوں روایتوں کی تردید ہوتی ہے۔

ج- مقامی روایتیں: مدائنی کی روایتیں یا وہ دوسری روایتیں جو کہ عرب راویوں کی اسناد سے دی گئی ہیں وہ عرب محققوں کے فنِ روایت کے اصولوں کے مطابق ہیں۔ ان میں سے زیادہ تر روایتوں کے سلسلے ان عرب راویوں تک پہنچے ہیں کہ جنہیں متعلقہ واقعات کی براہِ راست خبر تھی۔ بعض روایتوں کے سلسلے سندھ کے راویوں یعنی ابو محمد، ابو الیث ہندی² اور امیر محمد والی ساوندی³ سمیت پہنچے ہیں۔ ان میں سے دو راوی ابو محمد اور ابو الیث عرب قبیلہ بنو تمیم سے وابستہ تھے اور ان کی روایتیں مدائنی اور دوسرے عرب راویوں کے توسل سے پہنچی ہیں۔ ساوندی سہہ کا والی امیر محمد غالباً عرب تھا۔ لیکن اس سے نقل کردہ روایت کا سلسلہ اسناد حذف ہے۔ ان تینوں راویوں میں سے صرف ابو محمد ہندی کا صفحہ 258 پر داہر کے قتل اور لاڈی کی گرفتاری کے متعلق بیان دراصل ایک دوسرے نامعلوم مقامی شخص سے منقول ہے، اسی وجہ سے اس گمنام شخص کی روایت کو مستند نہیں کہا جاسکتا، جیسا کہ ہم گذشتہ صفحات میں واضح کر چکے ہیں۔

عرب راویوں سے وابستہ ان تینوں مقامی اشخاص کے بیانات کے علاوہ بھی فتحنامہ میں ایسا کافی مواد موجود ہے کہ جس کی بنیاد مقامی روایتوں پر ہے۔ ان میں سے صرف ایک روایت (ص 185) شجاع نامی ایک شخص کے داہر سے مقابلے کے متعلق ایسی ہے جس میں ایک مقامی راوی رام رسیہ برہمن کا نام لیا گیا ہے، لیکن باقی مندرجہ ذیل روایتیں فنِ روایت کے اصول کے مطابق نہیں ہیں، کیونکہ ان میں کسی راوی کا بھی نام نہیں دیا گیا۔

1- صفحہ 59 سے 100 تک اسلامی فتوحات سے پہلے، سندھ کی بیان کردہ تاریخ کا سارا بیان صرف سنی سنائی باتوں پر مشتمل ہے اور کسی جگہ بھی کسی راوی کا نام نہیں دیا گیا۔ مثلاً صفحہ 59 پر ابتدا ہی نامعلوم ”راویانِ اخبار اور مصنفینِ تاریخ“ سے ہوتی ہے اور ص 25 پر اس داستان کا مصنف اور اس بوستان کا محرر بھی نامعلوم ہے۔ اس باب میں ص 63 پر عرب امیر عین الدولہ ریحان مدنی کا ذکر رسول اللہ ﷺ کے ہجری سال دوم کی جانب اشارہ، اور ص 99 پر قبیلہ بنو سامہ کے علاقوں کا سندھ میں بھاگ کر آنا یہ سب باتیں یہ ظاہر کرتی ہیں کہ یہ باب یقینی طور پر کسی مسلمان مورخ کا تصنیف کردہ ہے۔ اس کے علاوہ اس باب میں سندھ کے بعض واقعات اور حالات کی تفصیلات کا موجود ہونا اس امر کی تصدیق کرتا ہے کہ ان حالات کے جمع کرنے میں کافی تحقیق سے کام لیا گیا

1 دیکھئے فتح نامہ صفحات 123، 234، 191

2 ایضاً صفحات 135، 187

3 ایضاً صفحہ 219

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

ہے۔ البتہ اس میں فتح اور رانی سونھن دیوی کے معاشقے کی داستان کا افسانوی رنگ غمازی کرتا ہے کہ یہ غالباً فارسی مترجم کا اضافہ ہے، جس پر تفصیلی بحث آئندہ آئے گی۔

2- ص 158 پر ڈاھر کے محمد بن قاسم کے مقابلے کے لئے میدان کے دوسرے کنارے پر تیار ہونے کا بیان بھی مقامی روایت پر انحصار رکھتا ہے، لیکن اس کی صحت کو مؤثق کرنے کے لئے اسے خاص طور پر ”ہند کے داناؤں“ سے منسوب کیا گیا ہے۔

3- ص 209 پر ”لاڈی“ کے متعلق جو بیان دیا گیا ہے وہ بظاہر بھی غلط ہے، کیونکہ وہاں صاف طور پر یہ کہا گیا ہے کہ یہ بیان ”برہمن آباد کے بزرگوں کی رام کہانیوں سے ماخوذ ہے۔“

4- ص 224 پر اروڑ کی ساحرہ کا قصہ بھی محض ایک افسانہ معلوم ہوتا ہے، کیونکہ اس کی روایت مبہم ہے اور کہا گیا ہے کہ ”اس کہانی کے بیان کرنے والوں نے اسی طرح بیان کیا ہے۔“

5- ص 227 پر اروڑ کے برہمن قیدی سپاہی والا قصہ بھی صرف ایک کہانی ہے، کیونکہ ”اس حکایت کے راوی اور اس کے بیان کرنے والے“ نامعلوم ہیں۔

6- ص 228 پر بے سنگھ کے کیرج کی طرف مدد حاصل کرنے کے لئے جانے کا بیان ”بزرگوں اور سربراہ لوگوں سے سنی ہوئی باتوں“ پر مبنی ہے اور حالانکہ ”بزرگوں اور سربراہوں“ کے الفاظ بے سنگھ کے کیرج جانے کے بیان کی صحت پر زور دیتے ہیں، مگر اس بیان میں بے سنگھ سے چنگی کی محبت کا افسانہ غالباً فارسی مترجم کی تخلیق ہے جس کا ذکر آئندہ اوراق میں آئے گا۔

7- ص 228 پر بے سنگھ کی ولادت اور بہادری کی داستان بھی ”اروڑ کے بعض برہمنوں“ سے منقول ہے اور محض ایک کہانی ہے، جسے کوئی خاص تاریخی اہمیت حاصل نہیں۔

مذکورہ مواد کے علاوہ مترجم علی کوئی نے بھی زیب داستان اور عبارت آرائی کے خیال سے کچھ اپنی طرف سے بھی اضافے کئے ہیں، جن کا آگے چل کر جائزہ لیا جائے گا۔

اصل عربی کتاب کی تالیف کے متعلق رائے: فتح نامہ کے تاریخی پس

منظر اور اس کے سارے مواد کے اصل ماخذ کی بابت مذکورہ بالا وضاحت سے معلوم ہوا کہ فتح نامہ کی تالیف کا مدار حسب ذیل کتابوں اور بیانات پر ہے۔

- 1- مدائن کی دو کتابیں ”کتاب فتح سمران“ اور ”کتاب ثغر الھند“۔
- 2- مدائن کے علاوہ (۴) سندھ کی فتح کے متعلق دوسرے عرب راویوں اور مؤرخوں کے بیانات۔
- 3- سندھ میں قبل از اسلام کے دور کے متعلق اور محمد بن قاسم کی فتوحات سے متعلق بعض حکایتوں کے بارے میں مقامی لوگوں، داناؤں، بزرگوں، سربراہوں اور برہمنوں وغیرہ کے زبانی بیانات۔

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

ان میں سے پہلے اور دوسرے ماخذوں میں تمیز کرنا مشکل ہے، کیونکہ روایتوں کے سلسلے حذف ہیں اور بہت ممکن ہے کہ فارسی ترجمے میں جو روایتیں دوسرے راویوں سے منسوب ہیں، وہ درحقیقت مدائنی کے توسل سے نقل کی گئی ہوں، لیکن اس کا نام چھوڑ دیا گیا ہو۔ ان حقائق سے اس گمان کو مزید تقویت پہنچتی ہے کہ ان راویوں میں سے جن اشخاص کے متعلق جو معلومات حاصل ہوئی ہیں، وہ مدائنی سے پہلی کی ہیں اور ان کے بیانات غالباً مدائنی کے ذریعہ ہی بعد کے لوگوں تک پہنچے ہیں۔ بہر حال پہلے اور دوسرے ماخذوں کے راویوں میں ابوالحسن مدائنی سب کے بعد کا ہے۔ اسی لئے یا تو یہ کتاب خود مدائنی (135-225ھ) کی تصنیف ہے یا اس کی وفات (225ھ) کے بعد تصنیف ہوئی۔ فتحنامہ میں خود مدائنی کی روایتوں میں سے بعض کے متعلق یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ یہ بیانات بعض دوسرے راویوں کے ذریعہ مدائنی سے نقل کئے گئے ہیں۔ جس کے معنی یہ ہوئے کہ شاید ابوالحسن کے بعد یہ بیانات اس سے سینہ بسینہ یا اس کے کتابوں کے توسل سے قلم بند کئے گئے۔

جس مواد کا خاص مقامی روایتوں پر مدار ہے، ان کے سنہ تالیف کی بابت یقینی طور پر کچھ نہیں کہا جاسکتا، کیونکہ سوائے ”رام رسیہ برہمن“ کے دوسرے تمام راویوں کے نام ناپید ہیں اور خود رام رسیہ کا تہنام بھی کوئی رہنمائی نہیں کر سکتا۔

فتحنامہ کے سارے متن میں کوئی بھی ایسی داخلی شہادت موجود نہیں ہے کہ جس کی بنا پر اس کا سنہ تالیف متعین کیا جاسکے، البتہ 235/1236 پر ایک عربی شعر ہے جو کہ ابوالفتح ہستی کے قصیدہ میں سے ہے، جس نے 401/400ھ میں وفات پائی۔ لیکن چونکہ اس شعر کا نفس مضمون سے کوئی تعلق نہیں ہے، اس لئے ممکن ہے کہ وہ فارسی مترجم نے شامل کیا ہو۔ اس شبہ کی بنا پر اسے فتحنامہ کے سنہ تالیف کے سلسلے میں سند کے طور پر پیش کرنا منطقی طور پر صحیح نہ ہوگا۔

البتہ مترجم علی کوئی کے دیباچے میں بیان کیا گیا ہے کہ اصل کتاب ”عرب عالموں“ کی تصنیف ہے اور اس کا نسخہ قاضی اسماعیل (613ھ) کے ”جد امجد“ کے ہاتھوں کا لکھا ہوا تھا اور ان کے خاندان میں میراث کے طور پر چلا آ رہا تھا۔ ”جد امجد“ کے تذکرے اور ”میراث کے طور پر

1. مثلث فارسی متن میں صفحہ 103 پر یہ الفاظ ہیں: ”سکاء دورین و بزرگان بہ گلین از ابوالحسن روایت کردند“۔ صفحہ 157 پر ”از ابوالحسن مدائنی روایت کردند“ کے الفاظ دیئے گئے ہیں، اور صفحہ 164 پر ”در احادیثی از احمد از (علی بن) محمد ابی الحسن المدائنی“ کے الفاظ مذکور ہیں۔

2. دیکھئے آخر میں ص 515 نوٹ 337/136

3. دیکھئے زیر مطالعہ مقدمہ ص 3۔ الیٹ (Elliot) ”ہاتھوں لکھی ہوئی“ سے مراد ”تصنیف کردہ“ لیتا ہے۔ دیکھئے تاریخ الیٹ جلد 1 ص 134۔ لیکن ایسے قیاس کے لیے کوئی ثبوت موجود نہیں۔ اگر یہ کتاب قاضی اسماعیل کے بزرگوں میں سے کسی کی تصنیف ہوئی تو وہ علی کوئی کو اس سے مطلع کرتا۔

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

ورش میں چلے آتے رہے“ سے یہ گمان ہوتا ہے کہ یہ کتاب شاید دو یا ڈھائی صدی تک اس خاندان میں رہی ہو۔ اس کتاب کے اس خاندان میں رہنے کا زمانہ چوتھی صدی ہجری تک ہو سکتا ہے۔ اس بنا پر کہا جاسکتا ہے کہ اصل عربی کتاب، مدائنی کی وفات سے لے کر چوتھی صدی ہجری کے اخیر تک یعنی 225ھ سے 400ھ کے درمیان کسی زمانے میں تالیف ہوئی ہوگی۔

مدائنی کے بعد دوسرے جس شخص نے بھی یہ کتاب تالیف کی، اس نے مدائنی کی تصانیف ”کتاب فتح مکران“ اور ”کتاب ثغر الہند“ پر ہی اس کی بنیاد رکھی اور اسی وجہ سے یہ کتاب محمد بن قاسم کی فتوحات سندھ پر ختم ہوتی ہے۔ اگر 225-400ھ کے درمیانی زمانے میں کسی مصنف کو تاریخ سندھ کے متعلق کسی نئی تاریخ کے لکھنے کا خیال ہوتا، تو اس وقت تک جتنے بھی گورنر سندھ پر حکومت کر چکے تھے، اُن کا ذکر بھی یقیناً کتاب میں شامل کرتا، یعنی محمد بن قاسم کے بعد کے حالات ضرور درج کرتا۔

حالانکہ اس کتاب کا تعلق ایک محدود تاریخی دور سے ہے، لیکن واقعات کی تفصیل کی وجہ سے اسے ایک ممتاز تاریخی اہمیت حاصل ہے۔ اس کتاب میں سندھ کی قبل از اسلام کی تاریخ کے امکانی تفصیلی بیانات، محمد بن قاسم کے شیراز سے روانگی کے وقت سے فتح ملتان تک کے مفصل حالات، محمد بن قاسم اور ڈاھر کے درمیان جنگ کی تیاریوں اور لڑائی کی کیفیتوں اور مختلف معرکوں کی جزئیاتی تفصیلات و اہم واقعات، خاص مواقع پر عرب شعراء کے اشعار، حجاج اور محمد بن قاسم کے خط و کتابت کے مفصل اندراجات، فتحنامہ کا یہ جملہ مواد نہ صرف منفرد اور ممتاز ہے، بلکہ عربی تاریخوں میں بھی کمیاب ہے۔ اس کتاب کے مواد میں جو پیچیدگیاں ہمیں نظر آتی ہیں، وہ تو غیر معتبر مقامی روایتوں کے داخل کرنے سے پیدا ہوئی ہیں، یا دوسرے نسخوں کی نقل در نقل کی وجہ سے اسماء خاص، واقعات کے سنین میں تحریف و تھیف اور عبارتوں میں خلل ہونے کی وجہ سے وجود میں آئی ہیں یا غالباً فارسی مترجم کی روایتوں کے سلسلے حذف کرنے اور عبارت میں رنگ آمیزی کرنے کی وجہ سے واقع ہوئی ہیں۔ یہاں تک کہ روایتوں کی سلسلوں میں قطع و برید کی وجہ سے بعض واقعات کی صحت کا پرکھنا البتہ ناممکن ہو گیا ہے، لیکن باقی جملہ کوتاہیوں اور اضافوں اور پیچیدگیوں کی علمی تحقیق اور تنقید سے تلافی ہو سکتی ہے۔

اصل عربی کتاب کا نام: اصل عربی کتاب جس کا 613ھ کے قریب علی کوئی نے ترجمہ کیا، اس کے سرورق پر یا شروع میں کتاب اور اصل مصنف کا نام ہونا قطعی طور پر یقین ہے، لیکن فارسی مترجم علی کوئی نے اپنے دیباچے میں اس کے متعلق کوئی وضاحت نہیں کی، بلکہ اپنے فارسی ترجمے کے لیے ایک نیا نام تجویز کیا، جو کہ غالباً نامانوس ہونے اور ترجمے کے آخر میں ہونے

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

کی وجہ سے رائج نہ ہو سکا۔ چنانچہ بعد کے پڑھنے والوں نے اسے مختلف ناموں سے پکارا اور آخر میں یہ کتاب ”فتح نامہ“ کے غلط لیکن آسان نام سے مشہور ہوئی۔ گذشتہ صدی میں پہلی بار ایلفنٹن نے اس کے انڈیا آفس کے قلمی نسخے کے مطالعے کے بعد اس کا نام ”تاریخ ہندو سندھ“ ظاہر کیا۔¹ اس کے بعد ایٹ نے اپنی تاریخ میں وضاحت کی کہ ”فتح نامہ“ کے نام کے لیے خود کتاب میں کوئی داخلی ثبوت موجود نہیں، بلکہ کتاب کی ابتدا اور آخر میں اسے ”فتح نامہ“ کہا گیا ہے۔² اس کے بعد آخر میں شمس العلماء ڈاکٹر داؤد پوٹہ مرحوم نے فارسی متن سے کتاب کے نام کے متعلق حوالے جمع کر کے واضح کیا کہ کتاب کا ”فارسی میں اصل نام فتحنامہ“ تھا۔³ اور اسی لحاظ سے فارسی ایڈیشن میں انہوں نے کتاب کا نام ”فتحنامہ سندھ المعروف بہ فتح نامہ“ رکھا ہے۔ ذیل میں ہم اس مسئلہ پر تفصیل سے روشنی ڈالیں گے۔

چونکہ کتاب کا اصل عربی نام ہم تک نہیں پہنچا ہے، اس وجہ سے صرف فارسی ترجمہ کی داخلی شہادتوں کی روشنی ہی میں ہمیں اس کا سراغ لگانا ہوگا۔ ڈاکٹر داؤد پوٹہ مرحوم نے اس سلسلے میں فتحنامہ کے صفحات [54-56-185] کے حوالہ جات دیئے ہیں، جن میں اس کتاب کے لیے ”ایں فتحنامہ“ کے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔ ان کے علاوہ بھی دوسرے صفحات پر اس قسم کے حوالے موجود ہیں۔ ”ایں کتاب ہندو..... فتح سندھ“ ص [8]، ”تاریخ این فتح“ ص [10]، ”ایں فتحنامہ“ ص [13]، ”فتحنامہ“ (بمعنی فتح کا وہ خط جو محمد بن قاسم نے حجاج کو بھیجا) صفحات [186-187، 191، 196 اور 199]۔ ان حوالوں سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ لفظ ”فتحنامہ“ کو مترجم نے دو معنوں میں استعمال کیا ہے، یعنی لفظی طور پر بمعنی ”فتح کا خط“ اور اصطلاحی طور پر یہ کتاب کہ جس کا تعلق خاص سندھ کی فتح سے ہے۔ اب اگر تسلیم کر لیا جائے کہ لفظ ”فتحنامہ“ اصل عربی کتاب کے نام کے مفہوم کو کسی قدر ادا کرتا ہے تو صرف یہ کہا جاسکتا ہے کہ اصل عربی نام میں شاید ”فتح“ کا لفظ ضرور تھا۔ ص [10] پر ”تاریخ این فتح“ والا فقرہ بھی کسی قدر اس قیاس کی تائید کرتا ہے۔ دوسری طرف ص [18] پر عبارت ”محرر این کتاب تاریخ ہند و مقرر فتح سندھ“ بھی گویا بیانیہ معلوم ہوتی ہے، لیکن اگر اس عبارت سے بھی عربی نام کا اندازہ لگایا جائے، تب بھی صرف یہ کہا جاسکتا ہے کہ شاید اس اصلی نام میں ”تاریخ ہند و فتح سندھ“ جیسے الفاظ تھے۔

1. دیکھئے ایلفنٹن کی انگریزی تاریخ ”ہسٹری آف انڈیا“ پانچواں ایڈیشن لندن 1866ء، ص 311 حاشیہ 31۔

2. ایٹ کی تاریخ جلد 1 ص 131

3. ”فتحنامہ سند المعروف بہ فتح نامہ“ ڈاکٹر داؤد پوٹہ مقدمہ ص ”ب“

یا قوت اپنی کتاب معجم البلدان (457/3) میں ملتان کے بارے میں لکھتے ہوئے کہتا ہے کہ ”ذکر المدین فی فتوح الہند والسند“ یعنی ”مدین نے اس (بت) کا ذکر فتوح الہند والسند“ میں کیا ہے۔ یا قوت کا یہ واحد حوالہ ہر چند کہ قیمتی اور قابل توجہ ہے، لیکن مبہم بھی ہے۔ اگر اس میں ”المدین“ کو ”المدائنی“ تسلیم کر لیا جائے، اور ”فتوح الہند والسند“ کو کتاب کا خاص نام تصور کیا جائے تو پھر یہ مطلب ہوگا کہ ابوالحسن مدائنی نے ”فتوح الہند والسند“ کے نام سے بھی ایک کتاب لکھی تھی (جو کہ یا قوت 1179-1229ء کے مطالعے میں آچکی تھی) اور اسی لحاظ سے فارسی مترجم کے مذکورہ الفاظ یقینی طور پر اسی نام کی غازی کرتے ہیں۔ اگر یہ وضاحت تسلیم کر لی جائے تو پھر تو یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ فتحنامہ غالباً ابوالحسن مدائنی کی تصنیف ہے اور اس کا اصل نام ”فتوح الہند والسند“ تھا۔ مدائنی کی تصنیف کی صورت میں یہ کتاب تقریباً 150ھ (جب مدائنی کی عمر کم از کم 15 سال کی تھی) اور 225ھ (جب مدائنی نے وفات پائی) کے درمیانی زمانے میں تصنیف ہوئی، لیکن کسی اور پختہ شہادت کے نہ ہونے کی وجہ سے صرف اسی ایک حوالے کی بنیاد پر یہ نتیجہ فیصلہ کن نہیں ہو سکتا، کیونکہ یا قوت کے مذکورہ حوالے کے دوسرے مطلب بھی ہو سکتے ہیں۔¹ لیکن اس کے باوجود یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس حوالہ میں ”فتوح الہند والسند“ کے الفاظ اور بلاذری کے باب ”فتوح السند“ کا عنوان اور فتحنامہ کی مذکورہ عبارتیں اس نتیجے کی طرف رہنمائی کرتی ہیں کہ غالباً اصل عربی کتاب کا نام ”فتوح الہند والسند“ تھا۔

افسوس کہ فارسی مترجم علی کوئی نے نہ اصل کتاب کے نام کے متعلق کوئی وضاحت کی ہے اور نہ اپنے فارسی ترجمے کے لیے کوئی صاف اور واضح نام منتخب کیا ہے۔ ایک تو اسے اپنے ترجمے کا نام تجویز کرنے کا خیال ہی کتاب ختم کرنے کے بعد آیا، دوسرے ترجمے کا نام تجویز کرنے میں اُس نے اپنے مربی وزیر عین الملک کے نام کا لحاظ رکھا، جس کی وجہ سے ایک آسان اور صاف

1. اول تو اس حوالے میں مصنف کا نام ”المدین“ دیا گیا ہے۔ ”المدائنی“ نہیں، اسی وجہ سے مذکورہ کتاب ”فتوح الہند والسند“ کا مصنف ”المدین“ تھا۔ لیکن چونکہ فتحنامہ میں اس نام کے مؤرخ کا کوئی اہم ذکر نہیں ہے اس وجہ سے ”فتوح الہند والسند“ یقینی طور پر ایک دوسری کتاب تصور کی جانی چاہیے۔ یا قوت نے اپنی دوسری تصنیف ”معجم الادباء“ میں المدائنی کی تصنیفات کے نام ابن ندیم کی ”کتاب الفہرست“ سے نقل کر کے شامل کئے ہیں، لیکن نہ یا قوت کے ان نقل کئے ہوئے ناموں میں مدائنی کی مذکورہ کتاب ”فتوح الہند والسند“ کا ذکر ہے اور نہ ہی ابن ندیم کی اصل کتاب الفہرست میں۔ دوسرے اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ اس حوالے میں مصنف کا نام صورت خطی کی غلطی کی وجہ سے ”المدین“ لکھا گیا ہے اور یہ صحیح نام ”المدائنی“ ہے، تب بھی ”فتوح الہند والسند“ کے فقرے سے لازمی طور پر ایک خاص کتاب سے مراد نہیں لی جاسکتی، بلکہ مجموعی طور پر اسے مدائنی کی تصنیفات کتاب ”فتح کرمان“ کتاب ”فہر الہند“ اور کتاب ”غزل الہند“ کی جانب اشارہ تصور کیا جاسکتا ہے کہ جن میں ہند اور سندھ کی فتوحات کا ذکر تھا۔

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

نام کے بجائے اس نے ایک طویل اور پر تکلف ”لقب“ یعنی ”منہاج الدین والملك، الحضرة الصدر الاجل العالم عين الملك“ اختیار کیا۔¹ ایک تو خود اس طویل لقب کی انوکھی ساخت اور ہیئت بھی معنوی لحاظ سے مشکوک ہے، دوسرے فتح نامہ کے قلمی نسخوں میں کاتبوں کی غلطی کی وجہ سے یا خود مترجم کے مختلف عبارتیں اختیار کرنے کی وجہ سے، اس طویل لقب کو ”سماء الدین والملك، الحضرة الصدر الاجل العالم عين الملك“ بھی پڑھا جاسکتا ہے اور اس میں ”عين الملك“ کے فقرے کو ”علاء الملك“ بھی پڑھا جاسکتا ہے۔²

ظاہر ہے کہ مترجم علی کوئی کے بعد دوسرے جن لوگوں نے اس کے ترجمے کے قلمی نسخے پڑھے ہوں گے، انہیں بھی اس طویل اور مبہم لقب سے یاد کرنے میں آسانی نہ محسوس ہوئی ہوگی۔ یہی وجہ ہے کہ ”طبقات اکبری“ (تصنیف 1002ھ) کے مصنف (جس کا حوالہ سب سے پہلا ہے) اور اس کے بعد ”زبدۃ التواریخ“ (تصنیف 1014-1025ھ) کے مصنف نے اس کتاب کو علی کوئی کے اس طویل ”لقب“ کی بجائے ایک مختصر نام ”منہاج المسالک“ سے ذکر کیا ہے۔ پھر اگر مترجم علی کوئی اپنے اس اختراعی طویل لقب کو اپنے ترجمے کے شروع میں، دیباچے میں بیان کر دیتا تب بھی بعد کے پڑھنے والے اس سے آسانی سے متعارف ہوتے اور پھر اس کتاب کو مختصر طور پر ”منہاج الدین“ یا ”منہاج المسالک“ کے ناموں سے موسوم کرتے، اس طرح متفقہ طور پر لفظ ”منہاج“ اس کتاب کے نام میں ایک مستقل حیثیت اختیار کر لیتا۔ لیکن جیسا کہ پہلے کہا جا چکا ہے، علی کوئی کو اپنے ترجمے کے لیے موزوں لقب اختیار کرنے کا خیال دیر سے آیا۔ شاید اسی وجہ سے اس نے لقب کتاب کے آخر میں بیان کیا، لیکن چونکہ اس کے پڑھنے والوں کو کتاب کے دیباچے میں اس کتاب کا کوئی نام نظر نہ آیا اور ابتدائی باب میں ”فتح“ کے متعلق طویل بیانات پڑھ کر، نیز فتح کی ذہانت اور ہوشیاری سے متاثر ہو کر، انہوں نے اسے ”شاہنامہ“ اور ”سکندر نامہ“ کی طرح ”فتح نامہ“ کے نام سے موسوم کر دیا۔ ظن غالب یہ ہے کہ اس کتاب کا یہ غلط نام بہت قدیم زمانے سے مشہور ہے۔ کیونکہ ”طبقات اکبری“ میں، جو کہ 1002ھ میں تصنیف ہوئی اور جس میں فتح نامہ کے بارے میں سب سے قدیم حوالہ ہے، اس میں اس ترجمے کے بارے میں یہ الفاظ ہیں کہ ”تاریخ منہاج المسالک کہ مشہور بہ فتح نامہ است“³ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے

1. فتح نامہ ص 245۔

2. دیکھئے حاشیہ: (1)۔ (1) ص 245 اور آخر میں ص 334 کا نوٹ [247]۔

3. ’طبقات اکبری‘ جلد 3، ص 506

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

کہ کم از کم 1002ھ کے بہت پہلے سے علی کوئی کا یہ فارسی ترجمہ ”چٹنامہ“ کے غلط مگر آسان نام سے مشہور ہو چکا تھا۔ ”طبقات اکبری“ کے بعد ”ہنگھارنامہ“ میں بھی، جو کہ 1017ھ کی تصنیف ہے، اس میں اس ترجمے کو ”کتاب چٹنامہ“ کے عام نام سے موسوم کیا گیا ہے۔¹ خود فتحنامہ کے جملہ موجود قلمی نسخوں میں سے سب سے پرانا نسخہ جو کہ شوال 1061ھ میں لکھا گیا اور اس وقت پنجاب یونیورسٹی کی لائبریری میں محفوظ ہے، اس کے سرورق پر بھی یہ عبارت تحریر ہے ”این تاریخ فتح سند است متعلق فتح نامہ خواند است محمد بن قاسم خویش حجاج“،² اس مبہم عبارت میں بھی ”چٹنامہ“ کا نام موجود ہے۔ ان حوالوں سے ظاہر ہے کہ نہ صرف گیارہویں صدی ہجری کی ابتدا ہی سے یہ کتاب ”فتح نامہ“ کے عام نام سے مشہور ہے، بلکہ اس سے بھی پہلے سے یہ اسی نام سے موسوم کی جاتی تھی۔ چنانچہ جب سے لے کر آج تک اسے اسی نام سے یاد کیا جاتا ہے، حالانکہ علمی طور پر یہ نام متفقہ حیثیت نہیں اختیار کر سکا۔ اس کتاب کے ایک نسخہ (ن) میں، جو کہ 1232ھ کا لکھا ہوا ہے اور جس کا ذکر آئندہ ادراک میں آئے گا، اس کا نام ”نصاح الدین معروف بہ چٹنامہ“ لکھا ہوا ہے۔ اور ایک دوسرے نسخے (ک) میں، جو کہ 1288ھ کا تحریر کردہ ہے، اس میں، اس کتاب کا نام ”تاریخ قاسمی“ یا ”فتح نامہ“ تحریر ہے۔

بہر حال کتاب کے اصل عربی نام کا پتہ نہ چلنے اور خود اصل فارسی نام کے مبہم ہونے اور آسانی کی وجہ سے دوسرے بدلے ہوئے اور غلط ناموں کے رائج ہوجانے کی بڑی ذمہ داری مترجم علی کوئی کی اصل کتاب کے سلسلے میں بے احتیاطی اور اس کے کئے ہوئے رد و بدل پر ہے۔ ذیل میں ہم انہی امور پر روشنی ڈالنے کی کوشش کریں گے۔

مترجم علی کوئی اور اس کا فارسی ترجمہ

مترجم: خود مترجم کے بارے میں بھی ہمیں صرف وہی حالات معلوم ہیں کہ جو اس نے اپنے متعلق اپنے فارسی ترجمے کے دیباچے اور اس کے آخر میں تحریر کئے ہیں۔ مثلاً: اس نے اپنا

1. ہنگھارنامہ، نسخہ قلمی، مکتبہ عالیہ، پڑپانس میر نور محمد خان مرحوم، حیدرآباد سندھ

2. اسی سرورق پر چٹنامی کے بائیں طرف ”فتح نامہ اباسلم“ کے الفاظ درج ہیں۔ اور اس کے بعد مذکورہ بالا عبارت ہے، جس کے نیچے یہ ناص عبارت تحریر ہے کہ ”این قصہ اباسلم مردزی کہ جنگ کردہ باشد..... مردوز..... و کشتن او درین کتاب تمام مذکور شد..... فتحنامہ این..... مردوز..... و حافظ محمد ظہور الدین۔ اس عبارت کا سلسلہ پھر نسخے کے آخری صفحہ کی پشت پر شروع ہوتا ہے، جس کا تعلق ابواسلم مردوزی (خراسانی) اور خراسان کے گورنر نصر بن سیار کی جنگ سے ہے۔ لیکن اس ساری عبارت کا اس نسخے کے اندرونی مواد سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

پورا نام ”علی بن حامد بن ابی بکر کوفی“ بیان کیا ہے۔¹ (ص 53) 613ھ میں اس کی عمر 58 سال کی تھی۔ (ص 54) اس کے یہ معنی ہوئے کہ وہ تقریباً 555ھ میں پیدا ہوا تھا۔ اور اس کی اس نسبت ”کوفی“ سے یہ خیال ہوتا ہے کہ وہ کوفہ میں پیدا ہوا اور وہیں پرورش پائی۔ اس کے بیان کے مطابق جب اپنی عمر کا ایک معتد بہ حصہ وہ نعمت و آرام میں بسر کر چکا، اور اس دنیائے دوں سے بڑا نصیب اور مکمل حصہ پا چکا۔ اس وقت حادثات اور زمانے کی صعوبتوں اور زمانے کے مصائب سے تنگ آ کر، اپنے اصلی وطن اور مولد کو چھوڑ کر، کچھ دنوں آ کر اُج مبارک میں مقیم اور سکونت پذیر ہوا۔ (ص 53-54) اس کے اس بیان سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ اس کی ابتدائی زندگی کافی عیش و آرام سے گزری اور ”مکمل کامیابی“ کے فقرے سے گمان ہوتا ہے کہ وہ شاید اپنی جوانی اور چالیس سال کی عمر کے بعد اپنے اصلی وطن (کوفہ؟) سے مجبوراً ہجرت کر کے ”کچھ دنوں آ کر اُج مبارک میں سکونت پذیر ہوا۔“ اس وقت یہاں سندھ اور ملتان پر سلطان ناصر الدین قباچہ (602-625) حکمران تھا۔ قباچہ ایک بہادر، بیدار مغز اور علم پرور سلطان تھا۔ مغلوں کے فتنے کی وجہ سے خراسان، غور اور غزنہ کے علماء آ کر اس کے دربار میں جمع ہو گئے تھے، جن کا وہ بڑا قدردان تھا۔ اس کا وزیر شرف الملک رضی الدین ابوبکر بھی اس کی طرح بڑا علم دوست اور معارف نواز تھا۔ وزیر شرف الملک نے علی کوفی کی بڑی توقیر کی، اور اسے دل کھول کر نوازا، اور اس طرح وہ کئی سال اس کے ”سایہ کرم“ میں رہا اور اس کی نوازشوں اور احسانوں نے اس کی صعوبتوں اور غموں کا مداوا کر دیا۔ (ص 55)۔ وزیر شرف الملک کے بعد اس کی اولاد نے اپنے باپ کے طریقے کو باقی رکھا۔ چنانچہ وہ اس کی اولاد کے احسانات کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ ”اس کی اولاد..... کی نعمتوں کا حق میری گردن پر لازم ہے۔“ (ص 55)

فتحنامہ کے دیباچے سے اس کا بھی پتہ چلتا ہے کہ علی کوفی ایک دیدار شخص تھا۔ ص 53 پر سلطان ناصر الدین قباچہ کے متعلق اس کے دعائیہ اشعار اور ص 57 پر اس کا مندرجہ قطعہ ظاہر کرتے ہیں کہ وہ ایک اچھا خاصہ شاعر تھا۔ فتحنامہ کا فارسی ترجمہ اس کی نثر کی سادگی اور مؤثر

1. اصل فارسی عبارت یوں ہے: ”بندہ دولت محمدی علی بن حامد بن ابی بکر کوفی“ ص 9/ [8]۔ کتاب کے قلمی نسخوں میں کچھ لوگوں کی غلطی کی وجہ سے لفظ ”محمدی“ کو ”محمد“ یا ”محمد بن“ پڑھا گیا ہے۔ اس طرح ”الیث“ (جلد 1، ص 131) اور ”آتھی“ (فہرست انڈیا آفس لائبریری No. 435) نے مؤلف کا نام ”محمد علی بن حامد بن ابی بکر کوفی“ لکھا ہے اور ”ریو“ (فہرست مکتب برطانیہ جلد 1، ص 290) نے ”محمد بن علی بن حامد ابی بکر کوفی“ تحریر کیا ہے۔ حالانکہ فارسی متن میں تین مقامات پر مؤلف نے صاف طور پر اپنا ذاتی نام ”علی“ لکھا ہے۔ دیکھئے ص 53/ [8]، 55/ [11] اور 51/ [13]، روہڑی کے سید محبت اللہ نے اپنی تاریخ سندھ (فارسی قلمی) میں دوسرے مؤلف کا نام ”علی بن ابراہیم الکوفی“ لکھا ہے، لیکن مؤلف کی خود اپنی عبارت ان غلطیوں کی تردید کرتی ہے۔

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

اسلوب کی شہادت دیتے ہیں، اور اسلامی تاریخ سے بھی اس کی خصوصی دلچسپی کو ظاہر کرتے ہیں۔ غالباً انہی علمی اور ادبی صلاحیتوں ہی کی وجہ سے سلطان ناصر الدین اور اس کے وزراء کے دربار میں علی کوئی کو مقبولیت حاصل ہوئی۔ لیکن اس کے بعد 613ھ میں جب اس کی عمر اٹھاون سال کی تھی، اس کا آفتاب اقبال زوال پذیر ہوا، اور اس کی ساری مسرتیں خاک میں مل گئیں۔ شاید اسی بنا پر وہ تمام مشاغل ترک کر کے تصنیف اور تالیف کی طرف متوجہ ہوا۔ اور اسی سلسلے میں اس نے ہندستان کی ابتدائی اسلامی فتوحات کے متعلق کتاب کی تلاش میں اُج سے ارور کا سفر اختیار کیا، جہاں اس کی ملاقات مولانا قاضی اسماعیل سے ہوئی۔ قاضی اسماعیل نے اسے ابتدائی اسلامی تاریخ کے متعلق ایک عربی کتاب دکھائی، جو کہ ان کے ”اجداد کی تحریر کردہ“ تھی، اور ان کے خاندان میں ایک دوسرے کو بطور میراث کے منتقل ہوتی چلی آرہی تھی (ص 54)۔ علی کوئی نے اس کتاب کا عربی سے فارسی میں ترجمہ کیا اور اس ترجمے کو اپنے مرحوم مربی وزیر شرف الملک رضی الدین ابوبکر کے فرزند وزیر عین الملک فخر الدین حسین کے نام نامی اسم گرامی سے منسوب کیا۔ (ص 55-56)

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاید وزیر عین الملک نے اس سے کچھ حیرتی اختیار کر لی تھی، اس لیے اس نے اس کتاب کو اس کے لڑکے کے نام سے انتساب کر کے اس کی خوشنودی حاصل کرنی چاہی، جیسا کہ اس نے خود اس طرف اشارہ کیا ہے ”تا کہ وہ اس کھوٹے سکے کے ویلے آسانی مرتبہ حاصل کر سکے اور اس بلند درگاہ میں تقرب اور قبولیت کے شرف سے مشرف ہو۔“ (ص 58)

ہم تک علی کوئی کا صرف یہی ترجمہ ”فتح نامہ“ جو کہ اب ”فتح نامہ“ سے موسوم ہے، پہنچ سکا ہے۔ معلوم نہیں کہ اس تالیف کے بعد وہ کب تک زندہ رہا اور دوسری کوئی کتابیں اس نے تصنیف یا تالیف کیں۔ لیکن چونکہ اس نے اپنی بقیہ عمر کے لیے تصنیف و تالیف ہی کو اپنا مشغلہ بنالیا تھا۔ اس وجہ سے ممکن ہے کہ اس نے کچھ اور کتابیں بھی لکھیں ہوں۔ متاخر دور کے ایک مصنف سید محبت اللہ نے اپنی ”تاریخ سندھ“ میں علی کوئی کی دو دوسری کتابوں کا بھی تذکرہ کیا ہے، لیکن اس کا نام غلطی سے ”علی بن ابراہیم کوئی“ بیان کیا ہے۔ سید محبت اللہ نے اپنی تاریخ سندھ کے ”حصہ دوم“ (”در تفصیل امصار و بلاد و حضار و قصبات سندھ و وجہ تسمیہ و لغت آخا“) میں حیدر آباد نیز ماہیلہ کی بنیاد کے متعلق کتاب ”تنقیح الاساذ“ کی کچھ مختصر عبارتیں نقل کی ہیں، اور قصبہ میرپور (متصل ماہیلہ) کے متعلق بھی اسی کتاب کے کچھ حوالے نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ ”اتہی ترجمہ، تنقیح الاساذ فی تشریح الامصار والبلاد، تصنیف علی بن ابراہیم الکونی صاحب چٹنامہ“۔ پھر کتاب کے حصہ سوم (بقیہ ذیل الاوراق در تشریح ذوات سندھ) میں ذات ”کلتاس“ کے بارے میں لکھا ہے کہ ”صاحب کتاب الانساب علی بن ابراہیم الکونی میگوید کہ کلتاس نام مردی

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

بود از مغول کہ حالا کلتاسیان منسوب باؤ اند۔“ کتاب کے حصہ چہارم (تمتہ خاتمہ در تشریح بعضی اما کن و جہاں مشہورہ وغیرہ) ”تھان سٹی“ (ستیوں کا استھان) کے بارے میں اسی ”کتاب الانساب“ کی عبارت نقل ہے، اور آخر میں ہے کہ ”اتھلی خلاصہ عبارت سید علی اصغر ٹھٹوی“ جس کے یہ معنی ہیں کہ دراصل سید علی اصغر ٹھٹوی نے ”کتاب الانساب“ کا حوالہ اپنی کتاب میں دیا تھا، اور سید محبت اللہ نے اس سے یہ عبارت نقل کی ہے۔ اپنی کتاب میں سید محبت اللہ نے ان ماخذوں کے نام درج کئے ہیں: چچنامہ، تحفہ الکرام، تاریخ طاہری، جمع الجوامع، طبقات بہادر شاہی، تاریخ بے بدل، رسالہ سید علی اصغر ٹھٹوی الملقب بہ خاکسار، اور تاریخ سیستانی۔ سید محبت اللہ نے علی کوئی کی تذکرہ بالا کتابوں کا ذکر ماخذ کی حیثیت سے نہیں کیا، کیونکہ شاید یہ کتابیں اس کے پاس نہیں تھیں۔ لیکن ان کے حوالے جن کتابوں سے اخذ کئے ہیں، ان میں علی کوئی کی کتابوں کا ذکر موجود تھا۔ چنانچہ علی کوئی کی ”کتاب الانساب“ کا حوالہ ”رسالہ سید علی اصغر ٹھٹوی“ کی عبارت سے نقل کیا ہے اور دوسری کتاب ”تنقیح الاسناد فی تشریح الامصار والبلاد“ کا حوالہ بھی غالباً اسی رسالہ یا تاریخ سیستانی سے دیا ہے۔ حالانکہ یہ تحریر نہیں کیا گیا ہے، لیکن اندازے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب سید محبت اللہ کے سامنے موجود تھی۔

بہر حال علی کوئی کی ان دونوں کتابوں کے یہ نادر، مبہم لیکن دلچسپ حوالے یہ ظاہر کرتے ہیں کہ علی کوئی نے اپنی بقیہ زندگی تصنیف و تالیف میں گذاری اور فتحنامہ کے علاوہ دوسری کتابیں بھی لکھیں۔ لیکن اس کی تصانیف میں فارسی ترجمہ ”فتحنامہ“ ہی سب سے زیادہ مشہور ہوا۔

فارسی ترجمہ پر تنقیدی نظر: اصل عربی کتاب کا خالص مواد معلوم کرنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ پہلے ہم یہ معلوم کریں کہ مترجم علی کوئی نے اپنے اس فارسی ترجمے میں اپنی طرف سے کیا اضافے اور ترمیمات کی ہیں۔

اس سلسلے میں مترجم کا ”مخلص کتاب“ یعنی کتاب کے تمتہ کا باب غور طلب ہے، جس میں وہ اس کتاب کو عربی سے فارسی میں ترجمہ کرنے کی ضرورت اور اہمیت کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ:

”حالانکہ زبان تازی اور لہجہ حجازی میں اس کا بڑا مرتبہ تھا..... لیکن چونکہ یہ پردہ حجازی میں (مجھی ہوئی تھی) اور پہلوی (فارسی) زبان کی تزیں و آرائش سے عاری تھی، اس لیے عجم میں رائج نہ ہو سکی۔ نہ اہل فارس کے کسی آرائش کرنے والے نے فتحنامہ کی اس عروس کو سنگھاراً، اور نہ زبان و عدل کی نگار خانے اور حکمتوں کے بچے میں سے اسے کوئی لباس پہنایا، نہ عقل کے خزانے سے اسے کوئی زیور پہنایا اور نہ میدان فصاحت اور گلزار بلاغت سے کسی شہسوار

نے اس میدان میں گھوڑا دوڑایا۔“ (ص 245-246)

فارسی ترجمے کے متعلق مترجم کے مذکورہ بالا الفاظ اس کے خیالات کی ترجمانی کرتے ہیں۔ مثلاً اس کے خیال کے مطابق 1- ایرانی مصنفوں کی طرز پر اس نسخے کی آرائش کرنا، 2- زبان کی رنگینی سے جلا دینا 3- دانائی اور عقل کے زیور سے اسے آراستہ کرنا اور یہ کہ حسب ضرورت اس کے مضامین کی تشریح اور تاریخ اخذ کرنا 4- اسلوب بیان کو وضاحت اور بلاغت کے سانچے میں ڈھالنا۔ یہ جملہ ضرورتیں اس ”فارسی ترجمے“ میں درکار تھیں۔ چنانچہ فتحنامہ کا فارسی ترجمہ جابجا مترجم کے ان خیالات کی عکاسی کرتا ہے، جن کا تجزیہ کرنے سے ہم اس کے کئے ہوئے اضافوں اور ترمیمات کا پتہ چلا سکتے ہیں۔

کتاب کے شروع میں دیباچہ (ص 49 تا 58) اور آخر میں ”دعا“ اور ”مخلص کتاب“ کے عنوانات (ص 245 تا 246) سے ظاہر ہے کہ یہ عنوان اور ان کے تحت کا مواد مترجم ہی کا تحریر کردہ ہے، جنہیں وہ کتاب میں شامل کرنے اور اضافے کرنے میں بالکل حق بجانب ہے۔ لیکن ان کے علاوہ بھی اس کے دوسرے کافی اضافے کتاب کے متن کا جزو بن گئے ہیں، جو کہ مترجم نے غالباً اپنے مذکورہ بالا خیالات کے ماتحت کئے ہیں۔ اس سلسلے میں مندرجہ ذیل اضافے غور طلب ہیں۔

(1) عورتوں کے قصے اور عشقیہ افسانے: فتحنامہ میں، جو کہ خالص تاریخی مواد، واقعات اور فتوحات کے ذکر کی صورت میں موجود ہے اس کے تسلسل اور تفصیلات پر معتبر عربی تواریخ شاہد ہیں، اس کے علاوہ خود فارسی عبارت کے جملوں کی نشست اور ساخت سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اصل عربی کتاب سے ترجمہ کیا گیا ہے۔ اس خالص تاریخی حیثیت کے برعکس اس میں جو حکایتی اور روایتی مواد اصل عربی کتاب سے ترجمہ نہیں کیا گیا کیونکہ نہ اس میں خالص تاریخی انداز بیان اختیار کیا گیا ہے اور نہ اس میں قدیم عرب مؤرخوں کی تحریر کا اسلوب، ایجاز اور اختصار ہے، بلکہ یہ حکایتی مواد زیادہ تر مقامی روایت پر مبنی ہے اور شاید اروڑ اور بکھر کے قاضیوں کی مدد سے انہیں سیکھا کر کے اس کتاب میں شامل کیا گیا ہو۔ شاید اسی مواد ہی کے سہارے مترجم علی کوئی کو ”لحسن کی آرائش“ کرنے کی گنجائش مل گئی، اور جہاں جہاں اسے عورتوں کے متعلق اشارے ملے وہیں وہیں اس نے انہیں اپنے ترجمے میں فارسی کے افسانوی اور رومانوی رنگ میں رنگ کر شامل کر دیا۔ مثلاً رانی سوہن دیوی اور چچ کا معاشقہ (ص 63-64) داہر کی بہن ”مائین“ اور سوہن رائے بھائی کی منگنی کا قصہ (ص 88-91) ڈاھر کی بیوی ”لاڈی“ اور محمد بن قاسم کی شادی کی حکایت (ص 124، 223) ڈاھر کی بھانجی ”حسنہ“ اور اس کے نکاح کی داستان

فتح نامہ سندھ عرف چچ نامہ

(ص 199-200)، جسے سنگھ سے کیرج کے راجہ دروہر کی بہن ”چنگی“ کا عشق (ص 228-229) اور آخر میں داہر کی دو بیٹیوں، محمد بن قاسم، اور خلیفہ ولید کا قصہ (ص 244-245)۔ ان ساری داستانوں کو افسانوی رنگ میں رنگ کر، اور رائی کو پہاڑ بنا کر پیش کرنے میں فارسی مترجم علی کوئی کا بڑا ہاتھ ہے۔ یہ اسی کے رومانوی تخیل کی بلند پروازی ہے کہ رائی نوہن دیوی اپنی محبت کا اظہار اشعار میں کرتی ہے۔ (ص 63) اور کیرج کے حاکم دروہر کی بہن چنگی، جسے سنگھ کے عشق کی آگ میں جلتی سلگتی اور بستر جہر پر ترپتی ہوئی فارسی رباعی الاپتی ہے۔ (ص 230) مختصر یہ کہ اگر اصل متن میں ان واقعات کے بارے میں کوئی اشارہ ملتا بھی تھا تو اس نے اسے کھینچ تان کر ایک داستان بنا دیا ہے۔

علی کوئی کے یہ اضافے صرف عشقیہ حکایتوں ہی تک محدود نہیں رہے بلکہ اس نے جہاں بھی گنجائش دیکھی وہیں بات کو طول دینے کی کوشش کی ہے، مثلاً ص 224 پر اروڑ کی جادوگرئی کا واقعہ محض ایک فصول اضافہ ہے اور ص 227-228 پر برہمن سپانی اور محمد بن قاسم کی حکایت بھی اسی نوعیت کے اضافے کی ایک دوسری مثال ہے، جس میں اروڑ کا برہمن سپاہی فارسی شعر پڑھتا ہے۔

2- **عبارات آرائی:** مترجم نے ترجمے کے متعلق ”عبارات کے ہار“ اور ”زبان کے سنگارخانہ“ (ص 246) کی خصوصیتوں کا ذکر کیا ہے۔ چنانچہ اسی کی خاطر اس نے ترجمے میں عبارت آرائی اور رنگین بیانی کو اختیار کیا ہے جس کا نفس مضمون سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

ان اضافوں میں ایک تو (غالباً اس کے اپنے) وہ فارسی اشعار ہیں جو اس نے بعض نورتوں اور مردوں کی زبانی ادا کرائے ہیں یا کسی خاص موقع پر خود مناسبت سے ادا کئے ہیں۔ مثلاً مذکورہ اشعار کے حوالوں کے علاوہ ص 227 پر ایک فارسی رباعی ایفائے وعدہ کے اصول کی حمایت میں اور ص 235 پر شاعر ابوالفتح ہستی کے ایک عربی قصیدہ¹ کے بیت ”صلاح و مشورہ“ کی حکمت عملی کی تصدیق میں پیش کئے ہیں۔

دوسرے اسلوب بیان میں رنگین پیدا کرنے کے خیال سے سیدھی سادھی بات کو تکلف اور تصنع سے ادا کیا ہے جس کی مثال ذیل کی عبارتیں ہیں جن کا مقصد سوائے تصنع اور تکلف کے کچھ نہیں اور جن کا مقصد سوائے اس کے کچھ نہیں ہے کہ ”سورج ڈوبا“ یا ”صبح ہوئی“ اور یا ”سورج طلوع ہوا۔“

ص 72: جب دنیا نے کالی گدڑی اور مٹی اور ستاروں کا بادشاہ رات کی سیاہ چادر میں روپوش ہو گیا۔

1. تصدیق کے لئے دیکھئے آخر میں توضیحات ص 515

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

ص 137: دوسرے دن جب صبح صادق تاریکی کے پردے سے اٹھی لباس پہن کر نمودار ہوئی۔
ص 180: دوسرے دن جب صبح نے مشرق کی جانب سے اپنا جہاں آراء اور دلکش جمال دنیا کو دکھایا۔

ص 201: جب رات کے سیاہ پردے سے صبح صادق نمودار ہوئی۔
ص 230: دوسرے دن جب ستاروں کا بادشاہ آسمانوں کے برجوں سے نمودار ہوا اور سر مٹی پر وہ چاک ہوا۔

ص 242: دوسرے دن رات کے سیاہ پردے سے ستاروں کا بادشاہ ظاہر ہوا۔
3- **القاب کے اضافے:** مترجم کے زمانے میں بادشاہوں، امیروں اور بزرگوں کی شان و شوکت کے پیش نظر فخریہ القاب کا عام رواج تھا۔ ”شہاب الدین“ اور ”معز الدین“ یہ دونوں سلطان محمد بن سام غوری کے شاہی القاب تھے۔ اس کے بعد ”سلطان ناصر الدین“ قباجہ کے دور حکومت میں مترجم علی کوئی اُج میں آ کر مقیم ہوا۔ سلطان ناصر الدین کے وزیر ابوبکر کا لقب ”رضی الدین“ تھا جو علی کوئی کا بڑا مربی تھا۔ اس کے بعد وزیر ابوبکر کا بیٹا حسین ”فخر الدین“ کے لقب سے وزیر ہوا، جس کے نام سے مترجم علی کوئی نے فتحنامہ کو منسوب کیا۔ اس زمانے کے رواج کے مطابق علی کوئی نے ترجمے میں بھی اگلے بزرگوں اور امیروں کے ناموں کے آگے ایسے ہی القاب کا اضافہ کیا ہے۔ مثلاً اپنے متن میں ص 12 [13 پر آنحضرت ﷺ کو وجیہ العرب، نظام الملئ و قوام الملئ کے القاب سے یاد کیا، حالانکہ اس وقت ایسے القاب کا بالکل رواج نہ تھا۔ اسی طرح 10/9 پر محمد بن قاسم کو ”عماد الدولئ والدین“ کا لقب دیا ہے۔ دوسرے پانچ مقامات پر صرف ”عماد الدین“ پر اکتفا کیا ہے اور ص 127/145 پر پھر اسے ”کریم الدین“ کا لقب دیا ہے۔ ہم ص 248-249 کے حاشیے میں واضح کر چکے ہیں کہ محمد بن قاسم کے نام کے ساتھ اس قسم کے القاب و آداب نہ تھے، بلکہ اس کی کنیت ”ابوالہبار“ تھی۔ علی کوئی نے پھر ص 234/235 پر اروڑ کے قاضی موسیٰ کے لئے ”برہان الملئ والدین“ کا لقب استعمال کیا ہے۔ اور اس کی اولاد میں سے اپنے معاصر قاضی اسمعیل کو ص 9/54 پر ”کمال الملئ والدین“ کے لقب سے یاد کیا ہے۔ ایسے القاب کا اس زمانے میں اتنا عام رواج تھا کہ علی کوئی نے افسانوں کے علاوہ اپنے فارسی ترجمے کے لئے بھی ”منہاج الدین“۔ الخ (245/247) کا لقب تجویز کیا۔ بہر حال یہ

1. اس ترجمے میں کچھ القاب اردو میں بھی ترجمہ ہو گئے ہیں، اسی لئے تصدیق کے لئے فارسی متن کو دیکھنا چاہئے، جن کے صفحات مریخ توہین میں دیئے گئے ہیں۔

2. دیکھئے صفحات 99، 100، 107، 127، 139 اور 183 [118، 127، 155، 173، 242، 243]

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

ثابت ہے کہ القاب کے یہ اضافے اس کی اختراع ہیں اور ان کا اصل مواد سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

4- **تشریحی اضافے:** ترجمہ کرتے وقت مترجم نے اصل عربی متن میں آئے ہوئے شہروں یا مقامات کے ناموں کی مختصر الفاظ میں تشریح کی ہے کہ وہ اس کے زمانے میں کہاں تھے اور کیا تھے؟ مثلاً ص 83/49 پر فتح نے کمران اور کرمان کی سرحد مقرر کی، اسی سرحد کی مزید وضاحت کے ضمن میں اس نے لکھا ہے کہ ”وہی سرحد موجودہ وقت تک قائم ہے۔“ یہ الفاظ ظاہر ہے کہ مترجم کے ہیں اور قیاسی ہیں۔

ص 84/49 پر شہر قندابیل کی وضاحت میں بیان کیا ہے کہ ”قندابیل یعنی قندھار“۔ یہ قندھار والا فقرہ بھی مترجم کا ہے جو غلط ہے۔ قندابیل سے مراد ”گنداد“ ہے جس کے متعلق ہم نے صفحہ 271 کی توضیح میں بحث کی ہے۔

ص 128-129/107 پر ”کارمتی“ اور ”مدمتی“ کی لفظی تشریح بھی مترجم کی طرف سے کی گئی ہے جس میں اس نے لکھا ہے کہ ”کارمتی یعنی رگل شور“ (کھاری مٹی) اور ”مدمتی یعنی گل سمیں“ (چاندی جیسی چمکدار مٹی) اس کے ان فقروں پر ص 294-295 کی توضیح میں روشنی ڈالی گئی ہے۔

ص 179 [171] پر لفظ ”نیم نیزہ“ کی تشریح کے ضمن میں اس نے لکھا ہے کہ ”لوہے کا دستہ جسے سیل بھی کہتے ہیں“ اور پھر ص 185 [178] پر بھی اسی لفظ کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ”لوہے کا دستہ جسے ہندو سیل کہتے ہیں۔“

ص 218 [217] پر شہر برہمن آباد کی توضیح میں لکھا ہے کہ ”برہمناباد یعنی بابراہ“۔ یعنی توضیح مترجم کی ہے اور اس نے صحیح طور پر برہمن آباد کا مقامی نام ”بابراہ“ (یعنی بانہڑاہ) دیا ہے جس کی وضاحت ہم نے ص 320 پر کی ہے۔

مذکورہ بالا جملہ اضافے مترجم علی کوئی نے اپنی طرف سے رنگین بیانی، عبارت آرائی یا تشریح کے خیال سے کئے ہیں اور اپنے نقطہ نگاہ سے وہ اس میں حق بجانب ہے۔ لیکن چونکہ ان اضافوں نے اصل، صحیح اور معتبر عربی تاریخ کی کتاب کو افسانوی رنگ دے کر اگرچہ اس کی قدرو قیمت کو سطحی محققوں کی نظروں میں گھٹا دیا ہے، لیکن اس کے باوجود اہل نظر مترجم کے ان اضافوں کو پرکھ سکتے ہیں اور کتاب کی اصل قدرو قیمت کو سمجھ سکتے ہیں۔

اضافوں کے علاوہ مترجم علی کوئی سے بعض ایسی بھی کوتاہیاں عدا یا سہواً ہو گئی ہیں جن کی تلافی مشکل ہے۔ اس کی مندرجہ ذیل کوتاہیوں نے خاص طور پر اصل عربی کتاب کی صحت پر اثر ڈالا ہے۔

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

1- مترجم علی کوئی نے اصل عربی کتاب کا نام نہیں دیا اور اس کے بجائے اپنے فارسی ترجمے کے لئے پر تکلف نام تجویز کیا۔ اس کی سے نہ صرف اصل عربی کتاب کا نام محو ہو گیا ہے، بلکہ اس کے فرضی ناموں کے لئے بھی میدان ہموار ہو گیا، جس کا اس سے پیشتر ذکر ہو چکا ہے۔

2- اصل عربی کتاب میں سے مختلف بیانوں کے بارے میں راویوں کے سلسلہ اسناد کو کتنے ہی مقامات پر غیر ضروری سمجھ کر نظر انداز کر دیا ہے اور راویوں کا نام دینے کے بجائے ترجمہ میں صرف ”راویوں“ یا ”محرروں“ کے مبہم الفاظ شامل کئے ہیں۔ مثلاً

ص 59: کتاب کی ابتدا ہی میں راویوں کے نام حذف کر کے اس طرح لکھتا ہے: ”راویان اخبار اور مصنفین تاریخ نے اس طرح بیان کیا ہے۔ الخ“

ص 68: ”اس داستان کا مصنف اور اس بوستان کا محرر اس طرح روایت کرتا ہے۔ الخ“ (فتح کی رانی سونھن دیوی سے شادی کے متعلق)

ص 75: ”اس فتح کی حکایت بیان کرنے والے نے اس طرح کہا ہے۔ الخ“ (فتح کا کشمیر سے اردو آنے کے متعلق)

ص 101: ”ان خبروں کے راویوں اور ان روایتوں کے جاننے والوں نے اس طرح بیان کیا ہے۔ الخ“ (عہد اسلام میں فتوحات کی ابتدا کے متعلق)

ص 102: ”اس روایت کے راویوں اور اس داستان کے مصنفوں نے اس طرح بیان کیا ہے۔ الخ“ (حضرت عثمانؓ کے عہد کی فتوحات کے متعلق)

ص 118: ”خبروں میں تصرف کرنے والے اور روایتوں کی تفسیر کرنے والے اس طرح کہتے ہیں۔ الخ“ (محمد بن قاسم کے محاذ ہند پر تقرر کے متعلق)

ص 154: ”اس حکایت کے راوی نے بیان کیا۔ الخ“ (علانی کے داہر کو نصیحت کرنے کے متعلق)

ص 180: ”ان کنواریوں کی آرائش کرنے والوں نے اس طرح روایت کی ہے۔ الخ“ (10 رمضان کو محمد بن قاسم اور داہر کی جنگ کے متعلق)

ان حذف کردہ اسناد کی بنیاد پر کہا جاسکتا ہے کہ ہمارے فارسی مترجم کو تاریخی اسناد کی اہمیت کا پورا اندازہ نہ تھا اور اسی لیے شاید اس نے اصل اسناد میں دیئے ہوئے عربی ناموں کو نکال کر مذکورہ اجمالی فقروں سے کتاب کی زیب و زینت میں اضافہ کرنے کو ترجیح دی۔ مذکورہ بالا مقامات میں کتاب کی ابتدا، اسلامی فتوحات کا آغاز وغیرہ، ایسے اہم مواقع ہیں کہ جہاں عربی تاریخ کے اصول کے مطابق اسناد کا تفصیل سے ذکر ہوگا، جنہیں غالباً مترجم نے طوالت اور بے

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

لطفی کے خیال سے خارج کر دیا ہے اور جہاں جہاں صرف ایک یا دو روایتوں کے نام ہیں وہاں انہیں قائم رہنے دیا ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ ان میں سے بعض مقامات اور خصوصاً قبل از اسلام کے دور کے بیانات (مثلاً فتح کی رانی سونھن دیوی سے شادی) کے لیے اسناد کے سلسلے ہی نہ ہوں، لیکن عہد اسلام کی اسناد کے حذف ہونے کی وجہ سے اس کی تیز کرنا بھی مشکل ہو گئی ہے۔ کافی وثوق کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ ص 101 پر ”عہد اسلام میں فتوحات“ کے اہم باب کی ابتدا سلسلہ اسناد سے خالی نہ رہی ہوگی، اور ضرور اس میں سلسلہ اسناد دیا ہوگا۔ کیونکہ بلاذری نے بھی یہی حالات بیان کئے ہیں، لیکن شروع میں ”علی بن محمد عبداللہ بن ابی سیف“ یعنی المدائنی کا پورا نام دے کر یہ واقعات اس کی روایت سے منسوب کئے ہیں۔

بہر حال سلسلہ اسناد کو حذف کر دینے کی کوتاہی مترجم کی ایسی غلطی ہے جس کی وجہ سے ایک محقق کو ان مبہم روایتوں، عنوان اور بیانات کا تجزیہ کرنے میں سخت دشواری حائل ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ کتاب کی ابتدائی روایت میں اصل مصنف کے نام ہونے کا بھی قوی امکان ہے، لیکن وہ بھی مترجم کی عبارت آرائی اور اختصار نویسی کی نذر ہو گیا ہے۔

3- جہاں سلسلہ اسناد موجود ہے، وہاں بھی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ مکمل اور مفصل نہیں ہے۔ مثلاً یہ دو روایتیں قابل توجہ ہیں:

ایک روایت ص 104 پر ”جو ہڈی سے مروی ہے“ (اور حضرت علیؓ کے عہد میں حارث بن مرہ کی کمران میں جنگ کے بارے میں ہے)

دوسری روایت ص 106 پر ”اس تاریخ کی تفسیر کرنے والوں نے ہڈی اور عیسیٰ بن موسیٰ سے روایت کی ہے، جس نے اپنے باپ سے سنا ہے۔“ (جو سنان بن سلمہ کے محاذ ہند پر مقرر ہونے کے ضمن میں مذکور ہے)۔

ان میں سے پہلی روایت میں صرف ”ہڈی“ کا نام دیا گیا ہے، لیکن ہڈی نے جس سے یہ بات سنی اور اسے جس شخص سے معلوم ہوئی ان دونوں کے نام اس روایت کے سلسلہ اسناد میں حذف کر دیئے گئے ہیں۔ یعنی سلسلہ اسناد کا اول اور آخری حصہ متروک ہے۔ اسی طرح دوسری روایت میں سلسلہ اسناد کی ابتدائی کڑی حذف کر دی گئی ہے۔ چنانچہ اختتامہ میں ذیل کی دوسری روایتوں سے اس خیال کی تصدیق ہوتی ہے کہ ”ہڈی“ سندھ کی روایتوں کے سلسلے میں براہ راست خود راوی نہیں، بلکہ وہ اور اس سے پہلے اور بعد کے راویوں کا ہونا ضروری ہے۔ مثلاً:

ص 105: ”ابوالحسن نے ہڈی سے روایت کی کہ اس نے مسلمہ بن محارب بن زیاد سے سنا“ (تحت عنوان عبداللہ بن سوار کا محاذ ہند پر تقرر)

فتح نامہ سندھ عرف پنج نامہ

ص 107: ”ابوالحسن نے ہذلی سے سنا اور اس نے اسود سے روایت کی۔“ (تحت عنوان راشد کا محاذ ہند پر تقرر)

ان مثالوں سے ثابت ہوتا ہے کہ غالباً فارسی مترجم کی بے احتیاطی کی وجہ سے زیادہ تر اسناد کے سلسلے ناقص رہ گئے ہیں، جس کی وجہ سے بعض جگہ اس کتاب میں تحقیقی لحاظ سے بڑی کمی پیدا ہو گئی ہے۔

4- ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ترجمہ کرتے وقت مترجم سے سہواً بھی کچھ عربی عبارتیں چھوٹ گئی ہیں، جس کی وجہ سے بعض مقامات پر ترجمے میں خلجان اور الجھاؤ پیدا ہو گیا ہے۔ اس کی عبارتوں میں صورتخطی کی غلطیاں تو خیر کاتبوں کی بے احتیاطی یا عدم واقفیت پر محمول کی جاسکتی ہیں، لیکن غیر مکمل عبارتیں مترجم ہی کی سہوکا نتیجہ ہیں، جس کا ثبوت یہ ہے کہ ایسی عبارتیں فارسی ترجمے کے جملہ قلمی نسخوں میں نامکمل ہیں: مثلاً:

1- ص 106-108/[81]: سنان بن سلمہ اور اخنف بن قیس کا ذکر۔

2- ص 139/[121]: کاکوکوئل کے خاندان کا ذکر۔

3- ص 206/[303]: پرعلانی (یا بے سنگھ؟) کے کشمیر جانے کا ذکر۔

4- ص 217/[217]: محمد بن قاسم، قتیبہ اور جہم بن زحر کا ذکر۔

5- ص 232/[233]: بے سنگھ کے کشمیر جانے کا ذکر۔

ان ناقص عبارتوں میں سے پہلی اور چوتھی عبارت کی دوسری کتابوں کی مدد سے بمشکل تصحیح کی گئی ہے۔ لیکن دوسری باقی عبارتوں کی تصحیح خارج از امکان ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس اہم تاریخی کتاب کے یہ الجھاؤ اور خلل، ان گران قیمت تاریخی معلومات پر دائمی حجاب کی حیثیت رکھتے ہیں، جن کا مداوا بظاہر کوئی نہیں۔

فارسی ترجمے کی اہمیت: باوجود مترجم کی ان کوتاہیوں کے اس فارسی ترجمے کی تاریخی اور ادبی اہمیت مسلم ہے۔ مترجم کا یہ احسان کبھی فراموش نہیں کیا جاسکتا کہ اس نے اصل عربی کتاب کا فارسی ترجمہ کر کے ابتدائی اسلامی ہندی تاریخ پر عموماً اور سندھ کی تاریخ پر خصوصاً بہت بڑا قیمتی، نادر اور نایاب مواد پیش کیا ہے، کیونکہ اصل عربی کتاب کی غیر موجودگی میں یہ فتحنامہ ہی اس قدیمی تاریخ کا تنہا عکاس ہے، جس کی بدولت ہم عربی کی اصل کتاب کے مضامین و معاملات تک رسائی حاصل کر سکتے ہیں۔ اور صرف یہی نہیں بلکہ غالباً یہی وہ سب سے پہلی کتاب ہے جو ارض سندھ میں سندھ و ہند کی تاریخ پر لکھی گئی ہے۔ اس کے علاوہ یہ فتحنامہ ان چند ممتاز ترجموں میں سے ایک ہے کہ جو قدیم اور نایاب عربی کتب سے فارسی میں ترجمہ کی گئی ہیں۔ مثلاً

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

”بلخی“ وہ پہلا شخص تھا، جس نے 350 اور 360ھ کے درمیان ”تاریخ طبری“ کا فارسی میں ترجمہ کیا۔ اس کے بعد ”تاریخ سیستان“ دوسری کتاب ہے جس کا کافی مواد عربی سے ترجمہ کیا گیا۔ تاریخ سیستان دراصل فارسی ہی میں لکھنی شروع کی گئی اور اس کا صرف پہلا حصہ فخرنامہ سے پہلے 445-448ء کے قریب مکمل ہوا، لیکن اس کا دوسرا حصہ فخرنامہ کے بعد 725ھ کے قریب تالیف کیا گیا۔¹ اس سلسلے کی تیسری کتاب، ”کتاب الفتوح“ ہے، جس کو احمد بن اعثم کوئی نے عربی میں خلیفہ ہارون رشید کی عہد تک کی فتوحات کے متعلق² لکھا۔ اس کتاب کا فارسی ترجمہ محمد بن احمد المستوفی الکھروی نے 596ھ میں یعنی فخرنامہ سے 17-18 سال پہلے کیا۔³ عجیب بات یہ ہے کہ محمد بن احمد المستوفی نے جن حالات میں اس کتاب کا ترجمہ کیا وہ حالات قریب قریب بالکل علی کوئی ہی جیسے تھے۔ یعنی کہ مترجم کا ضلع بوشخ میں اس کتاب کا ترجمہ کرنا اور پھر اسے خراسان کے وزیر ”مؤید الملک قوام الدولہ والدین افتخار اکابر خوارزم و خراسان“ سے منسوب کرنا۔ علی کوئی بھی اس قسم کے حالات میں اس کے نقش قدم پر چلا اور 17 سال بعد 613ھ میں اس نے فخرنامہ کا ترجمہ کیا۔ بہر حال فخرنامہ ان چند ممتاز قدیم کتابوں میں چوتھے نمبر پر ہے کہ جو عربی سے فارسی میں ترجمہ ہوئیں۔

اس کے علاوہ ابلی لحاظ سے بھی ”فخرنامہ“ فارسی نثر کی بڑی قدیم کتابوں میں سے ایک ہے اور ہندوستان کے فارسی ادب میں فارسی نثر کی غالباً سب سے پہلی کتاب ہے۔ اس کا اسلوب بیان بڑا سادہ اور دل آویز ہے۔ عوفی نے اپنی مشہور کتاب ”لباب الالباب“، فخرنامہ کی تالیف کے صرف تین چار سال بعد 617ھ کے قریب لکھی اور اسے سلطان ناصر الدین کے اسی وزیر عین الملک فخر الدین حسین کے نام سے منسوب کیا کہ جس سے علی کوئی نے فخرنامہ کو منسوب کیا ہے۔ اگرچہ عوفی اور علی کوئی دونوں ایک ہی دور کے ہیں، لیکن ”فخرنامہ“ کے مقدمے کا ”لباب الالباب“ کے مقدمے سے موازنہ کرنے پر واضح ہوتا ہے کہ عوفی کے اسلوب بیان میں کافی تکلف اور تصنع ہے اور اس کے مقابلے میں علی کوئی کا اسلوب بیان زیادہ رواں، سہل، سادہ اور مؤثر ہے۔

فارسی ترجمے کے بعد اس کی اشاعت

علی کوئی 613ھ (1216ء) میں تصنیف و تالیف کی طرف متوجہ ہوا اور اس نے اسی سال یا دوسرے سال جلد ہی فخرنامہ کا فارسی ترجمہ مکمل کر لیا، چونکہ اس نے یہ ترجمہ سلطان ناصر الدین

1. دیکھئے ”تاریخ سیستان“ طبع طہران 1314 شمسی ص ۷۰۔

2. دیکھئے یا قوت ”انجم الادباء“ (کتاب بیوریل) جلد ۱ ص 379 اور ”لسان المیزان“ مطبوع حیدرآباد دکن، جلد ۱ ص 138۔

3. دیکھئے فہرست ریو (Rieu) جلد ۱ ص 151، اور ”فتوحات اعظم کوئی“ مطبوع بمبئی۔

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

قباچہ کے وزیر معین الملک فخر الدین حسین کے نام اس لئے منسوب کیا تھا کہ وہ اس کے ذریعے سے اس کی بارگاہ میں تقرب حاصل کرے۔ اس لیے گمان غالب ہے کہ علی کوئی نے اپنے ترجمہ کا ایک نسخہ لے جا کر اُج میں (جو کہ سلطان ناصر الدین کا پایہ تخت تھا) وزیر عین الملک کی خدمت میں پیش کیا ہوگا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ ایک نسخہ اردو بکھر کے ان قاضیوں کو بھی دیا ہو کہ جن کے اصل عربی نسخے سے ”فتحنامہ“ ترجمہ کیا تھا۔ اور یہ بھی قرین قیاس ہے کہ ایسا ہی کوئی ایک نسخہ اس نے اپنے پاس بھی رکھا ہو۔ لیکن چونکہ ترجمے کے وقت (613ھ) میں بھی اس کی عمر 58 سال کی تھی، اور اس کے بعد دوسرے مصنفوں کی کتابوں، نیز سلطان ناصر الدین کے سربراہ آوردہ درباری علماء میں اس کا ذکر نظر نہیں آتا، اسی وجہ سے خیال ہوتا ہے کہ اس کے بعد علی کوئی زیادہ عرصے زندہ نہیں رہا اور اسی وجہ سے فتحنامہ کے قلمی نسخے بھی غالباً محدود ہی رہے۔

”فتحنامہ“ کا سب سے قدیم نسخہ جو اس وقت تک معلوم ہو سکا ہے۔ وہ 1061ھ کا تحریر کردہ ہے اور پنجاب یونیورسٹی کی لائبریری میں محفوظ ہے۔ باقی ماندہ دوسرے نسخے 1230ھ کے بعد کے لکھے ہوئے ہیں۔

حیرت ہے کہ 613ھ سے لے کر 1061ھ تک یعنی تقریباً ساڑھے چار سو سالوں کے دور کا کوئی بھی قلمی نسخہ اس وقت تک دستیاب نہیں ہو سکا۔ البتہ سلطان فیروز شاہ کی جانب سے ملتان کے گورنر عین الملک ماہرو کے لکھے ہوئے خطوط کے مجموعے ”منشات ماہرو“¹ میں ایک ایسا حوالہ موجود ہے، جو غالباً ”فتحنامہ“ سے اخذ کیا گیا ہے۔ ”منشات ماہرو“ میں عین الملک کی طرف سے سندھ کے سہ حکمرانوں جام باہمنویہ (باہمینہ) اور جام جونہ کے نام لکھے ہوئے خطوط موجود ہیں اور داخلی شہادتوں کی بنیاد پر یہ خطوط تقریباً 761-765ھ کے زمانے کے لکھے ہوئے ہیں۔ جام باہمنویہ ان دنوں سندھ میں اپنی خود مختار حکومت قائم کرنا چاہتا تھا، اور اسی وجہ سے وہ دہلی کی مرکزی حکومت کی مخالفت کر رہا تھا۔ چنانچہ عین الملک نے اپنے ایک جوابی خط میں اس کی بغاوت اور عہد شکنی کا ذکر کرتے ہوئے اسے طعنہ دیا ہے کہ یہ سندھیوں کی قدیم عادت ہے اور اس سلسلے میں راجہ داہر کی دونوں بیٹیوں کی محمد بن قاسم کے خلاف سازش اور دغا کی حکایت مثال کے طور پر بیان کی ہے، اور چونکہ یہ افسانہ سوائے فتحنامہ کے کسی بھی دوسری کتاب میں درج نہیں ہے اس وجہ سے گمان غالب ہے کہ فتحنامہ، عین الملک ماہرو کی نظر سے گذر چکا تھا اور شاید جام باہمنویہ بھی اس سے واقف تھا، تب ہی تو عین الملک نے اس حکایت کو مشہور سمجھتے ہوئے اپنے

1. مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے تاریخ کے پروفیسر محترم شیخ عبدالرشید کا کافی عرصہ ہوا ایک خط ملا تھا، جس میں موصوف نے اطلاع دی تھی کہ انہوں نے ”منشات ماہرو“ کو ایڈٹ کیا ہے اور وہ زیر طبع ہے۔

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

خط میں اس کا ذکر کیا تھا۔ بہر حال اس حوالے سے اس کی کسی قدر تصدیق ہوتی ہے کہ کتاب کے فارسی ترجمے (613ھ) کے تقریباً ڈیڑھ سو سال بعد بھی (761-765ھ) اس ترجمے کے قلمی نسخے ملتان اور سندھ میں موجود تھے۔

اس کے تقریباً ڈھائی سو سال کے بعد گیارہویں صدی ہجری کے اوائل میں بھی فتحنامہ کے قلمی نسخوں کی موجودگی کا ثبوت ملتا ہے۔ مثلاً طبقات اکبری (تصنیف 1002ھ)، تاریخ معصومی (تصنیف 1009ھ)، تاریخ فرشتہ (تصنیف 1015ھ)، بیگلارنامہ (تصنیف 1017ھ) اور زبدۃ التواریخ (تصنیف 1014-1025ھ) کے مصنفوں نے اس سے سندھ کی ابتدائی تاریخ کے حالات نقل کئے ہیں۔

پھر اس کے ایک سو سال کے بعد بارہویں صدی ہجری کے اوائل میں ”تاریخ مفصلی“ (تصنیف 1124-1131ھ) کے مؤلف مفصل خان اور اسی صدی کے آخر میں ”تحفۃ الکرام“ (تصنیف 1182ھ) کے مصنف علی شیر قانع نے ”فتحنامہ“ سے سندھ کی قدیم تاریخ اور محمد بن قاسم کی فتوحات کے حالات نقل کئے ہیں۔

فتحنامہ کے ترجمے: ان قدیم مؤرخوں کے بعد موجودہ عالموں اور مؤرخوں نے گذشتہ اور موجودہ صدی میں فتحنامہ کے ترجمے کی طرف توجہ کی اور پوری کتاب یا اس کے کچھ حصوں کے انگریزی میں سندھی میں اور اردو میں مندرجہ ذیل ترجمے کئے:

(الف) لیفٹننٹ ٹی۔ پوسٹنس (T. Postans) غالباً پہلا شخص تھا جس نے انگریزی زبان میں 1838ء اور 1841ء میں ”جرنل ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال“ میں اس کتاب کا مختصر ترجمہ شائع کیا۔¹ یہ پہلی کوشش تھی اسی وجہ سے پوسٹنس کا ترجمہ کافی ناقص ہے۔²

(ب) اس کے بعد ایٹ نے پوری کتاب کے خاص تاریخی حصے ترجمہ کئے³ لیکن اس کے کئے ہوئے ترجمے میں بھی افراد اور مقامات کی تحقیق میں نقائص رہ گئے، جن پر محقق ہوڑی والا نے اپنی کتاب ”ہندی-مسلم تاریخ کے متعلق مطالعات“ میں (ص 103-104-193) میں تنقید کی ہے۔

(ج) اس کے بعد سندھ کے مشہور ادیب مرزا قليچ بیگ نے پہلی مرتبہ پوری کتاب کا انگریزی میں ترجمہ کیا، جو کراچی کے کمشنر پریس سن 1900ء میں طبع ہو کر شائع ہوا۔ مرزا صاحب

1. دیکھئے فہرست ریو (Riou)، جلد 2، ص 892-893

2. دیکھئے ”جرنل ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال“ جلد ۷ (No. LXXIV)، سال 1838ء، ص 93-96 اور 297-310 اور

جلد 10 (No. CXI)، سال 1841ء، ص 183-197 اور 267-271

3. دیکھئے ایٹ کی تاریخ مقامی مورخوں کی زبانی، جلد 1 ص 137

4. ایضاً جلد 1 ص 131-211

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

نے اپنے ترجمے کی تمہید مؤرخہ 20 نومبر 1900ء میں لکھا ہے کہ: ”کتاب کا ترجمہ کرنے میں مجھے کافی دشواریاں پیش آئی ہیں۔ میرے قلمی نسخے میں اتنی غلطیاں اور کوتاہیاں تھیں کہ مجھے کتاب کے دوسرے قلمی نسخے، جس قدر ممکن تھے، حاصل کرنے پڑے، تاکہ اپنے نسخے کو ان سے ملا کر غلطیوں کی اصلاح کروں اور خلاؤں کو پُر کروں۔ چنانچہ دوستوں کی عنایت سے مجھے حیدر آباد، ٹھٹھہ، سکھر اور شکارپور سے 7 یا 8 نسخے دستیاب ہوئے۔ اس کے بعد کافی محنت اور کاوش کے ساتھ عربی کے عالموں کی مدد سے میں نے (عبارتوں کی) اصلاح کی اور جس قدر ممکن ہو سکا ان خلاؤں کو پر کیا (لیکن بد قسمتی سے سارے قلمی نسخوں میں غلطیاں اور کوتاہیاں تھیں)۔ اس کے بعد میں نے حتی الامکان کتاب کا لفظ بہ لفظ ترجمہ کیا۔ (اس میں) میں نے کافی حواشی اور حوالے بھی دیئے ہیں۔ اس کے علاوہ مماثل واقعات کے متعلق میں نے تاریخ معصومی اور تحفۃ الکرام کے بیانات کے اقتباسات بھی اس میں موازنہ کے لیے شامل کئے ہیں۔ قرآن شریف کی آیتوں، رکوع اور سورتوں کے حوالے میں نے سیل (Sale) کے انگریزی ترجمے سے دیئے ہیں اور رچرڈسن کے ٹیبل سے میں نے ہجری سالوں کے مسیحی سال درج کئے ہیں۔“

مرزا صاحب کے مذکورہ بیان سے ظاہر ہے کہ ان کی کوشش اس کتاب کے مکمل اور حتی الامکان صحیح انگریزی ترجمے کی پہلی کوشش تھی۔ اس کے علاوہ مرزا صاحب نے اپنے ترجمے کے آخر میں لوگوں اور مقامات کے ناموں کی حرفی ترتیب کے ساتھ فہرست بھی شامل کی ہے، جو موجودہ طرز تحقیق کے لحاظ سے ایک قابل قدر اضافہ ہے۔

ان اہتمامات کے باوجود مرزا صاحب کا انگریزی ترجمہ کافی تصحیح کا محتاج ہے۔ انہوں نے جن 7 یا 8 قلمی نسخوں کا مطالعہ کیا تھا، ان کی کوئی بھی وضاحت نہیں کی، جس سے یہ اندازہ لگایا جاسکے کہ وہ نسخے کس حد تک معتبر تھے۔ خود ان کی رائے کے مطابق ”سارے نسخوں میں غلطیاں اور کوتاہیاں تھیں“ اور غالباً اسی وجہ سے مرزا صاحب کے ترجمے میں افراد اور مقامات کے ناموں اور عبارتوں میں کافی غلطیاں رہ گئی ہیں۔

(د) انڈیا آفس لنڈن کے قلمی نسخے سے سندھ کے میر صاحبان کے زیر اہتمام ختمہ کا ایک سندھی ترجمہ ہوا، جو کافی عرصہ تک ہڑپائینس میر نور محمد خان (حیدر آباد) کے کتب خانہ کی زینت رہا۔ اس کے بعد یہ ترجمہ مرحوم خدا داد خان مصنف ”لب تاریخ سندھ“ کے پاس رہا اور اب وہ محترم محمد حنیف صاحب صدیقی کے پاس محفوظ ہے۔

(ه) 1923ء میں مرزا فتح بیگ نے اس کتاب کا پھر سندھی میں ترجمہ شروع کیا۔ اور اس ترجمے کا پہلا حصہ جو کل 60 صفحات پر مشتمل ہے، کرشنا پرنٹنگ پریس (1 تا 40 صفحات) اور

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

بلاؤسکی پریس (41 تا 60 صفحات) حیدرآباد سے طبع ہو کر شائع ہوا۔ اس پہلے حصے کے مقدمے میں مورخہ 30 جولائی 1923ء میں مرزا صاحب نے لکھا ہے کہ ”اب بعض دوستوں کی فرمائش کے مطابق میں نے سندھی میں ترجمہ کیا ہے۔“ آخر میں ”اشارہ“ کے طور پر لکھا ہے کہ ”کتاب دو حصوں میں شائع ہوئی ہے۔ پہلا حصہ صرف فتح کے راج تک محدود ہے۔ باقی حالات دوسرے حصے میں آئیں گے۔“ مرزا صاحب کا یہ ترجمہ بھی محض ترجمہ ہی ہے اور تحقیق و تصحیح سے خالی ہے۔ (و) مرزا قليچ بیگ کے انگریزی ترجمے سے محترم محمد حفیظ الرحمن حفیظ بہاولپوری نے کتاب کا اردو میں ترجمہ کیا جو ”عزیز المطالع الیکٹریک پریس بہاولپور“ میں طبع ہوا۔ مترجم کے دیباچے میں 12- رمضان 1357ھ / 4- نومبر 1938ء کی تاریخ ظاہر کی گئی ہے۔ چونکہ یہ ترجمے کا ترجمہ ہے اسی وجہ سے صحت کے لحاظ سے ناقص ہے۔

فتحنامہ کے فارسی متن کی اشاعت: خود فارسی متن کی تصحیح اور تحقیق کی طرف سب سے پہلے سندھ کے عالم، فاضل، محقق اور ادیب، شمس العلماء ڈاکٹر عمر بن محمد داؤد پوٹہ مرحوم نے توجہ کی، اور ان کا تصحیح کردہ ”فتحنامہ سندھ“ مجلس مخطوطات فارسیہ حیدرآباد دکن کی سعی اور اہتمام سے 1358ھ / 1939ء میں مطبع لطیفی دہلی میں طبع ہو کر شائع ہوا۔

موجودہ تحقیق و تجسس کے اصولوں اور معیار کے مطابق یہ پہلی کوشش تھی، جس میں فاضل مصحح نے کتاب کے جملہ مختلف قلمی نسخوں کو سامنے رکھ کر متن کی تصحیح کی، کتاب کا مقدمہ لکھا، متن کی وضاحت کے لیے حواشی اور تعلیقات تحریر کئے اور آخر میں افراد اور ملکوں کے ناموں کی فہرست شامل کی۔ متن کی تصحیح کے لیے فاضل محقق نے مندرجہ ذیل قلمی نسخے استعمال کئے:

نسخہ م- مملوکہ برٹش میوزیم، نوشتہ 9- محرم 1248ھ۔

نسخہ پ- مملوکہ کتب خانہ پنجاب یونیورسٹی، نوشتہ 4- شوال 1061ھ۔

نسخہ ب- مملوکہ کتب خانہ بانکی پور، نوشتہ 10- ذیقعد 1272ھ۔

نسخہ ک- مملوکہ کتب خانہ رایل ایشیائیک سوسائٹی بنگال کلکتہ، نوشتہ 9 اکتوبر 1887ء۔

نسخہ س- علاؤ الدین صاحب سہ ماہی نسخہ، کافی بعد کا لکھا ہوا، تاریخ نامعلوم۔

نسخہ ج- میر نور محمد خان کے کتب خانے کا سندھی ترجمہ، جو محمد حنیف صاحب صدیقی

کے پاس موجود ہے، تاریخ ترجمہ نامعلوم۔

ان نسخوں کے علاوہ مصحح نے مرزا قليچ بیگ کا انگریزی ترجمہ اور الیٹ کا انگریزی ترجمہ بھی

استعمال کیا ہے۔

اس اہتمام و کاوش و محنت کے بعد، فتح نامہ کا فارسی ترجمہ پہلی بار کافی صحت کے ساتھ

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

مطبوعہ شکل میں علمی دنیا کے سامنے پیش ہوا۔ متن کے حتی المقدور صحت کے علاوہ فاضل محقق نے پہلی مرتبہ کتاب کے اصل نام پر مقدمہ میں بحث اور اس کے عام مشہور نام ”چٹنامہ“ کے بجائے داخلی شہادتوں کی بنا پر اس کا زیادہ صحیح نام ”فتحنامہ سندھ“ تجویز کیا۔ اپنے حواشی میں بھی فاضل محقق نے بعض تاریخی اور جغرافیائی حقائق پر روشنی ڈالی ہے۔

اس طرح محترم ڈاکٹر داؤد پوتہ مرحوم کی اس مخلصانہ کوشش نے پہلی بار اس تاریخی کتاب کے متن کو صحیح معنی میں اہل علم سے روشناس کرایا۔ الفضل للمقدم۔

لیکن صاحب موصوف سے بالمشافہ تبادلہ خیالات پر معلوم ہوا کہ یہ کام کافی غلت کے ساتھ ختم کیا گیا ہے۔ اور غالباً اسی وجہ سے بعض اسماء خاص کی اصلیت، متن کی بعض پیچیدہ عبارتوں کی صحت، مزید قلمی نسخوں کا موازنہ، کتاب کے تاریخی پس منظر کی عمیق تحقیق، تاریخی واقعات اور جغرافیائی ماحول پر بعض ضروری مباحث اور بعض دوسرے عام پہلوئیں رہ گئے ہیں۔

زیر نظر اردو ترجمہ اور اس کی تحقیق

اس اردو ترجمہ اور تالیف میں ان جملہ تحقیق طلب مسئلوں کو حتی الامکان طے کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس کے علاوہ کتاب کے سارے متن کی جزئیاتی تصحیح اور آخر میں ہر پیچیدہ اور مشکل مقام و مسئلہ کی علمی تنقید اور تشریح اس ترجمے اور تالیف کی دو امتیازی خصوصیات ہیں۔ اس سلسلے میں جو مفصل کاوشیں کی گئی ہیں، اجمالی طور پر ذیل میں ان کا ایک خاکہ پیش کیا جاتا ہے، تاکہ آئندہ کے محقق کو باقی ماندہ مسائل کی طرف متوجہ ہونے میں آسانی ہو۔

1۔ کتاب کے جملہ قلمی نسخوں سے موازنہ: پہلے صفحہ ۷۸ پر فتحنامہ کے ان قلمی نسخوں کا ذکر کیا گیا ہے، جنہیں فارسی متن کے ایڈیٹرز ثلث العلماء ڈاکٹر داؤد پوتہ مرحوم نے استعمال کیا ہے۔ صاحب موصوف نے ان میں سے نسخہ م کو بنیادی نسخہ تسلیم کیا ہے اور نسخہ پ کی عبارتوں کو اکثر مقامات پر ترجیح دی ہے۔¹

نسخہ پ: راقم الحروف نے پنجاب یونیورسٹی کی لائبریری میں نسخہ پ کے مطالعے کے بعد اسے بنیادی نسخہ تسلیم کرتے ہوئے فارسی متن کی کافی عبارتوں کو درست کیا ہے: مثلاً ص 98 حاشیہ 2 (دہرینہ کی عمر تیس سال تھی نہ کہ مدت حکومت)، ص 107 حاشیہ 1 (عبداللہ نہیں بلکہ عبد ربہ) ص 107 حاشیہ 1 (کوہ مندر نہیں بلکہ کوہ منذر) ص 143-144 پر حاشیہ (3)۔ (3) کے دائرہ کی پوری عبارت کی تصحیح۔ ص 157 حاشیہ 1 (حزراں نہیں بلکہ حران)، ص 170 حاشیہ 1 (بھپور نہیں

1. دیکھئے فارسی ایڈیشن: مقدمہ ص (یل)

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

بلکہ جیور)، ص 183-184 حاشیہ 1 ("اے بنو عزیز"، نہیں بلکہ "اے عزیز")، ص 187 پر حاشیہ (1)-(1) کے دائرے میں داہرے کے اپنے اصلی الفاظ وغیرہ۔

نسخہ ب: فارسی ایڈیشن میں دوسرا خاص نسخہ استعمال کیا گیا ہے، جو باقی پور لائبریری میں محفوظ ہے۔¹ اس نسخے کو راجہ محمد نامی کاتب نے 10- ذیقعد 1272ھ میں شہر پونہ میں ایک دوسرے ہی نسخے سے نقل کیا، جسے میر مراد علی خان کے ارشاد کے مطابق محمد خلیل نامی کاتب نے 3- ذیقعد 1232ھ میں لکھا تھا۔ میر مراد علی خان والا نسخہ جو نسخہ ب سے 40 سال پہلے کا لکھا ہوا ہے، ہز ہائیں میر نور محمد خان مرحوم کے کتب خانے میں محفوظ ہے۔ محترم دوست ہز ہائیں میر نور محمد خان (ثانی) کی عنایت سے راقم الحروف کو یہ نسخہ مطالعے کے لیے حاصل ہوا، جسے نسخہ ن سے موسوم کیا گیا ہے۔ فتحنامے کے جملہ قلمی نسخوں میں قدامت کے اعتبار سے یہ نسخہ دوسرے نمبر پر ہے اور صرف نسخہ پ ہی اس سے پہلے کا لکھا ہوا ہے۔ اس نسخہ ن کی مدد سے بھی ہم نے املاء کی جا بجا تصحیح کی ہے۔ مثلاً ص 75 پر "کبنہ" کی جگہ "تاکہ"۔ اسی صفحہ پر چند سطور کے بعد "شاکلہا" کی جگہ "شاکلہار" ص 131 پر "کلید وا" کی جگہ "فکید وا"۔ ص 132 پر داہرے کے اپنے الفاظ، جو صرف پ اور ن میں دیئے گئے ہیں، وغیرہ۔ بعض خاص اصلا حیں ن اور ر کی متفقہ عبارتوں کے مطابق کی گئی ہیں۔ مثلاً: ص 128 پر "ذکوان بن حلوان بکری" کی جگہ "ذکوان بن علوان بکری" اور ص 149 پر "قصہ و سورتہ" کی جگہ پر "قصہ و جورتہ" وغیرہ۔

نسخہ و: فارسی متن کے فاضل ایڈیٹر نے برٹش میوزیم والے (OR1787) نسخے م کو بنیادی نسخہ قرار دیا ہے۔ وہ نسخہ دراصل حضرت پیر صاحب پاگاہہ کی لائبریری کا تھا اور اس کے صفحے 205 پر پیر صاحب علی گوہر شاہ "اصغر" (1231-1263ھ) کی مہر ثبت ہے، جس پر یہ طغرا مندرجہ ہے:

ز درج صبغت اللہ شہ علی گوہر بود طالع
چو خورشید حقیقت شد محمد راشد (ے) لائح

1250ھ

اس نسخہ کا کاتب "نور محمد چپ نویس" ہے، جس نے اسے 9- محرم 1248ھ میں لکھا۔² شاہی لائبریری رام پور میں ایک "مجموعہ تاریخ فارسی" (رقم 520) تین کتابوں یعنی تاریخ معصومی، چچنامہ اور تاریخ طاہری پر مشتمل ہے۔ یہ تینوں کتابیں ایک ہی قسم کے خط میں ایک ہی کاتب کی

1. دیکھئے فہرست باقی پور لائبریری، مرتبہ "ڈبلیو اینس راس" جلد 7 ص 117، رقم (597)

2. دیکھئے فارسی ایڈیشن، مقدمہ صفحات (پلا-ک)

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

لکھی ہوئی ہیں، جس نے تاریخ طاہری کے آخر میں اپنا نام اور تاریخ کتابت اس طرح درج کی ہے: ”حاجی محمد مجاور درگاہ بتاریخ غرہ ماہ جماد الثانی 1245“۔ اس نسخے اور مذکورہ بالا نسخے م کا مقابلہ کرنے پر واضح ہوتا ہے کہ نسخہ م اس رام پور والے نسخے کی نقل ہے۔ حاجی محمد روہڑی میں ”موئے مبارک“ کی درگاہ کا مجاور تھا، اور راقم الحروف نے اس کی ہاتھوں کے لکھے ہوئے بعض دوسرے رسالے بھی اسی خط میں دیکھے ہیں۔ قرین قیاس یہ ہے کہ پیر صاحب پاگاہ کا نسخہ اسی روہڑی والے نسخے کی نقل ہے۔ ہم نے اس رام پور والے نسخے کو ر سے تعبیر کیا ہے، اور اس کے مطابق متن میں کتنے ہی مقامات پر بعض اہم اصلاحیں کی ہیں۔ مثلاً: ص 149 پر (1)۔ (1) کی درمیانی عبارت کی تصحیح۔ ص 168 پر (1)۔ (1) درمیان اس فقرہ کا اضافہ کہ محمد بن قاسم کے سپاہی ”ٹولیوں ٹولیوں میں ہو کر“ پار ہوئے ص 225 پر ”قبایض بن طاہر“ کی جگہ ”قیان بن طاہر“ (یعنی گیان بن تھار)۔ ص 181 پر ”ہول“ کی جگہ ”دھول“ (یعنی ڈھول)۔ ص 220 پر ”دندہ و کر بھاء“ کی جگہ پر ”دندہ و کر بہار“ (یعنی جمیل و کر بہار وغیرہ)

غرض پ، ن اور ر نچتا مے کے جملہ قلمی نسخوں میں ترتیب وار قدیمی نسخے ہیں، جن میں سے پ کا دوبارہ مطالعہ کیا گیا ہے، اور ن اور ر کو پہلی مرتبہ اس اردو ایڈیشن کی تصحیح کے لیے استعمال کیا گیا ہے۔ باقی دوسرے تین چار اور بھی قلمی نسخے علم میں آئے ہیں۔ جن کا مطالعہ فائدے سے خالی نہیں، مگر یہ نسخے ایک تو بعد کے لکھے ہوئے ہیں، دوسرے ناقص ہیں اس وجہ سے کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتے۔

2۔ اصل عربی کتاب کے کاتبوں کے سہو یا مترجم علی کوئی کی بھول کی وجہ سے متن کی بعض عبارتوں کے حصے حذف ہو گئے ہیں، جس کی وجہ سے سارے قلمی نسخوں میں خلا اور ابہام رہ گیا ہے، جس کا ذکر گذشتہ صفحات میں کیا جا چکا ہے۔ ہم نے دوسری مستند عربی کتب میں ان حذف شدہ عبارتوں کو تلاش کرنے کی کوشش کی ہے۔ اور کم از کم دو ناقص عبارتوں کو درست کیا ہے۔ یعنی ایک 107 / [81] پر سنان بن سلمہ اور اخف بن قیس والے بیان کی تصحیح ابن قتیبہ کی کتاب

1۔ ”بلا پوٹیک امپریل“ میں شاید دو نسخے موجود ہیں، جن کی طرف ایٹ نے اپنی تاریخ (1/137) میں اشارہ کیا ہے۔ ای۔ بلاشٹ (E. Blochet) کی فہرست (بلا پوٹیک پمپل، پیرس جلد 1 ص 313) میں ایک نسخے کا حوالہ راقم الحروف کی نظر سے بھی گذرا ہے، لیکن اس کی تفصیل ہم بند نہیں ہے۔ اس وجہ سے اس کے بارے میں مزید کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ نسخہ م کے علاوہ مکتب برخانہ میں ایک دوسرا نسخہ بھی موجود ہے۔ (فہرست ردو 1/290-291، No. OR 1582) لیکن ایک تو وہ ناقص ہے، دوسرا کافی بعد کا یعنی انیسویں صدی کا لکھا ہوا ہے۔ ان کے علاوہ قنتا کے کچھ حصے ایک ”مجموعہ اقتباسات تاریخی“ (No. OR 1838) میں بھی شامل ہیں۔ انڈیا آفس لائبریری لندن میں بھی ایک نسخہ موجود ہے۔ (فہرست، 435 No) جس کی بعض عربی عبارتوں سے فارسی متن کے فاضل ایڈیٹر نے مقابلا کیا ہے، لیکن ان کی رائے میں یہ نسخہ بھی ناقص اور بہت غلط ہے (دیکھئے فارسی ایڈیشن مقدمہ۔ کد)

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

”عیون الاخبار“ (227/1) سے کی گئی ہے، اور دوسری صفحہ 217/304 پر محمد بن قاسم اور قتیبہ کو حجاج کی طرف سے چین کی فتح کی پیشکش اور جہم بن زحر کو عراقی لشکر کے ساتھ قتیبہ کے پاس بھیج دینے کے متعلق اصلاح، یعقوبی (246/2) اور طبری (889-90/1) کے حوالوں سے کی گئی ہے۔¹

3- اس ترجمے میں آئے ہوئے کل افراد اور مقامات کے ناموں کی، متن کے مختلف تلفظوں اور دوسرے ماخذوں کی روشنی میں تصحیح کی گئی ہے۔ عربی ناموں کی حتی الامکان قدیمی اور اصل صورت واضح کی گئی ہے۔ مثلاً ص 76 پر ”سرکوندہ بن بھندرکو“ (فارسی متن میں پسرکول بن بھندرکو ہے)، اسی صفحہ پر ”دکیو بن کاکو“ (فارسی متن میں کیہ بن کاکہ ہے)۔ ص 140 پر ”چٹوں“ (فارسی، متن میں جتان ہے) وغیرہ اصلاحیں قابل توجہ ہیں۔

4- جس قدر ممکن ہو سکا ہے فتحنامہ میں مذکور جملہ افراد اور مقامات کا واضح تعارف پیش کیا گیا ہے۔ اس سلسلے میں مندرجہ ذیل مثالیں خاص اہمیت رکھتی ہیں:

مثلاً: محمد بن قاسم کے ساتھی سپہ سالاروں اور خاص افراد میں سے اکثر کی سوانح حیات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ مثلاً: جہم بن زحم الجعفی (ص 289-291)، عطیہ بن سعد العونی (ص 291-292)، سفیان بن الابرہ الکلی (ص 292)، قطن بن برک الکلابی (ص 292-293)، نباتہ بن حنظلہ الکلابی (293)، تیم بن زید قینی (ص 310)، خرم بن عمرو المری (ص 315-316)، حکم بن عوانہ بکلی (319)، اور دواع بن حمید البحری (ص 320)۔ اس کے علاوہ حجاج کے کاتب (ص 304-305) اور ص 163/151 پر بیان کی ہوئی داستان کے مصنف خولجہ امام ابراہیم کے حالات پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔

اہم مقامات، شہروں، جھیلوں، تالابوں اور شاخوں کی نشاندہی اور تعارف پر خاص توجہ کی گئی ہے اور اس سلسلے میں مندرجہ ذیل شہروں اور مقامات کے بارے میں پیش کی ہوئی جغرافیائی اور تاریخی تحقیق فی الحال ایک خاص اضافہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ یعنی اردو (ص 248-249)، دیبل (ص 251-260)، کیکانان (ص 260)، برہمن آباد (ص 260-262)، نیرون کوٹ (ص 263)، کنوہار مندر (ص 261-208)، راوڑ (ص 272-277)، موج (ص 297-299)، بغور یعنی بکھر (ص 249، 300-301)، اگم (ص 306-307)، جلوالی پھاٹ (313-314)، کیرج، یعنی کیرا یا کھیڑا (ص 321) ساوندی اور جھیل وکر بھار (ص 321-322) اور ملتان کا منروی بتخانہ (ص 330) وغیرہ۔

5- اس ایڈیشن میں نہ صرف تاریخی اور جغرافیائی تحقیق کو پیش نظر رکھا گیا ہے، بلکہ

1. دیکھئے آخر میں ص 318-320 پر نوٹ 217/304۔

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

ضرورت کے مطابق ادبی تحقیق پر بھی پوری توجہ کی گئی ہے۔ فتحنامہ میں مذکور شعراء کے حالات پر حتی الامکان روشنی ڈالی گئی ہے اور ان کے دیوانوں یا عربی ادب کی دوسری کتابوں کی مدد سے ان کے اشعار کی ضروری تصحیح بھی کی گئی ہے۔ شعراء میں سے اعور شنی (ص 281-282)، عبداللہ بن الاغور الحمر مازی (ص 282-283)، حمزہ بن بیض الحنمی (ص 288-289) اور عدیل بن فرخ الغبلی (ص 223) کے بارے میں مختصر مگر جامع حوالے قلم بند کئے گئے ہیں۔ ص 103/74 پر حکیم بن جبہ سے منسوب اشعار کے متعلق (ص 278-279) کے حاشیہ میں روشنی ڈالی گئی ہے اور ص 110-113/86 شاعر فرزدق کے اشعار کی اس کے دیوان کے مختلف مطبوعہ نسخوں کی مدد سے تصحیح اور تکمیل کی گئی ہے۔ اور اس کے علاوہ نامعلوم شعراء کے اشعار کو متعین کرنے کی بھی حتی المقدور کوشش کی گئی ہے اور کم از کم ایک ایسے گمنام بیت کے متعلق جو 118/236 پر دیا گیا ہے، یہ پتہ لگایا گیا ہے کہ وہ مشہور شاعر ابوالفتح بستی کے قصیدہ کا ہے (دیکھئے ص 328)۔

6- محمد بن قاسم کے متعلق ہر نقطہ نگاہ سے ضروری تحقیق کی تکمیل کی گئی ہے۔ 247-248 پر فتحنامہ میں اس کے دیئے ہوئے لقب ”عماد الدین“ کی مصنوعیت پر تبہرا کیا گیا ہے اور اس کی کنیت ”ابوالبہار“ کو متعارف کرایا گیا ہے۔ ص 284-288 پر محمد بن قاسم کے خاندان اور شادی کے متعلق فتحنامہ کے جملہ متضاد اور مشکوک بیانات کو مستند تاریخی حوالوں سے، پرکھ کر صحیح حالات اور نتائج پیش کئے گئے ہیں۔ اور آخر میں ص 334-344 پر تاریخی واقعات کی روشنی میں محمد بن قاسم کی سندھ سے واپسی، نظر بندی اور وفات پر تحقیقی بحث کے ذریعے داہر کی بیٹیوں کے فرضی افسانے کی تردید کی گئی ہے۔

علمی نقطہ نظر سے اس اردو ایڈیشن کے مذکورہ بالا چھ پہلو خصوصی حیثیت رکھتے ہیں، ورنہ مجموعی طور پر متن کے حاشیوں اور آخر میں ”تشریحات و اضافے“ کے زیر عنوان ہر مبہم، مشکوک اور پیچیدہ امور کی تشریح کی گئی ہے اور تحقیق طلب مسائل پر پوری روشنی ڈالی گئی ہے۔ کتاب کے آخر میں آدمیوں اور مقامات کے ناموں کی فہرست شامل کی گئی ہے، تاکہ حوالے تلاش کرنے میں سہولت ہو اور ساتھ ہی ساتھ ان جملہ تحقیقات اور تجزیوں کے ضمن میں جن خاص علمی، ادبی اور تاریخی کتب کا مطالعہ کیا گیا ہے، ان کی بھی فہرست شامل کر دی گئی ہے۔ اس کے بعد جہاں تک کتاب کی اصلیت، فارسی ترجمے کی کوتاہیوں اور اہمیت اور بعد کے ترجموں، نیز فارسی ایڈیشن کے حقائق اور دوسرے مسائل ہیں، ان میں بھی حتی الامکان کوئی کمی نہیں کی گئی۔ امید ہے کہ یہ مقدمہ ہر مؤرخ اور محقق کے لئے مفید ثابت ہوگا۔

متن فتح نامہ

ضروری اشارات

- 1- متن میں مربع قوسین میں دیئے ہوئے ہندسے اصل مخطوطے کے صفحات کی نشان دہی کرتے ہیں۔ مثلاً صفحہ 13 کی سطر 19 میں ہندسہ [11] کے معنی یہ ہیں کہ یہاں پر اصل مخطوطے کا گیارہواں صفحہ ختم ہوا۔ حواشی اور حوالہ جات میں بھی مربع قوسین میں دیئے ہوئے ہندسوں سے مراد یہی مخطوطے کے صفحات ہیں اور دوسرے ہندسے مطبوعہ کتاب کے صفحات سے متعلق ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حمد اور تعریف اسی مالک حقیقی کو زیب دیتی ہے کہ جس کے احسانوں کا ذکر خلاصہ ایمان اور جس کی نعمتوں کا شکر مقدمہ امن و امان ہے۔ ایسا صالح کہ جس کا امر کن فیکون و اہموں سے معدوم نہیں ہوتا اور ایسا قادر کہ جس کی بے مثال صفات، خیالی حکمتوں میں محدود نہیں ہوتیں۔ ایسا مقدر کہ جس نے اپنی قدرت کے آسمانوں میں سیاروں کی شہیں جلائیں اور ایسا مصور کہ جس نے اپنی حکمت کے درجوں اور دقیقوں سے ستاروں کی منزلیں منقش کیں۔ وہ آفرید کار کہ جس کی صنعت جمال نے چمکتے سورج کو آراستہ کیا اور ایسا پروردگار کہ جس کے جلال قدر نے شب تاریک کی زلفوں کو سنوارا۔ فضائے بسیط میں چشم سحاب اس کے عدل کے خوف سے گریاں ہے اور سطح زمین پر گل کا دمکتا کھڑا اس کی رحمت کی فیض سے خنداں ہے۔ وہ ایسا جبار ہے کہ جس نے فرعون بے عون کو اس کے متمصر اور کفر و ضلالت کے سو سالہ نشے کے باوجود صرف ایک بے وضو سجدے کی برکت سے اپنی رحمت اور مہربانیوں کا حقدار ٹھہرایا اور ایسا قہار کہ مکار اہلیس کو سات سو ہزار برس کی عبادت گزاری کے باوجود محض ایک سجدہ ادا نہ کرنے کی وجہ سے اپنی پاک اور با عزت بارگاہ سے خارج اور مردود قرار دیا۔ فتنبارک اللہ احسن الخالقین والحمد للہ رب العالمین۔ (پھر اللہ تعالیٰ سب سے اعلیٰ اور بہتر خالق ہے اور ساری تعریف اسی اللہ کو زیب دیتی ہے جو سارے جہاں کا پالنے والا ہے)۔

دعاء، سلام، درود اور صلواتوں کے سارے تحفے اس رسول ﷺ کی عنبرین خاک اور روضہ مطہر پر بھیجنے چاہئیں کہ جس کے وعظ اور نصیحتوں کے اثر سے مومنوں کے دلوں کے آئینوں میں جلا ہے اور جس کے خلق کی شاعروں سے محبوں کی جانیں مقبول ہیں۔ ایسا صادق کہ جس کے چہرہ اخلاق کو مخلوق کی بدگوئی کدور نہ کر سکی اور ایسا سالک کہ جس کے امن کی راہ پر گامزن ہوتے والے قدموں کو کوڑے کے کانٹے نہ دکھا سکے۔ ایسا کریم کہ اس کے در دولت کے ادنیٰ خادموں نے نور محمدی کی برکت سے نغارے کی ہر چوٹ پر کسی نہ کسی کو با اختیار حاکم بنایا۔ حجاز کے کافروں، ایران اور خراسان کے بے دینوں اور سرکش ہندوؤں کو اپنی آبدار تلواروں اور خونخوار نیزوں کے زور سے زیر اور ذلیل کیا اور بتوں اور مورتیوں کی جگہ مسجدیں اور منبر بنائے جس کی وجہ سے محمدی دلیلوں

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

کے آثار اور نبوی نشانوں کے معجزے ظاہر ہوئے۔

صلوٰۃ اور سلام ان دس صحابہ اور پاک دامن نقیبوں پر، جن کے حق میں زبانِ نبوت اور عہد رسالت نے قرآن مجید میں یہ بشارت دی ہے: (قوله تعالى) وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ [2] عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا. ”جو ان کے (محمد ﷺ) کے ساتھی ہیں وہ کافروں کے لئے سخت اور آپس میں مہربان ہیں۔ تم انہیں رکوع اور سجدے ادا کرتے ہوئے دیکھو گے۔“ صلوات اللہ علیہ وعلیہم اجمعین۔

رسول الثقلین محمد مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مناقب اس کنواری کے لئے جڑاؤ ہار اور ان قیمتی موتیوں کے قافیوں کی صحت پر روشن برہان اور ان تصانیف کی آرائش اور ان گردانوں کے نظام پر واضح دلیل ہو کر رہیں گے۔

جب اللہ تعالیٰ جل جلالہ کا حکم رسول الثقلین و نبی حرمین کو پہنچا کہ: يَسَّيْهَا الْمُؤْمِلُ قِمِّ اللَّيْلِ إِلَّا قَلِيلًا يَصْفَهُ أَوْ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيلًا أَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا. ”اے چادر اوڑھنے والے! رات کا تھوڑا حصہ چھوڑ کر باقی عبادت کر، آدھی رات اٹھ بیٹھ کر گزار یا اس میں تھوڑی کمی بیشی کر اور اچھی طرح سے قرآن کی تلاوت کر۔“ تو وہ سردارِ اولاد آدم و خواجه ہردو عالم، صدر رسالت و بدر جلالت اور سالارِ زمرہ سعادت و رازدار سرعاقبت مصلیٰ پر اتنی دیر تک ٹھہرنے لگے کہ آپ کے قدم مبارک دم کر آئے اور چہرہ مبارک زرد ہو گیا۔ آخر کار قاصدِ بارگاہِ و طاقِ مملکت الہی حضرت جبریل امین صلوات اللہ وسلامہ علیہ فرمانِ خداوندی لے کر حاضر ہوئے اور کہا کہ اے رسولوں کے پیشوا، متقیوں اور خوش بختوں کے سر تاج و رہنما اور صادقوں کے اولیاء بارگاہِ ذوالجلال سے [3] یہ فرمان جاری ہوا ہے: طه مَا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لِتَشْقَىٰ. یعنی اے پیغمبر! اے چودھویں کے چاند! میں نے تمہیں تکلیف دینے کے لئے قرآن تم پر نازل نہیں کیا۔ نبیوں اور رسولوں کا سلسلہ تمہارے بعد ختم ہے۔ تمہاری خیالی دعائیں بھی بارگاہِ لایزال میں مقبول ہیں۔ تم اپنے لئے اتنی محنت اور سختی کیوں اختیار کرتے ہو؟ اگر تم اپنی طلب کا فقط اشارہ کرو تو مقبولیت کی بشارت کا حکم تمہیں پہنچا دیا جائے۔“

یہ سن کر سردارِ سردارانِ طریقت اور سالارِ راہِ حقیقت نے خزنہٴ دھن فکر کو واکیا اور منطق گھربار سے یوں ارشاد فرمایا: یا اخی جبرئیل افلا اكون عبدا شکورا. یعنی باوجود اتنے بلند مرتبوں کے جو مجھے حاصل ہیں، میں آخر بندہ ہوں اور بندہ زادہ ہوں۔ اے بھائی جبرئیل! کیا میں (خدا کا) شکر گزار بندہ نہ ہوں؟

محمد (ﷺ) کے حق میں خدائے ذوالجلال کے کئی فرمان ہیں۔ مثلاً: ایک جگہ رحمۃ للعالمین

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

ہونے کی بشارت دی گئی۔ (قوله تعالى) وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ۔ ”ہم نے تمہیں ساری دنیا کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔“ دوسری جگہ صحابیوں کے ساتھ اپنی رسالت (کے عہدہ) پر جلوہ گر کیا ہے۔ (بمصدق قوله تعالى) مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ۔ الایہ¹۔ (محمد رسول اللہ اور ان کے ساتھی۔ الخ) اور ایک جگہ خزانہ نبوت کو نبوت اور رسالت کی مہر سے مستحکم فرمایا۔ مثلاً: وَلَٰكِن رَّسُولَ اللَّهِ [4] وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ² ”پر وہ اللہ کا رسول جو نبیوں اور رسولوں (کے سلسلے) کو ختم کرنے والا ہے۔“ اور ایک دوسری جگہ مخلصوں اور متقیوں کے لئے بشارت اور سرکشوں اور مفسدوں کے لئے دھمکی کا اشارہ فرمایا یعنی: يٰٓأَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفْرَ وَالْمُنَافِقِينَ۔ ”اے نبی! کافروں اور منافقوں سے جہاد کر۔“

[پس اے جبریل! مجھے جو اتنے مراتب و احتشام و مراسم و احترام سے مشرف کیا گیا ہے، تو اس کا نشاء یہی تھا کہ ظلم کی سیاہی اور کفر کی گمراہی، اسلام اور دینداری کی روشنائی میں تبدیل ہو، نفاق اور جہالت کی بنیادیں منہدم ہوں، اسلام کے جھنڈے سر بلند ہوں، اس مذہب اور حکومت کا آئین دنیا میں قیامت تک جاری رہے اور کسی قسم کے شرک اور منافقت سے آلودہ نہ ہو اور سنت کا پھول بدعت کے کانٹوں سے نہ چیرا جائے۔

[یہ ارشادات سن کر] جبریل امین صلوات اللہ علیہ وسلم واپس چلے گئے اور پھر فوراً ہی آ کر کہنے لگے: ”السلام علیک یا محمد! خدائے تعالیٰ درود و سلام کہتا ہے اور اب اس کا قطعی فرمان اور حکم تقدیر یہ ہے: اِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ اَجَبْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يُّشَاءُ۔ (بے شک تم جسے چاہو اسے ہدایت نہیں دے سکتے لیکن اللہ تعالیٰ جس کو چاہے ہدایت دے سکتا ہے۔) اے محمد! یہ ہرگز خیال نہ کرنا کہ کوئی شخص تمہارے بلانے سے میری بارگاہ میں آتا ہے یا الٹیں کے دوسرے ہماری درگاہ سے راندہ ہوتا ہے۔ اصل میں نکالنے والے ہم ہیں۔ جسے ہم نکال دیں اسے کوئی نہیں بلا سکتا اور جسے ہم بلا لیں اسے کوئی نہیں نکال سکتا۔ اِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ (بے شک میرے بندوں پر تجھے کوئی اقتدار حاصل نہیں)۔ اس لئے اے محمد ﷺ! تم اس وجہ سے فکر مند نہ ہو۔ جن لوگوں نے [5] بیثاق والے دن اَلْسُنُ بِرَبِّكُمْ (کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں) غور سے سنا اور قَالُوْا بَلٰی (کہا کہ ہاں) والا فرمان برداری کا طوق اپنی گردنوں میں

1 یہ پوری آیت یہ ہے: مُحَمَّدٌ الرَّسُولُ اللَّهُ وَالَّذِينَ مَعَهُ اَشْدَاءُ عَلَى الْكُفْرَانِ رَحْمَةً لِّبَنِيهِمْ تَرَاهُمْ رُكْعًا سَجِدًا يَتَسَوَّوْنَ لِفَضْلِهِمْ وَالرَّضْوَانَا سِيمَاهُمْ فِي الْوُجُوهِمْ مِنْ اٰثَرِ السُّجُودِ (سورۃ فتح، رکوع 4) ”محمد رسول اللہ اور ان کے ساتھی، کافروں کے لئے سخت اور آپس میں مہربان ہیں۔ تم انہیں رکوع اور سجدے ادا کرتے دیکھو گے۔ وہ اپنے رب کا فضل اور رضامندی چاہتے ہیں۔ ان کی پیشانیوں میں سجدوں کے نشان ہیں۔“

2 اصل متن میں ”محمد رسول اللہ خاتم النبیین“ ہے جو صحیح نہیں ہے۔

فتح نامہ سندھ عرف پنج نامہ

ڈال کر میری وحدانیت کا اقرار کیا۔ [ان کے لئے] میں دولت محمدی کے اطاعت گزاروں میں سے کوئی نہ کوئی [ایسا شخص] مخلوق پر جلوہ افروز کروں گا، جس کی کوششوں کے ویلے سے وہ لوگ اسلام کی عزت سے مشرف ہوتے (رہیں گے) اور جس فرقے نے ہمارے حکم سے سرکشی اور عناد اختیار کیا ہے، اسے گمراہی اور نعت کے انکار سے منسوب کروں گا تاکہ وہ (مومن) جہادِ الْكُفَّارِ وَالْمُنَافِقِينَ (کافروں اور منافقوں سے جہاد کر) کے فرمان اور اُتْلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ (مشرکوں کو جہاں پاؤ وہاں قتل کرو) کے اشارے کے مطابق (کافروں کو) خونخوار تلواروں اور دغا گار نیزوں اور تیروں کا لقمہ بنائیں تاکہ خراسان، ایران، عراق، شام، روم اور ہندستان کی یہ فتوحات کتابوں میں لکھی جائیں اور زمانے کے حاشیے پر ان کا ذکر ہمیشہ قائم رہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

قباجۃ السلاطین خلد اللہ ملکہ کی تعریف

یہ داستان لطیف اور تاریخ ظریف اس وقت لکھی گئی جب سلطان سعید شہید، بادشاہ اسلام، شہنشاہِ اقلیم، مالکِ بلاد اللہ، مددگارِ عباد اللہ، معینِ خلق اللہ، دشمنِ اسبابِ کفر و ضلالت، بانی قواعدِ دین و ہدایت، ناصرِ اولیائے عالم و قاتلِ اعدائے بنی آدم، عزتِ بخشِ دنیا و دینِ حامیِ اسلام و مسلمین، ظلِ اللہ ابوالمظفر محمد بن سام، ناصرِ امیر المؤمنین، نور اللہ شراہ و جعلِ الجنتِ مضجعہ و مہوہ (اللہ تعالیٰ ہمیشہ اس کی قبر کو منور رکھے اور جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے) کے تحت مملکت پر مددگارِ سلطنتِ عظیم و ہم نشینِ ملکِ معظم [6] و خسر و اعظم، سلطانِ الحق و برہانِ الحلق، قطبِ معالی، مسدِ خلافت، ناصرِ دنیا و دین، رفیقِ اسلام و مسلمین، دشمنِ اعدا و مشرکین، شریکِ امیر المؤمنین، ابوالفتح قباجۃ السلاطین رونقِ افروز ہے اور اس کی شان و شوکت کے خیمے تاکید کی طنائوں اور انتظام کی سختیوں پر استادہ اور منظم ہیں اور اس کے امر و نہی کے حکمائے دنیا کے ہر ملک اور ہر حصے میں نافذ ہوتے ہیں یہاں تک کہ سرکشوں اور فتنہ انگیزوں کے گروہ گریبانوں میں سر ڈال کر عزالت گزریں ہو گئے اور مخلص و پرہیزگار امن و سلامتی کی زندگی بسر کرنے لگے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر اور احسان ہے کہ نظامِ مملکت اور قوانینِ سلطنت اس درجہ (عروج) پر ہیں کہ اس کے آسمانِ نعت پر چم جس طرف بھی جا پہنچتے ہیں، حکومتیں شوق و رغبت سے سر اطاعت ختم کرتی ہیں۔¹

1. اس پوری عبارتِ آرائی کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ لطیف داستان اس وقت لکھی گئی جب کہ سلطان محمد بن سام بالقابہ کے تحت شامی پر ناصر الدین قباجہ ممکن تھا اور اس کی حکومت اتنی مستحکم تھی کہ اس نے جس ملک پر بھی حملہ کیا اسے اپنا مطیع و فرمانبردار بنالیا۔

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

شعر

خسروا ملک بر تو خرم باد
نخل سبیتی ترا مسلم باد
از تو آبادِ ظلم ویران شد
بہ تو بنیادِ عدل محکم باد
خطبہ تعظیم یافت از نامت
ہجین سال و مہ معظم باد
وآنچہ در ملک جم، نبود ترا
ہمہ زیر سنگین ختم باد
چتر میمون ہمت عالیت
سایہ دار سپہ اعظم باد
ہر دلی کز تو حال عصیان است
ہمہ کاوش چو زلف درہم باد
تا کم و بیش در شمار آید
دولت بیش دشمنی کم باد
بہ ہیبت چو ملک داد یسار
در یسار تو خاتم جم باد

اللہ تعالیٰ اس مملکت کے نظام اور اس سلطنت کی رونق کو مستحکم بنیادوں پر [7] دائم و قائم رکھے اور اس کے مضبوط محل اور اس نعمت کے سنگین قلعے اور اس کے اطراف کو ہمیشہ حوادثِ انتشار کے آسیب سے محفوظ رکھے۔ اور خطبہ و سکھ اس کے القاب اور خطابِ عالی کے ساتھ رہتی دنیا تک منبروں اور درہموں کی زینت رہے۔ اور جب تک جہاں کو مدار اور فلک کو دورانِ روزگار ہے اس کی جہانگیری کی شان و شوکت کی آفتاب اور جہانداری کی حشمت کا ماہتاب، افقِ جلال اور آفاقی کمال پر، بحق محمد وآلہ اجمعین، ہمیشہ چمکتا اور طلوع ہوتا رہے۔

علی کو فی اس کتاب کی تصنیف کا سبب بیان کرتا ہے

اس کتاب ”تاریخ ہند“ کا محرر اور ”فتح سندھ“ کا مقرر، بندہٗ دولت محمدی، علی بن حامد بن ابی بکر کوفی، جب اپنی عمر کا ایک بڑا حصہ نعمت و آرام میں بسر کر چکا اور اس دنیائے دوں سے بڑا

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

نصیب اور مکمل حصہ پا چکا تب حادثات کی صعوبتوں اور زمانے کی اچانک آفتوں سے (مجبور ہو کر) اپنے اصلی وطن اور پیدائشی مسکن سے جدا ہوا اور کچھ دنوں، اُج مبارک میں آ کر سکونت گزریں اور آرام پذیر ہوا۔ (لیکن) پھر ”تسلک الایام نندا ولہا بین الناس“ (ہم ان ایام کو لوگوں میں پھراتے ہیں) کا حکم پہنچا اور شراب دار تقدیر نے جام مسرت کو حظل مضرت سے بدل دیا اور مسرتوں سے محرومیت کا سلسلہ جاری رہا۔¹ اور چرخ دوار غدار کی تختیوں سے زہر کا گھونٹ پیتا اور قہر کی ضرب سہتا رہا۔

(آخر) اٹھاون سال کی عمر اور سنہ چھ سو تیرہ (ہجری) میں جملہ مشاغل سے ہاتھ اٹھایا اور قیامی کتابوں کو اپنا انیس و جلیس بنایا، اور دل میں سوچتا رہا کہ چونکہ لکھنے والے کے دل پر [8] ہر علم کے اشارے نقش ہوتے ہیں، اس لئے ہر عالم وقت اور حکیم یگانہ نے اپنے دور میں اپنے مخدوموں اور مریبوں کی مدد سے کوئی نہ کوئی تصنیف یا تاریخ یادگار چھوڑی ہے، جیسا کہ پچھلے مصنف خراسان، عراق، ایران، روم اور شام کی فتوحات میں سے ہر ایک کا نظم اور نثر میں مفصل بیان لکھ چکے ہیں۔ ہندوستان کی فتح سے، جو محمد بن قاسم اور شام و عرب کے امیروں کے ہاتھوں ہوئی، اس ملک میں اسلام ظاہر ہوا اور سمندر سے لے کر کشمیر اور قنوج تک مساجد اور منبر تعمیر ہوئے اور تخت گاہ اردو کے حکمران راجہ داہر بن چچ بن سیلاج کو امیر معظم عماد الدولہ والدین (دین اور حکومت کے ستون) محمد بن قاسم [بن محمد بدائی] بن عقیل اشقی رحمۃ اللہ علیہ نے قتل کیا [جس کی وجہ سے] یہ سارا ملک مع اپنے قرب و جوار کے اس کے حوالے ہوا۔ چنانچہ میں نے چاہا کہ [ایک ایسی] تاریخ لکھی جائے جس سے اس ملک کا حال، یہاں کے باشندوں کی کیفیت و کیت اور [داہر کے] قتل کئے جانے کا واقعہ معلوم ہو۔ چنانچہ اس مقصد کے لئے میں نے نفس امارہ کو تکلیف دی اور اُج مبارک سے اردو لے کر نکھر کے شہروں کا رخ کیا کہ وہاں کے ائمہ عربوں کی نسل اور خاندان سے تھے۔ جب میں اس شہر میں پہنچا تو مولانا قاضی امام الاجل، عالم البار، کمال الملتہ والدین، سید الحکام، السلیع بن علی بن محمد بن موسیٰ بن طائی بن یعقوب بن طائی بن محمد بن موسیٰ بن شیبان بن عثمان ثقفی، ادام اللہ فضلہ و رحم آباؤہ [9] و اسلافہ بحق محمد وآلہ اجمعین سے ملاقات ہوئی، جو فصاحت میں کانِ فضل اور ملاحظت میں جان عقل ہیں، علم و زہد کے ہرفن میں بے نظیر اور اصنافِ بلاغت میں یکتائے زمانہ ہیں، میرے دریافت کرنے پر

1 اصل فارسی عبارت ”و استقامت بندمت سرور متواتر شد“ ہے۔ ہمارے خیال میں یہ عبارت اُلجھی ہوئی ہے اور مطلب وہی ہو سکتا ہے جو ترجمہ میں دیا گیا ہے۔ خود فارسی ایڈیشن کے فاضل ایڈیٹر کو بھی اس عبارت میں شبہ ہے، چنانچہ انہوں نے حاشیہ میں لکھا ہے: ”عبارت در این جا محتمل است“ (ن۔ ب)

2 (پ) کی عبارت کے مطابق ”ارد“ یعنی ”اردو“ ہے مگر دوسرے جملہ نسخوں میں حتیٰ (ن) اور (ر) تک میں یہ لفظ ”الوز“ ہے۔

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

انہوں نے بتایا کہ اس فتح کی تاریخ ان کے آباء و اجداد کی تحریر کردہ حجازی زبان (عربی) میں ایک کتاب (کی شکل) میں لکھی ہوئی موجود ہے جو ایک سے دوسرے کے ورثہ میں آتی رہی ہے۔ چونکہ یہ عربی کے حجاب اور حجازی کے نقاب میں چھپی ہوئی تھی اس لئے عجیبوں (غیر عربوں) میں مشہور نہیں ہوئی۔

کتاب کا ترجمہ

جب میں اس کتاب سے واقف ہوا تو (دیکھا کہ) وہ حکمت کے جواہر سے آراستہ اور نصیحت کے موتیوں سے پیراستہ ایک کتاب تھی جس میں عربوں اور شامیوں کی شجاعت اور مردانگی کی کئی قسمیں واضح تھیں اور رعب و دانائی ان سے ظاہر تھی۔ جو بھی قلعہ فتح ہوا اس سے دولت ہاتھ آئی اور کفر و گمراہی کی رات کے لئے صبح (ظاہر ہوئی)۔ ان دنوں جو بھی علاقہ ہاتھ آیا اور اسلام کی عزت سے مشرف ہوا تو اسے مسجدوں اور منبروں سے نور اور عابدوں و زاہدوں سے سرور حاصل ہوا اور آج تک اس نواح میں ہر روز اسلام اور دینداری کے جمال اور علم و امانت کے کمال میں ترقی ہوتی رہتی ہے۔ اور ہر زمانے میں دولت محمدی کا کوئی بھی غلام جب بھی ملک اور سلطنت کے تحت پر متمکن ہوتا ہے تو نئے سرے سے اسلام کے آئینے سے گمراہی کا زنگ صاف کرتا ہے۔ [10]

مدح ملک الوزراء اشرف الملک ضاعف جلالہ

(جس کے نام یہ کتاب منسوب ہے)

پس جب یہ دینی داستان عربی کے حجاب اور حجازی کے نقاب سے فارسی زبان میں منتقل ہوئی اور عبارت کے ہار اور دیانت کے سنگھار سے مشرف ہو کر نثر کی لڑی میں ترجمہ ہوئی تو دل اس فکر میں غوطہ زن ہوا کہ یہ عجیب اور نیا تحفہ اور لطیف فتح نامہ کس سردار کی جانب منسوب ہونا چاہئے۔ آخر قسمت نے میری رہنمائی کی اور یہ سعادت ظاہر ہوئی کہ میں نے دل میں کہا کہ: ”اے علی! گذشتہ دنوں اور سالوں سے لے کر کتنا عرصہ گذرا ہے کہ تو مولیٰ الانام، صدر جہاں، دستور صاحب قرآن، شرف الملک، رضی الدولۃ والدین، جلال الوزراء، صاحب السیف والعلم نور اللہ مضجعہ وطیب ثراہ کے سایہ کرم اور احاطہ پناہ میں رہا ہے اور تو نے اپنی اس مزین (تصنیف) کو اس کے احسانوں میں پل کر ترتیب دیا ہے اور اس کی اولاد دام علوہم ورحم

1. خدا اس کی بزرگی کو دوبالا کرے

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

آبائہم (ان کی بلندی قائم رہے اور ان کے بزرگوں پر رحم کیا جائے) کی نعمتوں کا حق تھہ پر واجب ہے، اس لئے بہتر ہوگا کہ یہ فتح نامہ، جو دینی ثواب اور دنیوی فضائل (کا مرکب) ہے۔ جس پر (آئندہ) دنیا کے محقق اور بڑے احسان کرنے والے بادشاہ فخر کریں گے اور سب کو عربوں کے اعتقاد کی تصدیق اور اہل ادب و ترقی کے خلوص سے پورا اتفاق ہوگا۔ اور یہ دولت (فتح نامہ)، جو اہل عرب و شام کی شہامت و صولت (کی یادگار) ہوگی (کیونکہ اس کی نذر کی جائے) جس کا خاندان معظم اور حسب نسب عرب ہے اور [11] جس کے جد بزرگ، امیر اجل، انصہ مکرم، کریم الدین، وجیہ العرب، نظام الملت، قوام الامت، افتخار آل قریش حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ تھے، جن کے ہاتھوں خراسان اور ایران کا بڑا حصہ فتح ہوا، جس کی سپہ سالاری اور لشکر کشی کی شرح و تفصیل علیحدہ کتاب میں (درج ہے) جہاں بھی (انہوں نے) کافروں کو شکست دی، اسلام کے جھنڈے وہاں ہمیشہ کے لئے بلند ہوئے اور وہاں کی فتح کا خط امیر المؤمنین عمر بن الخطابؓ کو پہنچتا تھا اور وہ خود مومنوں کے سامنے بیٹھ کر خطبہ دیتے تھے (جس میں عظمت اسلام پر) فخر کرتے ہوئے (اللہ تعالیٰ کی) تعریف کرتے تھے۔ (یہ تصنیف کیوں نہ) صاحب (کمال) و مالک سیف و قلم، فخر دولت و دین و فاتح گردوں جیسے، نظام الاقائم، جلال الوزراء حسین بن ابی بکر بن محمد الاشعری ضاعف اللہ جلالہ فی اعز ارومۃ واکرم جرثومۃ ماکر الجدیدان واتفق الفرقدان واخلتف العصران (اللہ تعالیٰ اس کی عزت دوگنی کرے سب سے باعزت خاندان اور سب سے شریف گھرانے میں، جب تک رات اور دن ملتے رہتے ہیں فرقدین نے اتفاق کرتے رہیں اور زمانے ایک دوسرے کے پیچھے آتے رہیں) کی توجہ میں لائی جائے کہ ملاحظہ کے شرف اور مطالعے کی نظر سے مشرف ہو کر قبولیت کے اعزاز سے مقبول و میمون ہو اور زمانے کی بزرگیوں کی فہرست میں (شامل) ہو۔ ۳

1. اس متن میں ”صواب“ تحریر ہے جو غلط ہے۔ مترجم
2. فیروز اللفات صفحہ 185 میں ”فرقدان“ یا ”فرقدین“ کے یہ معنی دیئے گئے ہیں: قطب شمالی کے وہ دو ستارے جو قطب کے قریب ہیں اور اس کے چاروں طرف گردش کرتے رہتے ہیں اور صبح سے شام اور شام سے صبح تک دکھائی دیتے ہیں اور کبھی نظر سے غائب نہیں ہوتے۔ (مترجم)
3. عنوان سے لے کر اس مقام تک کی عبارت آرائی کا خلاصہ یہ ہے کہ ”جب یہ کتاب عربی سے فارسی میں ترجمہ ہو چکی تو میں اپنے دل میں سوچنے لگا کہ یہ کتاب کس امیر کے نام سے منسوب کی جائے۔ آخر بحث نے رہنمائی کی اور دل نے کہا کہ اے علی! جس صورت میں تو دوزیر شرف الملک مرحوم بالقیامہ کی نعمتوں کا پروردہ ہے اور اس کے اور اس کی اولاد کے حقوق تیری گردن پر واجب ہیں اس وجہ سے مناسب یہی ہے کہ یہ کتاب جو اپنی خوبیوں کی حامل ہے اور جس کے پڑھنے سے عرب اور شام کے باشندوں کی عظمت لوگوں کے دلوں میں گھر کر جائے گی، اس کتاب کو لے جا کر دوزیر حسین بن ابوبکر بن محمد اشعری بالقیامہ کی خدمت میں پیش کر کہ وہ عرب خاندان سے ہے اور اس کے جد اعلیٰ ابو موسیٰ اشعری کے ہاتھوں ایران اور خراسان کا بڑا حصہ فتح ہوا تھا، تاکہ اس کے مطالعے کے شرف سے یہ کتاب باہرکت اور مقبول ہو۔“ (مترجم)

معذرت مصنف

بزرگان وقت و صاحبان تاریخ، چند چیزوں کو ان کے ذکر کو باقی رکھنے والی، اور ان کے نام کو زندہ رکھنے والی سمجھتے ہیں۔ (یعنی) سب سے پہلے وہ انصاف و معدلت اور حلم و وقار کو اپنا شعار و لباس بناتے ہیں۔ دوسرے اپنی ذات پر خرچ کر لینے کے بعد جو مال آدمی کا سرمایہ ہے، اسے آخرت کے لئے ذخیرہ کرتے ہیں۔ تیسرے اپنی اولاد کو ہنر بدیع سے آراستہ کرتے ہیں اور چہارم عالمان وقت و حکیمان زمانہ کو اعلیٰ کتابوں کی تصنیف اور مفید حکمتوں کی تالیف کی ترغیب دیتے ہیں [12] اور اسی کو اپنے مقاصد کا زینہ اور اغراض کا ذریعہ سمجھتے ہیں، کیونکہ نصیحت کے سخن اور حکمتوں کے فن، کتب و جرائد کے صفحات پر ہمیشہ یادگار رہیں گے۔

قطعہ

آں سروراں کہ نام نکو کسب کردہ اند

رفتہ یادگار از ایشان جز آں نماند

نوشیرواں اگرچہ فراوانش گنج بود

جز نام عدل از ہنس نوشیرواں نماند

ہر چند کہ میری یہ مجال نہیں کہ میں خود کو اس عالیشان بارگاہ میں جو سرچشمہ فضل اور حکماء کی جلوہ گاہ ہے، فضیلت کے لباس میں ظاہر کروں، لیکن جب سعادت نے آواز دی، کرم عام نے حکم دیا اور آفتاب اقبال نے طالع سعید کی جانب رہنمائی کی تو اس سرور کی دعا اور ثنا کے لئے مستعد ہوا جس کی تعریف میں اکابرانِ دہر اور فاضلانِ عصر نے زبان کھولی ہے اور علماء زمانہ و حکیمانِ یگانہ کے ہاتھ اس کی دعا کے لئے اوپر اٹھے ہوئے ہیں۔ بندہ علی کوئی (بھی) نعمتوں کا حق ادا کرنے کے لئے خلوص سے دعا مانگتا ہے کہ اس حکومت کا محسن اقبال پاکیزہ آب کرم سے سیراب اور نورِ مہتاب سے سرسبز اور شمر بار رہے۔

☆ میں نے اس کتاب کو عربی کے پردے سے نکال کر فارسی میں، صرف اس شاندار گھرانے اور عالی قدر خاندان کی عزت افزائی اور ہمیشہ کی یادگار قائم کرنے کے لئے ترجمہ کیا ہے۔ جب (یہ کتاب) پسندیدگی کی نظر اور احسان کے التفات سے مزین ہوگی تو میں اس کے ویلے اتنا اعلیٰ درجہ اور مرتبہ حاصل کروں کہ اس ”فتخنامہ“ کے فخر کی چادر اور مہابہات کی زینت، قرونوں کے استہمال سے بھی فرسودہ نہ ہوگی۔ میں صاحبانِ زمانہ و رئیسانِ یگانہ سے جنہوں نے

فتح نامہ سندھ عرف چچ نامہ

چاند کے گرد تاروں کی طرح (دنیا) کو سجا رکھا ہے امیدوار ہوں کہ [13] چونکہ طالع طبعیت منزل مراد کی طرف مائل نہ تھا، اور دل کو قرار نہ تھا (اس وجہ سے) اگر اس میں کوئی سہو یا قصور نظر سے گذرے تو اس عذر کے پیش نظر معذور سمجھیں اور معافی سے اس کی پردہ پوشی کریں، کیونکہ کسی بھی مخلوق کو ”النسیان مرکب علی الانسان“ (انسان بھول اور خطا کا مرکب ہے) کے چشمے کا پانی پینے اور اس راہ سے گذرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے۔ ☆

اگر معذوریوں کی شرح تفصیل سے لکھی جائے تو ہزار میں سے ایک اور کثیر میں سے قلیل بھی پوری نہ ہوگی۔ لیکن (میں نے یہ کتاب) اختیار سے نہیں بلکہ مجبوراً پیش کی ہے، تاکہ اس کھوٹے سکے کے طفیل یہ آسانی مرتبہ حاصل کر سکوں اور بارگاہ بلند میں، جو ہمیشہ یوں ہی بلند رہے، قربت حاصل ہو، قبولیت کے شرف سے مشرف ہو اور یہ ”فتحاۃ“ دنیا کے ختم ہونے تک کتابوں کے صفحات پر باقی رہے۔ ”واللہ ولی التوفیق“ (توفیق کا مالک اللہ ہے)۔

آغاز کتاب حکایت راجہ داہر بن قنچ بن سیلانج اور محمد بن قاسم ثقفی کے ہاتھوں اس کا ہلاک ہونا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(اس اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان ہے)

خبروں کے راویوں اور تاریخ کے مصنفوں نے اس طرح بیان کیا ہے کہ شہر اردو، جو ہندو سندھ کا پایہ تخت تھا، دریائے سیکن پر جسے مہران کہتے ہیں، طرح طرح کے محلوں، رنگ برنگ کے چراگا ہوں [14] نہروں، حوضوں، پھلواریوں، باغیچوں اور گلکاریوں سے آراستہ ایک بڑا شہر تھا اور اس بارونق شہر میں رائے سیہرس بن ساہسی رائے نامی ایک ہندو راجہ رہتا تھا، جس کے پاس بھرپور خزانے اور بکثرت دینے تھے۔ اس کا عدل دنیا میں مشہور اور اس کی سخاوت زمانے میں شہرہ آفاق تھی۔ اس کی حکومت کے حدود مشرق میں کشمیر تک، مغرب میں مکران تک، جنوب میں دیبل اور ساحل سمندر تک اور شمال میں کردوں کے پہاڑ اور کیکانان تک (پچھلی ہوئی تھیں) اس نے اپنے ملک میں چار حکمران مقرر کئے تھے۔ ایک برہمن آباد میں، جسے نیرون کوٹ کے قلعے سے لے کر دیبل اور لوہانو یعنی لاکھ اور سمہ (ارضی والے علاقے) سے لے کر سمندر تک علاقہ تقویض تھا۔ دوسرا سیوستان کے (مرکزی) شہر میں تھا۔ تیسرا اور بدھیہ، جنگان، رونیہمان اور کوہ پایہ سے لے کر

1. اصل متن کی عبارت یہ ہے ”دوریا در اہتمام اذ فرمود“ فارسی میں ”دوریا، سمندر کو بھی کہتے ہیں اور ندی کو بھی۔ ہم نے متن میں سمندر لکھا ہے کیونکہ دیبل اس راجہ کے قبضے میں تھا اور اُن دنوں وہ سندھ کا مشہور بندرگاہ تھا۔ (مترجم) لیکن اگر ”دریا“ کے معنی ندی کے لئے جائیں تب بھی صحیح ہے، کیونکہ اُن دنوں دریائے سندھ شہدادپور کے قریب، ذکر بہت تھا، جس کے نشانات آج تک موجود ہیں اور عام لوگ اسے ”سوخی کا دریا“ کہتے ہیں۔ شہدادپور کے بعد یہ دریا مشرق جنوب کی طرف بہتا تھا۔ ٹنڈو آدم اور بیرانی کے قریب کے لوگ اس کو اب تک ”لوہانو دریا“ کہتے ہیں۔ اس نام سے معلوم ہوتا ہے کہ گزشتہ زمانہ میں اس علاقے میں ”لوہانو“ قوم آباد تھی۔ نیز (ب) میں ”لوہانہ“ کو ”سمہ اور لاکھا“ کا مرکب بتایا گیا ہے۔ اس لحاظ سے بھی ہم ”سموں اور لاکھوں“ دونوں قوموں کی موجودہ سکونت کو پیش نظر رکھ کر یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ ”سمہ“ جنوب والے علاقوں میں رہتے تھے اور ”لاکھا“ شہدادپور تعلقہ والی اراضی میں، جہاں آج تک اس خطہ کو ”لاکھاٹ“ کہا جاتا ہے۔ (ن-ب)

2. اصل عبارت ”در قصبہ سیوستان“ ہے۔

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

مکران تک کا علاقہ اس کے حوالے تھا۔ تیسرا حکمران اسکلندہ اور بھانیہ کے قلعے میں، جسے تلواڑ اور فتح پور بھی کہتے ہیں، رہتا تھا اور اس کے قرب و جوار کے علاقے دیوہ پور¹ تک اس کا تصرف تھا۔ اور چوتھے حکمران کو اس نے ملتان کے عظیم الشان شہر میں متعین کیا اور سکہ، برہم پور، کروڑ، اشہار اور تانکھ سے لے کر کشمیر کی حدود تک کا علاقہ اس کے زیر حکومت رکھا۔ وہ خود دارالحکومت آروڑ میں تخت پر جلوہ افروز رہتا اور کردان، کیکانان اور برہاس (کے علاقے براہ راست) اپنے زیر فرمان رکھتا تھا۔ اپنے نائب حکمرانوں میں سے ہر ایک کو اس نے جنگ کے لئے مستعد رہنے [15] اور گھوڑوں، ہتھیاروں اور جملہ اسباب حرب سے لیس رہنے کے بارے میں سخت ہدایتیں دے رکھی تھیں اور اسی طرح ملک کی حفاظت، رعایا کی دل جوئی اور سلطنت کی خوش حالی کے لئے بھی حکم نامے جاری کر رکھے تھے۔ تاکہ وہ اپنی ولایتوں کی سرحدوں کو محفوظ رکھیں چنانچہ اس کے جملہ ممالک میں ایک بھی ایسا دشمن نہ رہا جو اس کی سرحدوں میں کسی طرف سے بھی چھیڑ چھاڑ کر سکتا۔

[لیکن ایک مدت بعد] فتنائے الہی سے بادشاہ نیمروز کا لشکر اچانک ایران کی طرف سے یلغار کرتا ہوا کرمان آ پہنچا۔ یہ خبر سن کر راجہ سیہرس بڑی بے پرواہی اور بڑے تکبر کے ساتھ آروڑ کے قلعے سے زبردست لشکر لے کر اس کے مقابلے پر آیا اور اس سے جنگ کی۔ جب دونوں جانب سے نامور مرد اور جنگ جو بہادر خون خوار تلواروں کا لقمہ بن چکے تو قادر حکیم پر توکل کر کے ایرانیوں کے لشکر نے [ایک زوردار] حملہ کیا۔ راجہ سیہرس کا لشکر ذلیل ہو کر اور شکست کھا کر بھاگ گیا، مگر سیہرس اپنی عزت اور نام کی خاطر ڈٹا رہا اور جنگ کرتا ہوا قتل ہوا۔

ایران کا بادشاہ نیمروز واپس لوٹ گیا اور سیہرس کا بیٹا رائے ساہسی اپنے باپ کے تخت پر بیٹھ کر اس ملک کا خود مختار حاکم ہوا۔ اس کے باپ کے زیر فرمان رہنے والے چاروں حکمرانوں نے اس کی تابعداری اور موافقت کر کے اس کے آگے سر جھکایا اور اپنے خزانے اس کے حوالے کر کے اس کی اطاعت اور اخلاص کو اپنا طرہ امتیاز بنایا، جس کی وجہ سے رائے ساہسی اکبر کی پوری مملکت اس کے دائرہ اثر و اقتدار میں آئی اور رعایا اُس کے عدل و انصاف سے آسودہ حال ہوئی [16]۔

اُس کا ایک حاجب² [رام] تھا، جو ہر قسم کے علم و حکمت میں طاق تھا۔ اس کا حکم سارے ملک پر چلتا تھا اور اس کے کام میں کوئی بھی شخص دخل انداز اور خل نہ ہوتا تھا۔ دفتر انشاء بھی اس کے حوالے تھا اور ساہسی رائے کو اس کے قلم اور بلاغت پر پورا بھروسہ تھا اور وہ کبھی اس کے مشورے کے خلاف عمل نہ کرتا تھا۔

1 اصل عبارت ”دیوہنوز“ ہے (وضاحت کے لئے دیکھئے آخر میں حاشیہ)

2 Chamberlain = حاجب

فتح بن سیلانج کی حاجب رام کی خدمت میں آمد

ایک دن حاجب رام وزیر بدھمن کے ساتھ دفتر میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک برہمن آیا اور آکر بہت عمدہ الفاظ میں اس کی تعریف و توصیف کی۔ حاجب رام نے اس سے پوچھا کہ ”اے برہمن! کہاں سے آئے ہو اور تمہارا کیا مقصد ہے؟“ برہمن نے جواب دیا کہ ”میرا نام فتح ہے اور میں راہب سیلانج کا بیٹا ہوں۔ میرا بھائی چندر اور میرا باپ (دونوں) شہر ارور کے مضافات کے ایک مندر میں عبادت میں مشغول رہتے ہیں اور ساہسی رائے و رام حاجب کے حق میں دعائیں کرتے رہتے ہیں۔ میں رام حاجب سے ملنا چاہتا ہوں، کیونکہ وہ (اپنی) علمیت اور قابلیت کی وجہ سے (آجکل) عنوانِ سعادت اور مفتاحِ عزت ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اُس کی خدمت کا سہارا حاصل کروں۔“ حاجب رام نے کہا کہ ”فصاحت و بلاغت کے اعتبار سے تو بیشک تمہاری زبان صاف ہے، مگر تم کچھ فنِ ادب کی صلاحیت اور لکھنے پڑھنے کی قابلیت بھی رکھتے ہو؟“ فتح نے جواب دیا کہ ”مجھے چاروں وید [17] رگ، یجر، اتھر اور سام، حفظ ہیں، اس کے علاوہ حضور جس کام کے لئے بھی حکم فرمائیں گے وہ ایمانداری، درستی، دیانت اور قابلیت کے ساتھ، جس کی میں نے تربیت حاصل کی ہے، نہایت خلوص سے انجام دوں گا۔“ ابھی یہ گفتگو جاری تھی کہ سکھ اور دیہل سے چند امور کے متعلق مراسلے بھی آگئے۔ رام حاجب نے یہ مراسلے فتح کو دیئے۔ اس نے بہترین انداز میں انہیں پڑھ کر سنایا اور عمدہ خط اور نفیس الفاظ میں ان کے جوابات بھی لکھ دیئے۔ یہ دیکھ کر حاجب رام نے اس کی فصاحت و بلاغت اور خوش خطی کی بے حد تعریف کی اور اعزاز و انعام سے نواز کر اس سے کہا کہ ”مجھے بہت سے امور اور مصروفیتیں درپیش رہتی ہیں، جس کی وجہ سے ممکن ہے کہ کسی موقع پر (رائے سہاسی کی) خدمت میں حاضر ہونے سے معذور ہوں، اس لئے (تم) میرے نائب کی حیثیت سے دفتر انشاء میں موجود اور رائے کے دروازہ پر حاضر رہا کرو۔“

فتح نے اس کے کہنے پر یہ کام اپنے ذمے لیا اور اس میں یہاں تک منہمک ہو گیا کہ وہ ”دیوانِ رسائل“ (وزیر مراسلات) کے نام سے پکارا جانے لگا۔ آخر ایک دن رائے سہاسی دربار میں آیا، شہر کے اہم اور بڑے لوگ حاضر تھے کہ اتنے میں سیوستان کے کچھ خطوط آئے۔ رائے نے حاجب رام کو بلوایا مگر وہ ابھی دفتر میں نہ آیا تھا۔ فتح نے کہلا بھیجا کہ ”میں [18] رام حاجب کا نائب ہوں، اگر کوئی خط کے لکھنے کی ضرورت درپیش ہو تو بندہ لکھ کر وہ کام انجام دے۔“ رائے سہاسی نے اسے بلوایا۔ فتح نے ان خطوط کو نہایت عمدگی سے (پڑھ کر) سنایا اور

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

شرح و بسط کے ساتھ ان کے مطالبے کو بیان کیا۔ اس کے بعد ان کے جوابات شیریں اور خوشخط لکھ کر رائے کے سامنے پیش کئے۔ رائے ساہسی نے، جو خود بھی خط اور بلاغت کے علم میں یکتا تھا، مطالعہ کر کے اسے پسند کیا اور عزت افزائی کے پیش نظر (فتح کے لئے) ”مطلق نیابت“¹ کا حکم جاری کیا۔

جب حاجب رام محل میں آیا تو رائے ساہسی نے اس سے پوچھا کہ ”ایسا ہنرمند اور فصیح نائب اور ایسا خوشخط کاتب کہاں سے تمہارے ہاتھ آیا؟ اسے خوش رکھ کر اس کی تربیت کرتے رہو۔“ رام وزیر نے عرض کیا کہ وہ برہمن سیلانج کا بیٹا ہے، (نہایت) ایماندار، تجربہ کار اور سیدھا سادا (انسان) ہے۔“ (اس کے بعد) رام حاجب نے فتح کی طرف راجا کا التفات دیکھ کر اس کی جانب اپنی توجہ زیادہ کر دی اور نائب وزارت کی ذمہ داری بھی اس کے حوالے کی یہاں تک کہ اس کے موجودگی اور غیر حاضری میں فتح اس کے کام انجام دیتا رہا اور کاروبار سلطنت اور امور حکومت میں دخل ہوتا گیا۔ جب بھی (وہ) رائے کی خدمت میں حاضر ہوتا تو (رائے) اسے نوازا اور انعام و اکرام سے سرفراز کر کے اسے یہ کام کرتے رہنے کی نصیحت کرتا اور کہا کرتا کہ اس کام سے (ایک تو) کاروبار کا نظام درست ہوتا ہے اور (دوسرے) تجھے بھی آئندہ بڑا عہدہ حاصل ہوگا۔ اس طرح وہ اسے نیکی کے وعدوں کا امیدوار بنایا کرتا۔ آخر کار رضائے الہی سے حاجب کی عمر پوری ہوئی اور وہ اجل کا شکار ہو گیا۔ [19]

وزارت کا فتح بن سیلانج کے حوالے ہونا

اس کے بعد رائے ساہسی نے فتح کو بلا کر وزارت کی ذمہ داری اس کے سپرد کی۔ فتح لوگوں سے ہمدردی اور فراخ دلی سے پیش آتا تھا، یہاں تک کہ اس نے سارے ملک کے نظم و نسق کو مضبوط کیا، سبکوں نے اس کی متابعت کی اور اس نے وزارت اور سرشتہ داری میں اپنے جوہر کے کمال دکھائے۔

ایک دن ساہسی رائے خلوت خانہ میں رانی ”سنبھس دیوی“² کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا، یہ عورت رائے پر چھائی ہوئی تھی، جس کی وجہ سے وہ اس کی بے حد عزت کرتا تھا۔ اتنے میں وزیر فتح محل میں آیا اور دربان کے ذریعے ساہسی رائے کو پیغام بھیجا کہ وہ ”کسی ضروری کام سے محل کے دروازے پر اس لئے حاضر ہوا ہے کہ جو مشکل پیش آئی ہے وہ رائے کی خدمت میں بیان

1 یعنی ”نام نائب مختار“

2 فارسی ایڈیشن میں ”سنبھن دیو“ عبارت لکھی گئی ہے اور (ن) میں ہرجیہ ”سومندی“ ہے۔

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

کرے۔ اگر فرصت اور اجازت ہو تو اندر حاضر ہو کر عرض کرے۔“ اس پیغام کے ملنے پر راجہ نے رانی سے کہا کہ ”ایک نامحرم حرم سرا میں آ رہا ہے، اس لئے تم پردے کے پیچھے چلی جاؤ۔“ رانی سنو سنو دیوی نے کہا کہ ”میری ہزار جانیں ساسی کے قدموں پر نچھاور ہوں! کتنے ہی ادب باش اور نوکر آتے رہتے ہیں، اگر ایک برہمن آئے گا تو اس کی طرف میری کیا توجہ ہوگی۔ اس سے ایسی کیا شرم ہے جو میں چھپ جاؤں! وہ عورت جب مند کرتی تھی تو رائے اسے ناراض نہ کرتا تھا، کیونکہ وہ اس کے مکر کا خریدار تھا۔ چنانچہ اس نے فتح کو بلایا۔ فتح جن امور کے سلسلے میں حاضر ہوا تھا۔ انہیں رائے کے سامنے پیش کر کے نہایت عمدگی سے اس کی توجہ میں لیا۔ [20]

رانی کا فتح پر عاشق ہونا اور فتح کا اس کی محبت سے انکار کرنا

برہمن فتح ایک خوبصورت، متناسب الاعضاء، وجیہ شہادت اور سرخ رخساروں والا نوجوان تھا۔ رانی نے جب اس کی دلکش صورت اور قد و قامت کی جھلک دیکھی تو اس پر دل و جان سے عاشق و مفتون ہو گئی اور اس کی شکل و صورت اور جہجہج پر فریفتہ ہو کر اس کے میٹھے لفظوں اور دلکش حرفوں پر دل دے بیٹھی۔ فتح کی محبت نے اس کے دل میں گھر کیا اور عشق کا پودا رائے کی بیوی کے دل میں بڑھ کر درخت ہوا۔ راجہ میں اولاد پیدا کرنے کی صلاحیت نہ تھی، جس کی وجہ سے رانی کو اس سے کوئی اولاد نہ تھی۔ آخر کار اس نے ایک بڑھیا کٹنی کے ذریعے پیغام بھیجا کہ ”اے فتح! تیری پلکوں کے تیروں نے میرے دل کو زخمی کر دیا ہے اور تیری جدائی کی زنجیر میرے گلے کا پھندہ بن چکی ہے۔ میں امید کرتی ہوں کہ تو اپنے وصل سے میرے مرض کا علاج کرے گا اور دل دہی کے ہاتھوں سے یہ پھندہ میرے گلے سے کھولے گا اور اپنی محبت کے ہار اور ہندگی کے آویزوں سے میری گردن اور کانوں کو مزین کرے گا۔ اگر تو نے میری یہ التجا قبول نہ کی تو میں خود کو ہلاک کر ڈالوں گی۔ رہائی

ہچمت افتد کایں دل من شاد کنی
وز ہجر و فراق خویش آزاد کنی

ور باز کنی اے صنعا! روئے زمین

فریاد کنم مہا کہ بیداد کنی [21]

بڑھیا نے جب یہ پیغام فتح کو پہنچایا تو اس نے انکار کیا اور خود کو (اس فعل شفع سے) باز رہنا واجب جان کر کہا کہ راجاؤں کے حرم میں خیانت کرنا جان کا خطرہ، آخرت کی گرفتاری اور دنیا کی بدنامی ہے۔ جب بادشاہوں کا غضب جوش میں آتا ہے تو پھر اسے نہ کوئی حجاب روک سکتا

فتح نامہ سندھ عرف چچ نامہ

ہے نہ دفع کر سکتا ہے۔ اس لئے اسے یہ خیال چھوڑ دینا چاہئے۔ خصوصاً ہمارے لئے، کیونکہ ہم برہمن ہیں اور میرے بھائی اور باپ راہب ہیں، جو اپنی عبادت گاہ میں گوشہ نشین اور مراقبہ میں بیٹھے ہیں، میرے لئے یہی بے عزتی کافی ہے کہ بادشاہ کی ملازمت میں ہوں، جہاں امید اور خوف کے درمیان زندگی گذرتی ہے۔ کیونکہ مخلوق کی نوکری (ہیشہ) غضب کے بادلوں سے متصل ہوتی ہے اور داناؤں کو ناپسند۔ چار چیزوں پر اعتماد نہ کرنا چاہئے بادشاہ، آگ، سانپ اور پانی پر۔ پھر ان برائیوں کے ہوتے ہوئے یہ برائی بھی اپنے ذمہ لوں، تو اس کی یہ مراد پوری نہ ہوگی۔ یہ پیغام ملنے پر (رانی) نے بڑی نرمی اور لجاجت سے کہلا بھیجا کہ اگر میری صحبت اور موانست سے پرہیز کرتے ہو تو (کم از کم) مجھے اپنے جمال و خیال سے تو ہر روز وقت بوقت بہرہ اندوز کرتے رہو تاکہ تمہارے وصل کی امید (ہی) پر خوش رہا کروں۔ رباعی

خرسندم اگر سال بسالت یتیم ور در عمری شعی خیالت یتیم
نومید گنمردم از خیالت صنما! آخر روزی شب وصال یتیم

ابہر حال جب آنکھیں لڑیں تو دل بھی وصل یار کے شوق میں گرفتار ہوئے۔ [22]
اور آخر صبح وصل ان کے قریب آنے لگی جس کی وجہ سے روحانی موافقت مستحکم ہوئی اور ان کی محبت و الفت آپس میں عہد و پیمان کی دستاویز شمار ہونے لگی۔

رائے کو ان کے حال کی کوئی خبر نہ تھی۔ حالانکہ مخالفوں کا گروہ ان کی نگاہیں دیکھ کر بدگمان ہوتا رہا۔ لیکن چونکہ کسی نے بھی آنکھوں سے کچھ نہ دیکھا تھا اس وجہ سے ایہ راز مخفی رہا۔ بعض دشمنوں نے رائے کو اس حال سے باخبر بھی کیا، مگر رائے نے اس پر یقین نہ کیا اور کہا کہ ”ایک تو میرے حرم سے ایسا ہونا ممکن نہیں [دوسرے] وزیر چچ بھی ایسی بے حرمتی کا ہرگز مرتکب نہ ہوگا۔“

آخر کار ایک مدت کے بعد وہ سارا ملک [چچ] کے زیر تصرف آ گیا۔ وہ جو بھی کام کرتا تھا، رائے اسے پسند کرتا تھا۔ اور جب ساہسی رائے خود بھی کوئی کام کرتا تھا تو بغیر اس کے صلاح و مشورے کے نہ کرتا تھا، یہاں تک کہ پورے ملک میں چچ کا حکم چلنے لگا۔

دار الفناء سے ساہسی رائے کا انتقال کرنا

آخر کار قضاۃ الہی پردہ راز سے نمودار ہوئی۔ رائے بیمار ہوا، مرض نے طول کھینچا اور موت کی نشانیوں نے اس کے چہرے کو تبدیل کر دیا۔ رائے کی بیوی نے فکر مند ہو کر چچ کو بلایا اور کہا کہ ”اے چچ! رائے کی عمر پوری ہو چکی ہے اور موت کی نشانیاں اس کے جسم پر ظاہر ہو گئیں

فتح نامہ سندھ عرف چچ نامہ

ہیں۔ رائے کا کوئی فرزند نہیں ہے جو اس کے مرنے کے بعد اس ملک کا وارث ہو۔ [چنانچہ اب] بلاشبہ رائے کے اقربا ملک و مملکت پر قابض ہونے کے بعد پر خاش کی وجہ سے ہمیں ستانے اور ذلیل کرنے کی کوشش کریں گے۔ بلکہ رائے کی زندگی ہی میں (انہوں نے) جو طعنہ زنی شروع کر دی ہے، اس سے تو یہ یقین ہوتا ہے کہ اب [23] وہ ہماری جان اور مال بھی [ہم سے] چھین لیں گے۔ [چنانچہ] ایک تجویز میرے ذہن میں آئی ہے، جو یقین ہے کہ درست ثابت ہوگی اور ہماری مراد بھی پوری ہوگی اور یہ ملک بھی تجھے مل جائے گا۔ میری عقل کا یہی تقاضا ہے کہ اگر اس موقع پر [ہم نے] ہمت سے کام لیا تو خدائے پاک یہ ملک تیرے حوالے کر دے گا اور یہ سلطنت اور عزت تجھ سے قائم رہے گی اور سب لوگ تیرے مطیع ہو جائیں گے۔ [یہ سن کر] چچ نے کہا کہ ”تیرا حکم میرے سر آنکھوں پر ہے کیونکہ وہ [یقیناً] عین مصلحت ہوگا، لیکن مخلص خدمتگاروں سے مشورہ کرنا [بھی] فرض ہے [اس لئے] مجھے بھی اس تجویز سے آگاہ فرما۔ (اس پر) رانی سوئمن دیوی نے کہا کہ پچاس عدد طوق اور بیڑیاں تیار کرنے کا حکم دے اور رات کو خفیہ طور پر لاکر، تہ خانے میں رکھ۔ [چنانچہ] چچ نے حکم دیا، جس بنا پر بھاری زنجیریں اور بیڑیاں تیار کر کے راتوں رات محل کے تہ خانے کے ایک گوشہ میں پہنچادی گئیں۔

جب رائے کا آخری وقت ہوا اور نزع کا عالم طاری ہوا اور طبیب اٹھ کر باہر جانے لگے تو رانی سوئمن دیوی نے [ان سے] کہا کہ تھوڑی دیر گھر میں اندر ٹھہرو اور [پھر اپنے] ایک معتمد کو حکم دیا کہ سب کو گھر میں قید کر کے دروازے بند کر دے تاکہ ساسی رائے کی موت کی خبر شہر میں کسی کو معلوم نہ ہو اور جو تیرے اور میرے فرمان بردار ہیں انہیں محل میں لے آ۔ [چنانچہ] سارے وفاداروں کو محل میں لایا گیا۔ پھر [اس نے] کہا کہ فلاں فلاں جو بھی رائے کے عزیز اور ملک کے دعویدار ہیں، ان سب کو ایک ایک کر کے بلا۔ چنانچہ ایک ایک کو اس بہانے سے کہ آج راجہ کچھ بہتر ہے اور اس سے کچھ مشورہ کرنا چاہتا ہے، بلایا جاتا اور جب [وہ] حاضر ہوتے [24] تب انہیں اندر بھیج دیا جاتا، جہاں معتمدان خاص انہیں قید کر دیتے۔ اس طرح سارے مخالفوں کو طوق و سلاسل میں اسیر کر لیا گیا۔ اس کے بعد رائے کے عزیزوں کے دوسرے گروہ کے لوگوں کو، جو کہ مفلس تھے، بلا کر کہا کہ آج رائے نے تمہارے فلاں عزیز کو، کہ جس کے خوف سے تمہیں نیند نہ آتی تھی، ناراض ہو کر قید کر دیا ہے۔ اگر تم فقر و فاقے سے نجات چاہتے ہو اور شان و شوکت اور مال حاصل کرنا چاہتے ہو تو قید خانے میں جا کر اپنے دشمن کا سر قلم کر دو اور پھر اس کے گھر زمین مال و اسباب اور نوکروں چاکروں پر جا کر اپنا قبضہ جماؤ۔ چنانچہ ہر ایک نے جا کر اپنے دشمن کو قتل کیا اور اس کے ملک و میراث پر قابض ہوا۔ اس طرح ایک ہی رات میں [سارے] مخالف

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

خون خوار تلواروں کی خوراک بن گئے | اور انہیں | دشمنوں سے نجات مل گئی اور پھر ملک میں کوئی بھی ایسا مخالف | باقی | نہ رہا جو | رائے کی | میراث کا دعویٰ کرتا۔

فتح بن سیلانج کا راجہ ساہسی رائے کے تخت پر بیٹھنا

پھر جب | انہوں نے | فوج اور ملازمین کو اپنا مطیع بنایا اور مفلس ٹھاکر، جنہوں نے ان کی تابعداری قبول کر لی تھی، ہتھیاروں سے لیس ہو کر مستعدی کے ساتھ دربار میں صفیں باندھ کر آ بیٹھے اور پھر جملہ رؤساء، تاجر، صناع اور امرا کو حاضر کر کے تخت کو آراستہ کیا جا چکا، تب رانی سونھن دیوی نے پردے کے پیچھے آ کر وزیر بدھینن سے کہا کہ | 25 | دربار کے سربراہوں اور مقربوں کی مزاج پرسی کے بعد انہیں راجا کا یہ حکم پہنچا دے کہ اگرچہ وہ رو بصحت ہے اور مرض سے چھٹکارا پا چکا ہے مگر یہ جو اشتقاقی کارروائی کا حادثہ ہو گا گذرا ہے اس کے صدے سے ساہسی رائے کو دربار میں آنے کا یارا نہیں | جس کی وجہ سے ممکن ہے | کہ شریف و رؤیل اور طاقتور و ضعیف خلق | خدا | کا کاروبار معطل رہے، اس وجہ سے ”| میں | اپنی زندگی میں حاجب فتح کو اپنا نائب مقرر کرتا ہوں، تاکہ کہیں رعایا سے جو خدا کی امانت ہے، بے انصافی ہونے کی وجہ سے ملک میں کوئی بد نظمی نہ پیدا ہو۔

یہ پیغام سن کر | سمجھوں نے ادب سے دوڑا نو ہو کر سجدۂ اطاعت ادا کیا اور کہا کہ ”ہم رائے کے حکم کے بندے ہیں۔ وزیر فتح بہر حال عمدہ صلاحیتوں اور پسندیدہ عادتوں کا حامل ہے، اسی کی عقل کی بدولت ملک کا کاروبار بہتر طور پر | چل رہا | ہے۔“

اس کے بعد رانی سونھن دیوی نے ایک ہزار مطیع اور مخلص رئیسوں، سربراہوں، سپہ سالاروں اور امیروں کو اعلیٰ اور طرح طرح کے انعام و اکرام سے سرفراز کر کے بادشاہت کا تاج فتح کے سر پر رکھا اور اسے تخت پر بٹھایا۔ اس پر سب لوگ فخر کرتے ہوئے نئے سرے سے خدمت گاری کی شرطیں بجالائے۔

پھر اس کے حکم سے وزیر | بدھینن | نئے سرے سے وزارت کے عہدے پر فائز کیا گیا اور خاص افراد کو گراں قدر انعامات سے سرفراز کرنے کے بعد امراء کو جاگیروں کے نئے پروانے عطا کئے۔ | اس طرح | چٹنگی کے ساتھ | عنان | حکومت فتح کے ہاتھ میں آ گئی۔

اس بات کو چھ ماہ گذر گئے۔ آخر ساہسی رائے کی موت کی خبر اس کے بھائی مہرتھ¹۔

1. فارسی نسخہ میں ”مہرت“ ہے اور نسخہ (ن) میں بھی اس کا یہی املا ہے۔ (پ) میں ”مہرتین“ اور (ر) اور (ک) میں ہر جگہ ”مہرب“ لکھا ہوا ہے۔ یہاں ”مہرت“ نام کی اصلیت کو مد نظر رکھتے ہوئے ”مہرتھ“ لکھا گیا ہے۔ (ن-پ)

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

کو پہنچی جو چترور^۱ کا بادشاہ تھا (اس غم کی خبر کو سنتے ہی) وہ افواج کثیر، دلیران نامور اور فیلمان مست کا انبوه ساتھ لے کر جنگ کے لئے فتح پر چڑھ آیا اور اردو سے تین میل کے فاصلے پر آ کر خیمہ زن ہوا۔ (پھر) اس نے اپنے وزیروں [26] اور خاص آدمیوں کا ایک گروہ وفد کے طور پر (فتح) کے پاس روانہ کیا اور یہ پیغام بھیجا کہ میں اس ملک کا وارث ہوں یہ ملک میرے باپ دادا کا ہے اس لئے بھائی کی میراث کا میں زیادہ حقدار ہوں (اگر تو یہ ملک میرے حوالے کرے گا تو) تجھے وزارت اور نیابت کے اس عہدے پر بحال رکھا جائے گا اور تجھ سے ہمیشہ مہربانی اور احسان کی روش رکھی جائے گی۔

فتح کا مہر تھ سے جنگ کرنا اور اسے مکر سے قتل کرنا

چنانچہ فتح رانی کے پاس آیا اور اسے بتایا کہ ”یہ دشمن گھر کے دروازے پر آ پہنچا ہے اور ملک اور میراث کا دعوے دار ہے اب کیا رائے ہے؟ ساسی رائے کی بیوی نے ہنس کر کہا کہ میں پردہ نشین عورت ہوں اگر مجھے جنگ کرنی ہے تو پھر تم میرے کپڑے پہن کر (گھر میں) بیٹھو اور اپنے کپڑے مجھے دو تاکہ میں باہر نکل کر جنگ کروں۔ کیا تم نے بزرگوں کا یہ قول نہیں سنا کہ جب کسی کام کے لئے کوئی آدمی مقرر ہو اور عقل اور تجربے سے کام لے تو وہ ضرور اس میں کامیاب ہوگا اور اس کام کو انجام کو پہنچائے گا۔ جب سلطنت تمہارے حوالے اور تم سے منسوب ہو چکی ہے تو پھر میرے مشورے کی کیا ضرورت ہے؟ مستعد ہو کر گرجتے ہوئے شیر کی طرح میدان میں جا کر دشمن کو دفع کرنے کی کوشش کرو، کیونکہ عزت اور ناموری کے ساتھ مرنا اپنے ہم جنسوں کے سامنے ذلت برداشت کرنے سے بہتر ہے۔ بیت

ہم فیل داری، ہم چٹم، ہم خیل داری، ہم خدم

مردانہ بیرون نہ قدم، زیر و زبر کن خصم را

فتح، رانی کا یہ جواب سن کر شرمندہ ہوا اور سلاح جنگ زیب تن کر کے لشکر آراستہ اور صفیں پیراستہ کر کے (دشمن کے) مقابل ہوا۔ اور جو لوگ اب تک قید تھے ان سب کو بھی آزاد کر کے اور نئے سرے سے عہد و پیمان لے کر اپنا احسان مند بنایا اور پھر انہیں انعام و اکرام سے سرفراز کر کے دشمن سے جنگ کرنے کے لئے میدان میں لایا۔ (اس طرف) مہر تھ رائے نے بھی اپنے لشکر کا میمنہ، میسرہ، مقدمہ اور قلب و ساقہ جمایا۔ پھر دونوں جانب سے بہادران بے جگر ایک

1. (پ)، (ک)، (ر) اور (م) میں اس کا یہی الفاظ ہے اور شہر چترور کا قدیم نام بھی یہی ہے (دیکھئے آخر میں حاشیہ صفحہ 26) اور اسی وجہ سے یہ الفاظ قائم رکھا ہے۔ فارسی الٹیشن میں اس کو ”چتر“ لکھا گیا ہے۔ (ن-ب)

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

دوسرے [27] پر ٹوٹ پڑے اور تھوڑی ہی دیر میں دونوں جانب کشتوں کے پٹنے لگ گئے۔ مہر تھہ رائے نے جب دیکھا کہ دونوں طرف کے مردان دلیر خواہ مخواہ خون خوار تلواروں کا لقمہ بن رہے ہیں تو اس نے فتح سے کہا کہ ”ہم اور تم دونوں سلطنت کے دعوے دار ہیں (اس لئے فوجیں کٹوانے کے بجائے بہتر یہ ہے کہ ہم خود باہم) ایک دوسرے سے جنگ کریں، پھر ہم میں سے جو بھی فتح مند ہو کر میدان سے باہر نکلے ملک اسی کا ہے۔“ (اس پر) فتح نے اس کے سامنے آ کر کہا کہ ”میں برہمن ہوں، سوار ہو کر نہ لڑ سکوں گا، اگر پیادہ ہو کر مقابلے پر آؤ تو جوڑا اچھا رہے گا۔“ چترور کے راجہ کو اپنی ہمت اور شجاعت پر پورا بھروسہ تھا۔ چنانچہ اس نے دل میں کہا کہ برہمن کی کیا مجال کہ جنگ میں میرے مقابلے پر ہتھیار اٹھانے کا حوصلہ کرے (سامنے تو آئے) پرندے کی طرح گردن مروڑ کر سرتن سے جدا کر دوں گا۔ (اس خیال سے) وہ گھوڑے سے اتر کر پیادہ روانہ ہوا۔ فتح بھی پیدل چلا، مگر اس نے سائیس کو حکم دیا کہ وہ گھوڑے کو اس کے پیچھے پیچھے لائے۔ جب وہ ایک دوسرے کے قریب آئے تو فتح نے اچانک گھوڑے پر سوار ہو کر اس پر حملہ کر دیا اور زخمی کر کے اس کا سرتن سے جدا کر دیا۔ (یہ دیکھ کر) فتح کے لشکر نے حملہ کیا اور چترور کو فوج کو شکست ہو گئی۔ ان میں سے کچھ نے مہر تھہ کو قتل ہوتا دیکھ کر امان طلب کی اور اطاعت اختیار کی اور بہت سے خون خوار تلواروں کا لقمہ بنے۔ فتح فتح کی خوشیاں مناتا ہوا قلعے میں واپس آیا، شہر میں مقبرہ بنانے کا حکم دیا، تخت مملکت پر بیٹھ کر جشن [28] منایا اور امیروں اور جنگ جو بہادروں سے فیاضانہ سلوک کیا۔ اب چاروں ممالک میں کوئی بھی سرکش باقی نہ رہا۔

فتح کی رانی سونھن دیوی سے شادی

اس داستان کا مصنف اور اس بوستان کا محرر اس طرح روایت کرتا ہے کہ جب یہ فتح حاصل ہوئی تب رانی سونھن دیوی کے حکم سے رؤسا اور اکابرین شہر حاضر ہوئے رانی نے ان سے فرمایا کہ اب جب کہ سامی رائے انتقال کر چکا ہے اور مجھے اُس سے کوئی فرزند نہیں ہے کہ جو ملک کا وارث ہو اور یہ ملک راجہ فتح کے قبضے میں آیا ہے تو اس صورت میں (بہتر اور مناسب یہ ہے کہ) تم مجھے بعقد صحیح و مہر صریح فتح کے حوالے کرو۔ چنانچہ جملہ رؤسا اور بزرگ متفق ہو کر دربار میں آئے اور رانی سونھن دیوی کا عقد فتح سے پڑھایا۔ فتح کے اُس سے دو بیٹے اور ایک بیٹی پیدا ہوئی۔ اُس نے ایک بیٹے کا نام داہر اور دوسرے کا دہر سیدہ اور بیٹی کا نام مابین رکھا۔

1 (ن) اور (ب) میں ہر جگہ ”دہر سیدہ“ اور باقی نسخوں میں ”دہر سیدہ“ لکھا ہوا ہے اور فارسی الیٹیشن میں بھی یہی تلفظ اختیار کیا گیا ہے۔ ”سیدہ“ دراصل ”سنھ“ یا ”سینھ“ ہے یعنی ”شیر“ نیز (ک) کی عبارت بھی ”دہر سیدہ“ ہے۔ (ن) (ب)

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

ہر ایک کی ولادت کے وقت نجومیوں سے اس نے ان کی قسمت دریافت کی اور انہوں نے اس کے حکم پر ہر ایک کے نصیب کے بارے میں ستاروں کی بُرجوں میں منزلوں، نیک بختی اور بد بختی اور عزت و ذلت کا زائچہ تیار کیا (اس کے بعد انہوں نے) بتایا کہ راجہ کے دونوں بیٹے بادشاہ ہوں گے اور سندھ کافی مدت تک اُن کے قبضے میں رہے گا۔ لڑکی کی قسمت کے بارے میں انہوں نے یہ فیصلہ دیا کہ وہ سندھ سے کہیں باہر نہ جائے گی اور جو اس کا شوہر ہوگا، وہی اس ملک کا راجہ ہوگا اور سارا سندھ اس کے [29] قبضے میں رہے گا (جس سے) وہ فائدہ اور حظ حاصل کرے گا۔ جب نجومیوں نے یہ انکشاف کیا تو (فتح نے) حکم دیا کہ یہ (راز) مخفی رکھو اور کسی پر ظاہر نہ کرو۔

فتح کا اپنے بھائی چندر کو شہر اروڑ میں لانا اور اُس کا تقرر کرنا

پھر (فتح) نے ایک معتمد آدمی کو اپنے بھائی چندر کے پاس بھیجا اور کہا کہ ”ہمارے بزرگ راہب ہیں اور ہمیشہ بتوں اور مندروں سے سچی عقیدت رکھتے ہیں۔ بزرگی اور رسم آتش پرستی میں اُن کا نام مشہور اور (ہر طرف) پھیلا ہوا ہے، ہمارا باپ سیلانج اس راہ میں ”إِنَّا وَجَدْنَا آبَاءَنَا“ کے قول پر عمل پیرا ہے جو کہ ہمارے عالموں اور حکیموں کو پسند ہے۔ لیکن ہندوؤں کی کتابوں میں لکھا ہے کہ جب کوئی شخص خود کو پرہیزگاری اور ریاضت کے حوالے کرے گا تو جب اس کی روح اُس کے جسم سے جدا ہوگی تو ان نیک کاموں کے معاوضے میں وہ روح کسی بادشاہ کے بیٹے یا کسی سردار کے جسم میں داخل ہوگی جہاں وہ دل کا سکون اور مال و دولت کا تحفل اور پوری پوری فراغت حاصل کرے گا۔ سیلانج کے خدا نے اس دفعہ ہمیں بادشاہی عطا کی ہے اور ایک بڑی سلطنت میرے زیر فرمان آئی ہے۔ اس لئے میری یہ خواہش ہے کہ تختگاہ اروڑ میں تمہیں اپنا نائب مقرر کر کے اپنا ولی عہد بناؤں۔ تمہیں خود بھی حکومت میں دینداری، امانت، پرہیزگاری اور عبادت کرنے کی وجہ سے دو گنا سہ گنا ثواب ملے گا۔“ اگرچہ وہ (شروع میں) کتراتا رہا، لیکن آخر فتح نے اسے لاکر ”عدالت اپیل“ کا تہ (سربراہ) مقرر کیا اور اروڑ کا مکمل انتظام اس کے ہاتھ میں دے کر اپنا اور سلطنت کا کاروبار اس کے حوالے کیا۔ [30]

1. إِنَّا وَجَدْنَا آبَاءَنَا عَلَى أَمَةٍ وَ إِنَّا عَلَى آثَارِهِمْ مُقْتَدُونَ۔ (ہن نے اپنے اجداد کو ایک طریقے پر دیکھا اور ہم ان کی نشانیں کی پیروی کرنے والے ہیں)

2. اصل میں ”دیوان مظالم“ ہے جس کے معنی ہیں ایسی عدالت، جس میں ملک کے کسی بھی بڑے آدمی کے ہاتھوں کے ہوئے ظلم کے خلاف شکایت سن کر اس کی داد دی کی جائے۔ (مترجم)

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

فتح کا اپنے بھائی چندر کی نیابت کے بارے میں پروانے جاری کرنا

[اس کے بعد فتح نے پورے ملک میں اس مضمون کا فرمان جاری کیا | جب کہ سیلانج کے خدا نے ہمیں تخت و تاج کے لائق بنا کر ہماری بادشاہی کا حکم جاری کیا ہے تو ضروری ہے کہ رعایا کی جو کہ خدا کی امانت اور میرے تصرف میں ہے، حفاظت کی پوری کوشش کی جائے اور عدل و انصاف کے ذریعہ سے ان کی خوش حالی اور بہبود کے لئے ساری کوششیں عمل میں لائی جائیں تاکہ کوئی بھی طاقتور کمزور پر ظلم نہ کرے اور ہم سے خدائے تعالیٰ کے دربار میں لاپرواہی اور بے توجہی کی وجہ سے باز پرس نہ ہو۔ اس وجہ سے یہ بڑی ذمہ داری اور نازک کام میرے بھائی ”راہبوں کے سرتاج“ چندر کے سپرد کیا گیا ہے، تاکہ وہ [میرے] سامنے اور غیر حاضری میں اس [بوجھ] کو سنبھالے [چنانچہ] ساری فوج اور امراء اور رعایا پر لازم ہے کہ ”اس کے حکم اور مشورے کی خلاف ورزی نہ کریں اور اس کی فرمانبرداری لازمی سمجھیں۔“

فتح کا وزیر بدھیمن سے مملکت کے حالات اور سیہرس رائے کے ملک کی حدود دریافت کرنا

پھر [فتح نے] وزیر بدھیمن طاک کو بلا کر اُس سے سیہرس رائے کے ملک کی حدود دریافت کیں اور کہا کہ ”اے لائق وزیر اور معتمد مشیر! ملک سندھ کی وہ حدود تجھے معلوم ہیں کہ جو سامسی رائے اعظم کے زیر اقتدار اور زیر فرمان تھا؟ وہ چار بادشاہ کہ چاروں طرف کی حکومتوں کے ذمہ دار تھے کون تھے؟ مجھے ان سے واقف کرنا کہ میں اُن کے پاس جاؤں اور موافقت یا مخالفت میں مجھے ہر ایک کی طبیعت [کا حال] معلوم ہو۔ پھر جو میرے احکامات کا [31] پابند ہو، اُس کی تربیت کی جائے اور جو ہمارے حکم سے سرتابی کرے، اُسے دفع کرنے کا تدارک کیا جائے تاکہ سب فرمانبرداری قبول کر لیں اور کوئی ہمارے احکامات سے سرکشی اور انحراف کرنے والا باقی نہ رہے۔

بدھیمن کی تقریر

وزیر نے زمین پر سجدہ کر کے عرض کیا کہ ”راجہ فتح سلامت رہے اور اُسے معلوم ہو کہ

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

یہ تخت گاہ اور سلطنت ایک ہی راجہ کے زیر حکومت رہی ہے اور اس کے (ماتحت) حاکم ہمیشہ اُس کی اطاعت اور فرمانبرداری میں مستعد رہے یہ ملک جب سپہس رائے اعظم بن دیوانجی¹ کے زیر اقتدار آیا اور وہ ایران کی فوج سے شکست کھا کر مارا گیا تو اُس کے بعد یہ ملک ساسانی کے حوالے ہوا۔ اُس نے چاروں حاکموں (میں سے ہر ایک) کو الگ الگ علاقوں کا ذمہ دار ٹھہرایا، تاکہ وہ خزانے کے مال کی وصولی اور ملک کی حفاظت کرنے پر پوری توجہ دیتے رہیں۔ چونکہ راجہ اس کے لئے فکر مند رہا کرتا تھا۔ اس لئے وہ اس تدبیر سے اس فکر کو اپنے دل سے دور کرنا چاہتا تھا۔ اس میں لشکر کے لئے (بھی استحکام) کی ترغیب ہے۔ کیونکہ اگر (کمزوری) دفع نہ ہوئی تو ممکن ہے کہ گردشِ زمانہ کے رد و بدل کی وجہ سے کوئی ایسا خوفناک حادثہ پیش آئے جس کو نالانا ممکن ہو جائے۔ لیکن اگر ولایت مستحکم ہوگی اور دل کو سکون میسر ہوگا تو پھر آس پاس کے سرحدی (مقرر کئے ہوئے) حکمران بھی توجہ کریں گے اور خدمت میں حاضر ہوں گے۔ اور درحقیقت ہے بھی ایسا کہ جب بہادر لشکر اور مست ہاتھیوں کی وجہ سے دل کو اطمینان اور قوت نصیب ہوگی تو مسبب الاسباب بھی فتح اور کامرانی کے مواقع پیدا کرے گا اور تجھے دشمنوں پر فتح حاصل ہوگی۔ مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ملک کے علاقوں اور حدود [32] کو مستحکم کرے گا اور [چاروں] علاقوں کے چاروں حاکم تیری بندگی کا طوق اپنی گردن میں ڈالیں گے تو جملہ پریشانیاں دور ہو جائیں گی اور مخالف جو ہر دار تلوار کے خوف سے اطاعت کا ہار اپنے گلے میں ڈالیں گے اور یہ ملک عظیم اور اقلیم مشتری شان و شوکت کے ساتھ تیرے دم سے نہ صرف قائم رہے گا، بلکہ ہر روز ترقی کرتا رہے گا۔ بہر حال اس مقصد کے لئے بادشاہ کو ہمت اور دلیری اختیار کرنی چاہئے اور خدائے تعالیٰ کے حکم پر توکل کرنا چاہئے | مجھے یقین ہے کہ | اللہ تعالیٰ راجہ کے ارادے اور ہمت کے مطابق مقصد کو پورا اور امیدوں کو کامیاب کرے گا۔

فتح کا مملکت اروڑ کی حدود کے بارے میں فیصلہ کرنا اور حدیں واضح کرنا

جب فتح نے وزیر بھیم سے یہ گفتگو سنی اور اُس کی بات اس کے دل میں بیٹھ گئی تو اسے خوشی اور فرحت حاصل ہوئی اور اس مشورے پر اس کا شکر گزار ہونے کے بعد اس خوشخبری کو

1. یہ رائے سپہس اعظم بن دیوانجی نہ رائے سپہس بن ساسی سے پہلے ہے کہ جس کا ذکر صفحہ 18 پر آچکا ہے اور جو خود بھی ایران کے لشکر کے ہاتھوں قتل ہوا تھا۔ (ن-ب)

فتح نامہ سندھ عرف چچ نامہ

اس نے | نیک | فال سے تعبیر کیا اور اسی کے مطابق اس نے چاروں طرف اپنے معتمد سرداروں کو ایک فرمان بھیجا اور آس پاس کے بادشاہوں سے بھی استدعا کی اور ایک لشکر عظیم تیار کرنے لگا تاکہ ہندستان کی اس سرحد پر جانے کہ جو ترکوں سے ملی ہوئی ہے۔ آخر وہ نجومیوں کے حساب کے مطابق نیک ساعت کے آنے پر روانہ ہوا اور منزلوں پر منزلیں طے کرتا ہوا قلعہ بھائیہ کے قریب جا پہنچا کہ جو دریائے بیاس کے جنوبی ساحل پر ہے۔ اس قلعہ کے حاکم نے مقابلہ کیا، لیکن جنگ اور خونریزی کے بعد شکست کھا کر بھائیہ کا راجہ قلعہ بند ہو گیا اور راجہ چچ غالب ہوا۔ اس جنگ میں کافی مدت لگی | محاصرہ رہا | جس کی وجہ سے | قلعہ میں | غلے کی قلت ہو گئی اور گھاس اور لکڑیاں | ملنا | بھی مشکل ہو گئیں۔ | آخر | جب | قلعہ والے | تنگ ہو گئے تو | رات کے وقت | جب کہ دنیا نے سیاہ چادر اوڑھ رکھی تھی اور ستاروں کا بادشاہ | سورج | رات کی [33] تاریکی میں روپوش ہو گیا تھا۔ | بھائیہ کا راجہ | وہ قلعہ چھوڑ کر اسکلندہ کے قلعے کی طرف چلا گیا اور اس قلعے کے قرب و جوار میں خیمہ زن ہوا، یہ قلعہ بھی اس کے قبضے میں تھا اور زیادہ مضبوط تھا۔ اس موضع کی چراگاہ میں بٹھر کر اس نے دریافت حال کے لئے جاسوس بھیجے جنہوں نے آ کر خبر دی کی چچ بھائیہ کے قلعے میں جا کر فروکش ہوا ہے۔

چچ کا اسکلندہ کے قلعے کی طرف جانا

جب چچ کو معلوم ہوا کہ | بھائیہ کا راجہ | اسکلندہ میں قلعہ بند ہو گیا ہے تو اس نے یہ خبر سننے ہی اپنے ایک خاص اور معتمد آدمی کو بھائیہ کے قلعے کا نگران مقرر کر کے اسکلندہ کی طرف رخ کیا اور وہاں پہنچ کر اس کے مقابل میں خیمہ زن ہوا۔ اسکلندہ کے قلعے میں شجاع نامی ایک سردار رہتا تھا، جو ہمیشہ چچ کا مطیع رہا کرتا تھا اور قلعہ کے باشندوں پر اس کا بہت اثر تھا، کوئی بھی چھوٹا بڑا اس کے مشورے کے خلاف نہ جاتا تھا۔ چچ نے اس کے پاس قاصد بھیج کر اسے | قلعے کی | حکومت اور بادشاہت کی پیشکش کی، پھر | چچ کے | حکم سے پختہ قول و قرار کے ساتھ اس قلعہ کی بادشاہی کا | اس مضمون کا | پروانہ لکھا گیا کہ | وہ | جس وقت بھائیہ کے راجہ | چتر | کو قتل یا قید کرے گا تو | اس کی جگہ | وہ خود راجہ ہوگا اور یہ شہر بھائیہ سمیت اس کے قبضے میں دیا جائے گا | شجاع نے | بھی یہ پیشکش قبول کی اور اس مستحکم شرط کی امید پر اپنی ضمانت اور اپنا بیٹا چچ کے پاس بھیج کر وقت بے وقت اس حاکم | چتر | کی خدمت میں جانے لگا۔ یہاں تک کہ رات یا دن میں | کسی وقت بھی | اسے دربار میں جانے سے کوئی نہ روکتا تھا۔ | چنانچہ ایک دن موقع پا کر | آدھی رات کو [34] اُس نے راجہ چتر کو قتل کر کے اس کا سر چچ کے پاس بھیج دیا۔

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

راجہ قچ نے قاصد سے [بڑا] سلوک کیا اور خوشی ظاہر کرتے ہوئے انعام و اکرام دے کر اس قلعے کی خود مختار حکومت کا فرمان عطا کیا۔ شہر کے رؤسا اور اُمراء نے آکر [قچ] کو ہدیے اور تحفے پیش کئے۔ قچ نے بھی شہر کے سربراہوں اور مشہور افراد کی عزت افزائی کی اور شجاع منیہ کی فرماں برداری کی تاکید کی تاکہ وہ ہمیشہ اس کی اطاعت گزاری کو لازم جانے رہیں اور اس کے حکم سے انحراف نہ کریں۔

قچ کا سکہ اور ملتان کی طرف منزل انداز ہونا

راجہ قچ نے اسکندہ کی مہم سے فارغ ہو کر سکہ اور ملتان کی جانب رخ کیا۔ شہر ملتان میں ساہسی رائے کے عزیزوں میں سے بھمراے¹ نامی ایک راجہ (حکومت کرتا) تھا اور وہ بڑے وسیع ملک اور کثیر سامان و اسباب (جنگ) کا مالک تھا۔ جب اسے قچ کے آنے کی اطلاع ملی تو وہ خود دریائے راوی کے ساحل پر (مقابلے کے لئے) آ ڈٹا۔ اس کا بھتیجا سہول² ملتان کے سامنے مشرق کی طرف واقع قلعہ سکہ کا حکمران تھا۔ (اس کے علاوہ) بھمراے کا چچازاد بھائی احسن بھی لشکر جرار لے کر (قچ کے مقابلے کے لئے) آ گیا۔ دریائے بیاس کے گھاٹ کے قریب (باڑھ کی وجہ سے) (قچ اور اس کا لشکر) تین ماہ تک خیمہ زن رہا۔ پھر جب (دریا کا) پانی گھٹ گیا تو اسی گھاٹ پر اس نے ایک ایسی جگہ منتخب کی جہاں کوئی بھی مزاحمت کرنے والا نہیں تھا۔ (چنانچہ اس مقام سے دریا کو عبور کر کے) سکہ کے شہر کے سامنے پہنچ کر اس نے سہول سے جنگ شروع کر دی۔ کافی مدت تک قلعے کا محاصرہ رہا (آخر) جب اہل قلعہ کی حالت ابتر ہوئی، قچ کے کچھ نامور ساتھی شہید ہوئے اور دشمنوں کے لاقعداد آدمی برباد ہوئے تب [35] سہول وہاں سے بھاگ کر ملتان کے قلعے میں چلا گیا اور پھر (وہاں سے) سب اکٹھے ہو کر (فوج اور) ہتھیاروں سمیت راوی کے کنارے آ کر ٹھہر گئے۔ راجہ قچ نے سکہ کے قلعے پر قبضہ کر کے اس میں جو پانچ ہزار جنگ جو سپاہی تھے، ان سب کو قتل کر دیا۔ اور شہر کے باشندوں کو غلام اور مالی غنیمت کے طور پر قید کر کے امیر عین الدین ریحان مدنی کو سکہ کے قلعے پر (حاکم) مقرر کیا اور خود ملتان کی طرف (دریا) عبور کر کے جا پہنچا، جہاں دونوں فوجیں ایک دوسرے کے مقابل ہوئیں۔ راجہ بھمراے کثیر فوج، جنگی ہاتھی اور بہادر مرد ساتھ لے کر (قلعہ سے) باہر نکلا اور قچ کے مقابلے میں آ کر خونخاک جنگ کی۔ دونوں طرف سے بے شمار آدمی قتل ہوئے (آخر) بھمراے نے قلعہ بند ہو کر کشمیر کے بادشاہ کے پاس خط بھیجا اور اسے قچ کے بارے میں خبر دی کہ قچ بن سیلانج برہمن،

1. اصل لفظ ”بھمرا“ ہے۔ (ن۔ب) 2. لفظ (م) میں ”سہول“ ہے۔ (ن۔ب)

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

تخت گاہ اردو کا والی بن کر لشکر کثیر کے ساتھ حملہ آور ہوا ہے اور سارے چھوٹے بڑے قلعے فتح کر کے اپنی قبضے میں کئے ہیں۔ ہم میں اس کے مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں رہی ہے۔ مضبوط قلعے اس کے زیر فرمان آ چکے ہیں۔ اب تک کوئی بھی راجہ مقابلے اور جنگ میں اس پر فتح حاصل نہیں کر سکا ہے اور (ب) وہ ملتان آ پہنچا ہے۔ (اس لئے) آپ ہماری امداد فرض سمجھتے ہوئے کوئی ملک روانہ فرمائیں۔

قاصد کا کشمیر سے خالی ہاتھ واپس ہونا

جب قاصد کشمیر پہنچا تو اس وقت وہاں کا راجہ مرچکا تھا اور اس کا چھوٹا بیٹا تخت نشین ہوا تھا۔ (اس خط پر) وزیروں، مشیروں، سربراہوں، حاجبوں، سرداروں اور ملک کے بھی خواہوں نے آپس میں مشورے کئے اور اس خط کا نہایت عمدگی کے ساتھ یہ جواب دیا کہ کشمیر کا راجہ دارالبقاء کی جانب کوچ کر گیا ہے اور اس کا بیٹا ابھی نوعمر اور بچہ ہے۔ اس وقت اس کے امیر اپنی اپنی جاگیروں میں سرکشی اور بغاوت کر رہے ہیں۔ [36] جس کی وجہ سے ہمیں پہلے اپنے انتظامات درست کرنے ہیں اور چونکہ فی الحال ہم اپنے معاملات کی فکر میں مبتلا ہیں، اس وجہ سے ہم (آپ کی) کوئی مدد اور اعانت نہیں کر سکتے۔

جب قاصد نے واپس آ کر بھجرائے کو یہ خبر پہنچائی اور وہ کشمیر کے راجہ کی اعانت سے ناامید ہو گیا، تب اس نے پختہ عہد کے ساتھ راجہ فتح سے صلح کی درخواست کر کے امان نامہ کی التجا کی تاکہ وہ قلعہ چھوڑ کر سلامتی کے ساتھ باہر نکل جائے اور کوئی بھی اس سے اس وقت تک تعرض نہ کر سکے کہ جب تک وہ اپنے تابعداروں، متعلقین اور ملازمین سمیت کسی پُر امن مقام پر نہ پہنچ جائے۔ فتح نے اس کی یہ درخواست قبول کر لی اور اسے امان دی۔ (اس کے بعد) وہ قلعے سے نکل کر اپنے وفاداروں اور متعلقین کے ساتھ کشمیر کے پہاڑوں کی طرف چلا گیا اور فتح قلعے میں داخل ہو کر ملک پر قابض ہو گیا۔

فتح کا ملتان کے قلعے میں اپنا نائب مقرر کر کے آگے بڑھنا

ملتان کے قلعے پر قبضہ ہو جانے کے بعد (فتح نے) ایک ٹھاکر کو ملتان میں اپنا نائب مقرر کیا اور خود منروی کے بُت خانے میں جا کر بت کو سجدہ کر کے اور خیرات کر کے (وہاں سے) آگے بڑھنے کا مصمم ارادہ کیا۔ (انشاء راہ میں) برہمپور، کردور اور اشہار^۱ کے راجاؤں نے خدمت و

1. ن "اشہار"

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

اطاعت کی شرطیں ادا کیں۔ وہاں سے (آگے بڑھ کر) وہ تاحیہ^۱ اور کشمیر کی سرحد پر جا پہنچا۔ راستے میں کسی بادشاہ نے بھی اس کے مقابل یا حائل ہونے کی جرأت نہ کی۔ مثال: اللہ تعالیٰ جب کسی کو عظمت دیتا ہے تو اس پر ساری تکلیفیں آسان کرتا ہے اور اس کی ساری مرادیں پوری کرتا ہے۔ (دیکھو فتح) جس جگہ پہنچتا تھا وہ ملک فتح ہو جاتا تھا۔ [37] آخر کار (وہ) شاکلہار^۲ کے قلعے کے قریب پہنچا۔ یہ مقام تاحیہ سے کچھ آگے بتایا جاتا ہے، جہاں کشمیر کی سرحد ہے۔ یہاں (آکر) منزل انداز ہوا اور یہاں کے قرب و جوار کے لوگوں میں سے کچھ کو مغلوب کیا، کچھ کو حکم اور اطاعت کے دائرے میں لایا اور اس علاقے کے امیروں اور بادشاہوں سے پختہ عہد نامے کر کے ملک (کا انتظام) مستحکم کیا۔ اس کے بعد (اس نے) دو پودے منگوائے، ایک بید کا اور دوسرا صنوبر کا (پھر انہیں) دریائے پنج ماہیات کے کنارے کشمیر کے اس پہاڑ کے دامن میں، جس کے چشموں سے یہ دریا بہتا ہے، لگا کر اس وقت تک وہاں مقیم رہا، جب تک کہ دونوں درختوں کی شاخیں بڑھ کر ایک دوسرے سے مل نہ گئیں۔ پھر ان پر نشان لگا کر اس نے کہا کہ ہمارے اور کشمیر کے راجہ کے درمیان یہ سرحد ہے، اس سے آگے ہمیں بڑھنا نہیں ہے۔

کشمیر کی سرحد مقرر کر کے فتح کا واپس ہونا

اس فتح کی حکایت بیان کرنے والے نے اس طرح بیان کیا ہے کہ جب کشمیر کی جانب سرحد مقرر ہو گئی تو فتح اپنے دار الحکومت اردو کو واپس ہوا اور ایک سال آرام کر کے سفر کی تکلیف اور تھکاوٹ دور کی۔ (اس درمیان میں) اس کے (تحت) بادشاہوں نے (نئی مہم کے لئے) سامان جنگ اور اسلحہ جات فراہم کئے۔

پھر (ایک دن فتح نے) کہا کہ ”اے وزیر! مشرق کی طرف سے تو ہمیں اطمینان ہوا۔ لیکن اب ہمیں مغرب اور جنوب کی طرف متوجہ ہونا چاہئے۔“ وزیر نے جواب دیا کہ ”بادشاہ کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ ملک کے حالات سے واقفیت رکھتا ہو۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ (ایک طرف) پیش قدمی کرنے کے دوران میں غیر حاضری کی وجہ سے (دوسری طرف کے) امیروں اور بادشاہوں کے دماغ میں غرور پیدا [38] ہو گیا ہو (اور وہ یہ خیال کرتے ہوں) کہ

۱. فارسی ایڈیشن میں ”کبنہ“ لکھا گیا ہے، جو صرف خیالی لفظ ہے اور کسی بھی نسخے میں موجود نہیں ہے۔ اس جگہ پر نسنہ (ن) اور (ک) کی عبارت صاف طور پر ”تاحیہ“ ہے اور دوسرے نسخوں کی عبارت ”تاحیہ“ ہی کی غلط اور بگڑی ہوئی صورتیں ہیں۔ صحیح نام ”تاحیہ“ ہی سمجھنا چاہئے، کیونکہ ملتان سے آگے یا اس کے پاس والے علاقے کا نام ”تکادیش“ تھا۔

(ن-ب)

۲. فارسی ایڈیشن کا املا ”شاکلہا“ ہے، اور شاکلہار نسنہ (ن) کے مطابق ہے۔ (ن-ب)

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

ساہسی رائے کے بعد ہم سے جو خزانے کے مال کے سلسلے میں کوئی تقاضہ نہیں ہوا تو (اس کی وجہ شاید یہی ہے کہ فتح) کزور اور ضعیف ہے۔

چنانچہ نیک ساعت دیکھ کر (فتح) بدھیہ^۱ اور سیوستان کے قلعوں کی طرف روانہ ہوا۔ سیوستان کے قلعے میں متوجہ نامی ایک بادشاہ رہتا تھا۔ فتح نے اس کی طرف جانے کا مصمم ارادہ کیا اور اس مقام سے اُس نے دریا پار کیا کہ جسے ”دھتایت“^۲ کہتے ہیں اور جو سوں (کی قوم) اور اروڈ کی درمیانی سرحد ہے۔ وہاں سے پھر بدھیہ کی طرف روانہ ہوا۔ وہاں کا حاکم سرکوندہ بن بہنڈر بھکو^۳ تھا اور اس کی راجدھانی کا کاراج تھی۔ وہاں کے باشندوں کو ”سیوس“ کہتے تھے۔ فتح نے اُن پر حملہ کر کے سیویس کا قلعہ فتح کیا۔ کا کہ کا بیٹا وکیہ^۴ اس کے سامنے حاضر ہوا اور اپنے باپ اور تابعداروں کے لئے امان کا طلبگار ہوا اور (خود پر) خراج مقرر کر کے مطیع ہوا۔

لشکر کا سیوستان جانا

پھر (فتح) نے وہاں سے سیوستان (کی طرف) رخ کیا۔ جب قریب پہنچا تو اس شہر کے حاکم (متو) نے بڑے دبدبے اور پوری تیاریوں کے ساتھ مقابل ہو کر جنگ کی۔ فتح اس پر غالب آیا اور متو اپنے لشکر سمیت شکست کھا کر قلعے میں بھاگ گیا۔ فتح نے قلعے کا محاصرہ کر لیا۔ ایک ہفتہ کے بعد اہل قلعہ عاجز ہو گئے اور امان طلب کر کے پختہ اقرار کے ساتھ باہر نکلے اور قلعہ کے کنجیاں فتح کے امیروں کے حوالے کیں۔ فتح نے انہیں امان دے کر نوازا اور وہاں کی حکومت بھی (متو) کے حوالے کر کے اس پر ایک معتمد کو مقرر کیا اور کچھ دنوں کے لئے وہاں ٹھہرا رہا یہاں تک کہ ملک اور شہر کا نظم و نسق بحال ہو گیا۔

1. اس تلفظ کا مدار فارسی ایلیشن کے ”بودھیہ“ پر ہے جو غالباً صرف پرانے نسخے (پ) کا تلفظ ہے۔ اور نسخہائے (ن) (ب) (ج) (م) (س) کا تلفظ ”بدھاپور“ اور (ر) کا تلفظ ”بدھاپور“ ہے اس لحاظ سے ”بدھیہ“ کے بجائے ”بدھاپور“ پڑھنا بھی قابل غور ہے۔ (ن-ب)

2. اس تلفظ کا مدار فارسی نسخے کے ”متہ“ پر ہے۔ (ب) (س) (ک) نسخوں کا تلفظ ”مہتہ“ ہے۔ (ن-ب)

3. فارسی نسخوں کا اختیار کردہ تلفظ ”دھیایت“ ہے اور ”دھتایت“ کا تلفظ (ن) (ب) (ج) نسخوں کے مطابق ہے۔

4. معتبر نسخوں میں (ن) (ب) (پ) کا تلفظ اسی طرح ہے۔ مثلاً (ن) (ب) ”دعبد ایثیاں رابسر کوند بن ہندرو کو بھکو بود“ نیز (پ) میں ہے ”دعبد ایثیاں رابسر کوند بن ہندرو کو بھکو بود“ چنانچہ بر تقدیر ”دعبد ایثیاں رابغلان بود“ ”ظلاں“ کی جگہ پر ”سرکوند بن ہندرو کو بھکو“ آئے گا، جسے ہم نے اصل سندھی نام کے قالب میں ڈھال کر ”سرکوندہ بن ہندرو کو بھکو“ لکھا ہے۔ فارسی ایلیشن میں اس پورے جملے کی عبارت اس طرح مذکور ہے ”دعبد ایثیاں رابسر کول بن ہندرو کو بھکو بود“ (ن-ب)

5. اصل عبارت ”وکیہ بن کا کہ“ ہے۔ فارسی ایلیشن میں ”و“ کو حرف جملہ سمجھ کر اس شخص کا نام ”کیہ بن کا کہ“ تصور کیا گیا ہے۔ (دیکھیے فارسی ایلیشن صفحہ 257 پر دیئے ہوئے صفحہ 29 کا حاشیہ)

فتح کا برہمن آباد کی طرف لوہانے کے بادشاہ اگھم¹ کے پاس قاصد بھیجنا

جب سیوہن کی مہم ختم ہوئی تو (فتح نے) برہمن آباد والے لوہانے کے بادشاہ اگھم یعنی لاکھوں، سوں اور سہتوں کے حاکم کے پاس فرمان بھیج کر اس سے اپنی اطاعت کا طلبگار ہوا۔ کچھ دنوں بعد راستوں میں جو جاسوس مقرر کئے گئے تھے، انہوں نے کرمان سے ایک شخص کو اگھم کے خط کے ساتھ گرفتار کیا۔ یہ خط سیوستان کے بادشاہ متوکوکھا گیا تھا جس میں تحریر تھا کہ میں ہمیشہ تمہارا دوست اور خیر خواہ رہا ہوں اور نہ کبھی میں نے تمہاری مخالفت کی اور نہ (کبھی تم سے) جنگ کرنے کا خیال کیا ہے۔ تم نے جو دوستانہ خط لکھا تھا وہ موصول ہوا، جس سے میری عزت افزائی ہوئی۔ جب تک ہماری طاقت مضبوط رہے گی اس وقت تک کوئی بھی دشمن ہمارے قریب نہ آ سکے گا۔ میں تمہاری درخواست کا پابند ہوں اور ہر (التماس) پوری کروں گا۔ تم بادشاہ اور بادشاہ زادے ہو۔ ہماری تمہاری دوستی ہے۔ یہ صعوبتیں بہتوں پر گذری ہیں اور وہ ان مصیبتوں سے پناہ ڈھونڈ رہے ہیں۔ میرے ملک میں برہمن آباد سے دیہل تک جس جگہ بھی تم رہنا مناسب سمجھو [40] تمہیں وہاں رہنے کی اجازت ہے اور اگر (تم نے) کسی دوسری طرف جانے کا معصم ارادہ کر لیا ہے تب بھی (تمہیں) کوئی روکنے والا نہیں ہے۔ جب تک تم کسی جگہ پر جا کر سکون سے نہ آباد ہو جاؤ، اس وقت تک (میں) تمہارا مددگار رہوں گا۔ میرے پاس اتنے گھوڑے اور فوج مہیا ہو سکتی ہے کہ (میں) تمہاری مدد کر سکوں۔

آخر کار متوکوہند کے ریگستان کے بادشاہ کے پاس کہ جسے بھیجی بھی کہتے ہیں، جانا بہتر نظر آیا۔

فتح کا لوہانہ کے (حاکم) اگھم کو حاضر ہونے کے لئے فرمان بھیجنا

پھر فتح نے راجہ اگھم لوہانہ کے پاس حکم بھیجا کہ تم اپنے آپ کو شان و شوکت اور اصل و نسل کے لحاظ سے شاہان وقت میں سمجھتے ہو اور مجھے یہ ملک، بادشاہت، مال، دولت اور طاقت

1. اصل عبارت "اگھم لوہانہ" ہے جسے فارسی زیر اضافت سے "اگھم لوہانہ" سمجھا چاہئے "لوہانہ ملک کا (حاکم) اگھم" فارسی عبارت اس دلیل کی، پوری تائید کرتی ہے۔ (ن-ب)

2. اصل عبارت "لوہانہ برہنا باد" ہے۔

3. اصل عبارت "ملک رل" ہے۔

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

اپنے باپ دادا سے درٹے میں نہیں ملی ہے اور ہماری (موروٹی) ملکیت نہیں ہے میرے لئے یہ آسان تر اسباب اور بہترین انتظامات خداوند تعالیٰ کے مہیا کئے ہوئے ہیں جو میرے لشکر کی وجہ سے نہیں بلکہ دنیا کے پیدا کرنے والے بے مثال، یگانہ خدا نے سیلاب کی دعا سے یہ ملک مجھے عطا کیا ہے اور ہر حال میں وہ میرا مددگار ہے۔ مجھے کسی دوسرے سے مدد کی امید نہیں ہے۔ میری ساری مشکلوں کو آسان بنانے والا اور میری نقل و حرکت میں مدد کرنے والا وہی ہے، اور وہی سارے دشمنوں اور مخالفوں پر (مجھے) فتح اور کامیابی بخشتا ہے۔ ہمیں دونوں جہانوں کی نعمتیں حاصل ہیں۔ اگر تمہیں اپنی شان و شوکت، دبدبے، سامان جنگ اور بڑائی پر اعتماد ہے تو پھر یقین جانو کہ تمہاری نعمت پر زوال آئے گا اور تم برباد ہو گے۔ [41]

فتح کا شہر برہمن آباد آنا اور لوہانہ کے (حاکم) آگھم سے جنگ کرنا

اس کے بعد راجہ فتح، لوہانہ کے (حاکم) آگھم کی طرف روانہ ہوا۔ آگھم (اُس وقت) برہمن آباد سے باہر ملک (کے دورے) پر گیا ہوا تھا۔ (لیکن) فتح کے آمد کی خبر سن کر برہمن آباد واپس آیا اور آکر لڑائی کا سامان تیار کرنے لگا۔ (چنانچہ جب) راجہ فتح برہمن آباد کے نزدیک پہنچا تو آگھم اس کے مقابلے کے لئے تیار ہو کر آ گیا۔ دونوں طرف سے نامور بہادروں کے قتل ہونے کے بعد (آخر) آگھم کا لشکر (شکست کھا کر) بھاگا اور قلعے میں جا چھپا۔ فتح نے اس کا محاصرہ کیا۔ ایک سال تک طرفین میں جنگ جاری رہی۔ ان دنوں ہندوستان یعنی قنوج کا راجہ ستبان بن راسل تھا۔ آگھم نے خط بھیج کر اس سے مدد طلب کی، لیکن جواب آنے سے پہلے ہی آگھم فوت ہو گیا اور اس کا بیٹا اس کا جانشین ہوا۔

آگھم کا ایک مربی تھا جو کہ بدھ مت کا (مقتدر) شنی راہب تھا اور ”بدھ کو“^۱ کے نام سے مشہور تھا۔ اس کا ایک مندر تھا جسے ”بدھنو و ہار“^۲ کہتے تھے اور (اسی مندر میں) وہ ”کنوہار“^۳ نامی بت کی مجاوری کرتا تھا وہ اپنی بندگی اور بھگتی کی وجہ سے بہت مشہور تھا، اس اطراف کے

1. نیش (پ) میں ”یار بن راسل“ (ر) میں ”ستبان بن راسل“ اور (ن) (ب) (ج) میں ”یار بن راسل بدل“ تحریر ہے۔

2. اصل عبارت ”ناسک سنی“ ہے ”شنی“ کے لئے مزید دیکھئے حاشیہ صفحہ 43۔

3. اصل عبارت ”بدھ کو“ ہے۔

4. نیش (ر) اور (م) میں ”لوہار“ ہے۔

5. نیش (ر) میں ”لوہار“ ہے۔ (م) میں ”لوہا“، (ن) میں ”وکھا“ (پ) میں ”وکسا“ اور (ک) میں ”وکھا“ ہے۔

یہاں ص 80 کے تلفظ کے مطابق ”کنوہار“ درج کیا گیا ہے۔

6. اصل عبارت ”ناسکی ویکھی“ ہے

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

سارے لوگ اس کے مرید تھے۔ آگہم خود بھی اس کے دھرم (کا پیرو) تھا اور اسے اپنا پیشوا سمجھتا تھا۔ (چنانچہ فتح کے مقابلے پر) اس کے قلعے بند ہونے میں اس پر وہت نے اس کی حمایت کی تھی، لیکن خود جنگ میں حصہ لینے کی بجائے مندر میں جا کر وہ اپنی (مقدس) کتابوں کی تلاوت میں مصروف ہو گیا تھا۔ جب راجہ آگہم مر گیا اور اس کا بیٹا تخت پر بیٹھا تو اس پر وہت کو خوف ہوا کہ کہیں میری ملکیت، اسباب اور زمینیں ہاتھ سے نکل نہ جائیں۔ [42] چنانچہ اس نے اپنا امطرلاب اٹھا کر اور حساب لگا کر قطعی فیصلہ کیا کہ یہ ملک (بالآخر) راجہ فتح کے قبضے میں جائے گا اور وہ مجھ پر مہربان ہوگا۔

(چنانچہ آخر کار) جب (آگہم کا) بیٹا عاجز ہو گیا اور اس کی فوج نے جنگ جاری رکھنے سے انکار کر دیا، تو قلعہ فتح کے ضابطے اور قبضے میں آ گیا۔

فتح کا فرمان

فتح کو یہ معلوم ہوا کہ آگہم اور اس کا بیٹا دونوں اسی پر وہت کے مرید تھے اور اسی کے مکر، جادو، بہکانے اور تدبیروں کی وجہ سے جنگ نے ایک سال تک طول کھینچا ہے، تو اس نے قسم کھائی کہ اگر یہ قلعہ فتح ہو گیا تو میں اس پر وہت کو پکڑ کر اس کی کھال کھنچواؤں گا اور یہ کھال نقارچیوں کو دوں گا تاکہ وہ اسے نقارے پر مڑھ کر اور کوٹ کوٹ کر پارہ پارہ کر دیں۔ جب پر وہت کو فتح کی اس قسم کی خبر ملی تو وہ ہنسا اور کہنے لگا کہ فتح کی یہ مجال نہیں کہ وہ مجھے ہلاک کر سکے۔

(آخر کار) جب برہمن آباد کے قلعے پر ایک طویل عرصے تک جنگ اور مقابلہ ہوتا رہا اور بہت سے آدمی ہلاک اور برباد ہو چکے تو (اہل قلعہ نے) جنگ بند کر کے امان طلب کی اور صلح کے خواہشمند ہوئے۔ (چنانچہ) معتمدوں اور سربراہوں کے فتح میں پڑنے سے طرفین میں صلح ہو گئی اور قلعہ فتح کے حوالے ہوا۔ قلعے میں داخل ہونے کے بعد فتح نے (اہل قلعہ سے) کہا کہ ”اگر تم یہاں سے جانا چاہو تو بے شک چلے جاؤ تم سے کوئی تعرض نہ کرے گا (لیکن) اگر تم نے یہاں رہنے کا فیصلہ کیا ہے تو (اطمینان کے ساتھ بدستور) رہتے رہو۔“ آگہم کے بیٹے اور اس کے تابعداروں نے خود فتح کی مہربانیاں دیکھ کر رہ جانا ہی پسند کیا۔ (پھر) کچھ دنوں وہاں رہ کر فتح نے ان کے مزاجوں سے (کماحقہ) واقفیت حاصل کی۔ [43]

فتح کا اگھم کی بیوی سے شادی کرنا اور اپنی بھتیجی اس کے بیٹے سربند کی زوجیت میں دینا

پھر فتح نے سربند کی ماں کے پاس پیغام بھیج کر اس سے اپنی شادی کی اور اس کے بیٹے کو بلا کر اپنے چچا زاد بھائی ڈھسی¹ کی بیٹی سے اس کا نکاح کیا اور اسے رنگ برنگ کے کپڑے پہنائے۔ (پھر) ایک سال وہاں رہ کر مالیہ وصول کرنے کے لئے اپنے عمال مقرر کئے اور آس پاس کے راجاؤں کو (پوری طرح) اپنا مطیع بنالیا۔

(اس کے بعد اس نے) دریافت کیا کہ ”وہ پروہت جادوگر کہاں ہے کہ میں بھی اسے دیکھوں۔ (لوگوں نے) کہا کہ وہ بھگت ہے اور بھگتوں کے پاس ہوگا۔ وہ ہندستان کے داناؤں اور کنوہار² مجاوروں میں سے ہے۔ پروہت اس کی بڑی عزت کرتے ہیں اور اس کے کمال کے قائل ہیں۔ اس کے جادو اور شعبدوں کی یہ انتہا ہے کہ اس نے ایک دنیا کو اپنا مطیع اور مرید بنالیا ہے۔ اس کے سارے مقاصد طلسم کے زور سے حاصل ہوتے ہیں۔ سربند کے باپ کی دوستی کے خیال سے کچھ دنوں تک وہ سربند کا معاون رہا اور اسی کے سہارے برہمن آباد کے سپاہی جنگ میں ثابت قدمی کے ساتھ مقابلہ کرتے رہے۔

فتح کا پروہت کے پاس جانا اور اس سے حال دریافت کرنا

پھر فتح سارے مسلح سپاہیوں اور محافظوں کے ساتھ سوار ہو کر پروہت کو قتل کرنے کے لئے بدھ (کے مندر) کنوہار³ کی جانب روانہ ہوا (راستے میں اس نے) مسلح سپاہیوں کو پکار کر حکم دیا کہ جب میں اس سے ملاقات اور باتیں کر کے چپ ہو جاؤں اور تمہاری طرف دیکھوں تو تم تلواریں نکال کر اس کا سر دھڑ سے جدا کر دینا۔ اس کے بعد (فتح) بدھ کنوہار⁴ میں داخل ہو کر (جب پروہت کی جانب چلا تو اسے) (ایک) کرسی پر بیٹھے ہوئے اپنی عبادت میں مشغول دیکھا |44| اس کے ہاتھ میں سخت (گندھی ہوئی) مٹی تھی جس کے بت بنا کر ایک مہر جیسی چیز ان جوں

1. اصل عبارت ”دھی“ ہے۔

2. یہ لفظ (پ) (م) (ج) (س) (ک) نسون کے مطابق ہے اور یہی لفظ نیچے دو مقامات پر قائم رکھا گیا ہے۔ فارسی ایلیشن میں ”نودہار“ دیا ہوا ہے (؟) (ر) میں ”کنوہار“ اور (ن) میں ”کنوہار“ ہے۔ (ن-ب)

3. نسخہ: (پ) (ک) (م) (ر) کی عبارت ”کینہار“ ہے جو ”کنہار“ یعنی ”کنوہار“ کی بکری ہوئی صورت ہے۔ پورا لفظ ”بدھ کنوہار“ ہے جس سے مراد ”بدھ مت کا کنوہار ہے۔“ (ن-ب)

4. (پ) (ن) (ب) (ک) کی عبارت اس جگہ پر بھی ”بدھ کنوہار“ ہے۔ (ن-ب)

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

میں لگتا جا رہا تھا۔ جس کی وجہ سے ان پر بدھ کی تصویر نقش ہو جاتی تھی اور وہ مکمل ہو جاتے تھے۔ اس کے بعد (وہ) انہیں ایک جگہ پر رکھتا جاتا تھا۔ فتح اس کے سامنے کھڑا رہا (مگر) اس نے اس کی طرف کوئی توجہ نہ دی۔ ایک گھنٹا گزرنے اور بتوں کی تکمیل سے فارغ ہونے کے بعد سر اٹھا کر اس نے کہا ”سیلانج بھگت کا بیٹا آیا ہے۔“ (فتح نے) جواب دیا: ”ہاں اے عبادت گزار پرودہت۔“ پھر اس نے کہا کہ ”کس کام سے آئے ہو۔“ وہ بولا ”تم سے عقیدت تھی، اس وجہ سے تمہیں دیکھنے آیا ہوں۔“ اس نے کہا ”(اچھا) اُترؤ“ فتح (گھوڑے سے) نیچے اترتا اور پرودہت نے گھاس کا ایک پولا بچھا کر فتح کو اس پر بٹھادیا اور پوچھا کہ ”اے فتح! کیا کام ہے؟“ فتح نے عرض کیا: ”میں چاہتا ہوں کہ تم ہمارے ساتھ موافقت کرو اور برہمن آباد کے قلعے میں پھر واپس آ جاؤ تو بڑے بڑے کام تمہارے سپرد کروں تاکہ تم سر بند کے ساتھ ایک جگہ رہ کر اسے صلاح و مشورہ دیتے رہو۔“ پرودہت نے کہا کہ ”مجھے تیری حکومت کی کوئی ضرورت نہیں۔ نہ میں دیوانی کے کام سے رغبت رکھتا ہوں اور نہ دنیاوی کام چاہتا ہوں۔“ فتح نے کہا کہ ”پھر برہمن آباد کے قلعے میں تم نے (میرا) مقابلہ کیوں کیا تھا؟“ (اس نے) جواب دیا کہ ”جب لوہانہ کا (حاکم) انھم فوت ہو گیا اور یہ لڑکا باپ کی مفارقت سے پریشان ہونے لگا تو میں (مجبوراً) اسے صبر کی تلقین کرتا رہا اور خدا کی بارگاہ میں طرفین کے مابین صلح اور اتحاد پیدا کرنے کی دعا کرتا رہا۔ اس کے علاوہ (میرے خیال میں) دنیوی سرداری اور سارے کاموں سے بدھ کی خدمت کرنا اور آخرت کی نجات طلب کرنا بہتر ہے۔ (اب چونکہ) تو اس ملک کا راجہ ہے، اس لئے تیرے فرمان عالی کے مطابق میں سارے قبیلے سمیت قلعے کے متصل منتقل ہونیکے لئے تیار ہوں، مگر مجھے خوف ہے کہ قلعے والے بدھ (مندر) کی آبادی کو تکلیف [45] اور نقصان پہنچائیں گے۔ (کیونکہ) فتح آج بڑی سلطنت کا ملک ہے۔“ فتح نے کہا کہ ”بدھ کی بندگی زیادہ بہتر ہے اور اس کام کی ہمیشہ تعظیم کرنا ہی سب سے افضل ہے۔ اب اگر تجھے کوئی حاجت یا طلب ہو تو بیان کر کہ میں اس سعادت کو پورا کرنے اور اس عزت افزائی کو انجام دینے میں پیش قدمی کروں۔“ پرودہت نے کہا کہ ”مجھے تجھ سے کوئی بھی دنیاوی طلب اور خواہش نہیں ہے۔ کاش خدا تجھے عاقبت کے کاموں کی توفیق عطا کرے۔“ فتح نے کہا ”میری بھی خواہش یہی ہے کیونکہ اسی کے بدلے ہی میں نجات اور بلندی کے درجے حاصل ہو سکیں گے، مجھے حکم دے تاکہ اس بارے میں مدد کرنا واجب سمجھ کر شریک ہوں۔“ بھگت پرودہت نے جواب دیا: ”جب تیرا مقصد صرف نیکی کے کام کرنا اور خیر کی جانب قدم بڑھانا ہے تو پھر نو وار کے مندر کی جو کہ قدیمی عبادت گاہ ہے اور زمانے کی گردشوں کی وجہ سے جسے (کافی) نقصان پہنچا ہے، اس کی (نئے سرے سے) عمارت بنوائی

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

جائے اور اپنا مال اس کی تعمیر پر خرچ کر۔ میری مدد تو اس طرح سے کر سکتا ہے۔“ فتح نے جواب دیا کہ ”میں شکر گزار ہوں۔“

فتح کا برہمن آباد واپس جانا

(اس کے بعد) فتح وہاں سے سوار ہو کر واپس ہوا۔ وزیر نے عرض کیا کہ ”راجا! ایک عجیب واقعہ دیکھا ہے۔“ وہ بولا: ”کیا؟“ وزیر نے کہا: ”راجا اس پر وہت کے قتل کے لئے آپ کا جلا دوں کو حکم دینے کا پکا ارادہ تھا، مگر اس کے سامنے آنے پر (آپ) اس کی خوشنودی حاصل کرنے میں لگ گئے اور اس کی درخواست قبول فرمائی۔“ فتح نے کہا: ”ہاں! میں نے اس میں ایسی چیز دیکھی، جس میں کوئی جادو [46] اور شعبہ نہیں تھا۔ جب میں نے اسے دیکھا تو مجھے کچھ (خاص) نشان دکھائی دیئے۔ جب میں اُس کے سامنے بیٹھا تو ایک بھیانک اور خوفناک شکل اس کے سر پر استادہ نظر آئی، اُس کی آنکھیں آگ جیسی اور خشک، ہونٹ موٹے اور لٹکے ہوئے اور دانت نیزوں جیسے تھے۔ اس کے ہاتھ میں الماس جیسے ڈنڈے تھے اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے وہ کسی کو مارے گی۔ اُس کو دیکھ کر میں ڈر گیا اور مجھ سے ممکن نہ ہوا کہ اس (پر وہت) سے اس طرح کی بات کروں کہ جو تم مجھ سے سن چکے ہو، مجھے اپنی جان کی پڑی تھی اس لئے اسے رعایتیں دے کر اٹھ کھڑا ہوا۔“

فتح کا برہمن آباد میں ٹھہر کر وہاں کے باشندوں پر محصول مقرر کرنا

پھر فتح نے برہمن آباد کے قلعے میں ٹھہر کر ملک کے کاروبار آمدنی اور رعایا کی بہبود کے ذرائع درست کئے اور لوہانہ کے جتوں¹ کو ذلیل کر کے، اُن کے سربراہوں کو سزا دے کر اُن سے ضمانت لی اور قلعے میں بند کر کے ان سے یہ شرطیں قبول کرائیں کہ سوائے کچھ خاص مواقع کے کبھی تلوار نہ باندھیں گے، محل اور ریشم کے کپڑے نہ پہنیں گے۔ اُن کے اوپر کی چادر خواہ سوتی ہو لیکن نیچے کی چادر (ضرور) اونی، سیاہ یا سرخ رنگ کی ہوگی، گھوڑوں پر زین (کھائی) نہ رکھیں گے، ننگے سر اور ننگے پیر رہیں گے، گھر سے باہر نکلیں گے تو کتے اپنے ساتھ رکھیں گے، برہمن آباد کے گورنر کے باورچی خانے کے لئے لکڑیاں فراہم کرتے رہیں گے۔ رہبری اور جاسوسی کے لئے

1. فارسی ایڈیشن میں ”جتان و لوہانہ“ کی عبارت درج ہے۔ نسخہ (پ) کی عبارت ”جتان لہانہ“ یعنی ”(علاقہ) لوہانہ کے جت“ ہے جو کہ زیادہ قریب قیاس ہے، اس لئے اسی کو درج کیا گیا ہے۔ صفحہ 214 پر بھی صاف طور پر عبارت ”جتان لوہانہ“ لکھی ہے۔ (ن-ب)

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

بھی انہی کو بھیجا جائے گا۔ (اس طرح) جب وہ اپنے میں یہ صلاحیتیں پیدا کریں گے اور جب کوئی دشمن جنگ کے لئے [47] اس ملک کی طرف رخ کرے گا، تو وہ (سربند) کی مدد کرنا خود پر فرض سمجھ کر اس کا دفاع کریں گے۔

پھر سارے کام ختم کر کے ملک کا انتظام درست کیا اور جس نے بھی مخالفت یا سرکشی کی (اسے سزا دے کر) دوسروں کے لئے مثال قائم کرتا گیا اور ضمانتیں لے کر قابو میں لانا مگیا جس کی وجہ سے (آخر کار) ملک کا سارا کاروبار ٹھیک ہو گیا۔

راجہ چچ کا کرمان جا کر مکران کی حدود واضح کرنا

ضروری کاموں سے فارغ ہو جانے کے بعد چچ کے دل میں کرمان کی سرحد کا خیال پیدا ہوا۔ اس وجہ سے کہ یہ حصہ ہندوستان کی مملکتوں سے ملحق ہے اس لئے اُس کے حدود کا تعین ضروری ہے۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ کی ہجرت کو دو سال گزر چکے تھے۔ (ادھر) ایران کے بادشاہ کسریٰ بن ہرمز کے مرنے کے بعد ملک پر آگندہ ہو چکا تھا، کیونکہ (وہاں) عنان حکومت ایک عورت کے ہاتھ آگئی تھی (چنانچہ) چچ کو جب اس کی خبر ملی تو اس نے بڑے جاہ و چشم کے ساتھ کرمان کا رخ کیا اور نجومیوں نے جو (نیک) ساعت بتائی اُس پر ارمائیل کی طرف کوچ کیا۔ یہ علاقہ بدھ مت کے اس نشنی (پروہت) کے زیر اقتدار تھا کہ جو ہندوستان کے راجہ سیہرس رائے کے گورنروں کی اولاد میں سے تھا اور جسے (اس کی) دیانت اور صداقت کی خصوصیتوں کے پیش نظر (وہاں) مامور کیا گیا تھا، لیکن زمانے کے تغیر و تبدل کی وجہ سے وہ خود سر ہو گیا تھا اور خدمت سے سرکشی اختیار کر لی تھی۔

(وہ پروہت) چچ کے استقبال کے لئے آیا اور جب اسے (چچ کے) وعدے اور دل کی صفائی کا اطمینان ہوا اور (باہمی) دوستی سے دونوں کے دلوں میں جگہ پیدا ہو گئی تو پھر (چچ) وہاں سے مکران کی سرزمین کی طرف روانہ ہوا۔ (راستے میں اس نے) دیکھا کہ (یہاں کا) ہر آدمی اس کی اطاعت سے کتر رہا ہے۔ آخر کار [48] مکران کے پہاڑ اور دڑے لے گئے ذکر وہ دوسرے شہروں کی طرف جا پہنچا۔ وہاں چچ پورے نام کا ایک پرانا قلعہ تھا، جسے اس کے حکم سے نئے سرے سے تعمیر کیا گیا اور وہاں بجٹوری یعنی پانچ سازوں والی نوبت مقرر کی جو کہ ہندوؤں کی رسم کے مطابق شام اور پونہنے کے اول وقت بجائی جاتی ہے۔ پھر اس اطراف کے سارے دھقانوں کو

1. اصل عبارت ”عتبہ مکران و کوہ“ ہے۔

2. اصل عبارت جملہ نمبروں میں ”کنز پورہ“ یا اس کی مجزی ہوئی صورت ہے اس اصلاح کے لئے دیکھیے آخر میں حاشیہ ص 49 (ن-ب)

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

بلا کر عمارت کے مکمل کرنے کا حکم دے کر وہاں سے کوچ کیا اور اس نہر کے کنارے جا کر خیمہ زن ہوا، جو کمران اور کرمان کے درمیان ہے۔ اس مقام کو اس نے مشرقی سرحد قرار دیا اور نہر کے کنارے کھجوروں کا ایک بڑا جھنڈ لگا کر (اعلان کیا کہ) کمران اور کرمان کی سرحد یہ کھجوروں کے درخت ہیں اور ان پر نشان لگا دیا کہ یہ فتح بن سیلانی بن بسا سندھ کے راجا کے زمانے میں مقرر ہوئی یہی حد اس وقت تک قائم ہے۔^۱

فتح بن سیلانی کا ارماتیل جانا اور وہاں محصول مقرر کرنا

اس کے بعد (فتح) ارماتیل کی طرف لوٹا اور ملک توران سے (گذرتا ہوا) پورالی (ندی)^۲ کے قریب سے اوپر کی طرف گیا۔ (راہ میں) کسی نے بھی اس سے جنگ نہیں کی (اور اس طرح وہ آخر قذاتیل (یعنی قندھار) تک جا پہنچا۔ اس کے بعد اسی بیابان وادی سے (اُس نے) حصار کی طرف رخ کیا۔ (لیکن) وہاں کے لوگ قلعہ بند ہو گئے، اس لئے وہ نہر سیدی^۳ پار کر کے اس کے کنارے جم گیا یہاں تک کہ (محصور) لوگ تنگ آ گئے اور انہوں نے اپنے اوپر سو پہاڑی گھوڑے اور ایک لاکھ درم سالانہ خراج مقرر کیا۔ (چنانچہ فتح نے) ایک سال کا خراج پیشگی لے کر مثال قائم کی اور پھر وہاں سے تخت گاہ اردو کو واپس آ گیا اور (جہاں وہ اُس وقت تک مقیم رہا جب تک اس کی روح جسم سے علیحدہ ہو کر جہنم کی جانب روانہ ہو گئی۔ اس کا دور حکومت چالیس سال تھا۔

دارالحکومت اردو میں چندر بن سیلانی کی تخت نشینی

فتح بن سیلانی کی وفات کے بعد اُس کا بھائی چندر تخت نشین ہوا (یہ بڑا دین دار شخص تھا چنانچہ) اپنے مذہب کی طرف (پوری طرح) متوجہ ہوا۔ اس کی بے حد تبلیغ کی^۴ بھگتوں اور پروہتوں کے دھرم کو تقویت پہنچا کر ترقی دی اور ہندوستان کے بادشاہوں کے ساتھ خط و کتابت جاری کی۔^۵

۱. اصل عبارت ”وامروز ہاں حد ہمار سید“ ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ فقرہ مترجم علی کوئی کا ہے اور اس کا اشارہ کمران اور کرمان کی سرحد کے متعلق ہے جو ناصر الدین قاجار کے عہد میں قائم تھی۔ (ن-ب)
۲. فارسی ایڈیشن اغلاط نامہ ص 290 کے مطابق فتح عبارت اس مقام پر ”بر دست پورالی“ ہوئی چاہئے۔ (ن) کی عبارت ”بر دست تورانی“ ہے اور اسی لحاظ سے ”بر دست تورانی“ بھی بہترین قیاس معلوم ہوتا ہے۔ (ن-ب)
۳. نیز (م) میں ”سیدی“، (ن) میں ”سینی“، (ب) میں ”سینی“ اور (ک) میں ”زینین“ ہے۔
۴. نیز (ن) میں ”تبلیغ“ ہے۔ فارسی ایڈیشن کی عبارت یوں ہے ”و تبلیغ بسیار فرام آورد“
۵. اصل عبارت یہ ہے ”و مکتوبات و مراسلات از ملوک ہند باز گرفت“۔ مندرجہ بالا ترجمہ اس فقرے کا صحیح مفہوم ادا کرنے کے لئے دیا گیا ہے ورنہ نقلی ترجمہ یہ ہوگا: ”ہندوستان کے بادشاہوں سے خطوط و مراسلات واپس لے لئے۔“ ممکن ہے اس سے یہ مراد ہو کہ کئے ہوئے عہد نامے واپس لے لئے واللہ اعلم۔ (ن-ب)

سیوستان کے بادشاہ ”متو“ کا جانا

(یہ حال دیکھ کر) سیوستان کا راجہ ”متو“، قنوج کے راجہ کے پاس گیا۔ اُس وقت ہندوستان کا بادشاہ ہارنسی تھا اور قنوج پر سیہرس بن راسل کی حکومت تھی۔ متو نے اس کی خدمت میں جا کر بیان کیا کہ چیچ بن سیلانج وفات پا چکا ہے اور اب اس کا بھائی چندر تخت نشین ہوا ہے۔ (چونکہ) وہ ایک بھگت ہے اور سارا دن بھگتوں کے ساتھ مندر میں درس و تدریس میں مشغول رہتا ہے۔ اس لئے اس سے بادشاہت چھین لینا آسان ہے۔ (اب) اگر بادشاہ یہ ملک فتح کر کے میرے حوالے کرے تو اس کے معاوضے میں، میں اپنے اوپر خراج مقرر کرنے کے لئے تیار ہوں جو کہ (حسب وعدہ) خزانے میں پہنچاتا رہوں گا۔ [50]

سیہرس کا جواب

اُس سے (اتفاق کرتے ہوئے) سیہرس نے متو سے کہا کہ ”چیچ ایک عظیم بادشاہ اور وسیع ملک کا مالک تھا (بے شک) اُس کے مرجانے کے بعد اب اگر میں اس کی سلطنت فتح کر لوں گا تو میرے ملک کی بڑی شہرت ہوگی (پھر) تجھے بھی میں اس کے ایک حصے پر (حکمران) مقرر کروں گا۔ (پھر) سیہرس نے اپنے بھائی برہاس بن کسانس کو روانہ کیا چیچ اکبرؑ کے پوتے بننے جو کہ کشمیر اور رمل کا راجا تھا، اس کی اطاعت قبول کی (جس کے بعد دونوں) اپنے لشکر لے کر روانہ ہوئے اور دریائے ہاسی کے قریب پہنچ کر منزل انداز ہوئے۔ قلعہ دیوہ پور قریب چندر کے جو امیر رہتے تھے وہ روپوش ہو گئے۔ (چنانچہ اُن کی جگہ) اپنے آدمی مقرر کر کے وہ آگے بڑھ گئے اور آخر آ کر بند کا ہو یہ کے قریب پہنچے۔ یہاں ایک مہینہ ٹھہر کر (انہوں نے) بدھ کی پرستش کی۔ (پھر) چندر بن سیلانج کے پاس قاصد اور خط بھیجا کہ آ کر فرمان برداری کی شرطیں پوری کرے اور امان کا طلب گار ہو۔ چندر نے یہ سن کر انکار کیا اور قلعہ بند ہو کر جنگ کی تیاری کرنے لگا اور دہرینہ بن چیچ کو برہمن آباد بھیج دیا، جہاں لوہانہ کے آدمیوں نے اس کی خدمت میں سر جھکایا، اور خود داہر بن چیچ کے ساتھ اروڑ کے قلعے میں استقلال کے ساتھ ڈٹا رہا۔ سیہرس کے لشکر نے طویل مدت تک قلعے کا محاصرہ جاری رکھتے ہوئے جنگ کی، مگر وہ قلعے والوں پر فتح نہ پاسکا، تب

1. یہاں معلوم ہوتا ہے کہ اس چیچ سے پہلے بھی کوئی دوسرا چیچ ہندوستان کا راجہ ہو گزرا ہے جس کی طرف یہاں اشارہ کیا گیا ہے۔ (مترجم)

2. اس کا نام بھی راسل تھا جیسا کہ ص 52 سے ظاہر ہے۔ (مترجم)

3. اصل فارسی متن میں ”دیوہنوز“ ہے (وضاحت کے لئے دیکھئے حاشیہ صفحہ 51)

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

اس نے صلح کا دروازہ کھٹکھٹایا اور کسی ترکیب سے داہر کو باہر لاکر قید کرنا چاہا۔ (انہوں نے سمجھا کہ اگر وہ اسے گرفتار کر لیں گے یا قتل کر ڈالیں گے تو پھر قلعہ ان کے قبضے میں آ جائے گا اور سلطنت (پر بھی) ان کا اقتدار ہو جائے گا۔ [51])

سیھرس کا داہر بن فتح کے پاس قاصد بھیجنا

(چنانچہ) پھر راسل اور برہاس نے قاصد بھیجا کہ ”ہمارا ارادہ واپس جانے کا ہے، اس وجہ سے تمہارے ساتھ پختہ عہد نامہ کرنا چاہتے ہیں، تاکہ یہ ملک تمہاری حکومت کے ساتھ قائم رہے۔ ملاقات کے بعد ہم داہر کو عزت و تکریم کے ساتھ واپس کریں گے۔ (اس پر) داہر پانچ سو مسلح نامور اور منتخب بہادر ٹھاکروں کو ساتھ لے کر طرفین کے مابین صلح کی شرطیں استوار کرنے کے لئے باہر نکلا۔ باہر آ کر اس نے اپنے خاص لوگوں سے کہا کہ ہمارا بھروسہ صرف تمہاری بہادری اور ہوشیاری پر ہے۔ (غرض اس طرح کی باتوں سے) سیھوں کے دلوں کو تقویت دینا اور بہترین وعدوں سے سیھوں کی ہمتیں بڑھاتا ہوا راسل کے سرائے کے دروازے پر جا پہنچا۔ راسل نے انہیں دروازے پر رکنے کا حکم دیا اور اپنے ایک حاجب کو بلا کر کہا کہ نیچے جا کر داہر کے سپاہیوں سے کہو کہ تمہاری تلواریں جو بردار ہیں، اس لئے اپنے ہتھیار اوپر بھیج دو تاکہ میں تمہاری تلواروں میں سے ایک کو پسند کر کے اپنے پاس یادگار کے طور پر رکھوں۔ جب سب ہتھیار دے چکیں تو سب کو قید کر لینا اور دوسری صورت میں قتل کر ڈالنا۔ وزیر اس بہانے سے نیچے آیا اور ایک محراب کے نیچے آ کر کھڑا ہو گیا اور جوں ہی اُن سے ہتھیار دینے کا مطالبہ کیا (ابھی وہ ہتھیار دینے میں ہی تھے کہ) اچانک محراب گر پڑی اور حاجب اس کے نیچے دب کر رہ گیا۔ (یہ حال دیکھ کر) راجہ راسل خود نیچے آیا اور سب کو اپنے سامنے بلایا، ہر ایک سے ہتھیار لے کر دیکھتا، اور پھر اس کے سامنے ڈالتا چلا گیا، یہاں تک کہ داہر بن فتح کے قریب پہنچا (اور) داہر سے کہا کہ ”اپنی تلوار مجھے دکھا۔“ داہر نے جواب دیا کہ: ”اے بادشاہ! یہ خنجر میرے بھائی کا ہے، جسے میں اپنے سے [52] جدا نہیں کر سکتا۔ (اگر دیکھنا ہے تو) میرے ہاتھ میں اچھی طرح دیکھ لے۔“ جب وہ قریب پہنچا تو داہر کے ایک بہادر نے آگے بڑھ کر کہا کہ ”اے بادشاہ! ان ساری تلواروں سے میرا خنجر بہتر ہے۔“ راسل جوں ہی اس سے تلوار لینے کے لئے آگے بڑھا تو (اُس) بہادر نے مست شیر کی طرح جست کر کے راسل کو اس کی داڑھی پکڑ کر زمین پر دے پٹکا، اور اس کے سینے پر چڑھ کر کہنے لگا کہ ”کیا تو چاہتا ہے کہ میں تجھے فنا کر دوں؟“ (اسی اثنا میں) داہر اور (دوسرے) ٹھاکروں نے تلواریں سونت کر چاروں طرف

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

سے اُسے گھیر لیا۔ راسل نے بے بس ہو کر کہا ”(آخر) تم کیا چاہتے ہو، میں تم سے پختہ عہد نامہ کرتا ہوں جو کہ بالکل سچا ہوگا اور اس کے ذرہ بھر خلاف نہ ہوگا۔“ داہر نے کہا کہ ہمیں معلوم ہو چکا ہے کہ تو ہمارے ساتھ فریب کرنا چاہتا تھا۔ اس لئے ہمیں تیری بات پر کوئی بھروسہ نہیں۔ دھوکہ اور بے اعتقادی کی سزا پہلے تیرے حاجب کو ملی جو کہ محراب کے نیچے دب کر ہلاک ہو گیا، اور اب تو ہمارے ہاتھ گرفتار ہوا ہے۔ اب ضمانت دے کر دیوہ پور کا قلعہ اور ہماری جو ضمانتیں تیرے پاس ہیں وہ واپس کرے گا، اس کے بعد (ہی ہم) تیری ضمانت واپس کریں گے۔“ (پھر) راسل نے اپنے ضامن اروڑ بھیجے جن میں سے پانچ مشہور سربراہ اروڑ کے قلعے میں روک لئے گئے۔ اس کے بعد عہد لے کر (راسل کو) چھوڑا گیا۔ داہر نے ان (راسل کے ضامنوں) کو پانچ سو بہادروں کے ساتھ برہمن آباد بھیجا اور راسل، داہر کے معتمدوں کو اپنے ساتھ لے گیا اور قلعہ اُن کے حوالے کیا اور جو آدمی اُس کی قید میں تھے، ان سب کو بھی آزاد کر دیا۔ جب قلعے سے (ان) معتمدوں کے خطوط داہر کو موصول ہو گئے تب اس نے راسل کے ضامنوں کو باعزت طریقے پر واپس بھیج دیا اور ان کے درمیان صلح اور دوستی ہو گئی۔

چندر کا بیٹا بن سیلانج کے تخت پر بیٹھنا

اس طرح سلطنت پھر چندر کے حوالے ہوئی اور رعیت رعایا اُس کی خبر گیری کی وجہ سے آرام سے رہنے لگی اور کاروبار مملکت پھر درست ہو گیا۔ چندر کی بادشاہی سات سال تک رہی اور آٹھویں سال [53] وہ انتقال کر گیا۔ (چنانچہ) داہر اروڑ کے تخت پر بیٹھا اور چندر کا بیٹا راج برہمن آباد میں جانشین ہوا۔ راج کی حکومت ایک سال سے زیادہ نہ رہی اور اس کے بعد دہرہ سینہ بن بیٹا برہمن آباد کو اپنے قبضے میں لایا اور اس کی بہن مائین نے بھی اس سے اتفاق کر کے اس کی بیعت کی۔ اس کے بعد دہرہ سینہ نے اگھم کی بیٹی سے شادی کی اور پانچ سال وہاں رہا اور چاروں طرف پروانے جاری کئے، جس پر سب نے اس کی اطاعت اختیار کی۔ (پھر) دہرہ سینہ کچھ دنوں راوڑ¹ کے قلعے میں جا کر رہا۔ اس قلعے کی بنیاد بیٹا نے رکھی تھی اور وہ اس کے مکمل ہونے سے پہلے وفات پا گیا تھا۔ (دہرہ سینہ نے) اس قلعے کی تعمیر مکمل کر کے آس پاس کے دہقانوں کو بلایا اور (ان میں سے) اچھے اچھے آدمیوں کو اس (قلعے) میں آباد کر کے اس کا نام راوڑ رکھا۔ پھر خود برہمن آباد قلعے میں واپس چلا آیا اور سلطنت کے کاروبار میں مصروف ہو گیا۔

1. اصل تلفظ ”راوڑ“ ہے۔

دہر سینہ کا اپنی بہن کو بھائیہ کے رائے کے حوالے کرنے کے لئے اروڑ بھیجنا

(کچھ دنوں کے بعد) دہر سینہ نے محسوس کیا کہ اس کی بہن مائین جوان ہوگئی ہے۔ چنانچہ وہ متفکر ہو گیا۔ ادھر نجومیوں نے مائین کا زائچہ دیکھ کر بتایا کہ اس کا ستارہ اقبال اوج پر ہے۔¹ دہر سینہ ابھی اسی فکر میں تھا کہ رل کے راجہ سوہن رائے بھائیہ کا قاصد اس کے پاس مائین کا رشتہ لے کر پہنچا۔ دہر سینہ اگرچہ اس کا بڑا بھائی تھا مگر پھر بھی بہن کا شاہانہ جہیز تیار کر کے سات سو گھوڑے اور پانچ سو ٹھاکر اس کے ساتھ روانہ کر کے اُس نے داہر کو لکھا کہ مائین کو بھائیہ کے راجہ کے حوالے کر دے اس رشتہ کے سلسلے میں سوہن رائے کی شرط یہ ہے کہ جہیز میں اسے ایک قلعہ دیا جائے جس کا وہ مالک رہے گا۔ [54]

پس جب قاصد اروڑ پہنچا اور (مائین کو رخصت کرنے میں) صرف ایک ماہ کی مدت رہ گئی تھی کہ راجہ کے کسی خاص آدمی نے ایک دن ہندوستان کے ایک حکیم جس کو علم نجوم میں کمال مہارت حاصل تھی، کوئی سوال پوچھا، جس کے متعلق اس کا بتایا ہوا جواب بالکل ٹھیک نکلا۔ وہ آدمی (جب) راجہ داہر کے پاس آیا تو راجہ نے اُس سے پوچھا ”ٹھاکر آج تم کس مہم میں مشغول تھے جو دیر سے آئے ہو۔ کیا وہ کام ہماری خدمت سے بھی زیادہ مقدم تھا۔“ ٹھاکر نے کہا ”راجہ سلامت رہے! مجھے ایک ایسا ہی ضروری کام پیش آ گیا تھا، جس کی وجہ سے میرا دل پریشان اور متفکر ہو گیا۔ برہمنوں میں ایک نجومی ہے جو کہ بڑا عالم اور نجوم میں یکتا ہے (وہ) حکمی نتائج بتاتا ہے اور اس کی دلیلیں تجربے کے عین مطابق ہوتی ہیں۔ (پھر اس نے اپنا معاملہ) مفصل بیان کیا اور جو واقعہ تھا وہ من و عن پیش کیا۔ اس پر داہر نے کہا: ”ہمارے سفر حضر، بادشاہی کی رونق اور حکومت کے انتظام کے متعلق اس سے جا کر پوچھو۔“ اس آدمی نے اُٹھ کر عرض کیا ”راجہ سلامت رہے! کامیابی کے وقت راجاؤں کو حکیموں کی صحبت اور عالموں، ادیبوں اور برہمنوں کی رفاقت سے عار نہ کرنا چاہئے۔ کیونکہ وہ ہمارے امام ہیں۔ ان کی خدمت میں حاضر ہونے اور ان کی تعظیم بجالانے کی کوشش کرنا لازمی جاننا چاہئے۔ کیونکہ ان کی خوشنودی، عزت اور مرتبے کی ترقی اور عظمت و حشمت کے لئے باعث دوام ہے۔ اس کے علاوہ فال وہ بہتر ہے جو کہ صاحب واقعہ خود رو برو حاضر ہو کر (معلوم کرے) اور نجومی جواب دیں۔“

1. اصل متن کی عبارت یہ ہے ”و میلاد اور انجمن بر طالع سعد نہاد“ جس کا لفظی ترجمہ یہ ہوگا کہ ”نجومیوں نے اس کی ولادت خوش بخت ستارہ پر رکھی ہے“ لیکن چونکہ یہ ترجمہ اپنا مفہوم ادا کرنے کے لئے واضح اور کافی نہیں ہے اس لئے آزاد ترجمہ کر کے مطلب واضح کیا گیا ہے۔

داہر کا بہن کے متعلق حکم پوچھنے کے لئے نجومی کے پاس جانا

داہر کو یہ تقریر پسند آئی (اور اس نے) ہاتھی پر پاکی باندھنے کا حکم دیا اور (پھر اس میں) بیٹھ کر نجومی کے ٹھکانے پر پہنچا۔ نجومی نے راجا [55] کو دیکھ کر استقبال کیا اور کہا ”راجہ سلامت رہے! کس کام سے آنا ہوا ہے۔“ داہر نے جواب دیا: میرا لشکر کی مصلحت کے متعلق سوال ہے، جس کی وجہ سے آیا ہوں۔ ساتھ ہی ساتھ ملک کی بہتری، سلطنت کے قاعدے قانون اور دوسرے سارے ضروری کاموں کے لئے بھی حساب کرنا چاہئے تاکہ کاموں کے مال ہمیں روشن ہو سکیں کہ نتیجہ کیا ہوگا۔ نجومی نے کہا ”کہ خوش قسمتی کے سارے ستارے تیرے طالع کی طرف دیکھ رہے ہیں اور تریخ^۱ مقابلے کے پیش نظر کوئی بھی شخص (ستارہ) خلاف نہیں۔ یہ قلعہ اور بادشاہی سالہا سال کے لئے تیرے واسطے مقرر اور مستحکم ہے اور اگر راجہ کو سفر کا اتفاق ہوگا تو وہ بھی مبارک اور سعید ہوگا اور اپنی منہ عظمت و بزرگی پر سلامت واپس آئے گا۔“ پھر اس نے پوچھا ”ہماری بہن مائین کا طالع کیا ہے؟“

نجومی کے ارشادات

نجومی نے کہا کہ ”حساب کا زائچہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ یہ ارڈ کے قلعے سے باہر نہ جائے گی، اور اس کا رشتہ وہ راجہ طلب کرے گا جس کے قبضے میں ہندوستان کی بادشاہت ہوگی اور یہ لڑکی اس کے عقد میں آئے گی۔“

نجومی نے اسے جب یہ حقیقت وضاحت کے ساتھ بتائی تو داہر فکر میں پڑ گیا کہ یہ کیسے ہوگا۔ (اس نے) گھر واپس آ کر یہ قصہ اپنے باپ کے وزیر بدھیمن سے مفصل بیان کیا۔

وزیر بدھیمن کا راجہ داہر کو مشورہ

وزیر نے کہا کہ بادشاہی کا معاملہ بڑا نازک ہے اور مختلف ملکوں، سرحدوں، فوجوں اور نوکروں چاکروں کے شہنشاہ کے لئے اپنی سلطنت سے ناثہ توڑنا بڑا مشکل ہوتا ہے۔ (مثال) [56] کیونکہ پانچ چیزیں اپنا مقام چھوڑ کر سرسبز نہیں ہوتی ہیں: 1- بادشاہت سے بادشاہ 2- وزارت سے وزیر 3- عمل سے عالم 4- جسم سے بال اور دانت 5- اور عورت کے پستان۔ کہ

1. تریخ علم نجوم کا اصطلاحی لفظ ہے جس کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ چار ستارے جو کور شکل میں استادہ ہوں اور ایک دوسرے کی طرف دیکھ رہے ہوں۔ (مترجم)

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

یہ چیزیں جب اپنے مقام سے ہٹ جاتی ہیں تو زیب نہیں دیتیں۔ بادشاہ سلطنت کے لئے بھائیوں اور عزیزوں کی جان لیتے ہیں، ورنہ ملک بدر تو ضرور کر دیتے ہیں اور اپنے مقربوں اور تعلقہ داروں کی بھی ملک میں حصہ داری یا مداخلت روا نہیں رکھتے۔ بادشاہ اگر بادشاہی سے کنارہ کر لے تو پھر عام آدمیوں کے برابر ہے۔ (اب) جبکہ نجومی نے یہ حکم (ظاہر) کیا ہے تو بہن کو نکاح میں لا کر اور بیوی بنا کر تخت پر بٹھانا چاہئے۔ اگرچہ (تم) اس کی صحبت سے دامن بچائے رہو گے تاہم وہ بیوی کہلائے گی اور اس طرح تیری بادشاہی تیرے پاس رہے گی۔“

اس کے بعد راجہ داہر نے ان پانچ سوٹھا کروں کو بلوایا جو کہ اس کے خاص آدمی اور معتقد تھے اور ان سے کہا کہ ”ہر حال میں مجھے تمہاری بہادری اور سمجھداری پر اعتقاد ہے۔ تمہارے مشورے اور نصیحت کے سوا کوئی چارہ نہیں اور سارے ملک میں میرا فرمان تمہاری قوت پر جاری ہے۔ اس وقت نجومیوں نے اس طرح نتیجہ اخذ کیا ہے کہ سمات مائین اس قلعے سے دوسری جگہ نہ جائے گی اور اس کا شوہر وہ ہوگا جس کے قبضے میں اس سلطنت کا کثیر حصہ رہے گا۔ بادشاہی میرے قبضے سے نہ جانی چاہئے۔ اس کے لئے سوچنا ہے (کیونکہ) بادشاہی سے رشتہ توڑنا مشکل بات ہے۔ وزیر بدھیمن نے ایک مشورہ دیا ہے مگر وہ بڑا شرم ناک، ناخوشگوار [57] اور برہمنوں کے خاندان کے لئے باعث بدنامی ہے، اور جب یہ بری بات بادشاہان وقت اور عوام کی زبان پر آئے گی تو وہ ہمیں اپنی برادری سے خارج کر دیں گے، جس کی وجہ سے میرے طریقے میں خلل پیدا ہوگا۔

وزیر بدھیمن کا طلسم

وزیر بدھیمن گھر آیا اور ایک دُبنے کو لا کر اس کے بالوں پر ریت اور رانی چھڑک کر شبانہ روز اس پر پانی چھڑکتا رہا یہاں تک کہ وہ پھول گیا۔ پھر اسے باہر نکال دیا۔ چھوٹے، بڑے، شہری اور دیہاتی سب اسے بڑے تعجب سے دیکھنے لگے یہاں تک کہ تین دن گذر گئے۔ اس کے بعد وہ دنبہ سارے شہر میں گھومتا رہا مگر کسی نے اس پر توجہ نہ دی اور اسے بھول گئے۔ وزیر نے کہا ”اے بادشاہ! جو بھلی بُری بات ہوتی ہے، وہ لوگوں کی زبان پر تین دن تک رہتی ہے اس کے بعد کوئی بھی اس کی نیکی یا بدی کو یاد نہیں کرتا۔ تم کسی طرح بادشاہی سے قطع تعلق کر لینا نہیں گوارا کر سکتے اور اپنے دل میں اس کا (قطعی) فیصلہ کر چکے ہو۔ یہ جماعت تیرے حکم سے سرتابی کرنے والی نہیں ہے۔ اس لئے تجھے یہ کام ضرور کرنا چاہئے۔“ پھر داہر نے ان پانچ سوٹھا کروں سے ان کی رائے پوچھی جن کے قول پر وہ ہمیشہ اعتماد رکھتا تھا اور وہ خود بھی اس کے حکم کے گرویدہ اور اس

فتح نامہ سندھ عرف چچ نامہ

کے جملہ اقوال و افعال سے متفق رہتے تھے۔ سب نے اتفاق کیا کہ راجا کا حکم ہماری جانوں پر جاری ہے اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ بادشاہوں کی طراوت بادشاہی سے ہے اور اگر یہ سلطنت چلی جائے تو پھر بھائی کو پہنچے یا غیر کو، (کوئی بھی فرق نہیں ہے) جب اس بات پر سب متفق ہو گئے اُس وقت (داہر محل میں) گیا اور جا کر اپنی بہن کے سر پر چادر ڈالی اور اسے انگوٹھی اور دوسرے زیورات پہنا کر اپنی تلوار اس کے پہلو میں رکھی۔ (اس کے بعد) تلوار سمیت باہر آیا اور اس کے چادر کے پلو کو اپنی چادر سے باندھ کر تخت حکومت پر اسے اپنے برابر چھتری کے نیچے لا بٹھایا اور یہ بات عوام اور خواص کی زبانوں پر آ کر مشہور ہو گئی۔

داہر کا دہر سینھ کے پاس تعظیم کے ساتھ خط لکھ بھیجنا

پھر داہر نے اپنے بھائی دہر سینہ کے پاس بصد تعظیم خط بھیجا جس میں مابین کے ستارے کا حال درج کیا کہ ”نجومیوں نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ یہ لڑکی اروڑ کی ملکہ ہوگی اور اس کا شوہر راجہ ہوگا جس کے قبضے میں یہ ملک آئے گا۔ اس وجہ سے (سب کے) مشورے سے میں نے بادشاہی کے خاطر یہ تنگ اختیار کیا ہے۔ چنانچہ معذرت کی جاتی ہے کہ یہ مصلحت خوشی سے نہیں بلکہ مجبوری سے اختیار کی گئی ہے۔ معاف فرمائیں۔“

داہر کا خط دہر سینھ کو پہنچنا

جب یہ خط دہر سینہ کو ملا تو اس نے جواب لکھا کہ یہ بات بری تھی اور یہ فعل ناپسندیدہ۔ خواہ ضرورت سے ہو یا با اختیار، تو کسی بھی حالت میں معذور نہیں تھا۔ اگر یہ ممنوع اور ناجائز فعل (صرف) بادشاہی کے لئے جائز سمجھا ہے، تاکہ تیری دنیاوی بادشاہت قائم رہے (تو) تیرے لئے کوئی چارہ نہیں۔ لیکن اگر شیطانی دوسے کی وجہ سے (تو نے) اس باب کو شروع کیا ہے (تو پھر) تجھے (فوراً) باز آنا، توبہ کرنا اور پشیمان ہونا چاہئے۔ تاکہ تو ہمارے دین سے خارج نہ ہو جائے اور ہمیں تجھ سے بیعت نہ توڑنی پڑے اور اگر تو ان نصیحتوں پر بھی اس نا معقولیت سے باز نہ آئے گا تو باز پرس کا [59] سزاوار ہوگا، جس کی وجہ سے تجھے تکلیف پہنچے گی اور تجھے تیرے ناپسندیدہ کاموں کی جو بھی سزا ملے، اسے تجھ کو اپنے ہی طرف سے سمجھنا چاہئے۔“ پس جب دہر سینہ کا خط داہر کو ملا تو (اس نے) دل میں اپنے بھائی دہر سینہ کے پاس جانے کا خیال کر کے وزیر سے مشورہ کیا کہ کیا میں ”برہمن آباد جاؤں، تیرے نزدیک کیا مناسب ہے؟“

وزیر بدھمن کا داہر کو روکنا

وزیر بدھمن نے کہا: ”راجہ سلامت رہے! یہ رائے قائم کرنے میں آپ نے بڑی غلطی کی ہے جس کی کسی بھی تدبیر سے تلافی نہ ہو سکے گی اور جس کے نتیجے کو جس طرح بھی روکا جائے گا وہ (بالآخر) جان کی ہلاکت کا سبب ہوگا۔ اگر آپ بھائی کے سامنے ہونا ہی چاہتے ہیں تو پھر (آپ کو اپنی) زندگی سے ہاتھ دھولینا چاہئے اور اگر آپ یہ سمجھتے ہیں کہ آپ کا بھائی آپ کی مخالفت نہ کریگا تو یہ ایک بڑا محال (امر) ہے، جسے آپ نے دل میں جگہ دی ہے، کیونکہ ملک، زمین اور زن کے معاملے میں شرکت اور حصہ داری نہیں ہو سکتی بلکہ (اس میں) جان کا خطرہ اس حد تک ہوتا ہے کہ بیٹا باپ پر اور باپ بیٹے پر اعتماد نہیں کرتا۔ اگر آپ اس بات کا مصمم ارادہ کر چکے ہیں تو پھر (آپ کو) اپنی زندگی سے ہاتھ دھولینے چاہئیں۔ لیکن مجھے یہ کسی طرح بھی بہتر نہیں نظر آتا۔“ داہر نے کہا کہ ”پھر ہماری بھلائی کس (بات) میں ہے؟“ وہ بولا ”آپ کی بہتری اس بات میں ہے کہ آپ اپنے بھائی کے ساتھ ملنے جُلتے اور بیٹھنے اٹھنے سے احتراز کریں، قلعہ بندی کو لازمی جانیں اور جیسا بھی نجومی اور ساحر کہیں اس پر عمل کریں اور ان کی نصیحتوں کے تابع رہیں ورنہ اس سلسلے میں کوئی دوسرا حیلہ کارگر نہ ہوگا۔

(چنانچہ) داہر اس مشورے پر مضبوطی سے جم گیا [60] اور قلعہ بند ہو کر غلہ، چارہ اور لکڑیوں وغیرہ کی فکر کرنے لگا اور ان کا ذخیرہ کر لیا اس کے علاوہ مزید سامان جنگ اور ہتھیار وغیرہ فراہم کر کے مستعد اور منتظر بیٹھ گیا۔

داہر کا دہر سینھ کو خط بھیجنا

اس کے بعد داہر نے نہایت تعظیم و تکریم کے ساتھ دہر سینھ کے پاس ایک خط لکھا کہ اگرچہ مائین کو ہمارے باپ سے نسبت ہے لیکن (اصل میں) وہ جتوں کی بیٹی ہے! جو کہ سرکش اور جرائم پیشہ ہیں۔ خصوصاً جتوں کی عورتیں۔ اگر حقائق پر غور کرو گے تو (تمہیں معلوم ہوگا کہ) وہ (ہرگز) اعتماد اور بھروسے کے لائق نہیں ہیں اور امانت و پرہیزگاری سے (کوسوں) دور ہیں۔ (چنانچہ) ہندی میں مثل مشہور ہے کہ ”جس نے بھی بھیڑ کی ٹانگ پکڑ لی، اس نے اسے دوھ لیا اور جس نے بھی جتنی عورت کا ہاتھ پکڑ لیا، وہ اس پر سوار ہوا۔“ (بہر حال) چونکہ (مائین کا) مزاج

1. داہر کی یہ تاویل عجیب ہے، کیونکہ اس سے پشتر ص 68 پر بیان کیا گیا ہے کہ رانی سنھس دیوی کے بطن سے دو بیٹے، داہر اور دہر سینھ اور ایک بیٹی مائین پیدا ہوئی تھی۔ (مترجم)

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

اجنبی ہے اس لئے اس سے نکاح جائز تھا۔ (اب تم) یہ نصیحتیں کرنا چھوڑ دو (لیکن) اگر تمہیں اس بارے میں (اب بھی) کوئی شک و شبہ ہو تو میں سخت قسم کھا کر عہدِ واثق کرتا ہوں کہ ہر حالت میں تمہارا فرمانبردار رہوں گا۔ اردو کے قلعے میں، میں تمہارے ایک گورنر کی حیثیت سے ہوں نہ (کبھی میں) تمہاری مخالفت کروں گا اور نہ (کبھی تم سے) مقابلہ کروں گا۔ زیادہ ادب۔

دہر سینہ کا داہر کو گرفت میں لانے کے لئے اردو جانا

جب داہر کا (یہ) خط اس کے بھائی دہر سینہ کو ملا اور اس نے محسوس کیا کہ داہر نے خود کو اس مکاری سے اسے خوش کر کے، آنے سے انکار کیا ہے اور بھائی کی نصیحت نے اس پر کوئی (خاطر خواہ) اثر نہیں کیا، تب اس نے سامان اور سواری تیار کرنے کا حکم دیا اور [61] پھر نیک ساعت دیکھ کر غلٹ کے ساتھ روانہ ہوا۔ کتنے ہی دنوں (وہ) خطرناک بیابانوں اور نالوں میں سفر کرتا رہا۔ ہر منزل پر وہ کنویں کھدوا کر اپنی مشکلیں اور دوسرے برتن پانی سے لبریز رکھتا تھا تاکہ لشکر سیراب رہے اور پیاسا نہ مرے۔ اس طرح کافی دن انہوں نے راہ میں گزاریے اور صبر اور نرمی سے کام لیتے رہے۔ (اپنی اس روش سے دراصل) انہوں نے داہر کو فریب دینا چاہا اور حکمت و ترکیب کو کام میں لا کر اُسے اپنے قابو میں لانا چاہا۔ (چنانچہ) وہ جاسوس بھیج کر راستوں اور شکار گاہوں کی نگرانی کراتا رہا تاکہ وہ کہیں نکل نہ جائے۔

(اس طرف) داہر (اگرچہ بظاہر) سارے دن خود کو عیش و عشرت میں مشغول رکھتا تھا (لیکن در پردہ) وہ راستوں اور شکار گاہوں میں جاسوس بھیج کر خبریں حاصل کرتا رہتا تھا اور اُس نے معتمد فوجی سرداروں کو پورے ہتھیاروں سے لیس کر کے چاروں طرف مامور کر دیا تھا۔ (اس کے علاوہ) قلعے کے چاروں دروازوں پر ایماندار اور قابل اعتماد چوکیدار بھی بٹھائے تھے تاکہ وہ سختی کے ساتھ قلعے کے دروازوں کی حفاظت کریں اور چوکنا رہیں۔

(دوسری طرف) دہر سینہ یہ خیال کرتا رہا کہ داہر شاید اپنے کئے پر پشیمان ہوا ہے (چنانچہ) جب وہ تین دن کی مسافت پر آ کر ٹھہرا تو اُس کے جاسوسوں نے اسے آ کر خبر دی کہ داہر بن چچ اور اس کا لشکر سارا دن عیش و عشرت اور لہو و لعب میں مشغول رہتا ہے اور دہر سینہ کی جانب سے انہیں کوئی بھی خدشہ نہیں ہے۔

دہر سینہ کی داہر کو قابو میں لانے کی کوشش کرنا

(یہ خبر سن کر) دہر سینہ کو طمع ہوئی کہ جب وہ غافل ہے تو شاید یہ قلعہ (آسانی سے) ہتھے

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

چڑھ جائے گا۔ چنانچہ اس نے کوشش کی اور یلغار کرتے ہوئے ایک دن اور رات میں میں فرسنگ کی مسافت طے کر کے صبح کے وقت [62] اروڑ (جا) پہنچا۔ داہر اس وقت شکار پر جانے کے لئے تیار تھا۔ گھوڑا اس کے سامنے لایا گیا، اسی وقت اچانک ایک سوار ظاہر ہوا جس کے ارد گرد اور بھی سوار تھے۔ (ان) سواروں کے قلعے کی دروازے پر پہنچتے ہی دروازے بند کر دیئے گئے اور لوگ ہتھیار لے کر فیصلوں پر چڑھ گئے۔ اس طرف دہرینہ (بھی) قلعے کے دروازے پر آ کھڑا ہوا، اور دربان سے کہا کہ دروازہ کھولو، تاکہ میں اندر آؤں، لیکن قلعے والوں نے دروازہ نہ کھولا اور جنگ کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔ دہرینہ نے داہر کے پاس پیغام بھیجا کہ ”میں لڑائی جھگڑے کے لئے نہیں آیا (بلکہ) یہ قلعہ میرے باپ کی تخت گاہ تھا اور اس سے مجھے ورثے میں ملا ہے اور تجھے میرے ہاتھ سے حکومت ملی ہے۔ بادشاہی میری ہے اور میری طرف سے تو اس کا گورنر ہے۔ ایک ملک میں دو بادشاہ نہیں ہوا کرتے (اس لئے) تجھے اس بادشاہت سے دستبردار ہو کر قلعہ میرے معتمدوں کے حوالے کر دینا چاہئے۔“ داہر نے کہلا بھیجا کہ ”تم قریب نہ آؤ اور باہر جا کر خیمہ زن ہو اور اپنے بھروسے کے آدمی بھیجو تاکہ مجھے اعتماد ہو اور میں باہر نکل کر قلعہ تمہارے حوالے کر دوں۔“ دہرینہ نے جب دیکھا کہ وہ مقابلے کے لئے تیار ہے اور یہ حیلہ کارگر نہیں ہوا تو مہران کے پاس جا کر اس نے پڑاؤ ڈالا اور پھر داہر کو گرفتار کرنے کی فکریں کرتا اور دل میں منصوبے تیار کرتا رہا۔ پہلے تو اس سے صلح اور نرمی اختیار کر کے برادری اور قربت (ظاہر کر کے) تواضع کرتا رہا۔ (اس خیال سے کہ) شاید قلعے سے باہر نکل آئے اور دوسری طرف اروڑ کے سربراہوں اور سرداروں کے پاس آدمی بھیجتا رہا کہ شاید (ان کے ذریعے) وہ اس کی بیعت کر لے (لیکن کچھ بھی) حاصل نہ ہوا۔

داہر کا وزیر سے مشورہ کرنا

پھر داہر نے بدھیمین وزیر کو بلا کر کہا کہ ”دہرینہ خط و کتابت میں اتنی [63] نرمی اور انکسار بجالاتا ہے کہ مجھے خیال ہوتا ہے کہ میں باہر جا کر اپنے بزرگ بھائی کی رضامندی حاصل کروں، میں سمجھتا ہوں کہ وہ مجھ سے دغا نہیں کرے گا۔“ بدھیمین وزیر نے کہا ”اے راجہ! اس کے قول پر اعتماد نہ کرنا چاہئے اور اس مکر و فریب میں آ کر اس کا کہنا نہ کرنا چاہئے۔ کیونکہ بادشاہوں کے پاس بہت سے حیلے ہوتے ہیں اور اقرار و قسم تو ان کے فریب کے وہ پھندے ہیں کہ جن سے وہ دشمن کو دام میں پھنستے ہیں اور اپنا مطلب حاصل کرنے کے لئے طرح طرح کی تواضع کے ساتھ وعدے کرتے ہیں تاکہ ان کی غرض حاصل ہو اور بادشاہی آداب میں تو کہا گیا

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

ہے کہ دشمن پر مکر اور حیلے سے قابو حاصل کیا جاسکتا ہے اور اس کے ذریعے سے کام نکالنا چاہئے اور جو مصیبت کے پھندے میں گرفتار ہوگا، کوئی حیلہ اس کے کام نہ آئے گا۔ مکر و دغا تو صرف بادشاہوں کے انتقام لینے کے لئے بنے ہیں۔ اس وجہ سے میں ڈرتا ہوں کہ (مبادا) دہر سینہ کے ہاتھوں آپ کو کوئی تکلیف پہنچے یا آپ مکر کے دام میں پھنسن کر فریب کے پنجرے میں گرفتار ہوں، جس سے چھٹکارا حاصل کرنا آپ کے لئے مشکل ہو جائے۔“ داہر نے کہا کہ ”اگرچہ یہ خوف بجا ہے اور (اس سے) بے فکر نہیں ہوا جاسکتا، تاہم وہ میرا حقیقی بھائی ہے اور میں اس سے بھاگ نہیں سکتا۔ چنانچہ (اُس نے) جو فرمایا ہے میں اس سے گریز نہیں کر سکتا (اس لئے) میں اس کی خدمت میں حاضر ہوں گا (بشرطیکہ) مجھے یہ اعتماد ہو جائے کہ میں مامون لوٹ آؤں گا۔“ اس پر راجہ دہر سینہ نے پختہ اقرار کے ساتھ قسم نامہ لکھا اور کہا کہ ”میں تمہارے اعتماد کی خاطر تنہا آؤں گا اور تم لشکر سمیت باہر آنا، تاکہ میں تمہیں دیکھوں۔“

اس وعدے پر دونوں نے متفق ہو کر وقت مقرر کیا۔ دوسرے دن جب آسمان کے سورج نے مشرق کے افق سے اپنا جلوہ دکھایا اور دنیا نے سُرمئی چادر اپنے سر سے اُتاری تو دہر سینہ ہاتھی پر سوار ہو کر اروڑ کے غربی دروازے پر آیا۔ قلعہ دار نے داہر کے پاس معتبر آدمی بھیج کر اطلاع دی کہ دہر سینہ قلعے کے دروازے پر آ گیا ہے (اس بارے میں اب) کیا حکم ہے؟ [64] داہر نے کہا کہ ”دروازہ کھول کر اسے تنہا اندر لاؤ۔“ (پھر) دہر سینہ کو اندر لے جایا گیا۔ داہر نے بدھمن وزیر کو بلا کر کہا کہ ”دہر سینہ قلعے میں آ گیا ہے اور اب چونکہ وہ (آ گیا) ہے تو مجھے اس کی پیشوائی کے لئے ضرور اس کی طرف جانا چاہئے اور اگر وہ باہر چلنے کے لئے (مجھے) حکم دے گا تب بھی میں حکم عدولی نہ کروں گا۔ اس بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟“ وزیر نے کہا کہ آپ کو اس کے قول پر اعتماد زیب نہیں دیتا۔ اس کے لشکر کی زبانی جو کچھ سننے میں آیا ہے (اس سے معلوم ہوتا ہے کہ) وہ دھوکہ دینے کی فکر کر رہا ہے۔ اول تو اس کو قلعے میں لانا مصلحت کے خلاف تھا، مگر اب جب کہ وہ آ گیا ہے اور وہ تنہا ہے تو میں اس کے قتل کرنے میں مصلحت نہیں سمجھتا جب تک آپ کے درمیان قابل اعتماد و اطمینان عہد نامہ نہ ہو جائے اس وقت تک اسے قید رکھئے۔ دوسری صورت میں یہ سلطنت آپ کی مرضی کے مطابق (نہ) چلے گی۔ میری یہ نصیحت ذہن نشین کر لیجئے کیونکہ آپ کی رائے درست نہیں ہے۔“

دہر سینہ کا ہاتھی پر بیٹھ کر اروڑ کے قلعے میں آنا

آخر کار داہر نے وزیر کا یہ مشورہ (نہ مانا) اور دہر سینہ ہاتھی پر سوار ہو کر اس کے محل کے

فتح نامہ سندھ عرف چچ نامہ

دروازے تک آگیا۔ داہر پا پیادہ اس کے استقبال کے لئے دوڑا اور خدمت بجالا کر کہنے لگا کہ ”محل میں اندر آؤ۔“ دہر سینہ نے جواب دیا کہ ”میں نہ اُتروں گا“ بلکہ ”تم ہی ہاتھی پر سوار ہو جاؤ۔ تاکہ باہر چلیں اور کچھ دیر بیٹھ کر ایک دوسرے سے دکھ سکھ کی باتیں کریں تاکہ عوام و خواص کو یہ معلوم ہو جائے کہ ہمارے درمیان صلح ہو گئی ہے اور اب کوئی اختلاف یا تنازعہ باقی نہیں ہے۔ (یہ اس لئے اور بھی ضروری ہے کہ پھر) کوئی بھی دشمن اور چغل خور ہمارے درمیان نہ آ سکے، یہ بات ساری دنیا میں مشہور ہو جائے اور (اس طرح) ہمارے دشمن سرنگوں اور شرمندہ ہوں اور دوستوں کی مسرتوں میں اضافہ ہو۔ اس ملاقات اور گفت و شنید کے بعد تم بخیر و عافیت [65] اپنی جگہ واپس آ جانا۔“

داہر نے (تو) اُس کا یہ حکم بسر و چشم قبول کیا (لیکن) دوسری طرف وزیر بدھیمن کتب افسوس ملتا ہوا اس مکر کے نتیجے کے متعلق فکر مند ہو گیا۔

(پھر) دہر سینہ نے فیلبان کو حکم دیا کہ ہاتھی آگے بڑھا تاکہ داہر سوار ہو (چنانچہ فیلبان نے تعمیل کی اور) داہر ہاتھی پر اس کے برابر بیٹھ گیا۔ (فیلبان) نے ہاتھی کو ہنکایا اور دونوں روانہ ہو گئے۔ وزیر بدھیمن گھوڑے پر سوار ہو کر ان کے پہلو میں چل رہا تھا۔ (یہاں تک کہ وہ) آخر کار دروازہ کے قریب آ پہنچے۔ یہاں پہنچ کر داہر پشیمان اور خوف زدہ ہوا اور وزیر بدھیمن کی طرف منہ اٹھا کر بولا کہ ”(اب) میرے لئے تمہاری کیا رائے ہے؟ کیونکہ باہر جانا مجھے بہتر نظر نہیں آتا۔“ وزیر نے جواب دیا کہ ”رائے کو تو آپ نے سرائے ہی میں چھوڑ دیا۔ یعنی گدھا تو قسطنطنیہ میں گنوا یا ہے اور قنوج میں ڈھونڈ رہے ہو۔“ (داہر نے پھر کہا کہ) آخر کچھ تو بتاؤ کہ (اس وقت) میرے لئے کیا تدبیر ہے؟ کیونکہ میرا جانے کو دل نہیں چاہتا۔ وزیر نے کہا کہ ”اس کے سوا دوسری کوئی تدبیر نہیں ہے کہ جب ہاتھی دروازے کے قریب پہنچے تو دروازے کے سردرے کو پکڑ کر آپ اس وقت تک لٹکتے رہیں کہ جس وقت تک ہاتھی باہر نکل جائے۔ پھر ہم دروازہ بند کر کے آپ کو نیچے اُتار لیں گے۔“ داہر کو یہ مشورہ پسند آیا۔ (چنانچہ) جب دروازے پر پہنچا اور ہاتھی کا اگلا دھڑ دروازے کے باہر ہوا تو وہ سردرے میں چٹ کر ہاتھی کی پشت سے جدا ہو گیا۔ ہاتھی کے باہر نکلتے ہی بدھیمن نے قلعہ کا دروازہ بند کر دیا اور آہستہ آہستہ داہر کو نیچے اُتار لیا۔ (باہر نکل کر) جب دہر سینہ نے پشت کی طرف دیکھا اور داہر کو نہ پایا اور قلعے کے دروازے کو

1. یعنی مشورہ کو تو گھر سے نکل کر ہی ٹھکرا دیا ہے۔

2. اصل متن یہ ہے ”دست در پیشانی در زن“ ہمارے خیال میں پیشانی سے یہاں مراد دروازے کی بالائی چوکھٹ یا سردرا ہے۔ (مترجم)

فتح نامہ سندھ عرف پنج نامہ

بند پایا تو اُسے بڑا دکھ ہوا (اور اس صدمے سے) نڈھال ہو کر وہ اپنی چھاؤنی میں آیا۔ ہاتھی سے اُترتے ہی [66] (اس پر) گرمی کا اثر ہوا اور دوسرے دن اس کے جسم پر چھالے نکل آئے اور آخر وہ چوتھے دن وفات پا گیا اور اپنی جان ملک الموت کے سپرد کی۔ (اس حادثے سے) اس کا لشکر فکر مند اور پریشان ہو گیا۔

داہر کو دہر سینہ کی موت کی خبر ملنا

داہر کو جب اس واقعہ کی اطلاع ملی تو اپنے بھائی کی تجہیز و تکفین کے لئے اس نے باہر جانا چاہا (لیکن اس پر) وزیر بدھین نے کہا کہ ”راجہ سلامت رہے! آپ کو غلت نہ کرنی چاہئے (کیونکہ اکثر) راجہ اس قسم کا مکر کرتے ہیں اور خود کو مُردہ ظاہر کرتے ہیں۔ (ہو سکتا ہے کہ) جب آپ اُس کے کریا کرم کے لئے جائیں تو وہ دعا کرے اور آپ مصیبت میں گرفتار ہو جائیں (اس لئے) آپ کو توقف کرنا چاہئے (کیونکہ) اس وقت افسوس اور پشیمانی سے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ (لوگ) مثال دیتے ہیں کہ لومڑی جب دوڑ دھوپ سے عاجز ہو جاتی ہے تو وہ مُردہ بن کر پڑی رہتی ہے پھر جب مُردہ خور پرندے چاروں طرف سے آ کر اس کے ارد گرد اکٹھے ہوتے ہیں تب وہ (اچانک) جست کر کے انہیں پکڑ کر کھا جاتی ہے۔ چنانچہ بادشاہ کو دشمن کی جانب سے بے فکر نہ ہونا چاہئے (اور پہلے) کسی معتمد کو بھیج کر (صحیح) حال معلوم کرنا چاہئے تاکہ یہ راز عیاں ہو جائے۔“

(اس مشورے کے مطابق ایک جاسوس دہر سینہ کے لشکر گاہ کی طرف بھیجا گیا) اس جاسوس نے (دور سے دہر سینہ کے) امیروں اور سرداروں کو سوگوار اور عزاداری کے رسوں میں مشغول دیکھا۔ (اُس نے) آگے بڑھ کر ان سے پوچھا کہ ”مجھے راجہ داہر نے دہر سینہ کا حال دریافت کرنے کے لئے بھیجا ہے (مگر) میں تمہیں سوگوار دیکھتا ہوں (بتاؤ) کیا معاملہ ہے۔“ (یہ سُن کر) ان معزز آدمیوں میں سے دو افراد اٹھے اور اسے دہر سینہ (کی لاش) کے پاس لے گئے (جہاں اس کی موت کی تصدیق ہونے پر وہ تعزیت بجا لایا۔ پھر اس خبر کی مزید تصدیق کے لئے ان لوگوں نے اس قاصد کو دہر سینہ کی انگشتی دے کر فوراً واپس کیا۔

قاصد نے جب یہ خبر داہر کو پہنچائی اور دہر سینہ کی انگشتی اس کے حوالی کی تو وہ بغیر کسی خدشے اور تاخیر کے اپنے سارے امیروں اور سرداروں کے ساتھ فوراً باہر آیا اور دزیانے مہران کو عبور کر کے لشکر گاہ میں جا پہنچا اور پھر بھائی کے خیمے میں داخل ہو کر (اس کی میت) دیکھتے ہی اپنے کپڑے بھاڑ ڈالے اور سر سے پگڑی پھینک کر نوحہ و ماتم شروع کر دیا۔

دہر سہنہ کی لاش کو جلانا

پھر داہر نے صندل کی لکڑیاں فراہم کرنے کا حکم دیا اور دہر سہنہ کی لاش کو جلا کر کرایا کرم کی رسومات ادا کیں۔ پھر دوسرے دن بھائی کے خزانے پر قبضہ کر کے اس کے لشکر اور ملازموں کو اپنا مطیع و فرمان بردار بنایا اور ایک ماہ تک اروڑ میں قیام کرنے کے بعد اس کی بیوی کو جو کہ لوہانہ کے حاکم اٹھم¹ کی بیٹی تھی، اپنے نکاح میں لایا۔ اس کے بعد برہمن آباد کے قلعے میں جا کر کچھ عرصہ وہاں رہا۔ راجہ دہر سہنہ کی عمر تیس سال تھی۔²

داہر کا برہمن آباد کے قلعے کی طرف جانا

داہر برہمن آباد کے قلعے میں ایک سال تک رہا، اس عرصے میں قرب و جوار کے سب لوگوں نے اس کی اطاعت قبول کر لی۔ اس نے ڈہر سہنہ کے بیٹے فتح کو بلا کر اس سے بیعت لی اور خود سیدستان کے قلعے کی طرف روانہ ہوا اور وہاں سے پھر راڈ کے قلعے میں آیا۔ اس قلعے کی بنیاد اس کے باپ فتح نے رکھی تھی اور اس کے تیار ہونے سے پہلے وفات پا گیا تھا۔ داہر نے وہاں ٹھہر کر اس کی تعمیر مکمل کرائی۔³ (ہر سال) وہ گرمی کے چار ماہ [68] راڈ میں ٹھہرتا تھا کیونکہ وہ خوشگوار جگہ تھی۔ اس کی ہوا موافق اور پانی میٹھا تھا۔ پھر سردی کے چار ماہ برہمن آباد میں گذارتا تھا اور بہار کے چار ماہ اروڑ میں رہتا تھا۔ اس طرح آٹھ سال گذر گئے اور اس کی مملکت اور بادشاہت اس عروج پر جا پہنچی کہ اس کی سلطنت کی شہرت دنیا کے کونے کونے میں پھیل گئی اور اس کی حکومت کے خیمے کی طنائیں سندھ اور ہندوستان کے ممالک میں استحکام پزیر ہوئیں اور آس پاس کے شہنشاہوں (کو عموماً) اور رمل کے راجہ کو (خصوصاً) اس کی دولت و شہمت (مال و قیول) کا حال معلوم ہوا۔

1. اصل عبارت ”دخترا اٹھم لوہانہ“ میں ترکیب اضافت شامل ہے، چنانچہ ”اٹھم لوہانہ“ یا ”لوہانہ کا اٹھم“ کے دو معنی ہو سکتے ہیں یعنی ایک ”لوہانہ کا بیٹا اٹھم“ اور دوسرا ”لوہانہ کا حاکم اٹھم“ اس سے پہلے (70-71) پر بیان کردہ حقیقت اور تاریخی تسلسل کے لحاظ سے ہم نے ثانی الذکر معنی کو ترجیح دی ہے۔ (ن-ب)
2. فارسی ایڈیشن کی عبارت یہ ہے کہ ”ملک دہر سہنہ سی سال بوڈ“ جس کا لفظی ترجمہ یہ ہوگا کہ ”دہر سہنہ کی بادشاہت تیس سال تھی“ لیکن چونکہ یہ صحیح نہ ہوگا اس لئے ہم نے یہ ترجمہ نیز (پ) کی عبارت کے مطابق کیا ہے جو یوں ہے کہ ”ملک دہر سہنہ سی سال بوڈ“ اور یہی زیادہ قرین قیاس ہے۔ (ن-ب)
3. مصنف پہلے صفحہ 88 میں کہہ چکا ہے کہ راڈ کے قلعے کو دہر سہنہ نے مکمل کرایا۔ مگر یہاں کہتا ہے کہ دہر سہنہ کی وفات کے بعد اسی قلعہ کو داہر نے پورا کرایا۔ ممکن ہے کہ داہر نے اس قلعے کی عمارت میں کوئی جدت یا ترمیم کی ہو یا کسی ایسے حصے کو مکمل کرایا ہو کہ جسے دہر سہنہ نے غیر ضروری سمجھ کر چھوڑ دیا ہو۔ (مترجم)

رمل کے بادشاہ کا داہر سے جنگ کرنے کے لئے آنا

رمل کا بادشاہ ایک بڑا لشکر جرار اور مست ہاتھی و سوار اور بہادر پیادے ساتھ لے کر (داہر سے) جنگ کرنے کے لئے روانہ ہوا اور بدھیمہ کے جانب سے اروڑ^۱ کے نواح میں آ پہنچا اور اس کے بہت سے علاقے اپنے قبضے میں لا کر وہاں سے دریا پار کر کے اروڑ پر حملہ آور ہوا۔ جب رمل کے بادشاہ (کے آنے) کی اطلاع داہر کو ملی تو اس نے وزیر بدھیمن کو بلا کر کہا کہ ”زبردست دشمن ہمارے ملک کی سرحدوں میں در آیا ہے (بتاؤ کہ اب کیا کیا جائے؟)“ بدھیمن وزیر نے عرض کیا ”راجہ سلامت رہے! اگر قوت اور دبدبے کے ساتھ جنگ میں آپ اس کا مقابلہ کر سکتے ہیں تو لڑائی کی تیاری کر کے اس کا مقابلہ کیجئے اور اپنے نام و ننگ کی خاطر تلوار سے دشمن کو دفع کیجئے (تاکہ) آپ کا ملک بدستور آپ کے قبضے میں رہے۔ ورنہ (دوسری صورت میں) صلح اور اطاعت کے ساتھ اس کی بیعت کرنی چاہئے اور اگر مال دینا پڑے تو راجہ خزینے اور دینے [69] ایسے ہی وقت کے لئے جمع کر کے ذبح کرتے ہیں، چنانچہ مال کی مدد سے لشکر تیار کر کے دشمن کا مقابلہ کیجئے اور ملک کی خاطر نام اور نیکی پر جان قربان کر دیجئے دوسری صورت میں مال (دے کر) دشمن کو دفع کیجئے۔ کیونکہ مال کی وجہ سے مرد کا ہر دنیاوی کاروبار سرسبز رہتا ہے اور ہر دشمن کو اس کے ذریعے دفع کیا جاسکتا ہے اور آخرت کا سامان بھی اس کی مدد سے درست کیا جاسکتا ہے۔“ داہر نے کہا کہ میرے نزدیک دوسرے کی خدمت میں ذلت کے ساتھ سر جھکانے سے موت زیادہ پیاری ہے اور یہ ذلت میں برداشت نہ کر سکوں گا۔

عرب محمد علانی کا رمل کے بادشاہ سے جنگ کرنے کے لئے جانا

بنی سام میں سے ایک علانی عرب مرد جس نے عبدالرحمن بن اشعث کو جنگ سے بھاگ جانے کی وجہ سے قتل کیا تھا اور (انتقام کے خوف سے) فرار ہو کر داہر سے آ ملا تھا اور پانچ سو عربوں کے ساتھ اس کی اطاعت قبول کی تھی (وہ اس وقت ”اروڑ“ میں موجود تھا)۔ بدھیمن وزیر نے (داہر سے) کہا کہ جنگ کا طریقہ جیسا کہ عرب جانتے ہیں کوئی نہیں جانتا، اس لئے علانی کو بلا کر اس سے مشورہ کیجئے تاکہ وہ رہبری کرے۔“ داہر ہاتھی پر چڑھ کر اس کے پاس گیا اور جا کر کہا ”اے عرب کے سردار! میں تجھ سے جو رعایتیں کرتا ہوں اور تجھے پیار کرتا ہوں تو اس لئے کہ ایسے وقت میں تو ہماری مدد کرے۔ اس وقت ایک زبردست دشمن (ہمارے

۱. فارسی ایڈیشن میں اس جگہ ”راوڑ“ یعنی ”راوڑ“ دیا گیا ہے جو کہ آئندہ کے تسلسل کے اعتبار سے صحیح نہیں ہے۔ (ن۔ب)

فتح نامہ سبندھ عرف فتح نامہ

مقابلے پر آیا ہے اس موقع پر تیری عقل صحیح کیا کہتی ہے مجھے بتا اور تو جو کچھ جانتا یا کر سکتا ہے وہ بھی بیان کر۔“ علانی نے کہا کہ ”راجہ کو اس معاملے میں تسلی رکھنی چاہئے اور کسی اندیشہ [70] کو اپنے دل میں جگہ نہ دینی چاہئے۔“ کیونکہ میری موزوں تدبیر اس کے لئے کافی ہے۔ اپنے لشکر کے قلب کے خاص اور منتخب سوار میرے حوالے کیجئے۔ تاکہ میں ایک مرتبہ اُن کے چاروں طرف چکر لگا کر اُن کی ہوشیاری، ہمت (اور طریق جنگ) کا جائزہ لوں اور (اس طرف) تین میل کے فاصلے پر آپ خندق کھود کر (فوج سمیت) مستعد رہے۔ داہر کو یہ تجویز پسند آئی اور وہ وہاں ٹھہر گیا۔ علانی نے دشمنوں کے چاروں طرف چکر لگا کر معلوم کیا کہ رات کے وقت وہ بالکل بے پرواہ رہتے ہیں، کوئی خوف محسوس نہیں کرتے اور نہ کسی پہرہ چوکی کا انتظام رکھتے ہیں۔ (چنانچہ اس حال سے باخبر ہو کر) علانی نے پانچ سو عرب اور ہندوستانی بہادر ساتھ لے کر ان پر شب خون مارا اور چاروں طرف سے نعرے لگاتے ہوئے رمل کے لشکر پر ٹوٹ پڑے، جس کی وجہ سے ان میں دہشت اور سراسیمگی پھیل گئی اور وہ (آپس ہی میں) ایک دوسرے کو قتل کرنے لگے۔ (چنانچہ) قتل ہو جانے والوں کے علاوہ ان میں اسی ہزار جنگجو سپاہی اور پچاس ہاتھی گرفتار ہوئے۔ گھوڑے اور ہتھیار تو اس کثرت سے ہاتھ آئے کہ اُن کا شمار ہی مشکل تھا۔ جب دن ہوا تو (داہر نے) قیدیوں کو بلا کر قتل کرنے کا اراد کیا (لیکن اس پر) وزیر نے کہا کہ ”خدا نے آپ کو فتح عطا کی ہے۔ اس کا احسان تسلیم کیجئے اور شکر بجالائیے۔ جب بادشاہوں اور بزرگوں کو فتح حاصل ہو تو یہ لازم ہے کہ دشمنوں کی طرف کے جو امیر اور سردار ان کے ہاتھوں گرفتار ہوں، انہیں معافی عطا کریں۔ بہترین تدبیر آپ کے لئے یہ ہے کہ آپ قیدیوں کی جان بخشی فرما کر انہیں آزاد کریں۔ (وزیر کے) اس مشورے پر راجہ داہر نے قیدیوں کو آزاد کر دیا اور اس کے مشورے کو مبارک سمجھ کر کہا: ”ایک نیک صلاح دینے والے وزیر اور مبارک مشیر! جو مانگنا ہو مجھ سے طلب کر۔“ وزیر نے عرض کیا ”میری کوئی اولاد نہیں [71] ہے کہ جس سے میرا نام دنیا میں زندہ رہے (چنانچہ) آپ حکم دیں کہ آپ کے دارالضرب میں چاندی کے جو سکے ڈھالے جاتے ہیں اور بادشاہ کے نام کا شرف حاصل کرتے ہیں، ان کے دونوں جانب بندے کا نام (بھی) منقوش کیا جائے۔ تاکہ راجہ کے چاندی کے سکوں کے طفیل بندے کا نام باقی رہے اور ہندو سندھ کی حکومت کے قائم رہنے تک اس کی یاد نہ مٹ سکے۔“ راجہ داہر کے حکم سے جیسا کہ وزیر نے عرض کیا تھا، سکے تیار کئے گئے۔

اس طرح راجہ داہر کے قدم مضبوط ہوئے اور اس نے اتنی قوت اور شوکت حاصل کی کہ (آخر میں) دارالخلافہ (اسلامیہ) کا مال لوٹ کر تہرہ اور سرکشی دکھائی۔

خلفاء راشدین سے ولید کے عہد تک کی تاریخ

ان خبروں کے راویوں اور ان روایتوں کے جاننے والوں نے اس طرح بیان کیا ہے کہ ہند اور سندھ کے شہروں میں لشکرِ اسلام کی پہلی جنگ رسول اللہ ﷺ کی ہجرت کے پندرہ سال بعد امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ہوئی۔ (حضرت عمرؓ نے) پہلے عثمان بن ابی العاص ثقفی کو بحرین بھیجا۔ وہ لشکر لے کر عمان روانہ ہوئے اور مغیرہ بن ابی العاص کی سرداری میں دریا کی راہ سے بحرِ بیڑہ بحرین بھیجا تاکہ وہ اس راستے سے دہیل روانہ ہوں۔ اُس وقت سندھ کا راجہ قح بن سیلج تھا اور اس کی حکومت کو 35 سال گزر چکے تھے۔ دہیل کے باشندے تاجر تھے [72] راجہ قح بن سیلج کی جانب سے سامہ بن دیوانج دہاں کا حاکم تھا۔ جب (اسلامی) لشکر دہیل پہنچا تو اس نے قلعے سے باہر نکل کر جنگ کی۔ ثقفین میں سے ایک آدمی بیان کرتا ہے کہ جب دونوں لشکر ایک دوسرے کے سامنے ہوئے تب مغیرہ بن ابی العاص تلوار کھینچ کر اور بسم اللہ و فی سبیل اللہ (اللہ کے نام سے اللہ کی راہ میں) کہتے ہوئے (جنگ کرتے) شہید ہو گئے۔ اس سے پوچھا گیا کہ تم تو جنگ کر رہے تھے تمہیں یہ خبر کیسے معلوم ہوئی؟ اس نے جواب دیا کہ ہاتھوں سے جنگ کر رہا تھا اور دل اور کانوں سے یہ حال سن رہا تھا۔

حضرت عمر بن الخطابؓ کی خلافت (کے زمانے) میں حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ عراق پر مقرر ہوئے تھے، جنہوں نے ربیع بن زیاد حارثی کو اپنے آدمیوں کے ساتھ مکران اور کرمان میں مقرر کیا تھا۔ انہیں دنوں دار الخلافہ سے ابو موسیٰ اشعری کو لکھا گیا کہ ہند، کرمان اور عراق کے حالات سے باخبر کرو۔ (چنانچہ) جب (انہیں) ابو العاص کے بیٹے (مغیرہ بن ابی العاص) کا حال معلوم ہوا (اور یہ بھی معلوم ہوا کہ) ہند اور سندھ میں ایک ایسے راجہ کا ظہور ہوا ہے کہ جو سرکشی اور لاپرواہی کرتا ہے اور دل میں نافرمانی کے بیج بوئے ہوئے ہے۔ تو ابو موسیٰ اشعری نے یہ حال امیر المؤمنین عمرؓ کے پاس لکھ بھیجا۔ (آپ نے) انہیں ہند سے جنگ کرنے کے لئے سختی سے منع کیا۔

اسی وقت (حضرت) عمر بن الخطابؓ کی شہادت کا واقعہ عمل میں آیا اور خلافت امیر المؤمنین عثمان بن عفانؓ کو ملی، جنہوں نے ہند اور سندھ میں جنگ کرنے کے لئے لشکر بھیجا چاہا۔ (اس وقت) لشکر قذائیل اور مکران میں تھا [73] اور اس کے سردار عبداللہ بن عامر (بن کریز) بن ربیعہ تھے۔ (حضرت عثمان پہلے) سندھ کے شہروں کا (کچھ) حال معلوم کرنا چاہتے تھے۔ اس لئے انہوں نے (حکم دیا) کہ کوئی صالح پاک دامن اور عقلمند آدمی مقرر کرو کہ جو سندھ اور ہند کا

فتح نامہ سندھ عرف پنج نامہ

سارا حال صحیح اور تجربے میں آیا ہوا معلوم کرے اور وضاحت کے ساتھ آکر بیان کرے۔ اس پر عبداللہ بن عامر، حکیم بن جبلہ عبدی کو بھیجا گیا۔

روایت: عبداللہ بن عمر بن عبدالقیس سے روایت کرتے ہیں کہ حکیم بن جبلہ بن گواور نظم و شعر کے فن میں کامل تھا۔ چنانچہ جیسا کہ اس نے ایک مرد جاہلی علی بن طفیل عنوی کی مدح میں کہا ہے۔

وَاهْلِكَ نَبِي لَكُمْ فِي كُل يَوْمٍ
تَعُوجُكُمْ عَلَى وَاسْتَقِيمٍ

رَقَابَ كَالْمَوَاجِنِ خَاطِيَاتٍ
وَاسْتَأْهَ عَلَى الْأَكْوَادِ كَوْمٍ

”زندگی میں مجھے ہر دن نے برباد کیا ہے۔ میں تمہارے خم (میڑھے پن) کی طرح سیدھا ہوں۔ تمہاری گردنیں گھن کی طرح موٹی ہیں اور تمہارے کولھے پالان پر ایک بوجھ کی طرح دہرے رہتے ہیں۔“

(اس کے علاوہ) حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی بصرہ میں آمد کے وقت ان کی تعریف میں یہ اشعار کہے:

لَيْسَ الرِّزْيَةُ بِالْدِينَارِ نَفَقَدَهُ

ان الرِّزْيَةُ فَقَدَ الْعِلْمَ وَالْحَكَمَ [74]

وان اشرف من اودى الزمان به

اهل العفاف واهل الجود والكريم

(رپیہ پیہہ (دولت) کا گنونا مصیبت نہیں ہے۔ (بلکہ) اگر علم و حکمت ضائع ہو جائے تو

مصیبت ہے۔ مرنے والوں میں وہی افضل ہے (کہ) جو صاحب احسان و عفت ہو۔)

اس روایت کے راویوں اور اس داستان کے مصنفوں نے اس طرح بیان کیا ہے کہ امیر المؤمنین عثمان بن عفانؓ نے عبداللہ بن عامر کو لکھا کہ حکیم بن جبلہ کو سندھ اور ہند کی طرف بھیج کر (ان) ممالک کے حالات معلوم کرو۔ چنانچہ عبداللہ نے (حسب الحکم) اسے مامور کیا (اور جب وہ) حالات سمجھنے کے بعد عبداللہ بن عامر کے پاس واپس آیا اور اس ملک کے باشندوں کی جنگ، لشکر کشی اور سزاؤں کے حالات اسے تفصیل سے بتائے تو عبداللہ نے اسے امیر المؤمنین عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس روانہ کیا۔ جب وہ (وہاں) حاضر خدمت ہوا تو امیر نے اس سے پوچھا کہ ”اے حکیم! ہندوستان دیکھ آئے؟“ (اور) حالات معلوم کر آئے؟“ اس نے

جواب دیا: ”نعم یا امیر المؤمنین“ (ہاں اے امیر المؤمنین)۔ فرمایا: ”بیان کرو۔“ اس نے کہا: ”ماءہا وشل وثمرہا دقل وارضہا جبل واهلہا بطل ان قل الجیش بہا ضاعوا وان کثروا جاعوا۔“ یعنی وہاں کا پانی میلا پھل کیلے اور کھٹے ہیں، زمین پتھریلی ہے، مٹی شوریدہ ہے اور باشندے بہادر ہیں۔ اگر تھوڑا لشکر جائے گا تو جلد تباہ ہوگا۔ اگر زیادہ جائے گا تو بھوکوں مر جائے گا۔“ پھر امیر المؤمنین عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ ”وہ (لوگ) قول وقرار میں کیسے ہیں، وفادار ہیں یا بے وفاء؟“ حکیم نے جواب دیا کہ ”خائن اور غدار ہیں۔“ اس پر (امیر المؤمنین نے) عبداللہ کو سندھ پر لشکر کشی سے منع کر دیا اور کسی کو بھی نہ بھیجا۔

امیر المؤمنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی خلافت

امیر المؤمنین حضرت علی بن ابی طالب کو سنہ 38 ہجری کے آخر میں خلافت ملی۔ مفسران زمانہ و مشاطگانِ تفسیر کا بیان ہے کہ جب خلافت امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ کو ملی تو اہل شہر میں آپس میں نا اتفاقی اور مخالفت ہو گئی۔ عامر ابن الحارث بن عبدالقیس نے روایت کی ہے کہ جب اطراف کے لوگ مخالف ہو گئے تو (حضرت علی نے) ثاغر بن ذعر! کو لشکر کا سردار بنا کر اور فوج کے خاص بڑے جرنیلوں کی ایک جماعت کو اس کا ماتحت کر کے ہندوستان کی سرحد پر مقرر فرمایا اور وہ سن ہجری کے آخر میں بھرج اور کوہ پایہ کے راستے سے روانہ ہوئے۔ (وہ) جہاں بھی پہنچتے تھے فتح مند اور کامیاب ہوتے تھے اور مالی غنیمت اور غلام کثرت سے ہاتھ آتے تھے۔ یہاں تک کہ وہ کوہ کیکانان کے قریب جا پہنچے اور وہاں کے لوگ (ان سے) جنگ کرنے کے لئے مستعد ہو گئے۔

ان کی جنگ کے حالات

ہذلی نے بیان کیا ہے کہ اس لشکر میں حارث بن مرہ نامی ایک بہادر سردار تھا، جس کے لشکر میں ایک ہزار مسلح بہادر تھے اور تین دلیور اور ہتھیار بند غلام تھے۔ اس نے ان غلاموں میں سے ایک کو اپنا سلاح بردار مقرر کیا اور باقی دو کو لشکر کا محافظ بنا کر ہر ایک کو پانچ سو جوانوں کا سردار بنایا۔ (اس اہتمام سے) جب وہ سکران میں وارد ہوا تو یہ خبر کیکانان میں پھیل گئی اور کوہ پایہ اور کیکانان کے لوگ (مقابلے کے لئے) اکٹھے ہو گئے۔ (وہ) سن 42 ہجری میں کیکانان پہنچے اور وہاں کے لوگوں نے مستعد ہو کر جنگ شروع کی۔ اہل کیکانان تقریباً بیس ہزار پیادے تھے، جن سے لشکرِ اسلام کی جنگ ہوئی۔ جب کافروں نے کوئی چارہ نہ دیکھا تو راستہ گھیر کر بیٹھ گئے۔ لشکر (اسلام)

1. اصل عبارت ”تاعمر بن دعر“ ہے۔ یہ اصلاح عربی اعلان کے پیش نظر کی گئی ہے۔ (ن۔ج)

جب (میدان) جہاد سے واپس ہو کر کیکانان کے درہ کے قریب اُترا تو انہوں نے راستہ روکنا چاہا (یہ حال دیکھ کر) لشکر عرب نے نعرہٴ تکبیر بلند کیا، جس پر پہاڑ کے دائیں بائیں سے بھی نعرہٴ تکبیر کی صدا گونج اُٹھی ”اللہ اکبر“۔ یہ سن کر کیکانان کے کافروں کے دلوں میں ہراس پیدا ہو گیا، ان میں سے اکثر نے ہار مان کر اسلام قبول کر لیا اور باقی بھاگ کھڑے ہوئے۔ اس وقت سے لے کر آج تک ایامِ جنگ کی موسم میں اس پہاڑ سے تکبیر کی صدا بلند ہوا کرتی ہے۔ (ابھی) یہی فتح ہوئی کہ 1771 امیر المؤمنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر پہنچی (چنانچہ لشکر اسلام) وہاں سے واپس ہوا۔ جب یہ لشکر مکران پہنچا تو معلوم ہوا کہ معاویہ بن ابوسفیان خلیفہ ہوئے ہیں۔

معاویہ بن ابوسفیان کی خلافت

معاویہ بن ابوسفیان کی خلافت (سنہ) چالیس^۱ (ہجری) کے مہینوں میں قائم ہوئی۔ تاریخ کے مصنفوں نے مہلب سے اس طرح روایت کی ہے جس کو اس نے ہذلی سے سنا تھا اور ہذلی نے قاسم سے نقل کیا جس کا بیان تھا کہ میں نے نصر بن سفیان سے سنا ہے کہ جب معاویہ خلافت پر مستقیم ہوئے تو انہوں نے عبداللہ بن سوار (العبدی) کو چار ہزار سواروں کے ساتھ ولایتِ سندھ پر مامور کیا اور اس ملک کی حکومت اس کے حوالے کی اور مزید کہا کہ ”سندھ میں ایک پہاڑ ہے جسے کیکانان کہتے ہیں، وہاں کے گھوڑے قد آور اور موزوں شکل و شبابت کے ہیں۔ تم سے پہلے وہاں کی غنیمتیں (اموال غنیمت یہاں) پہنچ چکے ہیں۔ وہاں کے لوگ غدار ہیں اور اسی پہاڑ کی پناہ کے سبب چشمک اور سرکشی کرتے رہتے ہیں۔“ (پھر) عمر بن عبداللہ بن عمر کو ارماتیل کی فتح کے لئے روانہ کیا اور عبداللہ بن عامر کو بصرہ (کے محاذ) پر مامور کیا تاکہ قیس بن پیشم السلمیؓ کے پاس جا کر اُس کے ساتھ عمان، اردنیل اور جرم کی لڑائیوں میں شامل ہو۔^۲ اور اپنے ساتھ ایک ہزار منتخب بہادر لے جائے۔

1. اصل متن میں ”اربع واریعین“ (چوالیس) ہے جو سہو ہے۔ کیونکہ امیر معاویہ نے 40ھ میں حضرت عائشہؓ کی شہادت کے بعد شہرِ اطمینا میں خلافت کی بیعت لی تھی۔ اس لئے یہاں اربعین ہوگا۔ دیکھئے تاریخ طبری 40ھ کے ذیل میں۔ (ن۔ب)
2. اصل میں ”قیس بن ہاشم السلمی“ ہے۔ لیکن ”ہاشم“ صحیح نہیں بلکہ ”پیشم“ صحیح ہے۔ دیکھئے یعقوبی ج 2 ص 193، دیوان فردق طبع بیروت ص 119، طبع مصر ص 761 اور ص 776، تاریخ ابن خلدون بقیعہ جز ثانی ص 33-34، نقائص جریدہ فردق ص 723، ص 726 اور ص 238، بخاری، تاریخ کبیر ج 4 ص 145۔ (ن۔ب)
3. اصل فارسی الیٹن کی عبارت ہے ”وبا او بنز و عمان و اردنیل و جرم و کند“ ظاہراً اس عبارت میں خلل ہے۔ (پ) (ن) (ب) (س) میں ”جرم کند“ ہے یعنی ان دونوں لفظوں کے درمیان واو عطف نہیں ہے۔ یہاں غالباً کوئی دوسرا لفظ رہ گیا ہے اور ہمارے خیال میں وہ موزوں لفظ ”شرکت“ ہی ہے۔ اس لحاظ سے صحیح عبارت یوں ہوگی: ”وبا او بنز و عمان و اردنیل و جرم شرکت کند“ چنانچہ ترجمہ بھی اسی لحاظ سے کیا گیا ہے۔ (ن۔ب)

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

روایت: ابوالحسن نے ہذلی سے روایت کی کہ اُس نے مسلمہ^۱ بن محارب بن زیاد سے سنا ہے کہ جب امیر معاویہ نے عبداللہ بن سوار کو چار ہزار سوار دے کر بھیجا۔ (راستے میں) اس کے لشکر میں کوئی شخص آگ نہ جلاتا تھا کیونکہ پکا ہوا سفری کھانا ان کے ساتھ تھا۔ [78] آخر ایک رات لشکر میں آگ کی روشنی دکھائی دی۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ ایک حاملہ عورت کو بچہ ہوا تھا اسے آگ کی ضرورت تھی (جس کی وجہ سے) عبداللہ نے اسے اجازت دی۔ اس عورت نے بڑی خوشیاں منائیں اور تین دن تک لشکر کو کھانا کھلایا۔ پھر جب ملک کیکانان پہنچے تو دشمنوں نے غلبہ کیا لیکن لشکر اسلام نے انہیں شکست دے کر بہت سا مالی غنیمت حاصل کیا۔ اہل کیکانان نے اسے ہو کر پہاڑ کے راستوں کو جا گھیرا اور چھاپہ مار جنگ شروع ہو گئی۔ عبداللہ بن سوار ہتھیار بند اور خاص آدمیوں کا ایک گروہ ساتھ لے کر جم گئے اور لٹاکر (انہوں نے) کہا کہ ”اے مہاجروں اور انصاروں کے فرزندو! کافروں سے منہ نہ موڑو تاکہ تمہارے ایمان میں خلل نہ آئے، آؤ اور درجہ شہادت پر فائز ہو۔“ (یہ سن کر) اسلام کا (پراگندہ) لشکر عبداللہ کے جھنڈے کے چاروں طرف اکٹھا ہو گیا۔ (پھر) بنی عبدالقیس میں سے ایک بہادر نے باہر نکل کر اپنا مقابل طلب کیا۔ دشمنوں کا ایک سردار آ کر اس کے مد مقابل ہوا۔ یاسر بن سوار بھی بنی عبدالقیس (کے آدمی) کے ساتھ چلا اور حملہ کر کے سردار کو ڈھیر کر دیا۔ (یہ دیکھ کر) اہل کیکانان کا سارا لشکر نکل آیا اور آخر کار اسلامی لشکر نے شکست کھائی۔ سارا پہاڑ مقتول سپاہ کی لاشوں سے پٹ گیا اور مسلمان وہاں سے کمران لوٹ آئے۔

روایت: ابوالحسن نے روایت کی کہ میں نے حاتم بن قتیبہ الباہلی^۲ سے سنا، اس نے بیان کیا کہ میں ان دنوں (اس) لشکر میں تھا۔ میں نے دیکھا کہ ابن سوار نے ایک جوان سے مقابلہ کیا اور اس کے ساتھیوں نے حملے کر کے کتے ہی دشمن قتل کئے اور مردانہ وار جنگ کرتے ہوئے شہید ہوا۔ میں مقتولوں کی تلاشی لے رہا تھا [79] مجھے مہروں سمیت سو انگوٹھیاں ملیں، عبداللہ بن عبدالرحمن العبدی نے کہا کہ میں نے ان کی جنگ کے شعر سنے ہیں، جو کہ امیر معاویہ کے سامنے کہے گئے تھے:

شعر

من کابن سوار ان حاشت مراجلہ

فی الحرب لا او قدت نارلھا بعدہ

کانست مراجلہ للرزق صامہ

فانھن بنات الحرب والجودہ

۱. اصل عبارت میں ”مسلم“ ہے جو کہ صحیح نہیں ہے۔ مسلمہ بن محارب مشہور راوی ہے۔ دیکھئے بلاذری، انساب الاشراف ج 4 ص 73 اور 8، مناقب جریر و فرزدق ص 726، 730 اور 734، حلی البیان ج 2 ص 902 اور بخاری، تاریخ کبیر ج 4 ص 379 اور 287۔ (ن-ب) ۲. اصل لفظ ”البہلی“ ہے جو کہ درحقیقت ”الباہلی“ کی بگڑی ہوئی صورت ہے۔ (ن-ب)

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

”ابن سوار کا کوئی مانی نہیں (کہ) اگر اسے جوش آجائے (تو پھر) اُس کے بعد رزمگاہ میں جنگ کی کوئی آگ نہ بھڑکے۔ بیشک اُس کی دیکیں رزق کی ضامن تھیں جیسے کہ وہ جنگ اور احسان کی بیٹیاں تھیں۔“
اور عورشی نے یہ اشعار کہے:

اببلغ ربیعة اعلاها واسفلها
انا وجدنا ابن سوار کسوار

لا یسمن الخیل الا ریث یمهلها

وما سواه لفردی طول اعمار

”تو ربیعہ کے اعلیٰ و ادنیٰ سر جا کے کہہ دے کہ ابن سوار بے شک شہسوار ہے وہ گھوڑوں کو مہمیز نہیں کرتا مگر صرف تھوڑے سے وقت۔ ورنہ وہ انہیں ساری عمر دوڑاتا رہے۔“

سرحد ہند پر سنان بن سلمہ بن الحبحان الہذلی کا تقرر

اس تاریخ کی تشریح کرنے والوں نے ہذلی اور عیسیٰ بن موسیٰ سے سنا جس نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ ”عبداللہ بن سوار نے شہید ہونے کے وقت (اپنی جگہ) سنان [80] بن سلمہ کو (سر دار لشکر) مقرر کیا تھا۔ اس کے بعد امیر معاویہ نے زیاد کو لکھا کہ کوئی ایسا آدمی کہ جو ہند کی سرحد کے لئے موزوں ہو، دیکھ کر وہاں کا گورنر مقرر کرے۔ یہ حکم پہنچنے ہی زیاد (نے اسے لکھ بھیجا کہ ”میرے پاس دو آدمی ہیں جو اس کی اہلیت رکھتے ہیں) احنف بن قیس اور سنان بن سلمہ الہذلی۔ اس کے جواب میں امیر معاویہ نے اسے لکھا کہ احنف کو اس کے دو دنوں میں سے کس دن کا انعام دوں؟ ام المؤمنین (سے) بیوفائی کا یا صفین کے دن ہمارے خلاف کوششیں کرنے کا؟ اس لئے سنان کو روانہ کر۔ اس پر زیاد نے جواب دیا کہ احنف شرف عقل اور رہبری کے اس درجہ پر پہنچ چکا ہے جہاں نہ حکومت اسے فائدہ پہنچا سکتی ہے اور نہ برطرنی کوئی نقصان! پھر (سنان) مکران جا کر دو سال وہاں رہا اور دو سال اور ایک ماہ کے بعد برطرف کیا گیا۔

1. بریکٹ میں دی ہوئی عبارتیں ابن خبیر کی کتاب ”عیون الاخبار“ (ج 1 ص 227) کے مطابق درست کی گئی ہیں فقہانہ کی عبارت اس جگہ پر اس طرح ہے جو کہ ظاہر ہے کہ ناقص ہے: زیاد احنف بن قیس را افرمود کہ ہم اد پندہ است وام مومنان است۔ (ن-ب)

سرحد ہند پر راشد بن عمرو الجدی کا تقرر

ابوالحسن نے ہڈی سے سنا اور اس نے اسود سے روایت کی ہے کہ ”زیاد نے جب (سنان) ابن سلمہ کو معزول کیا تو (اس جگہ) راشد بن عمرو کو ملک ہند (کی سرحد) کا گورنر بنا کر بھیجا۔ راشد ایک شریف اور بلند ہمت شخص تھا۔ امیر معاویہ نے اسے بلا کر (اپنے پاس) تخت پر بٹھایا اور بڑی دیر تک (وہ) آپس میں مشورے کرتے رہے۔ پھر (معاویہ نے فوج کے) خاص سرداروں سے کہا کہ ”راشد ایک شریف آدمی اور سردار ہے اسے راضی رکھنا اور اس کی اطاعت کرنا، جنگ میں اس کی مدد کرنا اور اسے اکیلا نہ چھوڑنا۔“

راشد مکران پہنچتے ہی عرب کے بزرگوں اور سربراہوں کو ساتھ لے کر سنان کے پاس گیا اور اسے صائب الرائے اور کامل پاکر کہنے لگا کہ ”خدا کی قسم سنان عظیم انسان ہے اور وہ سرداری اور سپہ سالاری کے لائق اور بہادر ہے۔ (پھر) دونوں ساتھ بیٹھے۔ اسے امیر معاویہ نے جاتے وقت (ہدایت) کی تھی وہ ہمیشہ سندھ اور ہند کی خبریں دیتا رہے۔ (راشد نے) رازدارانہ بات چیت کے وقت اس سے سندھ کی خبریں معلوم کر کے فوج کشی کا عزم مصمم کیا۔

روایت: عبدالرحمن بن عبد ربہ السلیلی سے اس طرح روایت کرتے ہیں کہ اس نے کہا کہ میں نے عبدالرزاق بن سلمہ سے سنا کہ جب راشد بن عمرو ملک سندھ میں پہنچا [81] یعنی کوہ پایہ کا خراج وصول کر کے یککانان گیا اور وہاں جا کر اگلا پچھلا خراج وصول کرنے کے ساتھ ہی ساتھ اموال غنیمت اور نافرمان غلام کہ جو لٹ گئے تھے ان پر قبضہ کیا اور ایک سال (وہاں رہنے) کے بعد واپس ہو کر سیستان کی راہ سے ہوتا ہوا کوہ منذر پہنچا اور بہرج کے قریب جا پہنچا تب اس پہاڑ کے باشندوں نے لشکر اکٹھا کیا اور تقریباً پچاس ہزار آدمیوں نے جمع ہو کر اس کا راستہ روک لیا (چنانچہ) صبح سے لے کر ظہر کی نماز تک جنگ ہوتی رہی اور آخر راشد شہید ہو گیا۔

1. فارسی ایڈیشن میں اس جگہ پر ”عبداللہ“ ہے مگر (پ) اور (ر) کی عبارت ”عبدالربہ“ ہے جو کہ صحیح ہے کیونکہ فارسی ایڈیشن میں ای نام کا املاص ۲۳۳ پر نسخہ (پ) کے مطابق ”عبدالربہ“ تحریر ہے اور پہلی جگہ پر بھی نسخہ (ر) اور (م) کی عبارت ”عبدالربہ“ ہے۔ (ن-ب)

2. فارسی ایڈیشن میں ”کوہ منذر“ کی عبارت اختیار کی گئی ہے۔ (پ) (ن) (ک) کی عبارت ”کوہ منذر“ ہے جو کہ زیادہ قرین قیاس ہے۔ غالباً اس پہاڑ کا یہ نام عرب کے ایک دوسرے گورنر ”منذر بن جارد“ کے نام پر مشہور ہوا ہے۔ (ن-ب)

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

(راشد کے شہید ہو جانے کے) ^۱ بعد ملک پھر سنان بن سلمہ کے حوالے ہوا اور سنان بن سلمہ دوبارہ (گورنر کی حیثیت سے) مستحکم ہوا۔ ^۱

ولایت سنان بن سلمہ

یسار القرظی سے اس طرح روایت کی ہے کہ جب راشد بن عمرو شہید ہوئے تب ابن زیاد نے سنان بن سلمہ کو گورنر بنایا اور (اس پر) فخر کیا، کیونکہ وہ پیغمبر ﷺ کے زمانے میں پیدا ہوا تھا اور جب اس کے باپ کو (اس کی ولادت کی) خوشخبری ملی تھی تو پیغمبر ﷺ نے فرمایا تھا کہ ”یسا سلمہ البشر باینک“ (اے سلمہ! اپنے بیٹے پر خوش ہو) جس پر اس نے عرض کیا کہ ”اگر میں خود کو اور اس کو راہ خدا میں قربان کروں تو (یقیناً) ایسے ہزار بیٹوں سے بہتر ہوگا کہ جو خدا کی راہ میں قربان نہ ہوں۔“ اس پر رسول اللہ ﷺ نے اس کا نام سنان رکھا۔

جب وہ (گورنر) مقرر ہوا تو ایک آراستہ لشکر ساتھ لے کر آگے بڑھا۔ (راستے میں) اس نے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خواب میں دیکھا کہ آپ فرما رہے ہیں کہ ”تیرا باپ تیری مردانگی پر ناز کرتا تھا، آج تیرا دن ہے۔ بہت سی ولایتیں تیرے قبضے میں آئیں گی اور ان کی اصلاح ہوگی۔“ [82] پھر (سنان) وہاں سے روانہ ہوا اور کچھ ممالک اپنے قبضے میں لا کر کیکانان پہنچا۔ پھر وہ جدھر کا بھی رخ کرتا، وہاں اچھی نظیر قائم کرتا اور (اس طرح) وہ آخر بدیہ تک جا پہنچا، جہاں دھوکہ دے کر اسے شہید کر دیا گیا اور جس پر ابن خلاص البکری نے یہ شعر کہے:

ابلع سنان ابن منصور واخوته

اعنی ہدایت ^۲ کرما غیر اغمار

انا عتبنا علیکم فی امارتکم

والدھر ذا قلل فی الناس دوار

يعطى الجزيل وينشر غیر مستشر

ولا یزیدک شرا ^۲ بعد اقتار

1. فارسی المیثون کی عبارت ”باز ولایت بہ سنان بن سلمہ دیگر بار مستحکم شد“ ہے جو کہ شاید نسخہ (ب) کے مطابق ہے (ن) (د) (م) میں ”باز ولایت بہ سنان بن سلمہ وادعہ سنان بن سلمہ دیگر بار مستحکم شد“ ہے اور یہ عبارت زیادہ واضح ہے۔ چنانچہ ترجمہ اسی عبارت کے مطابق کیا گیا ہے۔ (ن-پ)

2. فارسی المیثون میں ”ھذبت“ کی بجائے ”ھذیلا“ ”وَلَا یَزِيدُكَ شَرًّا“ کے بجائے ”وَلَا یَزِيدُ قُرْبًا“ اور ”اِنْ جُنْتُ فَتَنْتَهُمْ“ کی بجائے ”اِنْ جُنْتُ فَتَنْتَهُمْ“ کے تلفظ اختیار کئے گئے ہیں۔ لیکن یہاں جو الفاظ دیئے گئے ہیں وہ علامہ عبدالعزیز ابنی سانی پر دفسر عربی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ نے فاضل المیثون (ڈاکٹر داؤد پونہ مرحوم) کو لکھ کر بھیجے تھے۔ دیکھئے فارسی المیثون ص 261 (ن-ب)

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

لم ينزل القوم اذا جنت فعاتهم
كاسب المعلى ولا مثل ابن سوار

ولا ابن مرة اذا اودى الزمان به

كم لفلل الدهر من تاب واطفار

(سنان بن منصور اور اس کے بھائیوں سے کہنا، کہ جو بزرگ (بڑے) کریم اور تجربہ کار ہیں، تمہاری امارت میں ہم تم پر رنجیدہ ہوئے، زمانہ بڑا بے رحم اور مکار ہے (کہ) جو دولت کی پرواہ نہیں کرتا اُسے دولت دیتا ہے۔ (البتہ) وہ فقیر سے کبھی بے وفا نہیں ہوتا۔ جب قوم ذلیل ہوتی ہے تو کوئی پناہ نہیں دیتا۔ جیسی کہ ابن معلىٰ نے دی اور جیسی ابن سوار نے دی۔ یا جیسی ابن مروہ نے دی تھی مگر تباہ ہوا تھا۔ زمانے نے کتنے ہی شیر دل مرد بے کار کر دیئے۔)

ولایت مُنذر بن جَارود بن بَثْر

پھر (یہ) ملک مُنذر بن جَارود بن بَثْر کے سپرد ہوا۔ جب خلیفہ کے حکم سے مُنذر خلعت گورزی پہن کر 61ھ میں جنگ پر روانہ ہوا تو اُس کا جامہ ایک اُبھری ہوئی لکڑی سے الجھ کر پھٹ گیا (اس پر) عبید اللہ بن زیاد [83] نے غمگین ہو کر کہا کہ مُنذر کی فال اچھی نہیں ہوئی۔ جب وہ اسے وداع کر کے واپس آیا تو رو کر کہنے لگا کہ مُنذر اس سفر سے واپس نہ آئے گا اور ہلاک ہو جائے گا۔ (ایک دن) ابن زیاد سے عبدالعزیز نے کہا کہ ”مال ضایع ہو رہا ہے اور تم کسی کو مقرر نہیں کرتے؟“ اس نے کہا کہ ”مُنذر کو بھیجا ہے جس سے جنگ اور شجاعت میں کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اگر قسمت نے یاوری کی تو مقصد میں کامیابی حاصل کر کے واپس آئے گا۔“

مُنذر کی حکمرانی 1.

مُنذر جب وہاں سے روانہ ہو کر دشمنوں کے ملک میں پہنچا تو (اچانک دریائے) پورالی کے قریب بیمار ہوا اور جان خدا کے حوالے کی۔ اس کا بیٹا حکم بن مُنذر کرمان میں تھا اس کے پاس (علامت کے دوران میں اس نے اپنی بیماری کا حال) لکھ بھیجا تھا۔ اس کے بعد (مُنذر کے) بھائی نے عبدالعزیز سے اس ملک کی (گورنری) کا مطالبہ کیا اور (عبدالعزیز نے جاکر حجاج سے بات کی) حجاج دروازے کی طرف بڑھا ہی تھا کہ اذان کی آواز آئی۔ حجاج نے عبدالعزیز کی طرف منہ کر کے کہا کہ ”اگر اذان کی آواز میرے کانوں میں نہ پڑتی تو اس کے (یعنی مُنذر کے) بھائی

1. نسخہ (ن) میں یہ عبارت نہیں ہے۔

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

کو اس خط کی وجہ سے سزا دیتا۔ ہمارے رؤسا اور اُمرا میں سے ایک بزرگ نے خدائے تعالیٰ کی راہ میں اپنی جان فدا کی ہے اور اس کی جگہ اس کا بیٹا موجود ہے مگر تو (اس کے بھائی کے لئے) گورنری طلب کرتا ہے؟“

ولایت حکم بن منذر

بیان کرتے ہیں کہ جب حکم آیا اور عبید اللہ کو (اس المیہ کی) خبر دی گئی تو وہ رونے لگا اور بے حد غمگین ہوا۔ پھر اس کے (منذر کے) بیٹے (حکم) کو بلا کر تین لاکھ درہم اسے بخشش میں دیئے۔ اس کے بعد چھ مہینے تک ہند کی گورنری اس کے حوالے رہی۔ پھر جب حکم نے جو کہ ایک بلند ہمت اور بہادر شخص تھا (باتقاعدہ گورنری کی) خلعت زیب تن کی تو عبداللہ بن الاعور المحرمازی نے اُٹھ کر یہ اشعار پڑھے:

یا حکم بن المنذر بن الجارود

انت الجواد والجواد محمود

سراقد المجد علیک ممدود

نبت فی الجود فی اصل الجود

[اے حکم بن منذر بن جارود تو بیشک سخی اور بخشنی محمود ہے۔ تیرے چاروں طرف بزرگیوں کا حصار رہتا ہے۔ تو سخا میں پیدا ہوا اور تیری بنیاد جود ہے۔]

خلافت عبدالملک بن مروان

تاریخ کے راویوں نے اس طرح بیان کیا ہے کہ جب عبدالملک بن مروان کی باری آئی تو اس نے عراق، ہند اور سندھ حجاج بن یوسف کے سپرد کیا اور حجاج نے سعید بن اسلم کلابی کو کمران روانہ کیا۔ اس کے وہاں پہنچنے پر (ایک شخص) سفوی بن لام الحمامی، ازد (قبیلہ کا) وہاں آیا۔ سعید نے اس سے تقاضہ کیا کہ ”میں جہاں بھی منزل انداز ہوں، تو میرے ساتھ رہ اور میرا مددگار ہو۔“ اس نے جواب دیا کہ ”میرے پاس فوج نہیں ہے۔“ اس پر وہ بولا کہ ”میں دفتر خلافت کی طرف سے حکم دیتا ہوں۔“ اس نے کہا ”خدا کی قسم میں تیری مانگتی اختیار نہ کروں گا کہ مجھے شرم آتی ہے۔“ (اس پر غضبناک ہو کر) سعید نے اسے قتل کر ڈالا اور اس کی کھال کھنچوا کر اس کا سر حجاج کے پاس بھیج دیا اور خود جا کر کمران میں مقیم ہوا اور مالیہ وصول کرنے

1. اصل لفظ سارے فنون میں ”الحواری“ ہے لیکن تصحیح کے لئے دیکھئے آخر میں حاشیہ ص 84۔ (ن۔ب)

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

کے لئے قابل اعتماد آدمی مقرر کر کے صلح اور نرمی کے ساتھ ہندوستان کا بہت سا محصول وصول کیا۔ آخر ایک دن جب کہ وہ خراج لے کر آ رہا تھا۔ مرج^۱ (کے مقام) پر علاقہوں سے مقابلہ پیش آیا۔

علافی اور ان کی بغاوت کا حال

قتیبہ بن امیعت سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن کلیب بن خلف [85] المغنی، عبداللہ بن عبدالرحیم العلافی اور محمد بن معاویہ العلافی نے آپس میں بیٹھ کر مشورہ کیا کہ سفہوی بن لام ہمارے ملک عمان کا باشندہ تھا اور اس کا ہم سے رشتہ بھی ہوتا ہے۔ (آخر) سعید کو ہمارے قرابت داروں کے قتل کرنے کا کیا حق ہے؟

چنانچہ جب وہ (سعید) خراج لئے ہوئے مرج^۲ میں ہو کر گذر رہا تھا (یہ لوگ اس کے) سامنے آئے۔ (پہلے تو) باتیں کرنی شروع کیں مگر آخر کا رنوبت جنگ تک پہنچی اور علاقہوں نے غلبہ حاصل کر کے سعید کو قتل کر ڈالا اور خود مکران میں (حاکم) بن بیٹھے۔ جس پر فرزدق نے یہ شعر کہے:

سقی اللہ قبرایا سعید تضمنت

زواحیہ اکفانا علیک ثیابها

وحفرة بیت انت فیہا موسد

وقد سد من دون العوائد بابها

لقد ضمنت ارض بمکران سیدا

کریمما اذا الانواء خف سحابها

شدیدا علی الادنین منک اذا احتوی

علیک من الترب الہیام حجابها

لنک سعدا مرضع ام خسة

یتامی ومن صرف القراح شرابها

1. سارے نسخوں میں یہ مقام "مرج" لکھا گیا ہے۔ مرج کے معنی ہیں گھاس کا میدان۔ مگر اس خطہ میں ایسی جگہ کا نام عربی تاریخوں یا جغرافیہ کی کتابوں میں نہیں ملتا۔ یہ لفظ غالباً "بھرج" کی جگہ ہوئی شکل ہے۔ فارسی ایٹیشن کے فاضل ایڈیٹر کی بھی یہی رائے ہے کہ یہ لفظ اصل میں "بھرج" ہے اور بھرج کرمان و کرمان کی سرحد پر ایک شہر تھا جس کا ذکر اس سے پیشتر ص 99 پر آچکا ہے۔ (ن-ب)

2. غالباً بھرج، دیکھئے حاشیہ ص 112 (ن-ب)

فتح نامہ سندھ عرف چچ نامہ

اذا ذكرت عینی سعیدا تحدرت
علیٰ عبرات یستهل انسکابہا^۱

[86]

سعید! کاش خدا تیری قبر کو روشن رکھے (کہ) جس کے شکم میں تیرے کفن کا لباس سما یا۔ وہ کوٹھی سلامت رہے کہ جس میں تو محو آرام ہے، حالانکہ آمد و رفت کے لئے اس کے دروازے بند ہیں۔ مکران کی زمین میں وہ سردار آباد ہوا ہے (کہ) جب بارش نہ ہوتی تھی تو اس کا کرم برستا تھا۔ تیرے غم میں تیرے سارے قرابت دار گرفتار ہوئے، کہ جب تیرے اوپر باریک مٹی کے پردے پڑ گئے۔ سعید کو وہ ماں رو رہی ہے جس کے پانچ بچے ہیں، ان یتیموں کے پاس پانی کے سوا کچھ نہیں رہا۔ آنکھوں کو جب سعید یاد آتا ہے، تب ان سے اس طرح آنسو بہتے ہیں جیسے نالے بہہ رہے ہوں۔]

پھر حجاج نے سعید کے ساتھیوں سے غضبناک ہو کر اُن سے پوچھا کہ تمہارا امیر کہاں ہے؟ مگر چونکہ انہوں نے اقرار نہیں کیا اس لئے (حجاج نے) ان میں سے بعضوں کو تلوار کا لقمہ بنایا یہاں تک کہ (انہوں نے) اقرار کیا کہ علاقوں نے بے وفائی کر کے اسے قتل کر ڈالا ہے۔ حجاج نے (مشتعل ہو کر) بنی کلاب کے ایک آدمی کو حکم دیا (چنانچہ اس نے وہاں پہنچ کر) سلیمان علانی کو قتل کیا اور اس کا سر سعید کے پس ماندوں کے گھر بھیج کر انہیں تشفی دی اور اس کے عزیزوں کو نوازا۔ لیکن پھر بھی حجاج بن اسلم، بشر بن زیاد، محمد بن عبدالرحمن، اسماعیل بن اسلم، سعید کے آزاد کئے ہوئے غلام اور اس کے ملازم نعرے لگاتے اور آہ و فغان کرتے رہے (جس سے متاثر

1. جملہ نسخوں میں اصل صرف چار شعر دیئے گئے ہیں اور فارسی نسخوں میں ان کی عبارت اس طرح ہے:

سقی اللہ قبراً من سعید فاصبحت

نواحیہ ارہی علیک تراہیہا

لقد ضمنت ارض بمکران سیداً

کریمہا جو ادا لا یواکف سحابہا

شدیداً علی الادنین منک احسنوا

علیک من الثوب المہام حجابہا(؟)

اذا ذكرت عینی سعیدا نجددت

لہا عبرات یستهل انسکابہا

ہماری دی ہوئی عبارت علامہ عبدالعزیز السبکی، سابق پروفیسر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کی کی ہوئی نسخے کے مطابق ہے۔ دیکھئے فارسی ایڈیشن ص 261 فردوزن کے یہ اشعار اس کے دیوان (طبع بیروت، طبع صاوی قہرہ ص 102 اور مل میونخ 1900 رقم 3 ورق 500) میں موجود ہیں۔ مندرجہ بالا اشعار میں سے دو شعر (نمبر 2 اور نمبر 4) دیوان دیکھ کر درج کئے گئے ہیں۔ فتح نامہ کے تمام نسخوں میں یہ اشعار کم ہیں۔

فتح نامہ سندھ عرف چچ نامہ

ہو کر (معصہ بن مجریہ^۱، کلابی نے یہ اشعار کہے:

اعاذل کیف لی بھوموم نفسی

بلذکریٰ تابعا فیہا سعیدا

واخوانا لہ سلفوا جمعا

غطارفة من الادنین صیدا

اذا ما الدھر حل فلم یكونوا

بما قد حل من امر شھودا

بقند ابل حیث تری المنایا

وقد لا قت بھم کرما وجودا

ولا تشت بنا سوقا^۲ ستلقى

من الاجال مطرقة حدیدا [87]

اے عاذل! بتا کہ میں غموں کو کیا کروں، کہ جنہوں نے سعید کی یاد میں مجھے بے کار کر دیا ہے۔ اور اس کے بھائی بھی جو کہ فوت ہو گئے [اور] اقارب بھی کہ جو سب سردار تھے۔ زمانے کی طرف سے اگر کوئی مصیبت آئی تو وہ اسے دیکھ کر خاموش نہ رہے۔ اس قذائیل میں کہ جو موت کا گھر ہے۔ خیموں کے وہ سردار جا کے موت سے بغل گیر ہو گئے۔ اے آہن! ہم پر! لوگوں کو نہ ہنسانا کہ خردار تجھے بھی اجل کے ہتھوڑے برداشت کرنے پڑیں گے۔

ولایت مُجاعتہ بن سحر بن یزید بن حذیفہ (التمیمی)

اس تاریخ کے سنوارنے والے روایت کرتے ہیں کہ بشر بن عیسیٰ صاحب الخلاط نے فہم فرقد^۳ بن مغیرہ اور عمرو بن محمد التمیمی سے بیان کیا کہ جب حجاج نے مجاعتہ بن سحر کو کمران^۴ کی طرف بھیجا، [کیونکہ] سنہ پچاسی [ہجری] میں ہند اور قذائیل کے ممالک حجاج کے ذمے کئے گئے تھے، تو علانی، مجاعتہ کے پہنچنے سے پہلے ہی بھاگ گئے۔ مجاعتہ نے انہیں بہت تلاش کیا مگر وہ سندھ

1. فارسی ایڈیشن کا تلفظ ”مخریہ“ ہے مگر استاد علامہ عبدالعزیز الہیسی کی رائے میں ”مخریہ“ عربوں کا نام نہیں ہوتا بلکہ ”مجریہ“ ہوتا ہے اس لحاظ سے یہ تلفظ اختیار کیا گیا۔

2. فارسی ایڈیشن میں تلفظ ”نوٹا“ ہے، کی ہوئی تصحیح علامہ الہیسی کی جانب سے ہے۔ (ن-ب)

3. فارسی ایڈیشن میں ”صاحب الخلاط“ ہے الخلاط کی جگہ الخلاط کی تصحیح علامہ عبدالعزیز الہیسی کی جانب سے ہے۔ (ن-ب)

4. فارسی ایڈیشن میں ”برقد“ ہے، یہ تصحیح استاد الہیسی کی ہے۔ (ن-ب)

5. تمام نسخوں میں اس مقام پر ”فراسان“ ہے مگر یہ غلط ہے جیسا کہ آگے چل کر واضح ہوتا ہے۔ (ن-ب)

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

کے راجا داہر بن چچ کے پاس چلے گئے اور اس کے ہاتھ نہ آئے۔ [جماعت ایک سال مکران میں اقامت پذیر رہا اور وہیں انتقال کر گیا۔

محمد بن ہارون بن ذراع النمری کا تقرر

جب سنہ چھیاسی [ہجری] آیا اور خلافت ولید بن عبدالملک بن مروان کو ملی۔ تو اس نے ملک [ہند] محمد بن ہارون کے حوالے کیا۔ تاریخ کے مصنف اس طرح روایت کرتے ہیں کہ جب جماعہ کی عمر پوری ہوئی تو حجاج بن یوسف نے محمد بن ہارون¹ کو ہندوستان کی طرف مقرر کیا اور اسے اپنی مرضی کے مطابق حکومت چلانے کی پوری آزادی دے کر دیوانی مال وصول کرنے کی تاکید کی اور کہا کہ ”علائیوں کو تلاش کرنا اور کسی بھی طرح انہیں قبضہ میں کر کے سعید کا انتقام لینا۔“ چنانچہ محمد نے سنہ چھیاسی کی ابتدا میں ایک علائی کو گرفتار کیا اور خلیفہ کے فرمان کے مطابق اسے قتل کر کے اس کا سر حجاج کے پاس بھیج دیا اور اس کے متعلق حجاج کی خدمت میں ایک خط بھی لکھا [88] جس میں ذکر کیا کہ ایک علائی کو تلوار کا لقمہ بنایا گیا، اگر عمر نے وفا اور بخت نے یاوری کی تو دوسروں کو بھی گرفتار کیا جائے گا۔ محمد بن ہارون نے پانچ سال وہاں رہ کر خشکی اور تری کے علاقے فتح کئے۔

ان تحفوں کا ذکر جو سراندیپ سے خلیفہ وقت کے لئے بھیجے گئے تھے

کہتے ہیں کہ سراندیپ کے راجا نے جزیرہ یواقیت² سے کشتیوں کے ذریعہ حجاج کے پاس [بہت سے] ہدیے اور تحفے بھیجے [ساتھ ہی ساتھ] انواع و اقسام کے موتی و جواہر، حبشی غلام اور کنیریں اور دیگر بے مثل اشیاء کے نادر تحائف دارالخلافت کو بھی روانہ کئے۔ کچھ مسلمان عورتیں بھی کعبہ [شریف] کی زیارت اور دارالخلافت کو دیکھنے کی غرض سے ان کے ساتھ ہوئیں۔ جب [یہ ہجری بیڑا] ملک قازرون [کے قریب] پہنچا تو ہوا [سخت] مخالف ہوگئی [جس کی وجہ سے] جہازوں کا رخ پھیر کر وہ دبیل کے کنارے جا گئے [لیکن یہاں] قزاقوں کے ایک گروہ نے کہ جسے نکامرہ³ کہتے تھے اور [وہ] دبیل کے باشندے تھے، ان آٹھوں جہازوں کو

1. تحفۃ الکرام کی روایت کے مطابق یہ شخص بلوچوں اور جنوں کا مورث اعلیٰ ہے۔ دیکھئے تحفۃ الکرام ص 28، ج 3 (مترجم)

2. لفظی معنی کے لحاظ سے ”یا قوتوں کا جزیرہ“

3. (ن) (ب) میں ”نکامرہ“ (م) میں ”نکامرہ“ اور (س) میں ”بکامرہ“ ہے۔

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

گرفتار کر کے اس میں لدے ہوئے سامان پر قبضہ کر لیا اور مردوں اور عورتوں کو گرفتار کر کے سارا سامان اور جواہرات (وغیرہ) سب لوٹ لئے۔ سرانند پ کے بادشاہ کے آدمیوں اور عورتوں نے بہت برا کہا کہ یہ مال وہ لوگ خلیفہ وقت کے لئے لے جا رہے ہیں، مگر انہوں نے توجہ نہ کی اور سب کو بند کر کے کہا کہ ”اگر کوئی تمہاری داد رسی کرنے والا ہے [تو اس کے توسل سے] خود کو پھر سے خرید لو۔“ اس پر ایک عورت نے چیخ کر [89] کہا کہ: ”یا حجاج! یا حجاج! اغثنی اغثنی“ [اے حجاج! اے حجاج! میری مدد کو پہنچ، میری مدد کو پہنچ] یہ عورت قبیلہ بنی عزیہ میں سے تھی۔ حجاج نے یہ بات سن کر کہا ”لیک لیک“ واسطہ اسعدی نے بیان کیا کہ ”جب دستیل فتح ہوا تو میں نے اس عورت کو دیکھا، اس کا رنگ سفید اور قد لمبا تھا۔“

دستیل کے تاجر [جب دارالخلافہ میں آئے] تو ان کے ساتھ [وہ لوگ] بھی آئے کہ جو اس بیڑے سے فتح نکلے تھے [چنانچہ] انہوں نے آکر حجاج کو اس حال کی خبر دی کہ ”مسلمان عورتیں دستیل میں قید ہیں اور یا حجاج! یا حجاج! اغثنی اغثنی کہہ کر فریاد کر رہی ہیں۔“ یہ بات سن کر حجاج نے کہا ”لیک لیک“ [حاضر ہوں، حاضر ہوں]۔ یہ بھی روایت ہے کہ حجاج کو جب مسلمان عورتوں کی خبر ملی کہ [وہ پکار رہی ہیں کہ] ”اے حجاج ہماری مدد کر“ تو اس نے کہا کہ [ان عورتوں] نے گویا مجھے نیند سے بیدار کیا ہے کہ ظالموں اور بے رحموں کے خلاف ہماری فریاد رسی کر، ہم قید میں پڑے ہیں۔“

حجاج کا داہر کے پاس قاصد بھیجنا

پھر حجاج نے داہر بن قح کی طرف ایک قاصد روانہ کیا اور محمد بن ہارون کو [بھی] خط لکھا کہ کوئی قابل اعتماد آدمی اس قاصد کے ساتھ داہر بن قح کے پاس بھیج دے کہ جاکر اس سے کہے کہ مسلمان عورتوں کو چھوڑ دے اور دارالخلافہ کے تحفے واپس کر دے اور عورتوں کی حالت بھی دریافت کرے۔ پھر ایک خط داہر کے پاس بھی لکھا، جس پر اپنے دست مبارک سے دستخط کر کے قاصد کے حوالے کیا۔ اس میں [90] سخت تاکید کے ساتھ تہدید و وعید درج کیں۔ جب یہ خط داہر بن قح کو ملا تو خط پڑھ کر اور جو پیغامات بھیجے گئے تھے، وہ سن کر اس نے جواب دیا کہ ”یہ لوگ قزاق ہیں، ان سے زیادہ کوئی طاقتور نہیں ہے، اور وہ ہماری اطاعت بھی نہیں کرتے۔“ [حالانکہ] میدوں کا دستیل بھی داہر بن قح کی بادشاہت کے حدود میں تھا۔

1. نسخہ (پ) میں ”بنی عزیہ ہے۔“

حجاج کا دار الخلافہ سے اجازت طلب کرنا

جب یہ خبر حجاج کو ملی تو اس نے [خليفة] وليد بن عبد الملك کی خدمت میں اطلاع بھیجی اور اس سے سندھ و ہند کے جہاد کی اجازت طلب کی۔ [خليفة نے] حجاج کو اجازت نہ دی۔ پھر اس نے دوبارہ لکھا۔ آخر اجازت مل گئی۔ پھر حجاج نے عبید اللہ بن نہمان السلمي کو مکران پر مقرر کیا۔ [اور] بدیل [ابن طہفہ الحکلی] کو حکم دیا کہ ”محمد بن ہارون کے پاس جا اور مکران پہنچ کر اسے [دارالحکومت] کے لشکر بھیجنے کی خبر سنا تاکہ وہ [بھی] تین ہزار آدمی تیرے ساتھ روانہ کرے۔“ بدیل تیس سو جنگ جو جوانوں کے ساتھ روانہ ہوا اور اس کے ساتھ عبید اللہ بھی!۔ عمان کا سمندر [بحر عرب] پار کر کے دیبل کے قلعے کے پاس آ پہنچا۔ [طہفہ کے ہاتھوں] جب محمد بن ہارون کو حجاج کا خط ملا تو اس نے [بھی] ایک جماعت اس کے ساتھ روانہ کی اور وہ [بھی] دیبل پہنچی۔ دیبل کے باشندوں نے داہر کے پاس اروڑ آدمی بھیجا کہ اسے بدیل کے دیبل پہنچنے کی اطلاع دے۔ [قاصد] حسیبہ بن داہر کو بھی جو کہ نیروں میں تھا یہ خبر سنا تا ہوا ڈاہر کے پاس گیا۔ [91]

حسیبہ بن داہر کا نیروں سے پہنچنا

داہر نے حسیبہ کو چار ہزار سوار اور اونٹ و ہاتھی دے کر جلد [دیبل] روانہ کیا، یہاں تک کہ وہ آ کر بدیل کے مقابل ہوا۔ [اس عرصہ میں] بدیل، دیبل کے بہادروں کو شکست دے چکا تھا۔ حسیبہ چار ہاتھی اور دیگر ساز و سامان سے آراستہ لشکر ساتھ لایا اور آ کر جنگ میں شریک ہو گیا۔

صبح سے شام تک طرفین میں نہایت [زور شور سے] جنگ جاری رہی۔ دوران جنگ میں سواروں کے غلبے اور ہاتھیوں کی چنگھاڑ سے بدیل کا گھوڑا بھڑکنے لگا۔ بدیل نے عمامے سے گھوڑے کی آنکھیں باندھ کر حملہ جاری رکھا یہاں تک کہ اسی کافروں کو جہنم واصل کر کے خود شہید

1 اصل متن میں اس مقام پر ”باہی“ ہے یعنی ”اس کے ساتھ“ تاریخی قتل کے لحاظ سے یہ عبارت یہاں بے موقع ہے اور سارے مضمون کو غلط بنادیتی ہے۔ بلاذری کے لکھنے کے مطابق عبید اللہ بن نہمان بدیل بن طہفہ سے پہلے دیبل میں جنگ کرتا ہوا شہید ہو گیا تھا۔ اس کے بعد حجاج نے بدیل بن طہفہ کو دیبل روانہ کیا۔ دیکھئے بلاذری ص 36-435 (ن-ب)

2 سارے نسخوں میں یہاں ”نیرون“ ہے جو کہ غلط ہے۔ دیبل ہی صحیح ہے۔ دیکھئے بلاذری ص 545 (ن-ب)

3 جملہ نسخوں میں اس نام کا تلفظ ”حسیبہ“ ہے جو کہ معنی کے لحاظ سے ”حسیبہ“ ہوگا۔ درحقیقت یہ لفظ ”حسیبہ“ (یعنی فتح مند شیر ہے) اس سے پہلے اسی طرح ”دہرینہ“ کا نام آچکا ہے اور اسی لحاظ سے پوری کتاب میں اس نام کا تلفظ ”حسیبہ“ قائم رکھا گیا ہے۔ (ن-ب)

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

ہو گیا۔ پھر جیسیندھ نے [دبیل میں] ایک ٹھاکر کو مقرر کیا اور ستر ہاتھی اس کی نگرانی میں دے کر دیکھ بکھری اسے جاگیر میں دیا۔

بدیل کے شہید ہونے کی خبر

روایت کی ہے کہ جب حجاج کو بدیل کے شہید ہونے کی خبر ملی تو غمگین ہو کر اس نے کہا کہ ”اے مؤذن!“ جب بھی نماز کے لئے اذان دو تو دعا میں مجھے بدیل کا نام یاد دلاتے رہو تاکہ میں اُس کا انتقام لوں۔

پھر اس لشکر کا ایک آدمی [92] آیا اور حجاج کے سامنے جنگ کا حال بیان کرتے ہوئے بدیل کی بہادری اور اس مردانگی کا ذکر کیا کہ جو اس نے اس جنگ میں دکھائی تھی۔ یہاں تک کہ وہ قتل ہو گیا اور لشکر اسلام نے شکست کھائی۔ [اس نے کہا کہ] میں [اس جنگ میں] حاضر تھا اور اُس کی ہمت و مردانگی دیکھ رہا تھا۔“ جب وہ یہ تمام واقعہ بیان کر چکا تو حجاج نے کہا کہ ”اگر تو بہادر ہوتا تو تو بھی بدیل کے ساتھ قتل ہو جاتا۔“ [یہ کہہ کر] حجاج نے اسے سزا دینے کا حکم دیا۔

(بدیل کا شہید ہونا) عبدالرحمن بن عبد ربہ¹ سے روایت منسوب کرتے ہیں کہ جب بدیل قتل ہو گیا تو نیرون کوٹ² کے لوگ ڈرے کہ عرب کا لشکر ضرور اس ظلم کا بدلہ لینے کے لئے آئے گا اور ہم [چونکہ] اُن کے راستے میں ہیں، اس وجہ سے وہ اول ہم پر غصہ اتاریں گے اور ہم تباہ و برباد ہو جائیں گے اس وقت نیرون کا حاکم سندرنامی ایک شمشی تھا [اس نے] ڈاہر کو بغیر اطلاع دیئے اپنے معتبر آدمی حجاج کی خدمت میں بھیج کر امان نامہ طلب کیا اور خود پر خراج مقرر کیا [اور وعدہ کیا کہ] وہ خراج وقت پر ادا کرتا رہے گا۔ امیر حجاج نے انہیں پروانہ امن لکھ دیا اور پختہ وعدوں سے تشفی دی اور کہا کہ ”ایسا طریقہ اختیار کرو کہ ہمارے قیدی رہا ہوں، ورنہ چین کی حد تک کافروں کو نہ چھوڑوں گا اور اسلام کی تلوار سے [انہیں] ذلیل و خوار کروں گا۔

ادھر عامر بن عبداللہ نے [حجاج کے پاس] پیغام بھیجا کہ ملک ہند میرے حوالے فرما۔ ”حجاج نے جواب دیا کہ تو طمع رکھتا ہے۔“ لیکن نجومیوں نے حساب کر کے یہ فیصلہ کیا ہے اور میں نے خود قمرہ ڈال کر دیکھا ہے کہ ملک ہند امیر عماد الدین محمد بن قاسم ثقفی کے ہاتھوں فتح

ہوگا۔ [93]

1. فارسی ایڈیشن میں ”عبداللہ“ ہے نسخہ (ن) میں صاف طور پر ”عبد ربہ“ ہے اور (پ) (ر) (م) کی عبارتوں سے بھی یہی ظاہر ہے کہ اصل لفظ ”عبد ربہ“ ہے یہ راوی وہی ”عبدالرحمن بن عبد ربہ السلیطی“ ہے جس کا ذکر پہلے بھی ص 107 پر آچکا ہے۔ (ن-پ)

2. اصل عبارت ”حصن نیرون“ ہے۔

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

عماد الدین محمد بن محمد بن قاسم [بن محمد بن حکم] بن ابی عقیل ثقفی کا تقرر خبروں میں تصرف کرنے والے اور روایتوں کی تفسیر کرنے والے یوں کہتے ہیں کہ جب دار الخلافہ کی جانب سے ملک سندھ حجاج بن یوسف ثقفی کے حوالے ہوا تو اس نے محمد بن قاسم کو، جو کہ اس کے چچا کے بیٹے کا بیٹا اور نواسہ بھی تھا اور حجاج کی بیٹی اس کے گھر میں تھی، ہند کا گورنر مقرر کیا۔ اس کی عمر سترہ سال تھی۔ اس امارت کی مبارکبادی میں حمزہ بن یحییٰ احنی نے یہ اشعار کہے:

ان الشجاعة والسماحة والنهي
لمحمد بن القاسم بن محمد

قائد الجيوش لسبيع عشرة حجة

يا قرب ذالك سؤدا من مولد

[محمد بن قاسم کے ساتھ بے شک خاص سخاوت، عقل اور رعیت پروری ہے۔ سترہ

برس کی عمر میں] وہ [سپہ سالار ہوا۔ ولادت سے سروری کس قدر قریب ہے۔]

ابوالحسن مدائنی نے بشر بن خالد سے روایت کی ہے کہ بدیل کے قتل ہو جانے کے بعد حجاج نے خلیفہ وقت ولید کے پاس ایک خط بھیجا جس میں ہندوستان کے فتح کرنے کی اجازت طلب کی۔ خلیفہ نے لکھا کہ وہ قوم جاہل اور ملک بہت دور ہے۔ لشکر اور اسلحہ جات جنگ وغیرہ کی تیاری اور بندوبست پر بھی بڑی رقمیں خرچ ہوں گی اور [بیت المال پر] بڑا بوجھ پڑے گا جو کہ بڑی خراب بات ہے [چنانچہ اس معاملے میں] توقف کرنا چاہئے۔ کیونکہ جب بھی لشکر جاتا ہے، مسلمان ہلاک ہو جاتے ہیں۔ اس کے لئے کوئی تدبیر سوچنی چاہئے۔ [94]

حجاج کا خط

پھر حجاج نے دوسری مرتبہ خط لکھ کر واضح کیا کہ اے امیر المومنین! کتنی مدت گزر گئی ہے کہ مسلمان قیدی کافروں کے ہاتھوں میں گرفتار ہیں اور اسلام کا لشکر ایک مرتبہ شکست کھا چکا ہے جس کا بدلہ لینا اور مسلمانوں کو آزاد کرانا ضروری ہے۔ اور خط میں جو ارشاد فرمایا ہے کہ [وہ] ولایت دور ہے اور لشکر کی تیاری اور انتظام پر بے فائدہ رقم خرچ ہوگی [اس کے لئے عرض ہے] کہ ہمارے پاس اسباب اور ہتھیار وغیرہ سب کچھ [پہلے ہی سے] موجود ہیں زیادہ فرق نہ پڑے گا اور اگر کوئی خرچ، بار یا تکلیف ہوگی بھی تو [اس کے لئے] میں ذمہ دار ہوتا ہوں کہ دار الخلافہ کے خزانے سے اس لشکر پر جتنی رقم خرچ ہوگی تو اس سے دوگنی، سہ گنی رقم خزانے میں، کہ خدائے

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

تعالیٰ اسے بھرپور رکھے، داخل کرائی جائے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

دار الخلافہ میں خط کا پہنچنا اور لشکر کے لئے ہندستان کے سفر کرنے کی اجازت ملنا

جب اس خط نے خلیفہ کے مطالعہ کا شرف حاصل کیا تو اجازت کا فرمان جاری ہو گیا۔

حجاج کی دوسری عرضداشت:

اس پر حجاج نے پھر دوبارہ عرضداشت بھیجی کہ ”جس صورت میں اجازت کے فرمان سے مشرف ہوا ہوں تو اب [مہربانی فرما کر] شام کے سرداروں میں سے چھ ہزار کو حکم فرمائیے کہ جنگ کے ہتھیاروں اور دوسرے سارے ساز و سامان کے ساتھ اس لشکر کی طرف روانہ ہوں۔ [یہ لوگ ایسے نامور ہوں] کہ جنگ کے وقت ان میں سے ہر ایک کا نام مجھے معلوم رہے۔ اور وہ میری موافقت کریں اور لڑائی سے منہ نہ موڑیں۔ [95]

حجاج کا شام کی جانب خطوط لکھنا

ابوالحسن [مائی] نے اسحاق بن ایوب سے روایت کی اور کہا کہ حجاج کی تحریر پر شام کے امیروں کے فرزندوں میں سے ایسے چھ ہزار جوان کہ جن کے ماں باپ زندہ تھے اور پوری تیاری کر سکتے تھے اور [وہ] نامور بہادر کہ جو اپنے ننگ و نام کی خاطر [میدان جنگ] میں جم کر محمد بن قاسم سے وفاداری دکھا سکتے تھے، آ کر حاضر ہوئے۔

روایت: ابوالحسن سے روایت ہے کہ چھ ہزار مشہور اور نامور دلیر [حجاج کے پاس] حاضر ہوئے۔ ان میں سے ایک آدمی نے حجاج کے سامنے آ کر کہا کہ میرے پاس سامان نہیں ہے۔ حجاج نے اسے ڈانٹ کر کہا کہ ”میرے سامنے سے چلا جا ورنہ قتل کر ڈالوں گا۔“ اس پر وہ شامی حجاج کے سامنے سے اٹھ کر بھاگا۔ راستے میں اسے کچھ سوار آتے ہوئے ملے، جنہوں نے پوچھا کہ اتنی تیزی کے ساتھ کہاں جا رہے ہو؟ اس نے کہا کہ میرے پاس پورا سامان نہیں تھا [جس کی وجہ سے] حجاج نے مجھے دھمکی دی ہے کہ سزا دوں گا۔ [لوگ] اسے واپس لے آئے اور فرصت کے وقت خوش اسلوبی سے [اسے حجاج کے سامنے] پیش کیا اور عرض کیا کہ جس وقت اسے حکم پہنچا تو [محض سامان نہ ہونے کی وجہ سے اسے] تاخیر کی مجال نہ تھی اور [جس حال میں وہ تھا] خدمت کی سعادت حاصل کرنے کے لئے [اسی حال میں] حاضر ہو گیا۔

جمعہ کے دن حجاج کا خطبہ دینا

پھر حجاج نے جمعہ کے دن خطبہ دیا اور کہا: ”ان الایام ذات دول والحرب سجال“ (زمانہ بدلنے والا اور دو دھاری تلوار ہے) ”یوم لنار ویوم علینا“ (کسی دن ہمارے موافق ہے تو کسی دن ہمارے خلاف ہے) تو جس دن ہمارے موافق ہو اس دن [مخالف] لشکر کو قید کرنا چاہئے اور جس دن ہمارے خلاف ہو اس دن قتل کرنا چاہئے تاکہ ہم پر جو نعمت ہے اس میں اضافہ ہو اور جو حادثہ پیش آیا ہو وہ دفع ہو جائے۔ [96] ہم خداوند عز وجل و فیہم و کریم و بے ہمتا کے احسان مند ہیں، اس کی تعریف ہماری زبانوں پر جاری ہے اور [ہم] اس کے کرم اور نعمت کے امیدوار ہیں کہ اپنی کامل نعمت ہمیشہ جاری رکھے اور کوئی بھی دروازہ ہم پر بند نہ کرے اور ہمیں اس کے شکر کا ثواب عنایت کرے۔ بدیل کے فراق میں دُکھ کی آواز ہر گھڑی میرے دل کے کانوں میں پہنچ رہی ہے اور میں لبیک لبیک کہہ رہا ہوں۔ خدا کی قسم! اگر عراق اور [دوسرا] جو بھی [ملک] میرے قبضے میں ہے اس کا سارا مال اس کام پر خرچ ہو جائے تب بھی جب تک یہ داغ نہ مٹاؤں گا اور بدلہ نہ لوں گا تب تک میرے غضب کی آگ کی بھی سرد نہ ہوگی۔

محمد بن قاسم کو ہند اور سندھ کی طرف روانہ کرنا

پھر حجاج نے محمد کو سوار کر کے صدقات دیئے اور لشکر کو کثیر مال [و اسباب] سے مستحکم کر کے ہند اور سندھ کے جہاد کے لئے نامزد کیا اور یہ شعر پڑھے:

دعا الحجاج فارسہ بدیل

وقد سال العدو علی بدیل

وشمر ذیلہ الحجاج لما

دعاہ ان یشرہ بدیل

فدیت المال للغارات حثوا

بلا عدیعد ولا بکیل

[بدیل سوار نے حجاج کو پکارا، جب دشمنوں نے بدیل کو گھیرا، حجاج نے اس کی

آواز پر ہتھیار اٹھائے، اور مدد کے لئے باگ موڑی، جنگ کے لئے میں نے

منٹھیاں بھر بھر کے مال لٹایا، نہ میں نے شمار کیا ہے اور نہ ٹولا ہے۔]

اس کے بعد حجاج نے [محمد بن قاسم سے] کہا کہ ”شیراز کی جانب سے گزر کر آہستہ

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

آہستہ منزلیں طے کرتے ہوئے روانہ ہوتا کہ سارا لشکر تم سے آٹے۔ [97]

لشکر کا شیراز پہنچنا

پھر محمد بن قاسم بخت طالع کے ساتھ شیراز میں جا کر منزل انداز اور قیام پذیر ہوا۔ یہاں تک کہ عراقی اور شامی سب کے سب پہنچ گئے۔ [اس طرف حجاج نے] قلعے کی جنگ کا ضروری سامان مثلاً مخفقیں، کدال، تیر اور چلتھو! [ریشی زریں] وغیرہ کشتیوں میں رکھ کر اور ابن مغیرہ اور خرم کو کشتیوں کا نگران مقرر کر کے انہیں تاکید کی کہ اگر ان کشتیوں کو کچھ نقصان پہنچا تو اس کے لئے وہی ذمہ دار ہوں گے اور معاملہ سزا تک پہنچے گا۔

حجاج کا خط محمد بن قاسم کو ملنا

پھر حجاج نے محمد بن قاسم کو ایک خط لکھا جس میں اُسے بتایا کہ میں نے خرم اور ابن مغیرہ کو روانہ کیا ہے اور انہیں حکم دیا ہے کہ وہ دیتیل کے آس پاس آ کر تم سے ملیں۔ اس لئے تمہیں [اس] بیڑے کے پہنچنے تک انتظار کرنا چاہئے۔ اللہ کی حفظ و امان میں روانہ ہو۔ فیسی جَفُظَ اللہ وَ عَوْنُہ۔

(روایت) اسحاق بن ایوب اور بلوٹ² کلبی نے روایت کی ہے کہ حجاج نے سارے لشکر کی ضروریات پوری طرح فراہم کر دی تھیں بلکہ کوشش کر کے ضرورت سے زیادہ ہتھیار اور سامان ساتھ کیا تھا۔

اونٹوں کی کمک دینا

پھر [حجاج نے] کہا کہ ”تمہاری تیاری مکمل ہو چکی۔ اب ہر چار سواروں کے پیچھے ایک اونٹ لو۔ میں تمہیں بار بردار سائڈنیاں دیتا ہوں تاکہ تم محتاج نہ ہو اور اونٹوں پر زیادہ بار نہ رکھو۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرو، صبر سے مزین رہو اور جب دشمن کے ملک میں پہنچو [98] تو کشادہ میدان میں منزل کرنا تاکہ کھلے رہو اور جنگ کے وقت چھوٹی چھوٹی ٹولیوں میں بٹ جانا اور مختلف اور الگ الگ سمتوں سے آنا، کیونکہ ہاتھیوں کی جنگ اہم ہے۔ اور جب وہ حملہ کریں تو ایک جگہ ٹھہر

1. یہاں اصل لفظ ”فخافان“ ہے۔ یہ ایک ریشم کا جنگی لباس ہوتا ہے جسے تہہ در تہہ سیا جاتا ہے۔ اگلے زمانے میں سندھ میں اسے ”چلتھو“ (چہل تہہ) یعنی چالیس تہوں والا لباس کہتے تھے۔ (مترجم)

2. اصل میں ”طلوان کلبی“ ہے۔ عربوں میں زیادہ تر ”طلوان“ نام نہیں ہوتا ہے۔ صحیح ”بلوٹ کلبی“ ہے جو تاریخ طبری (یورپ ایڈیشن جلد 2 ص 1275) میں بھی فتوحات سندھ کے سلسلے کا راوی ہے۔ (ن۔ب)

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

کر تیر برسنا اور برگستوان^۱ سامنے کر کے (ان کی) شکلیں پھاڑنے والے جانوروں اور ہاتھیوں جیسی دکھانا۔“ پھر اس نے درزیوں اور زردہ داروں کو حکم دیا جنہوں نے برگستوانوں کے سر شیر اور ہاتھیوں جیسے بنائے اور بھجوادے۔ حجاج کے خطوط، چھ ہزار سواروں، چھ ہزار اونٹوں اور تین ہزار بار بردار سختی اونٹوں سمیت شیراز پہنچے۔ محمد بن قاسم نے یہ خطوط پڑھے۔ اس وقت ہجرت کو 92 سال گزر چکے تھے۔^۲

محمد بن قاسم کا مکران پہنچنا

خبروں کے مصنفوں اور تاریخ کے مؤلفوں نے عبدالرحمن بن عبد ربہ^۳ سے اس طرح روایت کی ہے اور اس نے عبدالملک بن قیس سے روایت کی، جس نے بیان کیا کہ: محمد بن قاسم نے جب مکران پہنچ کر محمد بن ہارون سے ملاقات کی اُس وقت میں اس کے ساتھ تھا۔ محمد بن ہارون اس کے ہمرکاب پیدل چلنے لگا تھا [مگر] محمد بن قاسم نے محمد بن ہارون کو سوار کیا اور پھر دونوں منزل گاہ تک آئے۔ وہاں پہنچ کر اُس نے بہت سے تحفے، ہدئے اور مہمانی کا سامان پیش کیا اور کہا کہ محمد بن قاسم نے اسی نرمی اور تواضع سے نام پیدا کیا ہے اور اسی تیاری، سامان، عقل، استقلال، ہنر اور دانائی سے سندھ اور ہند کے ممالک کو فتح کرے گا۔

محمد بن ہارون کا محمد بن قاسم کے ساتھ روانہ ہونا

ابن منظر بحری حکایت کرتا ہے کہ محمد بن قاسم وہاں سے ارمائیل کی جانب روانہ ہوا اور محمد بن ہارون نے بھی اُس کے ساتھ [چلنے کا] مصمم ارادہ کیا۔ وہ حالانکہ [99] بیمار تھا، مگر پھر بھی اس نے محمد بن قاسم کی [سفر میں] رفاقت کی۔ راستے میں [سفر کی] سختی کی وجہ سے اس کی بیماری میں اضافہ ہو گیا اور اسے متواتر [دورے] پڑنے لگے۔ [آخر کار] جب ارمائیل کی منزل پر پہنچا تو اس کی عمر پوری ہوئی اور اس نے جان آفرین حق تعالیٰ کے سپرد کی۔ [چنانچہ] اسے وہیں دفن کیا گیا۔

1. برگستوان ایک قسم کی زردہ ہوتی ہے جو کہ جنگ کے وقت گھوڑوں کو پہناتے ہیں جس کی وجہ سے وہ زخموں سے محفوظ رہتے ہیں۔
2. غالباً مراد یہ ہے کہ ”گنڈر نے والے تھے“۔ درحقیقت اس وقت 92 ہجری کا نصف سال بھی مشکل سے گزرا تھا جیسا کہ آگے چل کر معلوم ہوگا کہ محمد بن قاسم 93 ہجری کے محرم کے مہینے میں وہیل پہنچا تھا۔ (ن-ب)
3. فارسی ایلیٹیشن میں ”عبداللہ“ ہے۔ فنو (پ) کے تلفظ کے مطابق ”عبد ربہ“ ہی ہونا چاہئے تھا۔ اس لفظ کی تصحیح کے لئے دیکھئے حاشیہ ص [81] اور ص [93] (ن-ب)

لشکر کا ارمائیل سے آگے بڑھنا

اس کے بعد پھر محمد بن قاسم لشکر لے کر دیبل کی طرف روانہ ہوا۔ اس وقت جیسینہ بن ڈاہر نیروں میں تھا، اس نے اپنے باپ کے پاس لکھا کہ محمد بن قاسم عربستان سے لشکر لے کر دیبل کے حدود میں آ پہنچا ہے | مجھے اجازت دے | کہ میں اس سے جا کر جنگ کروں۔ ڈاہر نے علاقوں کو بلا کر ان سے مشورہ کیا۔ علاقوں نے ڈاہر سے کہا کہ ”محمد بن قاسم حجاج کے چچا کا لڑکا ہے، بہادر لشکر اس کے ساتھ ہے | جس میں سب | نامور بہادر، شریف زادے اور جنگجو سورما ہیں | جو | منتخب گھوڑوں اور مکمل ہتھیاروں کے ساتھ تجھ سے جنگ کرنے کے لئے متوجہ ہوئے ہیں۔ خبردار! ان سے مقابلہ نہ کرنا کیونکہ اس وقت شام سے ایک آدمی آیا ہے جس نے خبر دی ہے کہ عرب کے لشکر کا ایک ایک سوار ڈاہر سے انتقام لینے کے لئے آیا ہے۔“ | چنانچہ ڈاہر نے اپنے بیٹے کو ان کے ساتھ لڑنے سے منع کر دیا۔

ارمائیل کی منزل پر محمد بن قاسم کو حجاج بن یوسف کا خط پہنچنا

جب محمد بن قاسم نے ارمائیل فتح کیا تو اسے وہاں حجاج کا خط ملا، جس میں اشارہ تھا کہ جب دیبل کی حد میں منزل کرو تو منزل پر ہوشیار رہنا اور جب قیام | کرو | تو | اپنے چاروں طرف | خندق کھود لینا تاکہ تمہاری حفاظت اور پناہ رہے اور زیادہ تر بیدار رہنا۔ اور تم میں سے جو کوئی آدمی قرآن خواں (حافظ) ہو وہ ہمیشہ قرآن کی تلاوت میں مشغول رہے اور دوسرے دعا میں مشغول رہیں۔ ہر طرح سے ہوشیار رہنا۔ تحمل کو اپنا شعار بنانا، خدائے عزوجل کا ذکر زبان پر جاری رکھنا اور اللہ تعالیٰ کی توفیق سے مدد طلب کرتے رہنا، تاکہ خدائے تعالیٰ تمہیں فتح مند کرے، زیادہ تر لا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ^۱ (عظیم اور بزرگ اللہ تعالیٰ کی مدد کے سوا دوسری کوئی بھی پناہ اور قوت نہیں ہے) کے وظیفے کو اپنی مدد کے لئے کام میں لانا اور جب دیبل میں پہنچنا تو بارہ گز چوڑی چھ گز گہری اور چھ گز اونچی خندق کھودنا، جب دشمن سے مقابلہ کرنا تو خاموش رہنا، چاہے دشمن نعرے لگائیں اور بے ہودہ بکواس کریں اور چاہے وہ تیار ہو جائیں، مگر جب تک میں حکم نہ دوں جنگ نہ چھیڑنا۔ میرے خطوط سے حالات معلوم کرنا اور جو رائے میں دوں اسے بہتر سمجھ کر اس پر عمل کرنا۔ انشاء اللہ تعالیٰ تمہاری مشکل حل ہو جائے گی۔

1. یہ آیت اصل کتاب میں پوری نہیں صرف ”وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ“ ہے۔

لشکر عرب کی تیاری اور حجاج کا خط پہنچنا

پھر جب | محمد بن قاسم | ارماتیل سے آگے روانہ ہوا تو اس نے | محمد بن | مصعب ¹ بن عبدالرحمن کو لشکر کے مقدمہ پر مقرر کیا، جہم بن زحر الحنفی کو ساتھ پر، عطیہ بن سعد العونی کو مینہ پر اور موسیٰ بن سنان [101] بن سلمہ الہذلی کو میسرہ پر نامزد کیا۔ اس کے بعد باقی ہوشیار، تلوار کے ڈھنی اور خاص آدمی قلب میں اپنے گرد و پیش کر کے آگے بڑھا اور آخر جمعہ کے دن 93ھ کے محرم کے مہینے میں | دہیل | آپہنچا | بحری | بیڑا اور ہتھیار بھی اسی دن خریم بن عمرو اور ابن مغیرہ کی | زیر نگرانی | اسے وصول ہوئے۔ انہوں نے حجاج کا خط اسے دے کر خندق کھودنے کا مشورہ دیا۔ ان خطوط میں تحریر تھا کہ ”تمہاری خدمت میں خاص آدمی مقرر کئے گئے ہیں، ایک عبدالرحمن بن سلیم ² الکلی جس کی شجاعت کئی بار آزمائی جا چکی ہے اور کوئی بھی دشمن جنگ میں اس سے مقابلہ نہیں کر سکتا۔ دوسرا سفیان بن الابرہ ہے جو کہ دانائی میں یگانہ اور عقل میں امین اور پاکدامن ہے | تیسرا | قطن بن بکر الکلابی ہے جس نے مشکلات میں ہماری مدد کی ہے اور قابل عزت راست گو ہے اور جس امر میں اسے مامور کیا جائے گا، فرماں برداری کی شرط بجالائے گا۔ ملامت سے پاک ہے اور حجاج کا ہمیشہ مددگار رہا ہے۔ | چوتھا شخص | جراح بن عبداللہ ہے کہ جو تجربہ کار لوگوں میں سے اور جنگ آزمودہ ہے اور اہل فضیلت میں ترجیح رکھتا ہے اور پانچواں مجاشع بن نوہب ازدی ہے یہ سب میرے معتمد مشیر ہیں اور میں ان سے زیادہ کوئی امین اور پاک دامن نہیں رکھتا۔ مجھے امید ہے کہ وہ تم سے مخالفت اور دشمن سے ساز باز نہ کریں گے۔ اس ساری جماعت میں جن کا تذکرہ خط کے شروع میں ہوا ہے، مجھے کوئی بھی خریم بن عمرو سے زیادہ عزیز نہیں ہے، کیونکہ وہ مرد دلیر اور شیر دل ہے، جنگ کے وقت بہادر | رہتا ہے | اور متفکر نہیں ہوتا وہ منتخب آدمیوں میں سے ہے اور قابل احترام ہے، اور اپنے آباء و اجداد سے لے کر خالص اور صادق ہے اور جب خریم تمہارے ہمراہ ہے تو پھر مجھے کوئی خوف نہیں ہے کیونکہ وہ اپنی عادتوں اور پسندیدہ اخلاق سے آراستہ ہے اور کسی بھی مخلوق کو تمہارے مخالف نہ ہونے دے گا۔ اسے اپنے سے جدا نہ کرنا اور اس خط کے پڑھنے کے بعد جب تک کہ اس وقت تک کے سارے حالات تفصیل و تشریح کے ساتھ | ہمارے پاس | نہ لکھ دو اس وقت تک کھانا پینا حرام سمجھنا۔“

1. اصل متن میں ”صاحب“ ہے لیکن صحیح ”مصعب“ ہے یہی نام فتح نامہ میں 130، 135، 143 اور 148 صفحات پر آیا ہے اور ان جملہ صفحات پر ”مصعب بن عبدالرحمن“ تحریر ہے، لیکن صحیح پورا نام محمد بن مصعب بن عبدالرحمن ہے، جیسا کہ فتوح البلدان ص 438 پر بلاذری کی روایت ہے کہ بعث محمد بن القاسم، محمد بن مصعب بن عبدالرحمن اسی الی سدوسان (ن۔ب)

2. فارسی متن میں ”مسلم“ ہے جو کہ صحیح نہیں ہے، دیکھئے حاشیہ (1) ص 105 (ن۔ب)

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

حجاج، امیر محمد بن قاسم سے بڑی محبت کرتا تھا اور اس کی محبت کے جوش میں وہ [دن میں] کئی مرتبہ صدقات کیا کرتا تھا اور دعائیں مانگا کرتا تھا۔ یکر بن وائل اور عدیل بن فرخ¹۔ محمد کے دوستوں میں سے تھے، انہوں نے اُس کے جانے کے بعد سائنڈیاں قربان کیں اور ان کی قیمتوں میں اپنی بیویوں اور بیٹیوں کے زیورات دیئے تاکہ کوئی شبہ نہ رہے اور عدیل نے یہ اشعار کہے:

سلبت بناتی حلیہن فلم ادع

سوارا ولا طوقا وقرطا مذهباً

وما غزنی الاذان حتی کانما

تعطل بالبیض² الارائب ارنبا

من الدر والیاقوت من کل حرة

ترى سمطها فوق الخمار مثقبا

دعون امیر المومنین فلم یجب

دعاء فلم یسمعن اما ولا ابا

[میں نے اپنی بیٹیوں کے زیورات چھین لئے یہاں تک کہ ان کے کنگن، کنٹھمالے اور سونے کی بالیاں بھی نہ چھوڑیں۔ مجھے کانوں کے [گوشواروں] نے بھی نہ بہکایا، جسے گوریوں کو گھنا زیور پہننا منع ہے۔ اور ہر لڑی میں پروئے ہوئے موتی اور یاقوت لے لئے، جو ان کی لڑیوں میں مڑھے ہوئے سر میں دوپٹے کے نیچے تھے۔ انہوں نے امیر المؤمنین سے فریاد کی، لیکن جب اُس نے نہ سنی تو پھر انہوں نے اپنے ماں باپ سے نفاس کی۔]

دور اندیش حکیموں اور خیر اندیش بزرگوں نے ابوالحسن سے روایت کی جس نے کہا کہ میں نے بنی تمیم کے آزاد کردہ غلام ابو محمد سے سنا کہ ”محمد بن قاسم دہیل کے نواح میں آ کر منزل انداز ہوا اور لشکر نے [خشد قس کھو کر علم لہرایا اور نقارے بجائے۔ جو ہمیش جس مقام پر مامور کیا گیا تھا وہ وہیں جما رہا اور تختہ تیس باہر نکال کر سیدھی کی گئیں] 103۔ ایک منجیق خاص امیر المؤمنین کی تھی

1. اصل متن میں ”فرخ“ ہے مگر صحیح ”فرخ“ ہے۔ دیکھیے آخر میں تشریحات حاشیہ ص [103] (ن-ب)

2. فارسی ایڈیشن میں ”الہیض“ اور ”مستمنقن“ دیا گیا ہے۔ صحیح علامہ استاذ العزیز اسمعی کی طرف سے ہے۔ مترجم نے ان جملہ اشعار میں پیچیدگیاں سمجھ کر ان کا ترجمہ مناسب نہیں سمجھا اور یہ ترجمہ میں نے اپنی ناقص عقل کے مطابق کیا ہے۔ (ن-ب)

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

جس کا نام ”عروسک“ تھا یہ اتنی بڑی تھی کہ جب پانچ سو آدمی اُس کے لشکر کو کھینچتے تھے تب اس میں سے پتھر چھوٹتا تھا۔

دہلی کے وسط میں ایک بلند و بالا بت خانہ تھا۔ اس کے اوپر ایک گنبد تھا جس پر ریشم کا سبز پرچم آویزاں تھا۔ بت خانے کی بلندی چالیس گز تھی اور اس کا گنبد بھی چالیس گز اونچا تھا۔ اس پرچم کی شکل اس طرح تھی کہ اس میں چار بیرقیں تھیں¹ جن کے کھلنے پر ہر بیرق الگ الگ سمت میں پھیل جاتی تھی اور اس کے پھریرے برجوں کے آویزے کی طرح دکھائی دیتے تھے۔

جب اہل قلعہ نے اسلامی لشکر کو دیکھا تو بت خانہ کا پرچم کھول کر وہ جنگ کے لئے مستعد ہو گئے۔ لیکن ہمیں جنگ کی اجازت نہ تھی۔

اس طرح سات دن گذر گئے ہر روز خط آتا تھا اور انتظار کرنے کا حکم ہوتا تھا۔ آخر آٹھویں دن اجازت کا پروانہ آیا۔ محمد بن قاسم نے لشکر درست کر کے حملہ کیا جس کی وجہ سے قلعہ والوں نے قلعہ کے اندر جا کر پناہ لی۔ اچانک ایک برہمن قلعہ کے اندر سے نکل کر آیا اور امان طلب کر کے کہنے لگا کہ ”امیر عادل سلامت رہے! ہمارے نجوم کی کتابوں میں اس طرح حکم ہے کہ ملک سندھ لشکر اسلام کے ہاتھوں فتح ہوگا اور کافر شکست کھائیں گے۔ لیکن اس بت خانے کا پرچم ایک اطمینان ہے اور جب تک یہ برقرار ہے، یہ قلعہ ہاتھ آنا امکان سے باہر ہے۔ اس لئے اس بت خانے کی چوٹی مسمار کرنے کی کوشش کرنی چاہئے، تاکہ اس کا جھنڈا پارہ پارہ ہو جائے اور فتح حاصل ہو۔ [104]

جعونہ² کا منہ بولنے سے بت خانہ کے جھنڈے کو گرانا

پھر محمد بن قاسم نے جعونہ المسلمی منہ بولنے کو بلا کر کہا کہ ”[کیا تو] بت خانے کا یہ پرچم اور بیرقیں منہ بولنے کے پتھر سے گرا سکتا ہے؟ اگر گرائے گا تو تجھے دس ہزار درہم انعام دوں گا۔“ جعونہ نے کہا ”یہ دار الخلافہ کی خاص منہ بولنے [ہے] جسے ’عروسک‘ کہتے ہیں، اگر اسے دو گز کاٹ دیا جائے (یعنی چھوٹا کیا جائے) تو میں تین پتھروں سے جھنڈا اور بیرقیں گرا کر بت خانے کی چوٹی مسمار کر دوں گا۔“ محمد بن قاسم نے کہا کہ ”اگر تو پتھر سے بت خانے کی چوٹی اور جھنڈے کو گرا دے گا تو میں تجھے دس ہزار درہم انعام دوں گا، لیکن اگر تو منہ بولنے بھی برباد کر دے اور بت

1 اصل عبارت ”چار زبانہ“ ہے۔

2 اصل متن میں اس جگہ پر اور آٹھ ”جعونہ“ ہے جو نام کہ عربوں میں غیر معروف ہے یہ فتح علامہ استاذ عبدالعزیز اسماعیلی کی طرف سے ہے جس کے مطابق ہر جگہ ”جعونہ“ لکھا گیا ہے۔ (ن-ب)

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

خانے بھی نہ ٹوٹے تو پھر کیا شرط ہے؟“ جعونہ نے کہا کہ ”اگر [نشانہ] خطا کر جائے تو پھر جعونہ کے ہاتھ کاٹ دیجئے۔“

محمد بن قاسم نے ملک الامراء حجاج بن یوسف کے پاس خط لکھا، جس میں جعونہ کی شرط درج کی۔ نویں دن کرمان سے جواب آیا اور فرمان میں بھی وہی شرط درج کی گئی تھی [اور مزید] لکھا تھا کہ ”جب جنگ کے لئے آگے بڑھو تو مناسب یہ ہے کہ سورج کی طرف پشت رکھو، تاکہ دشمن کو اچھی طرح دیکھ سکو اور جنگ شروع کرنے کے پہلے ہی دن اللہ تعالیٰ سے امداد و اعانت طلب کرنا۔ سندھ کا جو بھی آدمی امان طلب کرے اسے امان دینا، مگر دیتل کے کسی آدمی کو کسی صورت سے پناہ نہ دینا۔“

پھر قلعہ کے کابھوں میں سے ایک آدمی آیا اور کہنے لگا کہ ”ہم جب بھی اپنی کتابوں سے نتیجہ نکالتے تھے تو ہمیشہ [یہی] ظاہر ہوتا تھا کہ ہند کے بادشاہ کے حکمران [کی مدت] پوری ہو چکی ہے اور مسلمانوں کا دور آنے والا ہے [چنانچہ] مسلمان قیدیوں کو اسلامی لشکر کے آنے کی تسلی دی جاتی رہی۔ اب اگر امیر [105] میرے اہل و عیال کو پناہ دیں اور ایسا پروانہ لکھ دیں تو میں ابھی واپس جا کر انھیں تسلی دوں۔ محمد بن قاسم نے اسے امان دے کر واپس بھیجا تاکہ وہ اپنے متبعین کو [مسلمان] قیدیوں کے قرب و جوار میں لا کر اکٹھا کر دے۔ پھر اس برہمن نے قلعہ میں جا کر قیدیوں کو رہائی کا مژدہ سنایا [اور بتایا] کہ محمد بن قاسم حجاج کا عم زادہ [آیا] ہے اور اس کے [ہاتھوں] قلعہ فتح ہوگا اور تمہیں آزادی نصیب ہوگی۔“

عماد الدین محمد بن قاسم کا جعونہ منجھتی کو اپنے پاس بلانا

دوسرے دن، کہ جو دیتل میں قیام کا نواں دن تھا، جوں ہی سورج مشرق سے اُبھرا، محمد بن قاسم نے جعونہ کو بلوایا اور اس نے جہاں سے کہا منجھتی کو وہاں سے کٹوایا۔ پھر فوج کو تیار کر کے قلعہ کے چاروں طرف چکر لگا کر تیر برسائے اور پانچ سو رسہ کھینچنے والے آدمی بھی [منجھتی کے پاس] لا کھڑے ہوئے۔ جعونہ نے پہلا پتھر پھینکا اور مسلمانوں نے نعرہ تکبیر بلند کیا۔ پہلے ہی وار میں بیرق پھٹ گئی اور لکڑی کے سرے سے الگ ہو گئی۔ پھر اس نے دوسرا پتھر سیدھا جما کر دعوے کے ساتھ بت خانے کی چوٹی پر مارا اور چوٹی ٹوٹ گئی۔ جب چوٹی کا گنبد ٹوٹ گیا اور طلسمات منتشر ہو گئے تو اہل دیتل حیران ہو گئے۔ [اس طرف] خداوند عز و جل کے حکم سے قلعہ بھی فرش پر آ رہا۔

1 اصل متن میں ”ابن عجاج“ ہے۔

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

محمد بن قاسم نے فوج کو ہوشیار کیا۔ پہلے تو اس نے جہم بن زحر الجعفی کو مشرق کی جانب مقرر کیا، عطاء بن مالک القیس^۱ کو مغرب کی طرف کھڑا کیا، نباتہ^۲ بن حنظلہ کلابی کو شمال کی دیوار کی طرف سے جنگ کرنے کا حکم دیا، عون بن ثعلیب^۳ دمشق کو جنوبی برج کی طرف کھڑا کیا اور ذکوان بن علوان البرکری^۴ خرم اور ابن مغیرہ کو قلب میں رکھ کر بصرہ کے ایک ہزار جنگجو مرد اپنے زیرِ کمان رکھے۔ پھر جنگ کا تقارہ بجایا۔ سب سے پہلے جو شخص قلعہ پر چڑھا وہ کوفہ کا سعدی بن خزیمہ^۵ تھا اور اس کے بعد [دوسرا شخص] بصرہ کا عجل بن عبدالملک بن قیس الدسی [العبدی؟] حب لشکر اسلام قلعہ کے اوپر چڑھ گیا تب اہل دہلیل نے دروازہ کھول کر امان طلب کی اس پر محمد بن قاسم نے فرمایا کہ ”مجھے امان کا حکم نہیں ہے۔“ پھر ہتھیار بندوں کا قتل عام تین دن تک جاری رہا۔

جہامین بن برساید راوت

داہر بن قحج کے بھیجے ہوئے گھوڑے اور اونٹ [موجود] تھے۔^۷ باہر آتے ہی وہ سوار ہو کر راہی ہوا۔ [حتیٰ کہ] دریائے مہران کے اس مقام پر پہنچا کہ جسے ”کارمتی“ کہتے ہیں [اور جو] مہران کے مشرق میں ہے۔^۷ اور وہاں سے داہر کے پاس اطلاع دینے کے لئے [فیل سوار] روانہ کیا۔ ڈاہر نے پوچھا کہ ”جاہن بدھ کہاں پہنچا ہے؟“ اس آدمی (فیل سوار) نے جواب دیا کہ ”کارمتی“ یعنی ”کھاری مٹی“ کے قریب۔ [اس پر] داہر نے کہا کہ ”تیرے سر میں خاک!

1. اصل متن میں ”العیسیٰ“ ہے جو صحیح نظر نہیں آتا۔ غالباً یہ لفظ ”القیسی“ یا ”الغبی“ کی بگڑی ہوئی شکل ہے جو پہلی غور ہے۔ (ن-ب)
2. فارسی ایڈیشن میں ”بناتہ“ ہے۔ لیکن اس کا صحیح تلفظ ”نباتہ“ ہے۔
3. یہ نام فارسی ایڈیشن کے مطابق ہے، مگر مشکوک ہے۔ مختلف نسخوں میں مختلف مجڑے ہوئے تلفظ ہیں، مثلاً قلیت، تلیہ، تیب اور قلیت (ن-ب)
4. فارسی ایڈیشن میں یہ نام ”ذکوان بن علوان البرکری“ مندرج ہے جو کہ درست نہیں ہے کیونکہ ”علوان“ نام عربوں میں غیر معروف ہے۔ (ن) اور (ر) تک کا تلفظ ”ذکوان بن عدوان بن البرکری“ ہے جو کہ زیادہ صحیح ہے۔ نیز (پ) میں آخری لفظ واضح طور پر ”البرکری“ ہے۔ انہیں عبارتوں کی بنا پر نام درست کیا گیا ہے۔
5. یہ نام بہت مشکوک ہے۔ دیکھئے آخر میں توضیحات حاشیہ ص 107
6. فارسی ایڈیشن کے متن میں ”الدینی“ تلفظ اختیار کیا گیا ہے۔ یہ نسبت فتح نامہ میں تین بار آئی ہے۔ یعنی ص [107] پر اور پھر [123] اور ص [218] یعنی ص [107] پر اور پھر ص [123] اور ص [218] پر۔ فارسی ایڈیشن کے ص 123 پر ”الدینی“ اور ص 218 پر ”الدینی“ تحریر ہے لیکن آخر میں دی ہوئی توضیحات میں ایڈیٹر کی رائے میں یہ لفظ ”شاید الدینی یا الدینی صحیح“ ہے۔ (دیکھئے فارسی ایڈیشن ص 262)۔ یہ لفظ بے حد مشکوک ہے، جس کی کچھ مشکل نظر آتی ہے۔ مختلف نسخوں کے تلفظ پر غور کرنے سے اس لفظ کی شکل اس طرح قائم ہوتی ہے ”الدینی“ جو کہ متن میں رکھی گئی ہے۔ اس مقام پر مختلف نسخوں کے تلفظ یوں ہیں: (ن) (پ) (ج) ”الدینی“ (پ) ”الدینی“ (ر) ”الدینی“ (س) ”الاسی“۔ ”العبدی“ کے لئے دیکھئے آخر میں توضیحات حاشیہ ص 128 [107] (ن-ب)
7. اصل عبارت یوں ہے: ”چوں بیرون آمد سوار شدہ بود و میرفت، بجوے مہران رسید بموضع کہ آنرا کارمتی گویند از جانب شرقی مہران“۔ مزید دیکھئے توضیحات حاشیہ ص [107] (ن-ب)

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

بادشاہوں کے حضور میں برے نام نہ لینے چاہئیں کیونکہ اس سے بری فال لیتے ہیں یہ کیوں نہیں کہتا کہ ”مذمتی“ یعنی گل سیمیں (چاندی جیسی مٹی) کے قریب پہنچا ہے۔

[اس طرف دہل میں] محمد بن قاسم بت خانے میں آیا۔ کچھ لوگوں نے اس میں آکر پناہ لی تھی اور دروازے بند کر کے خود کو جلا دینا چاہتے تھے۔ چنانچہ [107] دروازے پر اسے جو بھی آدمی ملے اس نے انہیں باہر نکال کر قتل کیا اور سات سو خوبصورت کنیروں (دیوداسیوں) کو جو کہ بت کی خدمت میں رہا کرتی تھیں، جڑاؤ زیوروں اور زریں لباسوں سمیت گرفتار کیا۔ اس کے بعد چار ہزار آدمیوں نے اور کچھ کہتے ہیں کہ چار سو آدمیوں نے اندر آ کر ان کے زیورات اُتارے۔

جس برہمن کو محمد بن قاسم نے امان دی تھی اُس کا آنا

اسکے بعد محمد بن قاسم نے اس شخص کو حاضر کرنے کا حکم دیا کہ جسے اس نے امان دی تھی۔ جب وہ حاضر ہوا تو اس کو نشان دہی پر اس نے ان قیدی مسلمان عورتوں اور مردوں کو جو کہ سرانڈیپ کی کشتیوں سے گرفتار کئے گئے تھے یا بدیل کے لشکر میں سے قید ہوئے تھے، ان سب کو باہر نکال کر آزاد کیا۔ پھر جو لشکر دہل کے قلعہ میں داخل ہو چکا تھا، اسے وہیں مامور کر کے وہ جماعت [بھی] اس کے ساتھ مقرر کر دی، تاکہ طویل قید و بند میں رہنے کی وجہ سے انہیں جو تکلیف پہنچی ہے اس کے ازالے میں انہیں کچھ عرصہ آرام ملے اور بے وفازمانے کے ہاتھوں کچھ عرصہ آسودہ رہیں [ساتھ ہی یہ بھی ہدایت کی] کہ انہیں چاہئے کہ قلعہ کی حفاظت کرنے میں انتہائی کوشش کرتے رہیں۔

قلعہ نامی جیلر کو حاضر کرنا

[داہری جانب سے] دہل کے قیدیوں پر ایک شخص قلعہ^۱ بن مہترانج نامی مامور تھا۔ وہ بڑا دانا اور قابل تھا۔ سرانڈیپ کے قیدی اور بدیل کا لشکر اسی کی نگرانی میں تھا۔ [محمد بن قاسم نے اسے] بلا کر سزا دینے کے لئے حکم دیا۔ [اس پر] اس نے کہا کہ ”اے امیر! اسلامی قیدیوں سے [108] دریافت کیجئے کہ میں ان کے آرام اور [مصائب کی] تخفیف کے لئے کوشاں رہا ہوں۔ جب حضور کے سامنے یہ حقیقت روشن ہو جائے تو پھر مجھے قتل کئے جانے سے معاف فرمائیں۔“

۱۔ نیز (پ) میں ”قلعہ“ ہے۔

محمد بن قاسم کا ترجمان سے پوچھنا

محمد بن قاسم نے ترجمان سے دریافت کر کے کہا کہ اس سے دریافت کر کہ ”قیدیوں سے تم نے کیا مہربانی کی ہے؟“ اُس نے کہا کہ ”[خود] قیدیوں سے پوچھئے، تاکہ خود انہیں کی زبانی امیر کو اس حال کی کیفیت اور میری صداقت کا اندازہ ہو۔“

قیدیوں سے حال دریافت کرنا

محمد بن قاسم نے قیدیوں کو بلا کر اُن سے دریافت کیا کہ ”یہ قلعہ جیلر تمہارے ساتھ کیا ہمدردی اور رعایت کرتا تھا؟“ سب نے متفقہ طور پر کہا کہ ”ہم اس کے شکر گزار ہیں۔ اس نے ہماری ہمدردی میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی۔ یہ ہمیشہ ہمیں لشکر اسلام کے بچنے کی خبر سے قوی دل کرتا تھا اور دستیل کے فتح ہونے کی امید دلاتا تھا۔“ محمد بن قاسم نے اسے اسلام پیش کر کے مشرف بہ اسلام کیا اور اس نے شہادت کا اقرار کیا۔¹ [اور] اسے اس نواب کے حوالے کیا کہ جسے دستیل پر مقرر فرمایا تھا۔ اس لئے کہ ملک کی مصلحتوں اور آمدنی و خرچ کے کتاب کی دیکھ بھال میں اس کی حاضری قابل اعتماد سمجھی جائے۔ اور حمید بن وداع الخجندی کو وہاں کا گورنر مقرر کر کے اس ملک کی امارت کے چھوٹے بڑے حقوق اسے عطا کئے۔ [109]

دستیل کے اموال غنیمت، غلاموں اور نقد میں سے پانچواں حصہ وصول کرنا

تاریخ نویسیوں نے حکم بن عروہ سے اس طرح روایت کی ہے کہ اس نے اپنے باپ اور دادا سے روایت کی کہ جس برہمن نے امان طلب کی تھی اس کا نام سودیو پوتہ تھا، میرے دادا نے بیان کیا اور میں نے اس سے سنا کہ جب دستیل فتح ہوا اور مسلمان قیدی آزاد ہوئے اور غلام باہر نکالے گئے تو محمد بن قاسم نے حکم دیا کہ غنیمت کا پانچواں حصہ خزانے میں داخل کیا جائے، جس کی وجہ سے دستیل کا پورا پانچواں حصہ حجاج کے خزانہ کے حوالے ہوا باقی ارمائیل² کی فتح کی غنیمت [پوری] حقداری کے مد نظر، سوار کو دو حصے اور اونٹ اور پیادہ کو ایک حصہ کے حساب سے [تقسیم

1. یعنی اللہ تعالیٰ کی وحدت اور رسول کریم ﷺ کی رسالت کی گواہی دی۔ (مترجم)

2. (ب) (ن) (ب) (خ) میں ”سودیو“ ہے۔

3. (ن) (ب) (س) میں ”ارمن بید“ ہے۔

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

کی باقی بچی ہوئی نقدی اور غنیمتیں اور غلام جمع رکھے گئے۔ [غنیمت میں] دیتیل کے راجہ کی دو بیٹیاں بھی تھیں جو کہ حجاج کی خدمت میں بھیج دی گئیں۔

دیتیل کے لٹنے کی خبر راجہ داہر کو پہنچنا

[اس] حکایت کے راوی نے حکم سے نقل کیا ہے کہ جب دیتیل کے فتح کی خبر راجہ داہر [بن] قچ کو پہنچی کہ دیتیل پر لشکر اسلام کا قبضہ ہو گیا ہے اور دیتیل کا حاکم ^۱ بھاگ کر حسیہ کے پاس نیرون کوٹ چلا گیا ہے اور پھر جب [اس] خبر دینے والے نے [شامیوں اور عربوں کی بہادری اور دلیری کی خبریں اسے وضاحت کے ساتھ بتائیں تو داہر نے حسیہ کے پاس نیرون کوٹ لکھا کہ یہ خط پڑھتے ہی وہ دریائے مہران پار کر کے برہمن آباد قدیم میں پہنچے اور نیرون کوٹ میں ششی کو مقرر کر کے اسے قلعہ کی حفاظت کی سخت تاکید کرے۔ [110]

محمد بن قاسم کا ارماتیل ^۲ میں منزل کرنا

پھر محمد بن قاسم نے دیتیل سے [چل کر] ارماتیل کی جنگ کا قصد کیا، کیونکہ اسے اسی راستہ سے نیرون کوٹ جانا تھا۔ جب وہ منزل پر پہنچا تو اسے راجہ داہر کا خط ملا، اس نے لکھا تھا ^۳

راجہ داہر کا خط

بسم الله العظيم ذی الوجدانية ورب سیلاح (وحدت والے عظیم اور سیلاح کے رب کے نام سے شروع) یہ خط ہے سندھ کے بادشاہ، ہندوستان کے راجہ، بروجر کے حاکم داہر بن قچ کی طرف سے مغرور اور فریب زدہ محمد بن قاسم کی طرف کے جو قتل عام اور جنگ کا اتنا شوقین اور بے رحم ہے کہ [خود] اپنے لشکر پر بھی رحم نہیں کرتا اور سب کو بربادی کے غار کی طرف دھکیل دیا ہے۔ اس سے پہلے ایک دوسرے شخص کے سر میں بھی ایسا ہی غرور پیدا ہوا تھا اور سیاست کا تیر لے کر آیا تھا اور الحکم بن ابی العاص ^۴ بھی اس کی بیعت میں تھا اور دماغ میں یہ سودا تھا کہ میں ہند اور سندھ کو فتح کر کے اپنے قبضے میں لاؤں۔ ہمارے دو ایک ادنیٰ درجے کے ٹھاکر [صرف] شکار کرنے کے انداز سے دیتیل گئے اور وہاں اسے قتل کر دیا اور اُس کا سارا

1 اصل فارسی متن میں "دائے دیتیل" ہے (پ) (م) (س) (ک) میں "ملک دیتیل" ہے۔

2 (ن) (ب) (س) "ارمن بیل" (پ) میں "ارماتیل" اور (ک) میں "ارماتیل" ہے۔

3 یہ سارا عنوان اور بیان غیر مستند ہے جس کے لئے دیکھئے توضیحات حاشیہ ص [111] (ن-ب)

4 اس جگہ پر جملہ نسخوں میں "ابوالعاص بن الحکم" ہے۔ اس صحیح کے لئے دیکھئے توضیحات حاشیہ ص [111] (ن-ب)

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

لشکر بھاگ گیا۔ اب بالکل وہی سودا محمد بن قاسم کے سر میں سا گیا ہے اور آخر کار وہ خود کو [111] اور اپنے لشکر کو اسی خود سری کے خیال میں ختم کرے گا۔ اگر اس نے دیتل فتح کیا ہے تو وہ نہ مضبوط قلعہ ہے اور نہ وہاں کسی طاقتور لشکر سے مقابلہ کیا ہے۔ اس نے ایک ایسی جگہ فتح کی ہے کہ جہاں صرف تاجر اور کارخانہ دار رہتے ہیں۔ اگر وہاں کوئی مشہور و معروف آدمی ہوتا تو تمہارا کوئی نشان نہ باقی چھوڑتا۔ اگر میں راجہ جیسینہ بن داہر کو۔ جو کہ روئے زمین کے بادشاہوں پر قہر کرنے والا، جابرانہ زمانہ سے انتقام لینے والا، راہبوں اور کشمیر کے راجہ کا ہمسرہ و ثانی اور علم، نوبت اور تاج کا مالک ہے اور جس کے آستانہ دولت پر ہندوستان کے راجہ سر رکھے ہوئے ہیں اور تمام ہند و سندھ اس کے حکم کے تابع ہیں تو ران و کرمان کے ممالک کے لئے جس کا فرمان گلوں کا ہار ہے، جو سوست ہاتھیوں کا مالک اور سفید ہاتھی کا سوار ہے، جس کے مقابلہ میں نہ کوئی گھوڑا آ سکتا ہے اور نہ ہی کوئی اس کے سامنے ٹھہر سکتا ہے۔ اگر میں اس کو اجازت دے دیتا تو تمہیں ایسا سبق دیتا کہ پھر قیامت تک کسی لشکر کو اس کے حدود کے نزدیک آنے کی مجال نہ ہوتی۔ [اس لئے] خود کو غرور کے خواب میں مبتلا نہ کر ورنہ تیرا حشر بھی وہی ہوگا کہ جو پدیل کا ہوا۔ تم میں جنگ میں ہمارا مقابلہ کرنے کی سکت نہیں اور نہ ہماری طاقت سے سلامت واپس جاسکتے ہو۔

پس داہر کا یہ خط جب محمد بن قاسم کے پاس پہنچا، اس نے فشی کو اس کا ترجمہ کر کے پڑھ کر سنانے کا حکم دیا اور مضمون سے واقف ہو کر جواب لکھوایا۔ [112]

محمد بن قاسم کا خط راجہ داہر کے نام

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ محمد بن قاسم ثقفی کی طرف سے کہ جو سرکشوں اور مغروروں نے مسلمانوں کا انتقام لینے والا ہے، کافر، جاہل، منکر اور ضدی داہر بن قحج برہمن غدار کے نام ہے کہ جو بے وفا زمانہ کے رد و بدل اور ظالم وقت کے غرور پر مغرور ہوا ہے۔

اس کے بعد اسے معلوم ہو کہ انتہائی جہالت اور حماقت سے تونے جو کچھ بھی لکھا اور اپنی ریک رانے پر [جس طرح] مغرور اور مفتون ہوا، وہ پہنچا اور تونے جو بیان کیا ہے اس کے مضمون سے واقفیت حاصل ہوئی اور طاقت، حشمت، ہتھیار، بندوبست، ہاتھی اور سوار اور لشکر کے متعلق تونے جو کچھ بھی لکھا ہے، وہ ہر ایک بات معلوم ہوئی اور سمجھی گئی۔ ہماری ساری قوت اور امداد [کا مدار] خدائے پاک کے کرم اور انتظام اور بندوبست بادشاہ کے فضل پر ہے۔ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ

فتح نامہ سندھ عرف پنج نامہ

إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ^۱، فَيَكِيدُوا لَكَ كَيْدًا^۲، ثُمَّ لَا يَنْظُرُونَ^۳، إِنِّي تَوَكَّلْتُ عَلَى اللَّهِ رَبِّي وَرَبُّكُمْ^۴، وَمَكْرُوهًا وَمَكْرًا لِلَّهِ وَخَيْرُ الْمَاكِرِينَ^۵، وَلَا يَحِيقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ إِلَّا بِأَهْلِهِ^۶، كَمْ مِنْ فِتْنَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِتْنَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللَّهِ وَاللَّهُ مَعَ الصَّابِرِينَ.

[ازبردست اور عظیم اللہ کے سوا دوسری کوئی بھی طاقت اور امداد نہیں۔ وہ تیرے لئے منصوبے تیار کر رہے ہیں مگر انہیں مہلت نہ دی جائے گی۔ میں نے اللہ تعالیٰ پر توکل کیا ہے جو کہ میرا اور تیرا رب ہے۔ انہوں نے منصوبے بنائے اس طرف اللہ (پاک) نے بھی تجویز طے کی اور اللہ تعالیٰ سب سے بہتر منصوبے بنانے والا ہے۔ بری تجویز بنانے والے ہی کو گھیرتی ہے۔ کتنی ہی قلیل جماعتیں اللہ تعالیٰ کے اذن سے بڑی جماعتوں پر غالب ہو جاتی ہیں اور اللہ تعالیٰ مبر کرنے والوں کے ساتھ ہے! اے عاجز! سوار، ہاتھی اور لشکر پر کیا ناز کرتا ہے؟ ہاتھی تو ایک ذلیل، ساری چیزوں سے عاجز ترین اور ساری تجویزوں اور مکاریوں سے کمترین چیز ہے جو کہ پچھر جیسے ایک ضعیف کیڑے کو بھی اپنے [جسم] سے نہیں بھگا سکتا اور تو جن گھوڑوں اور سواروں کو دیکھ کر ششدر ہو گیا ہے وہ اللہ کے سپاہی ہیں (قولہ تعالیٰ) فَإِنْ جَزَبُ اللَّهُ هُمُ الْعَالِيُونَ^۷، وَخَيْلُ اللَّهِ وَفُرْسَانُهَا هُمُ الْمُتَنَصُّرُونَ | بے شک اللہ کا لشکر ہی غالب ہونے والا ہے اور اللہ کے گھوڑے اور ان کے سوار ہی فתיاب ہیں | [113] تیری بدافعالی، بری عادتوں اور تکبر کی وجہ سے ہی ہمیں لشکر کشی کا خیال پیدا ہوا۔ کیونکہ تو نے سرانڈیپ کی کشتیاں روک کر مسلمانوں کو قید کیا، حالانکہ دنیا کے سارے ملکوں میں دارالخلافہ کا [جہاں کہ] نبوت کا نائب ہے، حکم جاری ہے اور سب فرمان بجا لاتے ہیں صرف تو ہی سرکشی اور شوخی اختیار کئے ہوئے ہے اور بیت المال کے خزانہ کا وہ مال (خراج) جو کہ تجھ سے پہلے کے حاکم اور گذرے ہوئے بادشاہ خود پر لازم اور واجب سمجھ کر ادا کرتے رہے ہیں [وہ بھی] تو نے روک لیا ہے، اور جب تو نے اپنے آپ کو ان ناپسندیدہ حرکات سے ملوث کر کے خدمت سے انکار کیا اور ایسی بری باتوں کو جائز سمجھا تب دارالخلافہ کا فرمان [کہ جو خدا کرے] ہمیشہ جاری رہے، اس جانب پہنچا کہ میں ان کر تو توں کا بدلہ لینے کے لئے تجھ سے جنگ کے لئے رخ کروں۔ [تو] جس جگہ بھی میرا مقابلہ کرے گا، وہاں خدائے تعالیٰ کی مدد سے جو

1. فارسی متن میں "فکیدوا" ہے (ن) میں "فکیدوا" ہے جو کہ صحیح ہے۔ اس عربی عبارت میں مختلف آیتیں ملا کر موزوں مضمون پیدا کیا گیا ہے۔ شروع والے جملہ میں آیت صرف "الاقوة الا باللہ" (کہف: 5) ہے۔ اس کے بعد 1. آیت یوسف: 1 ع 2. آیت کا حصہ الانعام: 1 ع 3. آیت حود: 5 ع

4. آیت آل عمران: 5 ع 5. آیت فاطر: 5 ع 6. آیت البقرة: 33 ع ہے۔

(لشکر یہ محترم قاضی احمد میاں اختر مرحوم جو ناگزشتہ - ن- ب)

7. آیت قرآن المائدة: 8 ع - یہ آیت فارسی متن میں "کلا ائی" سے شروع ہوتی ہے جو کہ صحیح نہیں ہے کیونکہ "الا ان حزب اللہ ہم المظفون" (البقرة: 8 ع) ایک جدا آیت ہے۔ (ن- ب)

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

ظالموں کو مغلوب کرنے والا ہے، تجھے مغلوب اور ذلیل کروں گا اور تیرا سر عراق بھیجوں گا یا اپنی جان اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربان کروں گا۔ اور یہ جہاد [اللہ تعالیٰ کے] حکم ”جَاهِدِ الْكُفْرَ وَالْمُنَافِقِينَ“¹ (کافروں اور منافقوں سے جہاد کر) کے مطابق میں نے خود پر واجب سمجھ کر خدائے پاک کی رضامندی کے لئے قبول کیا ہے اور [اس کے] احسان عام کا امیدوار ہوں کہ ہمیں فتح اور کامیابی عطا کرے۔ انشاء اللہ تعالیٰ و کتبہ فی ثلث وتسعين (93ھ میں تحریر کیا گیا)۔

دبیل فتح کرنے کے بعد محمد بن قاسم کا نیرون کی طرف جانا

حدیث کے راویوں اور تاریخ کے بیان کرنے والوں نے نباتہ بن حنظلہ کلابی کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ دبیل فتح کرنے اور بے انداز غنیمتیں حاصل کرنے کے بعد، محمد بن قاسم کے حکم فرمانے پر مخبئیں کشتیوں پر رکھ کر [الشکر] نیرون کے قلعہ کی جانب روانہ ہوا۔ کشتی اس آب رواں پر کہ جسے ساکرے کا نالہ کہتے ہیں لے جاتی گئی اور خود محمد بن قاسم سیم² کی راہ سے گیا جب [محمد بن قاسم] سیم کی منزل کے قریب پہنچا تو وہاں [اسے] حجاج کی جانب سے اپنے اس خط کا جواب موصول ہوا کہ جو اس نے دبیل کی فتح کے متعلق اس کو لکھا تھا۔

محمد بن قاسم کو حجاج کا خط پہنچنا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حجاج بن یوسف کی طرف سے محمد بن قاسم کی جانب جاننا چاہئے کہ ہمارے دل کے ارادے اور ہمت کا یہی تقاضا ہے کہ تمہیں ہر حال میں کامیابی حاصل ہو اور [انشاء اللہ تعالیٰ] تم کامیاب اور فتح مند ہو گے اور اللہ عزوجل کے احسان سے دشمن دنیا کی سزا اور عاقبت کے عذاب میں ہمیشہ گرفتار اور مغلوب رہیں گے اور ہرگز یہ بدگمانی نہ کرنا کہ دشمن کے یہ ہاتھی، گھوڑے اور سامان و اسباب تمہارے آڑے آئیں گے۔ تمہیں دوستوں کے ساتھ اچھی طرح وقت گزارنا اور ہر ایک کی عزت و احترام کا خیال رکھنا چاہئے اور ہر ایک کو تسلی دیتے رہنا چاہئے کیونکہ یہ ساری ولایت تمہاری ملکیت میں آئے گی۔ جو بھی قلعہ فتح ہو [اس میں سے] لشکر کی ضروریات کی جو بھی

1. سورة التوبة: ع 10

2. فارسی متن کی اصل عبارت ”نالہ ساکرہ“ ہے۔ مختلف نسخوں کا تنقظ اس طرح ہے (ن) (ب) ”نالہ ساکرہ“ (پ)

”ساکر“ (م) (ر) ”دھند ساکرہ“ (س) ”دھند ساکرہ“ اور (ک) ”ہند ساکرہ“

3. فارسی ایڈیشن میں ”سیم“ دیا گیا ہے مگر اس صفحہ کے دونوں مقامات پر ہم نے معتبر نسخوں مثلاً (پ) (م) (ر) (ن) کی مستحق عبارت ”سیم“ ہی کو صحیح سمجھ کر ترجیح دی ہے۔ (ن-ب)

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

چیز ہاتھ آئے وہ لشکر پر خرچ اور تیاری میں صرف کرنا۔ کھانے پینے کی ضروری چیزوں سے جتنا ممکن ہو سکے [کسی کو] روک ٹوک نہ کرنا ارزانی اور فراوانی کے لئے سہی بلیغ کرنا [115] تاکہ لشکر میں غلہ سستا رہے۔ دہیل میں جو کچھ بچایا گیا ہے اسے قلعہ میں ذخیرہ کر کے رکھنے کے بجائے لوگوں پر صرف کرنا بہتر ہے، کیونکہ ملک فتح ہونے اور قلعوں کے قبضہ میں آنے کے بعد رعایا کے آرام اور باشندوں کی دلجوئی کی کوشش کرنی چاہئے اور اگر کسان، صنعتکار، دستکار اور تاجر آسودہ ہوں گے تو ملک سرسبز اور آباد رہے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ کتبیہ فی العشرین من رجب سنہ ثلاث و تسعين^۱ یعنی بیسویں رجب 93ھ میں لکھا گیا۔^۲

دہیل کی خبر اور نیروں والوں کا حجاج بن یوسف سے پروانہ لینا

ابوالیث التمیمی سے اس طرح منسوب کرتے ہیں کہ اس نے جعونہ بن عقبہ سلمی سے روایت کی کہ جب محمد، دہیل فتح کر کے نیروں کی جانب روانہ ہوا اس وقت ہم اس کے ساتھ تھے۔ انہوں (اہل نیروں) نے لشکر عرب کی شکست اور بدیل کے شہید ہونے کے وقت حجاج سے عہد کر کے اپنے اوپر خراج مقرر کر لیا تھا۔ محمد بن قاسم دہیل سے نیروں کوٹ^۳ کی جانب کوچ کر کے، کہ جو پچیس فرسنگ پر ہے، چھ دن سفر کرنے کے بعد ساتویں دن اس کے سامنے (نیروں کوٹ کے باہر) جا پہنچا۔ اور بروزی^۴ کے میدان میں ایک سبزہ زار ہے جسے بلہار (نی) ولہار یا وی) کہتے ہیں (وہاں آ کر منزل انداز ہوا)^۵۔ وہاں ابھی مہران کا پانی نہیں آیا تھا جس کی وجہ سے لشکر تشنگی سے فریاد کرنے لگا۔ محمد بن قاسم نے دو رکعت نماز ادا کر کے جیسے ہی عرض کیا کہ ”يَا ذَلِيلَ الْمُصْجِرِينَ وَيَا غِيَاثَ الْمُسْتَغِيثِينَ اَعْنِنِي بِحَقِّ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ“ (اے پریشانیوں کے رہنما! اے فریادیوں کے مددگار بسم اللہ الرحمن الرحیم کے واسطے سے میری مدد کر) ویسے ہی [ایک بار] اللہ پاک کے حکم سے رحمت کا مینہ برسنے لگا۔ اس شہر کے آس پاس جو بھی تالاب یا حوض تھے وہ سب بھر گئے۔ اہل نیروں نے قلعہ کے دروازے بند

1 - 1 یہ اضافہ (ن) اور (ب) میں سے ہے۔ (ن-ب)

2 اصل متن میں ”جعونہ“ ہے جو کہ صحیح نہیں ہے۔ دیکھئے اس سے پہلے کا حاشیہ (2) ص 126

3 اصل متن میں ”حصار نیروں“ ہے۔

4- فارسی متن کی اصل عبارت یوں ہے ”مرغزاریت کہ آن را بلہار گویند، بر زمین بروزی“ اس جگہ پر اور دوبارہ ص 117 پر ”برودی“ لفظ آیا ہے۔ اس جگہ پر (م) کا تلفظ ”بروزی“ اور (ن) کا ”برودی“ ہے۔ ص 117 پر (پ) میں ”برودی“ اور (م) (ن) (ک) میں ”بروزی“ ہے۔ ان تلفظوں کے مطابق یہ لفظ ”برودی“ یا ”بروزی“ ہو سکتا ہے۔ مگر قدیم نسخہ (پ) کا تلفظ ”برودی“ ہے ہم نے اسی کو ترجیح دی ہے کیونکہ سندھ میں اکثر دیہات اور گاؤں کے نام آخر میں ”ری“ یا ”زی“ کا لفظ ہوتا ہے مثلاً: طری، کوٹری، ہوسری اور ہنوزی وغیرہ۔ (ن-ب)

کر لئے۔ ان کا سردار اور حاکم ششی¹ داہر کے پاس گیا ہوا تھا۔ محمد بن قاسم گھاس کی کمی کی وجہ سے فوج کے لئے لکھنڈ ہو گیا۔ پانچ چھ دن کے بعد ششی واپس آیا اور دو سردار جاج کے پروانہ کے ساتھ بھیج کر ان کے ساتھ رسد اور گھاس بھی ہمراہ کیا اور پیغام بھیجا کہ ”میں اور [امیر] یہ سارا لشکر اور رعیت [سب] دارا لکھانہ کا ہے اور امیر جاج کے فرمان کے مطابق ہم یہاں ٹھہرے [ہوئے ہیں] اور اسی کی تقویت، دلداری اور تربیت پر قائم ہیں۔ چونکہ میں [یہاں] موجود نہ تھا اس وجہ سے رعایا نے متردد ہو کر دروازے بند کر لئے تھے۔“ ششی نے [آتے ہی] قلعہ کے دروازے کھلوا دیئے اور [لوگ] لشکر سے خرید و فروخت کرنے لگے۔ بروری² کی منزل سے محمد بن قاسم نے جاج کو اُس کا شکریہ لکھ کر اہل نیروں کی وفاداری اور فرمان برداری کی خبر دی۔ جاج نے اس خط کے جواب میں انہیں تشفی دینے کی بڑی تلقین فرمائی اور لکھا کہ ان کے آرام کا ہر طرح خیال رکھو اور انہیں ہماری مہربانیوں کا امیدوار بناؤ۔ اللہ تعالیٰ کے کرم سے امید ہے کہ جہاں بھی تمہارا قدم پہنچے گا [وہاں] فتح اور کامیابی ہوگی۔ جو بھی تم سے امان طلب کرے اسے امان دینا اور جو بھی بزرگ اور خاص آدمی تم سے ملنے آئیں انہیں قیمتی خلیقوں سے سرفراز کر کے اپنے احسان کا زیر بار کرو اور ہر ایک کی اہلیت کے مطابق ان کو انعام و اکرام دینا، واجب سمجھو اور عقل کو اپنا رہبر بناؤ تاکہ ملک کے امیر اور مشہور و معروف لوگ تمہارے قول اور فعل پر پورا اعتماد رکھیں۔

محمد بن قاسم کا اپنے معتمدوں کو نیروں بھیجنا

پھر محمد بن قاسم نے اپنے خاص اور معتمد لوگوں میں سے کچھ لوگوں کو نیروں کے قلعہ میں بھیجا اور کہا کہ ”ہم پر تمہارے قلعہ کے دروازے بند کرنے کا بڑا برا اثر ہوا، لیکن جب ہم نے تمہاری غیر حاضری کا عذر سنا تو ہمارا غصہ سرد ہو گیا اور تمہارے ساتھ مہربانی اور عزت [افزائی] کا خیال کیا گیا۔ اس لئے مقدمۃ الدولۃ بھنڈر کو ششی³ کو اطمینان اور سکون خاطر کے ساتھ حاضر ہونا چاہئے۔ اس کے حق میں مہربانی اور تربیت کا کوئی دقیقہ اٹھا کر نہ رکھا جائے گا۔

1 جسے داہر نے دہلی کی فتح کی خبر سن کر نیروں کا حاکم مقرر کرنے کا حکم دیا تھا۔ دیکھئے ص 109 (ن-ب)

2 فارسی متن میں ”بروری“ ہے یہاں دیئے گئے تلفظ کے لئے دیکھئے حاشیہ (4) ص 135 (ن-ب)

3 اس مقام پر سارے نسخوں میں ”بھنڈر کن سخی“ ہے مگر ص [131] پر یہی نام سارے نسخوں کے مطابق ”مکنی بھنڈر کو“ ہے۔ ہم نے ثانی الذکر عبارت کو ترجیح دی ہے۔ (ن-ب)

ششٹی کا زاد راہ اور تحفوں سمیت محمد بن قاسم کی خدمت میں حاضر ہونا

دوسرے دن جب صبح صادق تاریکی کے پردے سے اٹلسی لباس پہن کر نمودار ہوئی تب ششٹی بھی بے انداز تحفوں اور بے شمار نذرانوں کے ساتھ محمد بن قاسم کی خدمت میں حاضر ہوا اور رضامندی کا خلعت پہنا اور قلعہ کا دروازہ کھول دیا اور محمد بن قاسم کی دعوت کی، یہاں تک کہ لشکر کو فراخی کے ساتھ غلہ ملنے لگا۔

محمد بن قاسم نے قلعہ پر ایک گورنر مقرر کیا اور بدھ کے بت خانے کی جگہ ایک مسجد تعمیر کرا کر مؤذن، اور امام مقرر کر کے نماز قائم کی۔ پھر چند دن کے بعد سیوستان کا ارادہ کیا۔ وہ قلعہ مہران کے مغربی کنارے پہاڑ پر ہے۔ محمد بن قاسم کو امید پیدا ہوئی کہ سارا ملک لشکر اسلام کے ہاتھوں فتح ہو جائے گا۔ اور سیوستان کا اندیشہ رفع کرنے کے بعد واپسی کے وقت داہر کی جانب [جانے کے لئے] دریا کو پار کرنے کا مشورہ کیا جائے گا۔ خداوند کریم عربوں کی امیدوں کو کامیاب اور فتح مندی کے امکانات میسر کرے۔

سیوستان اور اُس کے نواح کے فتح کرنے اور قلعہ حاصل کرنے کی خبر

محمد بن قاسم نے نیروں کا کاروبار درست کر کے اور تیار ہو کر ششٹی کے ساتھ سیوستان کا رخ کیا اور منزلیں طے کرتا ہوا اس مقام پر جا پہنچا کہ جسے ”مون“ کہتے ہیں اور جو نیروں سے تیس فرسنگ کے فاصلہ پر واقع تھا۔ یہاں ایک ششٹی [پروہت] رہتا تھا جو کہ رعایا کا سربراہ تھا اور قلعہ کا بادشاہ داہر بن قنچ کا چچا زاد بھائی بھجرائے¹ بن چندر نامی تھا۔ سارے ششٹیوں (پروہتوں) نے مل کر بھجرائے کے پاس پیغام بھیجا کہ ”ہم زاہد² لوگ ہیں ہمارا دین امن پسندی پرستش اور عافیت [پسندی ہے]۔ [118] ہمارے طریقے میں جنگ اور قتل جائز نہیں ہے اور ہم خون ریزی کے حق میں نہیں ہیں، تو بلند قلعہ میں بیٹھا ہے اور ہم ڈرتے ہیں کہ جب یہ [مسلمان] لوگ آئیں گے تو ہمیں تیرا تابعدار سمجھ کر لوٹیں گے اور ہماری جانیں اور مال چھین

1 اصل متن میں اس جگہ اور آئندہ ہر جگہ ”بھجرائے“ لکھا گیا ہے۔

2 اصل لفظ ”سمیان“ ہے۔

3 اصل لفظ ”نامک“ ہے۔

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

لیں گے، ہمیں [یہ بھی] معلوم ہوا ہے کہ انہیں دارالخلافہ اور امیر حجاج کا حکم ہے کہ جو بھی آدمی امان طلب کرے اسے امان دی جائے۔ اگر [تم بھی ہم سے] متفق ہو جاؤ گے اور مصلحت قبول کر کے ہماری نصیحت مانو گے تو ہم درمیان میں واسطہ بن کر تمہارے اور اپنے لئے پناہ طلب کریں گے اور ایک دوسرے سے پختہ عہد نامے اور مستحکم اقرار کریں گے۔

بھجرائے نے ان کی رائے پسند نہ کی، اور ان کے کہنے کی طرف کوئی توجہ نہ کی۔ پھر محمد بن قاسم نے ایک جاسوس بھیجا تاکہ وہ ان کا مزاج معلوم کرے کہ وہ آپس میں ایک دوسرے کے موافق ہیں یا منافق۔ اُس نے دیکھا کہ جنگ کرنے کے لئے تیار ہو کر کچھ سپاہی باہر نکل آئے ہیں۔ [اس پر] محمد بن قاسم آ کر ریگستان والے دروازہ کی طرف اتر کر لڑائی کے لئے دوسری کوئی [موزوں] جگہ نہیں تھی۔ کیونکہ برسات کا پانی ہر طرف پھیل گیا تھا اور شمال سے ^۱ دریائے سندھ کا پانی ”ارل“ میں چڑھ آیا تھا۔ ^۱

لشکر کی [اہل] سیوستان سے جنگ

پھر محمد بن قاسم نے مخنقیں استادہ کرنے اور جنگ شروع کرنے کا حکم دیا۔ شمنیوں نے اسے (بھجرائے کو) بہت روکا کہ اس لشکر سے غمنا تیرے بس سے باہر ہے تو ان کا مقابلہ نہ کر سکے گا اور تیری خود سری کی وجہ سے [سب کی] جان اور مال برباد نہ ہونا چاہئے۔ [آخر] جب اس نے رعایا کی نصیحت نہ مانی تو [مجبور ہو کر] شمنیوں نے محمد بن قاسم کے پاس پیغام بھیجا کہ ”ساری رعایا“ [119] جیسے کہ کسان، دستکار، تاجر اور عام آدمی بھجرائے سے منحرف ہو کر الگ ہو گئے ہیں اور اس کی بیعت نہیں کی ہے۔ بھجرائے کے پاس اتنا ساز و سامان اور انتظام بھی نہیں ہے کہ وہ تم سے مقابلہ کرے اور جنگ میں تم سے بچ لڑا سکے۔“ یہ پیغام پا کر لشکر اسلام کا دل بڑھا اور محمد بن قاسم نے دن رات مسلسل جنگ جاری رکھی۔ تقریباً ایک ہفتہ کی مدت کے اندر اہل قلعہ جنگ سے دستکش ہو گئے۔ بھجرائے نے جب دیکھا کہ قلعہ والے [جنگ سے] تنگ آ چکے ہیں تو [رات کے وقت] جب دنیا تار کول جیسی سیاہی کے پردے میں چھپ گئی تھی، شمالی دروازہ سے دریا پار کر کے، چھپ کر بھاگ گیا، یہاں تک کہ بدھیہ ^۲ کی حد میں داخل ہو گیا۔ اس

1-1. فارسی ایڈیشن میں یہ عبارت اس طرح ہے ”جوئے سند و راول رواں شد“ (پ) (ر) (ن) (ب) (س) میں ”و راول“ کی جگہ پر ”دراول“ ہے۔ گمان غالب ہے کہ ”دراول“ میں کاتبوں کی غلطی کی وجہ سے ”و“ کو ”ڈ“ بنادیا گیا ہے۔ صحیح تلفظ ”دراول“ ہونا چاہئے یعنی ”ارل میں“۔ یہی قرین قیاس ہے کہ آج بھی دریائے سندھ کا پانی ”ارل“ یا ”اڑل“ میں چڑھ آتا ہے۔ (ن-ب)

۲ اصل لفظ ”بودھیہ“ ہے۔

فتح نامہ سندھ عرف چچ نامہ

وقت بدھیمہ کا راجا کا کا بن کوتل¹ نامی دشمنی بھگوتھا۔ اس کا قلعہ سیم نہر کنہہ کے کنارے واقع تھا۔ بدھیمہ کے باشندے اور وہاں کے سربراہ اس کے استقبال کو آئے اور اسے قلعہ کے سامنے اُتارے۔

سیوستان کا ہاتھ آنا اور بکھرائے کا چلا جانا

جب بکھرائے بھاگ گیا اور دشمنیوں نے اطاعت قبول کی، اُس وقت محمد بن قاسم سیوستان کے قلعہ کے اندر آیا اور اطمینان حاصل کرنے کے بعد اس نے اپنے عامل اور نائب وہاں کا نظم و نسق چلانے پر مقرر کئے۔ نواحی علاقہ ان کے حوالے کیا۔ اس کے بعد دشمنیوں کے علاوہ کہ جن کے ساتھ پختہ عہد نامہ کیا تھا، [دوسروں کے پاس] جہاں بھی سونا چاندی دیکھا، اپنے قبضہ میں کیا اور سارا چاندی [سونا، زیور اور نقد ضبط کر کے لشکر کا حق لشکر کو دے کر باقی پانچواں حصہ حجاج کے خزانچی کے حوالے کیا اور حجاج کے پاس فتح کا حال لکھا اور رائے زادوں² کو نامزد کیا۔ غنیمت اور غلام بھیج دیئے اور خود وہیں ٹھہرا۔ [120] پھر در تین دن کے بعد جب [سرکاری] پانچویں حصے اور لشکر کے حصوں [کی تقسیم] سے فارغ ہو گیا تب سیم کے قلعہ کی طرف رخ کیا۔ بدھیمہ کا لشکر اور سیوستان کا بادشاہ بھی جنگ کے لئے تیار ہو گیا۔ محمد بن قاسم اس جماعت کے سوا، کہ جسے سیوستان کے گورنر کے ساتھ مقرر کیا تھا، سارا لشکر ساتھ لے کر انہما کنہہ کے کنارے بندھان³ نامی ایک منزل پر آ کر ٹھہرا۔ آس پاس کے باشندے سب کافر تھے، اسلامی لشکر دیکھ کر انہوں نے آپس میں منصوبہ بنایا کہ شیخون مار کر اسے منتشر کر دیں۔

[مضافات کے] مکھیوں کا کا کہ بن کوتل⁵ کے پاس آنا

ایہ مشورہ کر کے [بدھ⁶ کے سربراہ کا کہ [بن] کوتل کے پاس آئے۔⁷ کہ جو بدھیمہ کے راناؤں کی اولاد میں سے تھا اور جس کا مورث اعلیٰ آ کر گزگا کے اس گھاٹ سے (کہ جسے اوند و ہار کہتے ہیں) آیا تھا۔⁷ اور اس سے مشورہ کیا کہ ہم نے اس لشکر عرب پر شیخون مارنے کا فیصلہ کیا ہے۔

1. فارسی متن میں "کونک" تلفظ اختیار کیا گیا ہے جو کہ شاید (پ) کے مطابق ہے۔ مگر (ر) (م) (ن) کا تلفظ اس جگہ اور آگے "کوتل" ہے اور ہم نے یہی مناسب سمجھا ہے۔ "کوتل" سنسکرت کے لفظ "کوتل" کی بکڑی ہوئی شکل ہے۔ "کوتل" سنسکرت میں آدمیوں کے نام کے طور پر بھی آتا ہے اور لفظی معنی ہیں "عجب، نامور یا دلچسپ۔ (ن-ب)
2. اصل عبارت "برل آب کبہ" ہے۔ 3. اصل لفظ "رادتان" ہے جس کا ترجمہ "رائے زادوں" کیا گیا ہے۔ (ن-ب)
4. (ر) (م) میں "یلخان" (س) میں "بدخان" ہے۔
5. فارسی متن میں "کونک" ہے۔ دیئے ہوئے تلفظ کے لئے دیکھیے حاشیہ [120] (ن-ب) 6. (ر) میں "بدھیمہ" ہے۔
7. اصل متن میں یہ بڑی الجھی ہوئی اور ناقص عبارت ہے۔ ترجمہ فارسی متن کی عبارت کے مطابق دیا گیا ہے جو اس طرح ہے کہ "رانگان بودیمہ از سسل اواند، و اصل ایشان اگر از کدارہ کنک کہ اوند و ہار کو بند آمدہ بود۔ (ن) (ب) (م) اور (ح) کا تلفظ "رانگان" کے بجائے "رانگان" ہے۔ "اکرازا" (ر) اور (م) کے مطابق ہے مگر (پ) اور (ک) (م) میں "اکرازا" (ن) (ب) میں "اکرازا" ہے اور (س) میں "اکرازا" ہے۔ (ن-ب)

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

کاکہ کا جواب: کاکہ نے کہا کہ ”اگر تم سے ہو سکے تو [ایسا کرنا] بہتر ہوگا مگر بدھ والوں اور راہبوں نے نجوم کی کتابوں سے ہمیں بتایا ہے کہ یہ خطہ لشکر اسلام کے ہاتھوں فتح ہوگا۔“ ایہ کہہ کر [بھیمین] نامی ایک منگھی کو ان پر سردار مقرر کر کے، چنوں² کو ان کی فوج میں شامل کیا [اور مزید] ایک ہزار تلوار کے دھنی اور دلاور مرد اس کی ماتحتی میں دیئے۔

پھر جب دن کا رومی لشکر رات کے حبشی لشکر کے حملہ سے شکست کھا کر فرار ہو گیا³، [121] تو وہ سب تلواریں ڈھالیں، نیزے، برچھیاں اور کنٹاریاں لے کر شیخون مارنے کے لئے روانہ ہوئے [لیکن] عربوں کے لشکر کے قریب پہنچ کر راستہ بھول گئے اور ساری رات، شام سے صبح تک بھٹکتے رہے۔ وہ چار حصوں میں تقسیم ہو کر صحرا میں چکر کھاتے رہے، مگر نہ [فوج کا] مقدمہ، ساقہ سے ملا اور نہ مینہ نے میسرہ کو دیکھا [آخر ادھر ادھر بھٹکنے کے بعد] پھر جب انہوں نے سامنے نظر اٹھائی تو خود کو یسیم کے قلعہ کے سامنے پایا۔

[چنانچہ] جب رات کا مئرئیں پردہ ستاروں کے بادشاہ [سورج] کی منور کرنوں سے چاک ہوا⁴ تب قلعہ میں آئے اور [آکے] کاکہ [بن] کوتل⁵ کو سارا حال بتایا کہ ہمارا یہ منصوبہ کامیاب نہیں ہوا۔ کاکہ نے جواب دیا کہ ”تم جانتے ہو کہ میں بہادری، مردانگی، ہمت اور دانائی میں مشہور و نامور ہوں اور تمہارے پاس رہ کر کتنی ہی مشکلیں حل کی ہیں۔ لیکن بدھ مذہب والوں کی کتابوں اور نجوم کے حساب سے یہی حکم صادر ہوا ہے کہ ہندوستان لشکر اسلام کے ہاتھوں فتح ہوگا، اس لئے اب میرا ارادہ اُن کا استقبال کرنے کا ہے۔“

کاکہ [بن] کوتل کا نباتہ بن حنظلہ کے ساتھ محمد بن قاسم کی خدمت میں جانا اور بیعت کرنا

پھر کاکہ نے اپنے خاص اور معتمد آدمیوں کے ہمراہ لشکر عرب کا رخ کیا۔ [ابھی] کچھ

1. (پ) میں ”بھیمین“ (ر) میں ”بھیمین یا بھیمین“ (ن) (ب) (ح) میں ”بھیمسی“ ہے۔ ہمارا تلفظ فارسی ایڈیشن کے مطابق ہے جس کا مدرائز (ک) پر ہے۔ (ن-ب)
2. اس مقام پر اور پھر ص [121] پر فارسی ایڈیشن میں ”جنان“ کا لفظ اختیار کیا گیا ہے، لیکن ان دونوں مقامات پر نیز (ن) اور (ب) کا تلفظ صاف طور پر ”چنان“ ہے۔ (س) کا تلفظ ”جنان“ اور ص 120 پر (م) کا تلفظ بھی ”جنان“ ہے، ان سے بھی ”چنان“ کا گمان ہوتا ہے۔ تحفۃ الکرام (ج 3 ص 15) میں بتایا گیا ہے کہ یہ کاکہ ذات کا ”چنہ“ تھا۔ اسی لحاظ سے ہم نے ”جنان“ کے تلفظ ”چنان“ کو ترجیح دی ہے۔ (ن-ب)
3. یعنی دن گذرا اور رات ہوئی۔ (مترجم)
4. یعنی رات گذری اور دن ہوا۔ (مترجم)
5. فارسی متن میں ”کوتک“ ہے۔ یہاں دیئے ہوئے تلفظ کے لئے دیکھئے حاشیہ ص [120] (ن-ب)

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

[ہی] دور چلا تھا کہ ناتھ بن حظلہ ملا، جسے محمد بن قاسم نے نگرانی کے لئے مقرر کیا تھا، وہ اسے محمد بن قاسم کے پاس لے آیا۔ جب [کا کہ نے] خدمت کی سعادت حاصل کی تو محمد بن قاسم اس سے عزت کے ساتھ پیش آیا اور اس پر کمال مہربانی کی۔ کا کہ نے اسے چنوں^۱ کے شخون کا منصوبہ اور اُن کی دغا بازیوں کا حال سنایا کہ کس طرح خدائے تعالیٰ نے انہیں بھٹکایا کہ وہ ساری رات پریشانی اور شرمندگی میں چکر کاٹتے رہے۔ یہ باتیں بیان کر کے اس نے کہا کہ ہمارے نجومیوں اور معتبر لوگوں نے علم نجوم سے نتائج اخذ کر کے یہ حکم صادر کیا ہے کہ [122] یہ ملک اسلامی لشکر کے قبضہ میں آئے گا۔ اس کے بعد جب ہم نے [شخون کی ناکامی] کا یہ معجزہ بھی دیکھا تو ہمیں یقین ہو گیا کہ [ابھی] حکم الہی ہے اور کوئی بھی [تم سے] فریب اور دغا بازی سے مقابلہ نہ کر سکے گا۔ [اب] اگر تم ثابت قدم رہے اور استقلال سے کام لیا تو [اپنے دشمن پر] فتح حاصل کرو گے۔ میں نے تمہاری اطاعت قبول کی ہے تمہیں نصیحت کرتا رہوں گا اور جتنا بھی مجھ سے ممکن ہو سکا تمہاری مدد کرتا رہوں گا اور دشمنوں اور بدخواہوں کی بیخ کنی کرنے اور انہیں مغلوب کرنے میں تمہاری رہبری کروں گا۔“

محمد بن قاسم نے جب اس کی یہ گفتگو سنی اور حالات سے باخبر ہوا تو [اس نے] اللہ تعالیٰ کی حمد کی اور سجدہ شکر بجالایا اور کا کہ کو اس کی جان اور ماننے والوں اور اس کے خاندان کی طرف سے مطمئن کیا اور مسند فراغ و امن سے پیٹھ لگا کر اس نے کا کہ سے کہا کہ ”اے ہند کے امیر! تمہاری خلعت کیا ہوتی ہے؟“ کا کہ نے عرض کیا کہ ہماری نشست کرسی ہے اور جامہ ہندی ریشم و حریر ہے۔^۲ کہ جو دستار کی طرح سر پر ہم باندھتے ہیں۔ کیونکہ ہمارے بزرگوں اور شہنشاہی^۳ [جاموں (نوابوں)] کی یہی رسم ہے۔ کا کہ نے جب یہ خلعت پہنی تو سارے مکھیوں اور آپاس کے سرداروں نے اس کی بیعت کی طرف رغبت کی۔ جب لوگوں نے اس کی اطاعت قبول کی انہیں [محمد بن قاسم نے] لشکر عرب کے خوف سے امان دی اور جس گروہ نے خود سری اور سرکشی اختیار کی ان کی طرف [اسلامی لشکر کی] رہبری کی۔ [محمد بن قاسم نے] عبدالملک بن قیس الدسی^۴ کو اپنا نائب مقرر کیا، تاکہ ہر متمرّد اور سرکش کو مقہور کرے۔ کا کہ نے مخالفوں پر حملہ کر کے کثیر نقد، کپڑا، مولیشی، غلام اور غلہ غنیمت میں حاصل کیا، جس کی وجہ سے لشکر میں گوشت اور چارے کی فراوانی ہو گئی۔

1. فارسی متن میں ”جنان“ یعنی جتوں ہے۔ کی ہوئی تصحیح کی لئے دیکھئے حاشیہ ص [121] (ن-ب)

2. اصل عبارت ”جامہ ہندی ابریشم و حریر“ ہے۔

3. اصل متن میں ”ریشمی“ ہے۔

4. یہ لفظ بہم ہے۔ دیکھئے حاشیہ (2) صفحہ 107 (ن-ب)

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

پھر محمد بن قاسم وہاں سے منزل برخواست کر کے سیم کے قلعہ پر آیا۔ دودن کی جنگ کے بعد خدائے تعالیٰ نے اسے فتح اور کافروں کو شکست دی۔ داہر کا چچا زاد بھائی بجھرائے بن چندر بن سیلانج، رادت اور ٹھاکر جو کہ اُس کے فرمانبردار تھے [123] بدھیہ سے آگے بھاگ گئے۔ بلکہ بہتوں نے تو اپنی پیاری جانیں اسی نافرمانی میں گنوانیں اور کچھ سالوچ اور قناتیل^۱ کے فتح کے قلعہ بھٹلور^۲ کی طرف چلے گئے اور وہاں جا کر امان نامہ کی استدعا کی، کیونکہ وہ داہر کے مخالف تھے اور چونکہ [اس نے] ان کے کچھ آدمیوں کو قتل کیا تھا، اس لئے اُس کی اطاعت سے پھر گئے تھے۔ انہوں نے قاصد کو درمیان میں لا کر خود پر ایک ہزار درہم تول چاندی^۳ [خراج] مقرر کر کے اپنے ضامن سیوستان کی طرف بھیجے۔

حجاج بن یوسف کا دریا پار کر کے داہر سے جنگ کرنے کا حکم پہنچنا

محمد بن قاسم نے خراج مقرر کر کے ان کی بہبودی کے لئے نیا پروانہ جاری کیا اور اس کے بعد آل جارد میں سے دو قابل اعتماد اشخاص عبد [الملک بن] القیس^۱ اور حمید بن وواع النجدی کو مامور کر کے یہ کام ان کے سپرد کیا۔ جب سیم کے بندوبست سے فارغ ہوا تو حجاج کا حکم پہنچا کہ ”دوسرے سب مقامات چھوڑ کر نیرون میں واپس آ جاؤ اور مہران عبور کرنے کی تدبیر پر غور کر کے داہر سے جنگ کے لئے رخ کرو اور خدائے عزوجل سے مدد طلب کرو کہ تمہیں فتح اور کامیابی بخشے۔ اس قلعہ کے فتح ہونے پر [چھوٹے بڑے] قلعے اور سارا قرب و جوار تمہارے قبضہ میں آ جائے گا اور کوئی بھی تمہیں روکنے والا نہ ہوگا۔“ جب محمد بن قاسم نے یہ حکم پڑھا اور اس کے مضمون سے واقف ہوا تو وہ [فوراً] نیرون کوٹ واپس آ گیا اور آ کر خط لکھا۔

لشکر عرب کا نیرون کوٹ واپس آنا

پھر محمد بن قاسم لشکر کے ساتھ [منزلیں طے کرتا ہوا آ کر] نیرون کے [قلعہ کے قریب

1. (ن) (ب) (ج) میں ”قدنیل“ (پ) (ک) میں ”قدھائیل“ اور (ر) (م) میں قدھالہ ہے۔

2. (ب) میں ”بھٹلور“ اور (ک) میں ”بھٹلور“ ہے۔

3. اصل عبارت ”یکہزار درہم سنگ نقرہ“ ہے۔

4. سارے نسخوں میں یہ نام ”عبدالقیس“ ہے مگر اسلام کے بعد ایک مسلمان کا یہ نام ہونا غیر ممکن ہے۔ البتہ ”عبدالقیس“ ایک قبیلہ کے نام کی حیثیت سے مشہور تھا۔ مگر اس جگہ پر یہ اس آدمی کا نام ہے کہ جو آل جارد (جارد کی اولاد) کے قبیلہ سے تھا اس وجہ سے اس نام میں غلطی ہے اور اس شخص کا صحیح نام غالباً عبد (الملک بن) القیس ہے جس کا ذکر پہلے ص [103] اور ص [123] پر آ چکا ہے جو کہ محمد بن قاسم کے لشکر میں موجود تھا۔ (ن) (ب)

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

اُترا جو کہ نیروں پہاڑی^۱ پر ہے [124] اس کے قریب ایک تالاب ہے جس کا پانی عاشقوں کی آنکھوں سے زیادہ صاف اور جس کی چراگاہ باغ ارم سے زیادہ خوشگوار ہے۔ اسی تالاب کے کنارے وہ منزل انداز ہوا اور حجاج بن یوسف کو یہ خط لکھا۔

محمد بن قاسم کا خط کے ذریعہ سے حجاج بن یوسف کو حالات سے آگاہ کرنا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بڑے امیر، زبردست عالم، دین کے تاج اور ہند و عجم کی پناہ حجاج بن یوسف کی شاندار بارگاہ میں اس خدمت گار محمد بن قاسم کی طرف سے! بندگی اور خدمت گزاری کے بعد، عرض ہے کہ یہ مخلص سارے امیران عرب، لشکر، ملازموں اور اہل اسلام کی فوج کی ساری جماعتوں کے ساتھ بغیریت اور سلامت ہے۔ کاروبار کی استقامت اور دائمی خوشی و آرام حاصل ہے۔ [آپ کی] رائے انور پر روشن ہو کہ بیابانوں اور خطرناک منزلوں کو طے کرنے کے بعد ہم دریا کے کنارے کہ جسے مہران کہتے ہیں، آ پہنچے ہیں۔ اور بغور^۲ کے قلعہ کے مقابل بدھیہ کی طرف جو علاقہ کہ مہران کے کنارے پر ہے، فتح ہو چکا ہے۔^۳ یہ قلعہ مملکت اروڑ کی حدود میں [ہے] جو کہ راجہ داہر کی ملکیت ہے۔^۴ سرکش لوگوں کو مطیع بنالیا گیا ہے اور باقیوں کو [جنہوں نے اطاعت قبول نہیں کی] حملہ کر کے بھگا دیا گیا ہے۔ [پھر] چونکہ امیر حجاج کا [وہ] حکم پہنچا کہ جس میں واپس ہونے کا اشارہ ہے، اس لئے نیروں پہاڑی والے قلعہ میں واپس آنا پڑا۔ یہ قلعہ دارالخلافہ سے زیادہ نزدیک ہے۔ امید کہ

1. اصل میں "گوہ نیروں" ہے۔

2. اصل عبارت "بر لب نیون" ہے۔ ہم نے نیون کے انوی معنی لئے ہیں جو کہ (ساح، سیمنا اور سیمنا) مصدر سے نکلے ہیں، جس کے معنی ہیں "پانی کا زمین پر بہاؤ" (ن-ب)

3. فارسی ایڈیشن میں اس جگہ پر "راور" ہے مگر ایڈیٹر نے حاشیہ میں ظاہر کیا ہے کہ یہ اس کا اپنا گمانی تلفظ ہے (دیکھئے فارسی ایڈیشن ص 125 حاشیہ 9) مختلف نسخوں کی عبارتیں اس طرح ہیں: (ر) (م) "بغور" (ن) "اغور" (ب) (ج) (س) (ک) "اغور" اور (پ) "مور" ہم نے "بغور" کے تلفظ کو ترجیح دی ہے جس کے لئے دیکھئے حاشیہ ص 143 [125] (ن-ب)

4-4. فارسی متن کی عبارت اس طرح ہے: "و آن حصار راور (کہ) در تملیک داہر رائے بود" اس عبارت میں "حصار راور" کی عبارت صرف نسخہ (پ) کے مطابق ہے، دوسرے سارے نسخوں (م) (ر) (ن) (ب) (س) (ک) میں "در الور" ہے اور اسی وجہ سے زیادہ معتبر سمجھنا چاہئے۔ اس تلفظ کے مطابق اصل عبارت اسی طرح ہوگی۔ "و آن حصار، در الور تملیک داہر رائے بود" یہ عبارت تاریخی سیاق و سباق اور جغرافیائی اعتبار سے بالکل صحیح ہے اور ترجمہ بھی اسی لحاظ سے کیا گیا ہے۔ (ن-ب)

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

اللہ تعالیٰ کی مدد، بادشاہ کی اعانت اور امیر معظم کے بخت [کی یادری] سے کافروں کے سارے مضبوط قلعے فتح ہو جائیں گے۔ [125] اور شہر و خزانے ہاتھ آئیں گے۔ فی الحال سیوستان اور سیسم کے قلعے قبضہ میں آچکے ہیں۔ داہر کا چچا زاد بھائی اور اس کے بہادر اور خاص ساتھی [باہر] نکال دیئے گئے، باقی سارے کافر مغلوب ہوئے ہیں۔ کافروں کی عبادت گاہوں کی جگہ مسجدیں تعمیر کرائی گئی ہیں اور اذان، نماز، خطبوں اور منبروں کی بنیاد رکھی گئی ہے، تاکہ لوگ وقت پر خدا کا فرض ادا کرتے رہیں اور صبح اور شام خدائے تعالیٰ کا ذکر اور تکبیر بجالاتے رہیں، جس طرح قرآن کی نص ناطق ہے کہ [قوله تعالیٰ] اَقِمِ الصَّلَاةَ لِدُلُوكِ الشَّمْسِ إِلَى غَسَقِ اللَّيْلِ وَقُرْآنَ الْفَجْرِ - الآية^۱ اور بتوں کے وہ نشانات، اللہ کی تائید اور ”إِنْ يُنْصِرْكُمْ اللَّهُ فَلاَ غَالِبَ لَكُمْ“^۲ [اگر خدائے تعالیٰ تمہاری تائید کرے گا تو کوئی بھی تم پر غالب نہ ہوگا] کی تصدیق کے مطابق صاف کئے جائیں۔ پجاریوں، شیطانوں اور ان کی جماعتوں کو مغلوب اور ذلیل و خوار کر کے جہنم اور سخت عذاب کے حوالے کیا جائے۔ [اس وقت] ہم ایک ایسے قلعہ کی پناہ میں اقامت گزریں ہیں کہ جو سکندر رومی کی تعمیر پر بھی فخر کرتا ہے۔ لیکن ہمارا بھروسہ اور پناہ اللہ عزوجل پر ہے۔ آپ کی رائے عالی کہ ہمیشہ عالی رہے کے مطابق یہ خط پیش کر کے جواب کا منتظر ہوں کہ جیسا فرمان ناطق اور مطلق جاری ہو، اُس کے لئے خود کو تیار کروں اور توفیق الہی سے جو ارشاد ہوگا، اُس کے مطابق عمل کیا جائے گا۔ امیر کریم کو یہ بات بھی معلوم ہونی چاہئے کہ داہر کے گورنروں میں سے ایک گورنر مہران کے مشرق کی طرف اس قلعہ وادی میں جو کہ کشہا (کچھ) کے سمندر کا جزیرہ ہے قلعہ ”بیٹ“^۳ کا والی ہے اور جسے بسامی [ابن] راسل کہتے ہیں۔ اس کا بیٹا، داہر کے مقربان خاص میں سے ہے۔ ہند اور سندھ کے بہت سے بادشاہ اُس کے مطیع ہیں اور ان کے درمیان پختہ عہد نامے ہیں [126] اور وہ اس کی رائے سے باہر نہ جائیں گے۔ دبیل کے جو لوگ ہم سے مل گئے ہیں ان سے معلوم ہوا ہے کہ وہ ہمارا خیر خواہ ہے [اور سندھ کا] ہر امیر اور سردار اُس کی بیعت کی طرف راغب ہے۔ اُس نے

1. ترجمہ: سورج نکلنے سے رات کی تاریکی پھیلنے تک نماز قائم کر اور فجر کے قرآن پڑھنے کا پابند رہ۔ (سورۃ بنی اسرائیل رکوع 8)

2. آل عمران: رکوع 8

3-3. اصل عبارت ہے ”در بر جوے کہ جزیرہ بحر کشہا است“ فاضل الیڈیٹر نے ”کشہا“ کا تلفظ اختیار کیا ہے جو کہ (ن) کا تلفظ ہے۔ مگر (پ) میں ”کشہا“ ہے اور (ر) (م) کا تلفظ ”کشہا“ ہے۔ ہم نے (ر) (م) کے تلفظ کی بنیاد پر ”کشہا“ کو ترجیح دی ہے۔ جس کے لئے دیکھئے آخر میں حاشیہ ص 144 [126] (ن-ب)

4. اصل متن میں ”بیٹ“ ہے۔

5. اصل میں ”بسامی راسل“ ہے۔ نسخہ (پ) میں ”بسامی راسل“ ہے۔ دیکھئے آخر میں حاشیہ ص 144 [126] (ن-ب)

فتح نامہ سندھ عرف چچ نامہ

ہم سے امید رکھ کر التجا کی ہے کہ ہم اس سے عہد نامہ مستحکم کریں۔ اگر خدائے تعالیٰ نے یہ تدبیر پوری کی اور [وہ سب] صداقت کے ساتھ ہمارے زیر فرمان آگئے تو دریاۓ مہراں کو پار کرنے کی تدبیر ہمارے لئے آسان اور سہل ہو جائے گی اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے [سب] کچھ | درست اور مبارک ہوگا۔

محمد بن قاسم کے پاس حجاج کا خط پہنچنا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیارے فرزند، کریم الدین، محمد بن قاسم، خدائے تعالیٰ اس کی عزت برقرار رکھے، انواع و اقسام کے تکلفات اور طرح طرح کی تعلیمات سے آراستہ خط پہنچا اور جو حالات اس میں تحریر تھے سب معلوم ہوئے۔ اے بیٹا! آخر ہے کیا؟ تجھے کیا ہو گیا ہے جو اپنی تدبیر، عقل اور سمجھ کام میں نہیں لاتا؟ اے کاش! تو جنگ میں مشرق کے سارے بادشاہوں کو مغلوب کرے اور کافروں کے شہروں کو برباد کرے! تو اس مہم پر غالب ہونے سے کیوں عاجز ہے؟ اور دشمن کے شر کا ازالہ کر کے ان پر کیوں مسلط نہیں ہوتا؟ امید ہے کہ اُن کے منصوبے ناکام ہوں گے۔ وہ لشکر اسلام کے مدافعت کی تجویز مرتب کر رہا ہے، تو دل مضبوط کر اور جس قدر مال خرچ کر سکے، کر اور اُس کے مخالفوں کے حق میں بخششوں اور انعامات کی بارش کر، [127] جو بھی کوئی جاگیر یا ملک طلب کرے تو اسے ناامید نہ کر بلکہ اس کی عرض قبول کر کے اپنے فرمانوں اور امن ناموں سے تسلی دے۔ کیونکہ سلطنت حاصل کرنے کے چار طریقے ہیں: پہلا صلح، ہمدردی، چشم پوشی اور رشتہ داری، دوسرا دولت خرچ کرنا اور انعام دینا، تیسرا دشمنوں کی مخالفت کو صحیح طور پر سمجھنا اور مخالفوں کا مزاج معلوم کرنا اور چوتھا رعب، ہیبت، دلیری، قوت اور دبدبہ۔

[ہر طرح سے] ان دشمنوں کو دفع کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ [چھوٹے چھوٹے] بادشاہ جو کچھ بھی عرض کریں [انہیں] موثق اقرار ناموں سے تسلی دے۔ جب وہ تیری خدمت میں حاضر ہو کر خود پر خراج مقرر کریں تو پھر جو بھی نقد یا سامان خزانہ میں پہنچائیں اسے قبول کرتے رہو اور سب کو تسلی دیتے رہو۔ اگر کسی کو قاصد بنا کر بھیجنا چاہو تو پھر ضروری ہے کہ اس کی عقل، مذہب، دور اندیشی اور امانت پر تمہیں اعتماد ہو۔ ایسا نہ ہو کہ اس کے جانے کہنے کی وجہ سے اسلام کو کوئی نقصان پہنچ جائے۔ خود کو دشمنوں کے اچانک حملے، حیلوں، آفت، دھوکے اور مکر سے محفوظ رکھنا۔ ضروری کاموں کی تکمیل میں دور اندیشی اور ہوشیاری کے شرائط بجا لانا اور داہر سے خبردار

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

رہنا۔ اگر کوئی بھی [اپنا] معتد یا معتقد [کہیں] روانہ کرو^۱۔ تو اسے وصیت کرنا کہ وہ اس کے [دشمن کے] میل جول اور ہم نشینی سے [کہیں] بدل نہ جائے۔ اور اسے خیر خواہی کی شرط وضاحت سے بتانا کہ اگر پیغام پہنچانے کے لئے راجہ کے سامنے جائے تو سارے سرداروں اور محفل کے بزرگوں کے سامنے بے خونی سے پیغام دے۔ اُس کا جواب اچھی طرح سننا چاہئے اور کوئی بھی نرمی اور چشم پوشی نہ کرنی چاہئے۔ قاصدوں کی ہمت و دلش وعدوں سے بڑھانا چاہئے۔ اور [انہیں بتانا چاہئے] کہ تم سارے اسلامی لشکر کے امام اور پیشوا ہو اور سب کی امیدیں تمہاری گفتگو سے وابستہ ہیں، اس لئے تمہیں چاہئے کہ پیغام پوری طرح ادا کرو۔ مسلمانوں کا قاصد پاک مذہب [والا] ہونا چاہئے۔ [128] تاکہ سخن کو شکوہ کے ساتھ بغیر کی بیشی کے ادا کرے۔ اور ان کو توحید پر ایمان لانے کی دعوت دے [اور انہیں بتائے] کہ جو اللہ کی وحدانیت کو تسلیم کر کے اطاعت کرے گا اسے مال، شہر، زمین اور کھیت عطا کئے جائیں گے اور جو اسلام کے سامنے سر نہ جھکائے تو اسے کوئی دھمکی دے تاکہ وہ فرمان بردار رہے اور اگر [اس کے باوجود] اطاعت سے سرکشی کرے تو پھر اسے [صاف] کہہ دے کہ جس صورت میں تم نے اطاعت سے منہ موڑا ہے، اس صورت میں جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ۔ لیکن اسے داہر [کو] دریائے مہران عبور کرنے کا اختیار نہ دینا [بلکہ] کہنا کہ ”اگر تم تیار ہو تو پھر [تمہارے لئے] کوئی رکاوٹ نہیں ہے، لیکن چونکہ ہم اتنا بڑا سفر طے کر کے آئے ہیں اس لئے ہمیں ہی مہران پار کرنا اور بغیر روک ٹوک کے مقابلے میں آنا ہے تاکہ طرفین کے درمیان شک و شبہ کی مجال اور یہ خار خار نہ رہے۔ جس جگہ بھی دشمن کا مقابلہ کرو، وہ جگہ کشادہ میدان ہونی چاہئے تاکہ مرد مرد کو اور سوار سوار کو برابر جولان دے سکے۔ یہ سب کچھ ہوتے ہوئے بھی جب جنگ شروع کرنا تو اللہ پاک کے کرم پر بھروسہ رکھنا اور اس کی رسی کو مضبوط پکڑنا [اور دیکھنا] کہ قضا اور تقدیر، پردہ غیب سے کیا ظاہر کرتی ہے اور وہاں کس فریق کی بادشاہی ختم ہونے کا حکم جاری ہوتا ہے اور اگر وہ پیغام بھیجیں اور کہیں کہ آپ مہران سے تم گزرتے ہو یا ہم گزریں؟ تو انہیں اختیار نہ دینا بلکہ کہنا کہ میں پار کر کے آتا ہوں تاکہ تیرا رعب اور ہیبت دشمن کے دل پر اثر کرے اور [وہ] کہیں کہ اگر لشکر اسلام میں قوت اور طاقت نہ ہوتی تو یوں ہمارے سامنے نہ آتا۔

اس کے علاوہ یہ کہ لشکر عرب کی جو جماعت تیری اطاعت میں ہے، امید ہے کہ [اس

1. اصل متن میں اس مقام پر ”بفرسند“ ہے جو کہ واحد غائب کا مینہ ہے اور اس کی ضمیر داہر کی طرف رجوع ہوتی ہے، لیکن ایسا کرنے سے سارے جملہ کے معنی میں خلل پیدا ہو جاتا ہے۔ ہمارے خیال میں ”بفرسند“ لفظ ”بفرستی“ کی بگڑی ہوئی صورت خطی ہے اور ہم نے اسی کا خیال رکھتے ہوئے ترجمہ کیا ہے۔ (مترجم)

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

کے لوگ [پیٹھ نہ دکھائیں گے اور جنگ سے منہ نہ موڑیں گے۔ بلکہ جی جان کی بازی لگائیں گے۔ خدائے تعالیٰ پر توکل کر کے شوق سے جنگ کریں گے اور ثابت قدم رہیں گے۔ ان کی نیت لڑائی میں اور تیری اطاعت میں سچی رہے گی تاکہ [وہ] خدائے عزوجل کی رضامندی حاصل کر سکیں۔] [129] دریا عبور کرنے کے لئے ایسی جگہ اختیار کرنا جہاں تم مضبوطی کے ساتھ قدم جما سکو اور سیدھی سادی گذرگا ہوں [سے بھی] سمجھ بوجھ کر گذرنا اور دور اندیشی اور باخبری کو ہاتھ سے نہ چھوڑنا۔ گذرتے وقت لشکر کو ہوشیار رکھنا اور [اس کا] مہینہ، میسرہ، قلب، مقدمہ اور ساقہ سیدھا رکھنا، پیادوں اور اکیلوں کو پہلے بھیجنا اور کسی بھی برگستوانی! کو درمیان میں نہ رکھنا۔“

حجاج کا یہ خط پہنچا تو محمد بن قاسم نے عزم مصمم کیا اور دریا پار کرنے کی تدبیر کرنے لگا۔

محمد بن قاسم کے نیروں کوٹ پہنچنے کی داہر کو اطلاع ہونا²

ادھر راجہ داہر نے ہند کے داناؤں اور اپنے فلسفیوں اور نجومیوں سے کہا کہ ”اس وقت خبر ملی ہے کہ محمد [بن] قاسم ظاہر ہوا ہے اور قلعہ نیروں کے نزدیک زبردست لشکر کے ساتھ جنگ کے لئے تیار کھڑا ہے۔ [چنانچہ بیان کرو کہ] تاریخ و نجوم کی کتابوں میں تمہیں کیا معلوم ہوتا ہے؟ اور وقت کے ستارے اور سال کی تقویم سے کیا [نتیجہ] نکلتا ہے؟“ نجومیوں نے تعریف و توصیف اور ستائش و ثناء کے بعد عرض کیا کہ ”راجہ سلامت رہے! تاریخ کی قدیم کتابوں اور حکیم جامسپ کے نجوم سے یہ معلوم ہوا ہے کہ 92ھ میں نیروں کا قلعہ لشکر اسلام کے قبضے میں آئے گا اور 93ھ میں سارا ہندوستان اور یہ قلعے جو کہ سکندر کی تعمیر سے بھی زیادہ مضبوط ہیں، مسلمانوں کی ملکیت ہوں گے اور یہ فتوحات محمد بن قاسم کے ہاتھوں ہوں گی۔ یہ پیشگوئی [ضرور] پوری ہوگی۔“

پھر راجہ داہر نے [130] ہجنڈر کوٹ³ کو کہ نیروں کا قلعہ اس کی نگرانی میں تھا روانہ کیا اور کہا کہ ”تجھے نیروں کوٹ پہنچ کر ہمیں ان کے حالات سے مطلع کرنا چاہئے۔“ اس اشارہ پر بخشی نیروں کوٹ جا پہنچا اور پانچ سردار اور حجاج کا پروانہ ساتھ لے کر محمد بن قاسم کے پاس حاضر ہوا۔ نباتہ [بن] حنظلہ ان کے درمیان [واسطہ] ہوا۔ جب اس نے پروانہ اور نذرانہ پیش کیا تو محمد بن قاسم نے

1. معنی کے لئے دیکھئے حاشیہ ص [99]

2. اس باب کے مضمون سے یہ گمان ہوتا ہے کہ محمد بن قاسم کے نیروں آنے کی اطلاع ہی داہر کو جب ہوئی ہے کہ جب وہ سیستان اور بدھہ کے علاقوں سے ہو کر نیروں کوٹ واپس آیا ہے۔ لیکن حقیقت یہ نہیں ہے بلکہ مصنف نے یہاں اور اس کے بعد نئے عنوان کے تحت وہی ساری حقیقتیں دہرائی ہیں جو اس سے پیشتر ص [116] سے [118] تک آچکی ہیں۔ دوبارہ لکھنے کا سبب صرف یہ ہے کہ مصنف داہر اور محمد بن قاسم کی جنگ کی یہاں سے تمہید باندھنا چاہتا ہے۔ (ن۔ب)

3. اصل متن میں ”بھٹی ہجنڈر کوٹ“ ہے۔

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

فرمایا کہ ”اس پروانے کی تعیل [تو خیر] کرنی ہی ہے۔ لیکن تو نے لشکر کے پہنچنے پر جو دروازے بند کئے تھے اس کا ہم پر کافی [برا] اثر ہوا ہے۔

جب تم اطاعت گزار تھے تو پھر قلعے کے دروازے بند کرنا اور لشکر کو روکنا اچھا کام نہ تھا کہ اسی وجہ سے لشکر میں غلے کی قلت ہو گئی تھی۔“ اس پر شہنی معذرت کرنے لگا کہ ”چونکہ ہمارے کاروبار کی منسلکتیں راجہ داہر سے متعلق ہیں اور میں یہاں حاضر نہ تھا اس وجہ سے آپ کے پہنچنے پر رعایا متردد ہوئی اور ڈری کہ مبادا واپسی پر اہل قلعہ کو کوئی نقصان پہنچائیں۔ [مگر] اب جبکہ میں خدمت میں حاضر ہوا ہوں تو فرمانبرداری اور خلوص کی رسم ادا کرتا رہوں گا اور جو بھی آپ کی مرضی ہوگی اس کے مطابق عمل کروں گا۔“

محمد بن قاسم کا نیرون کے شہنی کو خلعت پہنانا

پھر محمد بن قاسم نے خلعت پہنا کر [اس کی] عزت افزائی کی اور بڑی مہربانیوں سے پیش آنے کے بعد اسے واپس کیا۔ شہنی نے واپس جا کر قلعے کے دروازے کھولے اور تحفے اور نذرانے بھیجے اور سپاہی خرید و فروخت کے لئے قلعے میں گئے۔ دوسرے دن جب ستاروں کے بادشاہ کا پرچم سقنب لاچوردی پر برآمد ہوا،¹ تو محمد بن قاسم گھوڑے پر سوار ہو کر اور اپنے خاص اور برگزیدہ آدمیوں کے ساتھ قلعے میں آیا اور بیکدے کی جگہ پر مسجد تعمیر کرا کر اس میں دو رکعت نفلیں ادا کیں۔ (اس کے بعد) قبیلہ ذہل اور اہل بصرہ میں سے ایک شخص کو وہاں اپنا [131] نائب مقرر کیا۔²

پھر وہاں سے کوچ کیا اور دریائے مہران پار کرنے کے لئے شہنی کو بھی اپنے ساتھ لیا۔ [اسی اثنا میں] شہنی راسل رسی³ کے بزرگوں اور بھٹیوں کے کچھ سربراہوں نے حاضر ہو کر امان طلب کی انہیں جیسا کہ حجاج نے حکم جاری کیا تھا جواب دے کر اور اقرار مستحکم کر کے اشیہار کے قلعے کی طرف روانہ ہوا اور محرم 93ھ⁴ میں اس قلعے کے نواح میں جا کر فروکش ہوا۔ اس نے دیکھا کہ ایک مضبوط قلعہ ہے، قلعہ والوں نے جنگ کے لئے تیار ہو کر اس کے [چاروں طرف] خندق کھودی تھی اور قلعے کے مغرب میں رہنے والے جتوں اور دیہاتیوں کو بھی قلعہ میں لے آئے

1. یعنی سورج طلوع ہوا۔ (مترجم)

2. اس مقام تک، اس عنوان اور اس سے پیوستہ عنوان کے تحت کم و بیش وہی بیان دیا گیا ہے جو اس سے پہلے ص [157-110] پر آچکا ہے۔ اس کے بعد نیا بیان شروع ہوتا ہے۔ (ن-ب)

3. نیز (ب) میں ”راسل رسی“؛ (ر) (م) میں ”راسل رسی“ اور (س) میں ”راسل رسی“ ہے۔

4. مصنف پہلے ص [102] پر بیان کر آیا ہے کہ محمد بن قاسم محرم 93ھ میں دہل پہنچا (دیکھئے ص 124) لیکن اس مہینہ اور سال میں دہل، نیرون کوٹ اور سیوہن وغیرہ کے قلعے فتح کر کے اشیہار کے قلعہ پر حملہ آور ہونا ناممکن ہے اس لئے یہاں محرم 94ھ کے بجائے صرف 93ھ یا کوئی اور مہینہ ہونا چاہئے۔ (ن-ب)

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

تھے۔ محمد بن قاسم نے جنگ شروع کی۔ محل وقوع سے [فائدہ اٹھاتے ہوئے] انہوں نے ایک ہفتہ مقابلہ کیا، مگر پھر امان طلب کر کے اطاعت قبول کی اور اپنی گردنوں میں بندگی کا طوق ڈالا۔ محمد بن قاسم نے حجاج کے پروانے کے مطابق انہیں امان دی، چنانچہ جو لوگ متابعت میں آئے انہوں نے خراج قبول کر کے قلعے کے دروازے کھول دیئے۔ محمد بن قاسم اپنے امینوں کے ساتھ اندر گیا اور چابیاں اپنے صادق معتدوں اور مخلص معتقدوں کے حوالے کیں۔ اس کی بعد اس قلعے پر ایک ایماندار آدمی [نائب] مقرر کر کے اس کی فتح کے متعلق حجاج کے پاس [خط] تحریر کیا۔ [جس میں یہ بھی لکھا] کہ ان بہادر جتوں کو امان دی گئی ہے۔ [ساتھ ہی ساتھ] اسے [اس جنگ کے] قتل اور خوریزی کی [بھی] اطلاع دی۔ اس قلعے میں کافی عرصہ ٹھہر کر اور [اپنا] نائب مقرر کر کے خود مہران کے مغربی کنارے پر راوڑ کی حدود میں آ کر منزل انداز ہوا۔ [132]

مہران کی ساحلی منزل پر محمد بن قاسم کا جنگ کرنا

چنانچہ جب محمد بن قاسم ساحلی مہران پر آ کر اُترا¹۔ تو بیٹ کے حاکم جاسین نے اس سے جنگ کی۔²

روایت: تاریخ کے مصنفوں نے اس طرح روایت کی ہے کہ جب داہر کو محمد بن قاسم کے راوڑ اور جیور کی حدود میں پہنچنے کی خبر ملی اور اُس سے پوچھا کہ ”عرب کہاں پہنچے ہیں“ اور اسے بتایا گیا کہ جیور کی حدود میں داخل ہو چکے ہیں، تو اُس نے کہا کہ ”عربوں کا خاصہ غلبہ ہوا ہے اور مقدر یقیناً ان کے ساتھ ہے۔“ [ادھر] پھر محمد بن قاسم نے موکو ابن وسایو³ کے پاس قاصد بھیجا کہ ”قصبہ وجورہ کا علاقہ⁴ تجھے بطور جاگیر دیا جاتا ہے، اس پر تیرا قبضہ تسلیم کیا جاتا ہے۔“

1- 1 فارسی ایڈیشن کی عبارت اس طرح ہے ”پس چون محمد قاسم بر مہر مہران نزول کرد، و با جاہن، ملک بیت جنگ پیوست۔“ یہ جملہ نامکمل ہے۔ لہٰذا (ر) میں اس جملے کا آخری حصہ یوں ہے، ”باوے جاہن، ملک بیت جنگ پیوست“ یہ ٹکڑا ایک تو جملے کے لحاظ سے مکمل ہے۔ دوسرے آئندہ آنے والے حقائق کے مطابق ہے جیسا کہ ص 128 پر بیان کیا گیا ہے کہ داہر نے جاہن ہی کو محمد بن قاسم سے جنگ کرنے کا حکم دیا تھا ”و (داہر) جاہن را فرمود کہ بر لب مہران بموشی کہ آب را بجائے عمرہ بود برابر حصار بیت بايست“ (داہر نے جاہن کو قلعہ بیت کے سامنے جدھر گھاٹ تھا ادھر مہران کے کنارے پر استادہ ہونے کا حکم دیا)

2 یہ روایت مقررہ ہے کہ جس میں محمد بن قاسم اور جاہن کے مقابلے سے پہلے کے حالات بیان کئے گئے ہیں، اس لحاظ سے اسے ایک دوسرے مضمون کا عنوان سمجھنا چاہئے۔ (ن-ب)

3 فارسی متن میں ”موکو بن بسایہ“ ہے (ر) اور (م) میں ”بسایہ“ کی جگہ پر ہر مقام پر ”بسایہ“ ہے۔ (ن-ب)

4 یہاں فارسی متن کی عبارت ”ولایت قصبہ وسورہ“ (یعنی کچھ اور سورہ کی ولایت) ہے جو کہ ایڈیٹر کی اپنی گمانی عبارت ہے۔ (ر) (م) (ن) (ب) (س) اور (ک) میں ”ولایت قصبہ وجورہ“ اور (پ) میں بھی ”ولایت قصبہ وجورہ“ تحریر ہے۔ چنانچہ ہم نے اسی کو ترجیح دی ہے۔ مزید دیکھئے حاشیہ ص 149 [133] (ن-ب)

موکو ابن وسایو کے معاہدے کی خبر داہر کو ہونا

پھر کسی آدمی نے داہر کو جا کر خبر دی کہ موکو [ابن] وسایو نے محمد بن قاسم کی بیعت کی ہے اور قاصد بھیج کر [ایک دوسرے سے] عہد نامے کئے ہیں۔ اُس نے قاصد کے ذریعے محمد بن قاسم کو جواب بھیجا ہے کہ ”آپ نے جو فرمایا وہ صحیح معلوم ہوا اور ہم پر جو عنایت کی ہے اس کے لئے احسانمند ہیں۔ آپ نے جو وعدے فرمائے ہیں ہم دل و جان سے ان کے شائق ہیں اور دل آپ کی فرمان برداری کی طرف بے حد مائل ہے۔ آپ کی خوشی سارے کاموں پر مقدم رکھیں گے اور [اگر] کسی بہانے سے کوئی حادثہ پیش آیا تو پھر حکم کا تابع رہنا لازمی سمجھیں گے۔ لیکن جن بادشاہوں کے نمک کا حق [ہم جیسے] خدمتگاروں کی گردن پر لازم ہے ان سے عہد شکنی اور بیوفائی کرنا [133] ایسا گناہ اور خیانت ہے کہ جو دور اندیشی اور امانت سے بعید ہے اور جب تک اس کی طاقت سے ایسا کوئی خوف پیدا نہ ہو کہ جو نفس اور جان کے لئے خطرہ بن جائے تب تک، امانت اور دور اندیشی سے کنارہ کش ہو جانا ناپسندیدہ طریقہ ہے۔

ملک موکو [ابن] وسایو کی درخواست: مزید یہ کہ ملک سندھ ہمارا وطن اور ہمارے آباء و اجداد کا ورثہ اور حاصل کیا ہوا ہے۔ راجہ داہر سے ہماری قرابت ہے اور وہ ہندوستان کے راجاؤں کا راجہ ہے۔ وہ جتنے بھی بلند درجے پر فائز ہوگا تو اس سے ہم کو بھی [اتنا ہی] بڑا نصیب اور مکمل حصہ ملے گا [اس سے] بہر حال، رنج یا راحت میں موافقت کی شرطیں بجالانا ہم پر لازم اور ثابت ہیں۔ [ہم اس کے] ڈکھ سکھ میں شریک اور ملک میں حصے دار ہیں۔ لیکن [اب] عقل کے طریقے سے ایسا معلوم ہوتا ہے اور حکمت کے دلیلوں سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ حکومت ہمارے ہاتھ سے نکل کر دوسرے کے حوالے ہوگی۔

موکو [بن] وسایو کا [محمد بن قاسم سے] عہد نامہ کرنا

سندھ کے حکیموں اور ہندوستان کے فلسفیوں نے کہ جو اس ملک کے باشندے ہیں، اصطربلاب اور نجوم کے ذریعہ قدیم کتب سے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ اس سلطنت کو لشکر اسلام فتح کر کے اپنے قبضے میں لائے گا۔ جس شخص کا بخت یاوری کرتا ہے اور کامیابی بہر کا بھرتی ہے اور وہ دور اندیش اور باہمت ہوتا ہے تو جو واقعہ پیش آتا ہے اس سے تجربہ حاصل کرتا اور زیادہ ہوشیار ہو جاتا ہے تاکہ نجات کا راستہ اس سے پوشیدہ نہ رہے اور ایسا نہ ہو کہ

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

جب موقع اور وقت نکل جائے تو اسے تکلیف پہنچے۔ آپ نے جس صورت میں مجھے پیشکش کی ہے اور مجھ سے یہ رعایت کرنا واجب سمجھا ہے کہ ”[وہ علاقہ تمہاری امانت ہے۔“ تو اگر میں جواب باصواب نہ دوں گا تو مخالفت ہوگی اور اگر میں اپنی خوشی سے بغیر جنگ و جدل کئے خدمت میں آ کر حاضر ہوں گا تو دشمنوں کی ملامت اور خاندان کی بدنامی [134] کا باعث ہوگا۔ [اب تجویز یہ ہے] کہ اس وقت میں ساکرے کے رانا سے بیٹی کی شادی کرانے کے بہانے چارہا ہوں^۱ امیر محمد بن قاسم کہ اس کا مرتبہ [ہمیشہ] بلند و قائم رہے، ہزار سواروں کو حکم دے کہ فلاں راستے پر آ کر وہ مجھے گرفتار کر کے خدمت میں حاضر کریں، تاکہ مجھے بھی بہانہ مل جائے اور لوگوں کی زبانوں پر بھی یہ شکایت نہ ہو کہ اس نے بے وفائی کی [اس طرح] داہر کو بھی بدگمانی نہ ہوگی کیونکہ [اسے معلوم ہوگا کہ] مجھے بے بس کر کے زبردستی لے گئے ہیں۔“

موکو [ابن] وسایو کے کہنے پر نباتہ بن حظلہ کو بھیجنا

چنانچہ محمد بن قاسم کو اس کے قول پر پورا اعتماد ہوا اور اس کی بات پر بھروسہ کر کے اس نے نباتہ بن حظلہ کو ایک ہزار مسلح اور منتخب سواروں کے ساتھ موکو [ابن] وسایو کے طے کردہ مقام پر بھیج دیا اور خود بھی اس کے قریب آ کر ٹھہر گیا۔ [اس طرف] موکو بھی سونفر سوار ہمراہ لے کر نکلا اور اس [طے شدہ] مقام پر آ پہنچا۔

نباتہ بن حظلہ کا جانا اور موکو [بن] وسایو کو ٹھاکروں سمیت گرفتار کرنا

پھر نباتہ بن حظلہ نے اپنے سواروں اور ترجمان کے ساتھ آ کر [اس کا] راستہ روکا اور موکو [بن] وسایو میں نامور ٹھاکروں اور اپنے گروہ سمیت گرفتار ہوا۔ جب اسے محمد بن قاسم کے سامنے لایا گیا تو امیر اس کے ساتھ عزت اور تعظیم سے پیش آیا اور ملک بیٹ اس کے حوالے کیا اور اس کی درخواست پر ٹھاکروں کو دستخط کر کے پروانے عطا کئے۔ مزید ایک لاکھ درم انعام کے طور پر بخشش دیکر سبز طاؤسی تاج، کرسی اور خلعت عطا کی اور اس کے سارے ٹھاکروں کو خلعتوں، آراستہ گھوڑوں اور بہت سے انعامات سے سرفراز کیا۔

1-1. فارسی ایڈیشن کی عبارت یہ ہے ”اکون بہ بہانہ خدوچ دختر رانہ ساکرا رفتی می شود۔“ ”رانہ ساکرا“ کے مقام پر مختلف نسخوں کی عبارتیں یوں ہیں: (پ) ”رانہ ساکرا“ (ر) ”راو ساکرا“ (م) ”راو ساکرا“ (ن)، (ب)، (س)، ”دخترانہ ساکرا“ اور (ک) ”دخترانہ ساکران“۔

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

تاریخ کے مصنف اور جہاں پیا سیاح اس طرح روایت کرتے ہیں کہ [محمد بن قاسم نے] امیری کا پہلا تاج موکو کو دیا تھا اور اس کی درخواست پر قصبہ [وجورتہ] کی اراضی بھی بطور ملکیت پروانہ لکھ کر اسے اور اسکے فرزندوں کو تفویض کی اور بیٹ کا سارا علاقہ، مضافات اور آبادی سمیت حوالے کر کے عہد نامہ پہنچے کیا اور اسے کشتیاں فراہم کرنے کی وصیت کی۔

محمد بن قاسم کا شامی قاصد اور مولائی اسلام کو بھیجنا

پھر محمد بن قاسم ساحل مہران پر منزل انداز ہوا۔ [اور اُس نے] بزرگانِ شام میں سے ایک بزرگ اور مولائی دہلی کو جو کہ محمد بن قاسم کے ہاتھوں مشرف بہ اسلام ہوا تھا، [داہر کے پاس] بھیجا تاکہ جو کچھ شامی کہے وہ داہر [بن] فتح کو اور جو داہر جواب دے وہ اسے سمجھائے اور جب وہ پیغام دینا شروع کرے تو دربار میں خاص آدمیوں کی مجلس میں ادا کرے اور جواب صاف لفظوں میں طلب کرے، جیسا کہ حجاج کے فرمان کی ابتدا میں تحریر ہے۔

شامی قاصد کا داہر کے پاس جانا

جب شامی قاصد اور مولائی دہلی داہر کے پاس پہنچے، تب مولائی دہلی نے سر جھکا کر [شرط] خدمت ادا نہ کی۔ داہر انہیں پہنچاتا تھا، چنانچہ اس نے اُن سے کہا کہ ”تم نے قانون کے مطابق خدمت کی شرط کس لئے پوری نہیں کی؟ شاید تجھے منع کیا گیا ہے؟“ مولائی نے جواب دیا کہ ”جب میں تمہارے طریقے پر تھا، اُس وقت بندگی کی شرط بجالانا مجھ پر واجب تھا، لیکن اب جبکہ میں اسلام کے شرف سے مشرف ہو چکا ہوں اور میرا تعلق بادشاہ اسلام سے قائم ہو چکا ہے تو مجھ پر کافر کے آگے سر جھکانا واجب نہیں۔“

داہر کا دھمکانا

(یہ سن کر) داہر نے کہا کہ ”اگر تو قاصد نہ ہوتا تو میں تجھے قتل کرا دیتا۔“ مولائی دہلی نے فرمایا کہ ”اگر تو مجھے قتل کرا بھی دے تو اس سے عربوں کو کوئی نقصان نہ ہوگا اور [میرے]

1. فارسی ایڈیشن میں ”زمین قصہ“ (یعنی اراضی کچھ) ہے۔ مگر (پ) اور (ر) کی عبارت صاف طور پر ”زمین قصبہ“ ہے۔ اس صبح کے لئے دیکھئے آخر میں تخریجات و توضیحات، حاشیہ ص 149 [133]

2. اصل عبارت ”مولانا اسلامی“ ہے جو کہ غلط ہے۔ اس وقت ”مولانا“ کا خطاب اور ”اسلام“ کا نام نامیہ تھا۔ صحیح لفظ ”مولائی اسلام“ سمجھنا چاہئے، کیونکہ اس کے نیچے ”مولائی دہلی“ اور پھر آئندہ عنوانوں کے نیچے صاف طور پر ”مولائی اسلام دہلی“ آیا ہے۔ (ن-ب)

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

خون کا [اشقام] لینے کے لئے بدلہ لینے والے موجود ہیں جو تجھ تک پہنچ کر ہی دم لیں گے۔“

شامی کا پیغام ادا کرنا

پھر شامی نے زبان کھولی کہ ”ہم امیر کی جانب سے تمہارے پاس قاصد ہو کر آئے ہیں اور ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ وہ پیغام تمہارے حاکموں اور راناؤں کے سامنے پہنچائیں۔“ داہر نے جواب دیا ”کہو، کیونکہ قاصد اپنے مخدوم کا پیغام پہنچانے والا اور فرمان ادا کرنے والا ہوتا ہے۔“ اُس نے کہا ”امیر محمد بن قاسم نے اس طرح فرمایا ہے کہ تو مختار ہے، اگر [دریا] پار کر کے آئے تو راستہ کھلا ہے کوئی بھی رکاوٹ نہ ہوگی ورنہ [دوسری صورت میں] راستہ کھلا رکھو تا کہ لشکر عرب دریا عبور کر کے تمہارے مقابلے کے لئے آئے۔“

داہر کا وزیر سیا کر سے مشورہ کرنا

پھر داہر نے وزیر سیا کر سے پوچھا کہ ”اس بارے میں تیری کیا رائے ہے؟“ وزیر سیا کر نے کہا ”میں نے ہمیشہ جن باتوں میں رائے دینا مناسب سمجھا ہے [137] ان میں راجہ کی خیر خواہی اور نصیحت کو پیش نظر رکھا ہے اور راجہ کو ان کا نتیجہ معلوم ہے۔ [پہلے] میں نے جو رائے نصیحت کے طور پر گھاٹ پار کر کے [دشن کی] فوج کا مقابلہ کرنے کے لئے دی تھی، اُس پر [راجہ نے] نہ تو کوئی توجہ دی اور نہ قبول فرمائی۔ مگر اب جبکہ حالات نازک ہو گئے ہیں اور اس سے جنگ کرنے کے لئے مجبور [ہونا پڑا] ہے تو خیر اسے ہی اس طرف پار کر کے آنے دو تا کہ دونوں لشکر مقابل ہوں۔ اس طرف کا ملک آپ کے قبضے میں ہے اور شہر اور خزانے آپ کے تصرف میں ہیں۔ اناج، ہتھیار، سامان اور اسباب جنگ موجود ہیں۔ [دوسری طرف] اس کی مدد [کی راہ] کٹ جائے گی۔ چونکہ مہران کا پانی ان کے پیچھے ہوگا، اس لئے انہیں کوئی کمک نہ پہنچ سکے گی اور وہ قیدیوں کی طرح آپ کے ہاتھوں عاجز ہو جائیں گے اور اُن پر حیلوں کے دروازے بند رہیں گے، جس کی وجہ سے [ان کا] سارا سامان، گھوڑے، لشکر اور نوکر چاکر سب آپ کے ہاتھ آجائیں گے۔“

[پھر داہر نے] ایک علانی کو بلا کر جو کہ [پہلے] لشکر شام میں تھا اور سندھ میں لشکر عرب کے آنے سے بہت پہلے کسی خطا پر وہاں سے بھاگ کر داہر کے پاس آ گیا تھا اور اس سے وابستہ ہو گیا تھا، اس سے اس تجویز کے متعلق مشورہ کیا اور کہا کہ ”اے محمد! وزیر سیا کر نے یہ تقریر کی ہے، تجھے یہ [مشورہ] موزوں نظر آتا ہے یا نہیں؟“ محمد علانی نے کہا کہ:

لَا تَقِيمَنَّ بِلَادًا لَا انْتِفَاعَ بِهَا

فَالْأَرْضُ وَاسِعَةٌ وَالرِّزْقُ مَبْسُوطٌ

[جس گھر میں نفع نہ ہو تو وہاں قیام نہ کر۔ دنیا میں زمین بڑی وسیع اور رزق

بہت وافر ہے۔]

”اس کی یہ رائے کہ اُن کے لشکر کو اس طرف پار کر کے آنے دیا جائے، مناسب نہیں ہے۔ میں اس سے متفق نہیں ہوں، کیونکہ وہ زبردست لشکر رکھتا ہے۔ جنگجو سوار نامور [138] بہادر اپنے نام و ناموس کی خاطر ڈٹ جائیں گے اور خدائے تعالیٰ کے خوشنودی حاصل کرنے کے لئے اپنا نفس اور زندگی اس کی راہ میں قربان کریں گے۔ چونکہ انہیں خدائے عزوجل کے کرم کی امید ہوگی اور [یہ یقین ہوگا کہ] اس جہاد اور شہادت کی وجہ سے انہیں دنیائے خلد میں جگہ ملے گی، اس لئے وہ اُس وقت تک قتل نہ ہوں گے کہ جب تک ہمارے دو گئے آدمیوں کو قتل نہ کر ڈالیں گے۔ جب وہ جنگ کی طرف رُخ کریں گے تو پھر اُس وقت تک اُن کا پلٹنا اور منہ موڑنا مشکل ہے کہ جب تک سب کے سب تلواروں کا لقمہ نہ بن جائیں۔ اس طرف آ کر اور ملک کے دامن میں ہاتھ مار کر اگر وہ بادشاہت کے حصے دار ہو گئے تو ان سے بڑا فتنہ پیدا ہوگا اور ان کی قوت اور دبدبے میں روز بروز اضافہ ہوگا۔ کیونکہ آپ کی بیشتر فوج اور رعایا اُن کی لوٹ مار سے امان طلب کرے گی اور [لوگ] اپنی جان بچانے کے لئے ان کے طرفدار ہو جائیں گے اور انہیں جائے پناہ سمجھنے لگیں گے۔ اس لئے [یہی بہتر ہے کہ] انہیں مغربی کنارے پر روک دیا جائے۔ ہمارے اور ان کے درمیان مہران [حائل] ہے۔ ان کے اس طرف آ جانے میں آپ کو اپنے لئے کوئی مصلحت نہ سمجھنی چاہئے۔ کشتیوں کے ملاحوں اور جنگل کے جتوں کو ہدایت کیجئے کہ گھاس، اناج، لکڑیوں اور بیلوں وغیرہ کا جو کہ [دشمن کی] فوج کے لئے ضروری ہیں، راستہ روکیں اور [ان چیزوں کو] ان تک نہ پہنچنے دیں، جو بھی [مجاہد] لشکر سے بچھڑ جائے اسے تکلیف پہنچائیں تاکہ تنگ ہو کر کچھ بھوک سے نالود ہوں اور کچھ بے سرو سامانی سے [عاجز ہو کر] بھاگ جائیں اور گھوڑے گھاس کے بغیر اور سوار غذا کے بغیر پریشان ہو کر منتشر ہو جائیں اور آپ کے ملک میں کوئی مداخلت نہ کر سکیں۔ اس طرح جب ان کا لشکر پریشان اور منتشر ہو جائے گا تو پھر آپ کے ملک میں کوئی بھی لوٹ مار نہ کر سکے گا اور آپ آسودہ رہیں گے۔“ [139]

علانی کا داہر کو نصیحت کرنا

روایت: اس حکایت کے راوی نے بیان کیا ہے کہ ”اس مجلس میں جتنے لوگ استاد تھے، میں

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

بھی ان میں سے ایک تھا اور مجھے بیٹھے کا حکم دیا گیا تھا۔ علانی نے جو کچھ بیان کیا اور نصیحت کے طور پر داہر کو جو مشورے دیئے وہ میں نے [اچھی طرح] سنے اور سمجھے۔“

پھر داہر نے [علانی سے] کہا کہ ”تمہارا جو بھی مشورہ ہوتا ہے وہ بجز نصیحت اور خیر خواہی کے کچھ اور نہیں ہوتا لیکن میری رائے کا تقاضا ہے کہ اسے [اس پار آنے کا] اختیار دوں تاکہ وہ مجھے عاجز سمجھ کر یہ خیال نہ کرے کہ کمزور ہو گیا ہوں۔“

راجہ داہر کا پیغام

پھر شامی قاصد کو یہ کہہ کر واپس کیا کہ ”جا کر اپنے امیر سے کہو کہ [دریا] پار کرنے میں بس تجھے آزاد چھوڑا جاتا ہے۔ ہم تجھ سے جنگ کرنے کے لئے تیار بیٹھے ہیں۔ تو [اس پار] آ جا ورنہ ہم [ادھر] آئے جاتے ہیں۔“

محمد بن قاسم کے قاصدوں کا داہر کے پاس سے واپس آنا

پھر قاصد، محمد بن قاسم کی خدمت میں واپس آئے اور راجہ داہر نے جو پیغام دیا تھا وہ ظاہر کیا۔ محمد بن قاسم نے کہا کہ درگاہ ذوالجلال بے زوال کے طفیل میں، میں مہران کو پار کرنا اختیار کروں گا۔ پھر خدائے عزوجل کو یاد کر کے اور اس سے مدد طلب کر کے راہی منزل ہوا۔ آخر امیر سارے لشکر سمیت مہران کے مغربی کنارے پر راؤڑ کے قلعے کے سامنے اتر کر خیمہ زن ہوا اور موکو [ابن] وسایو کو بلا کر قابل اعتماد آدمیوں کو اس کے ساتھ کیا [اور کہا] کہ ”وہ دریا پار کرنے کا کوئی [موزوں] مقام تلاش کریں [140] اور کشتیاں بھی فراہم کریں تاکہ ہم اس پار جا پہنچیں۔“ [لیکن پھر کہنے لگا] کہ ممکن ہے کہ یہ آب مہران عبور کرنے میں دشوار گزار [ثابت] ہو اور ہم گذر نہ سکیں۔ [دوسری جانب سے] دشمن کا بھی خوف ہے کہ جو دریا کے کنارے پر سامنے تیار کھڑا ہے۔ اس لئے میں نے فیصلہ کیا ہے کہ جب تک حجاج کے پاس سے خط کا جواب نہ آجائے اس وقت تک لشکر کو اس پار نہ لے جایا جائے۔

چنانچہ دو تین دن بھر کر اس نے ایک مفصل خط لکھا، جس کا عزت و تعظیم کے ساتھ جواب وصول ہوا۔

محمد بن قاسم ثقفی کو حجاج بن یوسف کا خط ملنا

حجاج بن یوسف کی جانب سے یہ مکرم و معظم خط امیر جلیل عماد الدین محمد بن قاسم کی

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

طرف: بعد سلاموں کے واضح ہو کہ تم نے مہران پار کرنے اور راجہ داہر بن چچ سے جنگ کرنے کی بابت تحریر کیا تھا۔ بے شک تائید الہی سے مجھے امید ہے کہ تم فتح مند اور کامیاب ہو گے اور تمہارا دشمن داہر ذلیل ہوگا۔ جس وقت وہ مقابل ہوں گے تو خدائے تعالیٰ کی امداد پر بھروسہ ہے کہ آسمان کی گردش سے تمہیں کوئی بھی نقصان نہ پہنچے گا۔ کیونکہ نماز کے پانچوں وقتوں اور خلوت یا جلوت کا ایسا کوئی بھی وقت نہیں گذرتا کہ جس میں غائبانہ دعا کی امداد نہ کی جاتی ہو کہ خدائے تعالیٰ تمہیں کافروں پر فتح نصیب کرے اور وہ دشمن ذلیل اور خراب و خوار ہوں ازل میں جو حکم مقدر ہو چکا ہوتا ہے، پردہ مراد سے بھی وہی ظاہر ہوتا ہے اور جو موزوں اور مطلوب ہوتا ہے وہی ہوتا ہے۔ میں اللہ پاک کی درگاہ میں عجز اور نفاں کے ساتھ ہمیشہ یہ عرض کرتا رہتا ہوں کہ ”اے خداوند! تو ایسا بادشاہ ہے کہ تیرے سوا دوسرا کوئی بھی خدا نہیں ہے، لشکرِ اسلام کو [اس کی حیثیت] سے زیادہ قوت دے اور کامیابی عطا کر۔“ اللہ تعالیٰ کے کرم سے امید ہے کہ تم مقصد حاصل کر کے ہم سے [141] آ ملو گے۔ یہ ضروری ہے کہ جس طرح بھی ممکن ہو دریا عبور کرو اور تائید الہی کی التجا کرتے رہو اور اس کی رحمت کو اپنی پناہ جانتے رہو تاکہ وہ، اپنی عقلوں پر غرور کرنے والے صلاحکاروں سے [تمہیں] محفوظ رکھے۔ ایک دوسرے کے مد مقابل ہونے کے وقت رضائے الہی پر اعتماد رکھتے ہوئے اپنی پوری شجاعت اور ہمت کا مظاہرہ کرنا کیونکہ فتح اور تائید [الہی] تمہارے ہمرکاب اور قوت تمہارے ساتھ اور مددگار ہے اور فرشتوں کی امداد اور مسلمانوں کی تلوار تمہاری طرف سے ان [مخالفوں] پر مسلط ہے۔ خدائے عزوجل ان کی خبیث ذات کو مسلمانوں اور فرشتوں کی تلواروں اور نیزوں کی خوراک بنائے گا۔ غضب الہی [کا دروازہ] ان کے لئے کھلا ہوا ہے جس کی وجہ سے پورے انتقام اور عبرتناک انجام کے سزاوار ہوں گے۔

جس وقت دریائے مہران کو عبور کرنا چاہو تو اس وقت گھاٹ کے کنارے کو اچھی طرح دیکھ لینا اور دریا پار کرنے کا مکمل انتظام رکھنا۔ [پہلے] اس ملک کے ان باشندوں کو جو کہ کشتیوں پر ہوں، پختہ اقراروں سے اپنا مطیع اور مخلص بنالینا اور انہیں اچھی طرح پہچان لینا، پھر [دریا] پار کرنا۔ چونکہ پانی تمہاری پشت پر ہوگا، اس لئے اس طرف سے دشمن کا کوئی خوف نہ ہوگا، تمہیں کوئی بھی دکھ نہ پہنچے گا، اس کے بعد جب تم ان کے گاؤں اور شہروں اور قلعوں میں داخل ہو گے تو کوئی بھی شخص تم سے مقابلہ اور جنگ نہ کر سکے گا اور تمہارے مقابلے میں وہ کبھی بھی اپنی پیاری جان ہلاکت میں نہ ڈالیں گے۔ وہ جس قلعے کی بھی پناہ لے کر اسے اپنا سہارا بنائیں گے، اس پر جس وقت تمہاری نظر پڑے گی، اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت سے [اس کے دروازے] کھل جائیں گے اور ان کے دلوں پر تمہاری تلواروں کی ہیبت کا ایسا رعب اور خوف غالب ہو جائے گا کہ کوئی بھی ہتھیار ان کے کام نہ

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

آئے گا اور [یہ رعب] تمہیں فتح یاب اور کامیاب کرے گا۔ [142] جب وہ بھاگیں تو [فوراً] اسباب اور خزانے پر قبضہ کرنا لیکن خود کو ان کے دھوکے اور فریب سے بچانا۔ پھر ہر ایک کو اسلام کی طرف بلانا اور جو اسلام کی عزت سے مشرف ہو اس کی تربیت کرنا۔ مطلب یہ کہ دین کا کوئی بھی دشمن وہاں باقی نہ بچے۔ ان کا خون تمہاری تلواروں کے لئے مباح ہے۔ یہ دعا کہ جو میرا وظیفہ ہے ہر وقت پڑھتے رہنا۔ وہ مقبول دعا یہ ہے: بسم اللہ الرحمن الرحیم اللھم انا نستلک ذالک بانک انت اللہ الحی القيوم لا تاخذہ سنۃ ولا نوم لک ما فی السموات وما فی الارض من ذا الذی یشفع عندک الا باذنک تعلم ما بین یدینا وما خلفنا ولا یحیط بشیء من علمک الا بما شئت وسع کرسیک السموات والارض ولا یؤدک حفظھا وانت العلیٰ العظیم وبانک انت الاحد الصمد لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوا احد بوجھک الکریم رب الوجوہ وخالق الوجوہ وقاھر الوجوہ والقادر علی الوجوہ لک الخیر والکرم والکلمات التامات فارزقنا مع ذالک شکرا لنعمتک ومعرفۃ لحقک وعملا برضوانک والسلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

وکتبہ حران! فی سنہ ثلث و تسعین [143]

(اے ہمارے اللہ! ہم تجھ سے یہ اسی وجہ سے طلب کرتے ہیں کہ تو ہمیشہ زندہ اور ہمیشہ قائم (رہنے والا) اللہ ہے جس پر کوئی غفلت یا نیند طاری نہیں ہوتی۔ آسمان اور زمین پر جو کچھ بھی ہے وہ سب تیرا ہے۔ ایسا کون ہے کہ جو تیری اجازت کے بغیر تیرے پاس سفارش کرے؟ جو بھی ہمارے آگے یا پیچھے ہے وہ تو جانتا ہے اور تیری مرضی کے بغیر ہم علم میں سے کسی چیز کو بھی سمجھ نہیں سکتے۔ تیری حکومت آسمانوں اور زمینوں میں پھیلی ہوئی ہے، اور اس کی حفاظت تجھے کوئی تکلیف نہیں پہنچاتی اور تو غالب اور عظیم ہے۔ اور اس وجہ سے [طلب کرتے ہیں] کہ تو واحد اور بے نیاز ہے، جس نے نہ کسی کو جنا ہے اور نہ کسی سے تولد ہوا ہے اور نہ جس کا کوئی ثانی ہے۔ [ہم تجھ سے طلب کرتے ہیں] تیری مقدس ذات کے طفیل، جو ساری ذاتوں کا رب اور ساری ذاتوں پر غالب، ساری ذاتوں کا خالق اور ہر ذات پر قادر ہے۔ بھلائی، احسان اور مکمل کلمے تیرے بس میں ہیں [ان کے ساتھ] ہمیں اپنی نعمت کا شکر، اپنے حق کی معرفت اور اپنی رضامندی پر عمل کرنے کی توفیق عطا کر۔ تجھے خدائے پاک کی رحمت، سلامتی اور برکت حاصل ہو۔ نوشتہ حکمران 93ھ۔

1. فارسی ایڈیشن میں یہ نام "حران" تحریر ہے۔ قدیم نسخہ (پ) کی عبارت صاف طور پر "حران" ہے جو کہ صحیح ہے۔ دیکھئے آخر میں حاشیہ ص 157 [144] (ن-ب)

حجاج کا خط پڑھ کر محمد بن قاسم کا ساتھیوں کو خطاب کرنا

پھر محمد بن قاسم نے یہ خط پڑھ کر ساتھیوں میں تقریر کی اور پھر دریا پار کر کے داہر سے جنگ کرنے کی تیاری کر رہا تھا کہ اتنے میں [یہ] دوسرا خط ملا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ خط درگاہِ عالی سے محمد بن قاسم کی طرف ہے۔ دعا کے بعد معلوم ہو کہ تمہارے دشمنوں کے سر میں غرور ہے، تم خوف نہ کرو، کیونکہ فتح تمہاری ہوگی اور اگر صلح کی راہ پر آئے اور پختہ اقرار کر کے صلح کرے اور خراج دار الخلافہ کے خزانے میں پہنچائے تو ایسا بھی ہو سکتا ہے۔ اور تم نے جو مہران عبور کرنے اور داہر سے جنگ کرنے کی بابت اجازت طلب کی ہے، [اس سلسلہ میں حکم دیا جاتا ہے کہ ایسے مقام سے [دریا] پار کیا جائے کہ جہاں دلدل یا کچھڑ نہ ہو اور لشکر کو تکلیف نہ پہنچے۔ بلکہ اوپر سے نیچے بارہ میل تک کی دریا کی لمبائی اور چوڑائی کا نقشہ کاغذ پر بنا کر اور گھاٹ اور کناروں کی نشان دہی کر کے [میرے پاس بھیج دو] پھر جو مقام میں پسند کروں وہاں سے پار کرو تا کہ سپاہیوں کو کوئی نقصان نہ پہنچے۔

محمد بن قاسم نے [ابن] وسایو کو بلا کر کہا کہ دریا پار کرنے کی تدبیر کرنی چاہئے۔

مہران کے کنارے پر داہر کا سامنے آنا

دانیان ہند نے کہ جنہوں نے اس داستان کی تصویر کشی کی ہے، اس طرح روایت کی ہے کہ [ادھر] جب حجاج کا حکم محمد بن قاسم کو پہنچا اور اسے [مہران] پار کرنے کی اجازت مل گئی تو [اس کے بارے میں] ایک برہمن سے روایت ہے جس نے مرداس بن ہد بہتمی سے سننا [144] جس نے بیان کیا کہ ”میں راوڑ میں داہر کی فوج میں تھا۔ جب داہر کو خبر ملی کہ محمد بن قاسم جوہر کے سامنے اپنے سارے لشکر کے ساتھ منزل انداز ہوا ہے تو اس نے ہاتھی پر پاکی باندھنے کا حکم دیا اور پھر اس پر سوار ہو کر کنارے کی طرف روانہ ہوا اور اسلامی لشکر کے سامنے جا پہنچا۔ دریائے مہران درمیان میں تھا۔ [اس وقت] محمد بن قاسم اپنے لشکر کو تیار کر رہا تھا۔

شامی کا شہید ہونا

اس وقت ایک شامی نے، کہ جو تیر اندازی میں ماہر اور چابک دست تھا، چاہا کہ گھوڑے کو پانی میں ڈال کر تیر برسائے، لیکن اس کا گھوڑا پانی سے بھڑک رہا تھا اور نیچے نہ اترتا تھا۔ اس

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

پر راجہ داہر نے اپنی کمان طلب کی۔ اس کی کمان بڑی اور مضبوط تھی جس کا اس کے سوا دوسرا کوئی چلہ نہ چڑھا سکتا تھا۔ چلہ چڑھا کر اُس نے تیر جوڑا اور جتنا کھینچ سکتا تھا، اتنا کھینچ کر اور خشست لے کر تیر چھوڑ دیا۔ تیر اس سوار کے تالو پر لگا اور سر سے گذرتا ہوا ناف میں آ کر پیوست ہو گیا اور وہ گھوڑے سے گر پڑا۔

[اس کے بعد] داہر واپس ہو گیا اور جاہن کو حکم دیا کہ ”قلعہ بیٹ کے سامنے جو گھاٹ ہے اس پر پہرہ رکھے تاکہ [عرب] نہ گذر سکیں، اور دیکھتا رہے تاکہ وہ ایسی جگہ سے پار کریں کہ جہاں دلدل اور پانی گہرا ہو۔ اس کے علاوہ تو کشتیاں بھی تیار رکھ تاکہ پار کرتے وقت مزاحمت کر کے انہیں نقصان پہنچا سکے۔ اس اشارے پر [عربوں] کا منصوبہ ناکام بنانے کے لئے جاہن مہران کے کنارے پر ڈٹ گیا۔

اسی اثناء میں اسلامی لشکر کے کچھ سوار جو سیوستان میں متعین تھے پہنچے [اور انہوں نے بتایا] کہ چند رام ہالہ نے کہ جو سیوستان کا حاکم تھا کچھ ٹھاکروں اور افسروں کو [145] درغلا کر قلعے پر قبضہ کر لیا ہے اور عرب کے سپاہیوں کو باہر نکال دیا ہے۔ یہ خبر محمد بن قاسم کو سنائی گئی۔

محمد بن [1] مصعب کا سیوستان جانا

[یہ خبر سن کر محمد بن قاسم نے]، ایک ہزار سوار اور دو ہزار پیادوں کے ساتھ [محمد بن] مصعب کو اس طرف کے لئے مقرر کیا۔ جب وہ سیوستان پہنچا تو چند رام نے باہر نکل کر جنگ کی لیکن اسلامی لشکر کے حملے سے شکست کھا کر اس کی فوج بھاگ کھڑی ہوئی۔ چند رام نے چاہا کہ قلعے میں جائے مگر اہل قلعہ نے دروازے بند کر لئے اور اسے اندر نہ آنے دیا اور آخر وہ جہنم کی طرف چلا گیا [محمد بن] مصعب دوسرے دن شہر میں آیا۔ [اہل قلعہ نے] پروہتوں، تاجروں، دستکاروں اور معززین کو درمیان میں لا کر عذر پیش کیا کہ ہماری جانب سے کوئی قصور سرزد نہیں ہوا، ایک چور اچانک آ کر خود قلعہ دار بن بیٹھا۔ اُن کی بے گناہی معلوم ہونے پر [محمد بن] مصعب نے اُن کے ساتھ صلح کی اور انہوں نے دروازے کھول کر قلعہ ان کے حوالے کیا۔ اس فتح اور کامیابی کی خبر سن کر محمد بن قاسم بہت خوش ہوا اور (محمد بن مصعب نے) اہل سیوستان کو امان دینے کی بابت جو اطلاع دی تھی اس پر اس نے کہا کہ ”مصلحت کا تقاضا تو یہ تھا کہ ان کو معافی نہ دیتا۔ [بہر حال] اب تجھے قابل اعتماد امین مقرر کر کے دن رات قلعے کی حفاظت کی کوشش کرنی چاہئے اور دشمنیوں اور تاجروں سے مناسب ضمانتیں لے کر سیوستان سے چار ہزار مردان جنگ جو

1. اصل متن میں ”مصعب“ ہے مگر نسخ ”محمد بن مصعب“ ہے۔ دیکھئے حاشیہ (1) ص 124 (ن۔ب)

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

اپنے ساتھ لانے چائیں۔ پھر [محمد بن] مصعب بن عبدالرحمن نے اس اشارے کے مطابق افسر اور امین مقرر کر کے چار ہزار مسلح سپاہی اپنے ساتھ لئے اور آکر امیر کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اسی دن موکو [ابن] وسایو بھی قلعہ بیٹ کے قریب آکر محمد بن قاسم سے ملا۔ [146]

حیسیہ بن داہر کا محمد بن قاسم کے مقابلے کے لئے قلعہ بیٹ میں آنا

پھر جب داہر کو موکو [ابن] وسایو کی محمد بن قاسم کے ہاتھوں بیعت کرنے کی مصدقہ خبر مل گئی تو اس نے اپنے بیٹے حیسیہ کو لشکر اسلام کا مقابلہ کرنے کے لئے قلعہ بیٹ روانہ کیا تاکہ وہ پانی سے نہ گذر سکیں۔ حیسیہ پورے اسباب اور آلات حرب سے لیس ہو کر دریائے کوئٹہ کی راہ سے کنارے پر جا پہنچا۔ اُس طرف [محمد بن قاسم] بھی کم اور کرہل کے علاقوں میں [داہر کی] فوج کے سامنے آکر اُترا۔ اسے تقریباً پچاس دن وہاں رہنا پڑا۔ آخر غلہ اور چارہ ختم ہونے لگا اور غلے کی کمیابی کی وجہ سے لشکر متروک اور پریشان ہو گیا اور خلاف [مزاج] چاروں کو چرنے کی وجہ سے گھوڑوں میں بیماری پھیلنے لگی۔ جو بھی گھوڑا بیمار ہو جاتا تھا [عرب] اسے ذبح کر کے کھا جاتے تھے۔ [دوسری طرف] دشمن ہر قسم کے منصوبے بنا رہے تھے۔ [جب] یہ خبر داہر کو پہنچی تو وہ بہت خوش ہوا اور محمد بن قاسم کے پاس قاصد بھیج کر نصیحت کی کہ [خوابخواہ] بات کے پیچھے نہ پڑے۔

محمد بن قاسم ثقفی کے پاس رائے داہر کا پیغام

”پس معلوم ہو کہ [کسی] کام کی انتہا کے پیچھے پڑنا بد بختی اور ذلالت ہے۔ تو نے اپنے اور ہمارے لئے تنگی پیدا کی ہے۔ اگر صلح کر کے واپس چلا جائے تو تیرے پاس رسد بھیجوں تاکہ تیرے ساتھی بھوک اور بے سر و سامانی میں مبتلا ہو کر تباہ نہ ہوں۔ تو [خود ہی غور کر] کہ تیرے پاس ایسا کون سا مرد ہے جو ہمارے سامنے ہو کر جنگ کرے گا۔ ورنہ [دوسری صورت میں] جنگ کے لئے ہتھیار سنبھال۔“

محمد بن قاسم نے جواب دیا کہ ”میں ان امیروں میں سے نہیں کہ جو اتنی [ذرا] سی بات سے [گھبرا کر] واپس چلے جائیں۔ تو نے اتنے سال جو سرکشی اور بے اتفاقی کی ہے، وہ سارا مال [147] اگر تو دار الخلافہ کے خزانے میں جمع کرائے گا تب تو میرے اور تیرے درمیان صلح ہوگی

1. یہ امانت (پ) کے مطابق ہے۔ (پ) میں ”کوئٹہ“ (ر) اور (م) میں ”کوئٹہ“ اور (س) میں ”گوئٹہ“ ہے۔

2. نسخہ (پ) میں ”کوہہ“ اور (ن)، (ب) اور (ح) میں ”کوہل“ ہے۔

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

ورنہ خدائے تعالیٰ کی مدد سے تیرا سر میں عراق لے جاؤں گا۔“
پھر محمد بن قاسم نے حجاج کے پاس یہ حالات لکھ کر اسے گھوڑوں کے مرنے، گھاس کی تنگی اور کشتیوں کے دستیاب نہ ہونے کی اطلاع دی۔ [اس طرف] حجاج نے طیار نامی ایک شخص کو لشکر کی خبر لینے کے لئے روانہ کیا [اور اس سے کہا] کہ ”محمد بن قاسم سے خفیہ طور پر خبریں دریافت کر کے مجھے مطلع کرنا۔“ طیار روانہ ہو کر مکران پہنچا، اُس نے ایک شخص کو [سامنے سے] آتا دیکھ کر اس سے پوچھا کہ ”کہاں سے آرہے ہو؟“ اس نے کہا کہ ”محمد بن قاسم کے لشکر سے۔“ طیار نے کہا کہ لشکر کے حالات بتاؤ۔ اُس نے غلہ اور چارے کی کمیابی کے سبب لشکر کی تکلیف اور بد حالی اور گھوڑوں میں بیماری پھیلنے اور اُن کے مرنے کی ساری خبریں وضاحت کے ساتھ سنائیں [اور بتایا] کہ ان وجوہ سے عرب کا لشکر پریشان ہو گیا ہے۔

طیار کا واپس جانا

طیار اس راوی قاصد کو اپنے ساتھ لے گیا اور جاکر یہ خبر حجاج کو پہنچائی۔ [یہ خبر سن کر] حجاج بن یوسف متکدل ہوا اور تاسف کرتا ہوا اپنی مجلس میں واپس آیا اور عالموں، بزرگوں، صالحوں، محققوں، مستحقوں اور خاص آدمیوں سے دعا کی التجا کی۔ [پھر] وہاں سے واپس آ کر طیار سے کہا کہ اس سندھ کے قاصد کو حاضر کر، تاکہ اُس نے جو کچھ دیکھا اور سمجھا ہے بیان کرے۔ طیار نے حجاج کی فرصت کے موقع پر اس قاصد کو پیش کیا۔ حجاج نے اس سے پوچھا ”کہاں سے آیا ہے؟“ قاصد نے جواب دیا کہ ”سندھ سے۔“ حجاج نے پوچھا کہ ”محمد بن قاسم کے حالات کی [تجھے] کیا خبر ہے؟“ اس نے جواب دیا ”سب سلامت اور اچھے حال میں ہیں البتہ گھوڑوں میں جذام کا مرض پیدا ہو گیا تھا اور اسی مرض میں بہت سے گھوڑے مر گئے۔ اب غلہ سستا ہو گیا ہے اور باقی ماندہ گھوڑوں میں کوئی بیماری نہیں ہے۔ میں اس واقعہ کے بعد چلا ہوں۔ [148] اس ملک کے تاجر غلہ فروخت کرنے کے لئے لاتے ہیں اور قلعہ بیٹ کا حاکم موکو [ابن] وسایو اس سلسلے میں مردانہ وار ساتھ دے رہا ہے۔“ اس پر حجاج نے کہا ”مگر میرے معتمد اور قاصد نے تو کچھ اور ہی طرح بیان کیا ہے۔“ قاصد نے جواب دیا کہ ”اس نے یہ بات مجھ سے سن کر بیان کی ہے، لیکن پوری نہیں سنی تھی۔“ حجاج نے کہا ”[تو] یہ بات تو نے پوری کیوں نہیں کہی تھی؟“ اس نے کہا: ”اس وجہ سے کہ [میں نہیں چاہتا تھا] کہ یہ کمزوری ہر ایک کی زبان پر آئے اور ہر دوست اور دشمن اس مصیبت سے واقف ہوں۔“ پھر حجاج نے اس آدمی کو خط دے کر دارالخلافہ روانہ کیا تاکہ وہ وہاں جاکر جو کچھ دیکھا ہے، مفصل بیان کرے۔

حجاج کا خط کے ساتھ محمد بن قاسم کے پاس دو ہزار گھوڑے بھیجنا

[دوسری طرف] ان حقائق سے باخبر ہوتے ہی حجاج نے اپنے خاص دو ہزار گھوڑے روانہ کئے اور لکھا: ”یہ خط حجاج بن یوسف کی طرف سے محمد بن قاسم کے نام۔ خط اور قاصد کی زبانی حالات معلوم ہوئے کہ کچھ گھوڑے مر گئے ہیں اور باقی ماندہ سلامت ہیں۔ اس وجہ سے دوسرے دو ہزار گھوڑے بھیجے جاتے ہیں، تاکہ قابلِ اعتماد بہادروں، فوج کے مستحق سرداروں اور تمہارے لئے پشت پناہ ہو سکیں۔ یہ ایسے لوگوں کے حوالے کئے جائیں کہ جو سواری کے مستحق ہوں اور اپنی سواری کو چاہے وہ پرانی کیوں نہ ہو، خاص اپنی ہی سمجھیں۔ لشکر کو ہمیشہ منظم اور آراستہ رکھنا، تاکہ قوت اور دبدبے سے دشمن کے لشکر کو دفع کر سکو۔ لیکن کافروں کے دفعیہ کے سلسلے میں یہ نصیحت یاد رکھنا کہ کسی کی تمنا اس کی مرضی کے مطابق پوری نہیں ہوتی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے: اَمْ لِلْانْسَانِ مَا تَمَنٰی: فَلِلّٰهِ الْاٰخِرَةُ وَالْاُولٰی (سورۃ النجم: رکوع ۱) کیا انسان جو کچھ چاہتا ہے اسے میسر ہے؟ بلکہ آخرت اور دنیا اللہ کی ہے۔ یہ فیصلہ میں نے کوئی اپنی طرف سے نہیں کیا ہے بلکہ مجھے خدائے تعالیٰ [149] نے اس پر مائل کیا ہے۔ کیونکہ [میں سمجھتا ہوں کہ] ان کافروں کا وقت پورا ہو چکا ہے اور دولت نے ان سے منہ پھیر لیا ہے اور طریقت، شریعت اور حقیقت نے غلبہ حاصل کیا ہے اور دین کی عزت کا پرچم بلند ہو چکا ہے۔ کافروں کو [یہ بات] چاہے ناپسند ہو پھر بھی تمہیں کسی بھی طرح کشتیاں حاصل کر کے ان کا ہل بنانا چاہئے تاکہ آسانی سے اس پر گزر جاؤ خواہ کافروں کو کتنا ہی برا کیوں نہ لگے اور اُن کو بھی حقیقت معلوم ہو۔“ والسلام

محمد بن قاسم کا حجاج کا خط پڑھنا

جب محمد بن قاسم نے خط پڑھا اور [اسے] گھوڑے [بھی] ملے تو اس خط کے جواب میں اس نے جو حالات لکھے، اس کے ضمن میں ترشی کا بھی مطالبہ کیا۔ [اس نے لکھا کہ] خلاف مزاج غذاؤں اور بے وقت کھانے پینے کی وجہ سے، رطوبت اور طبیعت میں خرابی پیدا ہوئی ہے۔ اس وجہ سے جیسے بھی ہو سکے خاص شراب خانے سے کچھ سرکہ عنایت کیا جائے، کہ لشکر کو اس کی سخت ضرورت ہے۔

حجاج بن یوسف کا سرکہ بھیجنا

چنانچہ حجاج کے حکم سے دھکی ہوئی روئی کو سرکہ کے میں بکھو کر خشک کیا گیا۔ [روئی نے]

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

کئی مرتبہ سرکہ جذب کیا۔ پھر اس روٹی کی گٹھڑیاں باندھ کر لشکر گاہ میں لے آئے اور [حجاج نے] خط لکھا کہ ”محمد بن قاسم نے پیغمبر ﷺ کے حکم نعم الادام الخل (سرکہ بہترین سالن ہے) کے مطابق سرکہ طلب کیا ہے جو کہ دھسکی ہوئی روٹی میں جذب کیا گیا ہے۔ جب یہ پہنچے تو اسے پانی میں ترکیا جائے تو اس میں سے سرکہ نکل آئے گا۔“ [150]

مہران کے مغربی کنارے پر حجاج کا خط پہنچنا

اس داستان کے مصنف خواجہ امام ابراہیم نے روایت کی ہے کہ جب محمد بن قاسم کو بہت عرصے تک مہران کے مغربی کنارے پر ٹھہرنا پڑا تو حجاج نے ایک خط لکھا جس میں نیابت (گورنری) کا پروانہ شامل کر کے اسے آزادی کے ساتھ حکومت کرنے کا اختیار دیا۔ [مزید] لکھا کہ ”تمہاری روش مجھے ناپسند ہے اور تمہاری حکومت [کے اس طریقے] سے میں حیرت میں ہوں کہ تم امان دینے کے بڑے شائق ہو۔ امتحان اور آزمائش کے بعد جس دشمن سے بھی عداوت یا مخالفت ظاہر ہو اسے امان نہ دینی چاہئے کہ ردیل و شریف ایک سے سلوک کے مستحق نہیں۔ ایسا کرنے سے کم عقلی ثابت ہوگی اور دشمن اسے کمزوری پر محمول کرے گا۔ مجھے قسم ہے اپنے سراور جان کی کہ اللہ عزوجل نے تمہیں نصیحت کی ہے اور قابل فکر عقل دی ہے۔ [لیکن تم اس سے کام نہیں لیتے] اور تمہاری ساری توجہ [صرف] اس پر صرف ہو رہی ہے کہ سب کو امان دی جائے۔ [یہ بات] اپنے ان ساتھیوں کو بھی سنانا جو تمہارے مشیر اور ہمراہ ہیں۔ تم [صرف] امان دینے میں مصروف ہو اور ادھر کتنا وقت گزر چکا ہے کہ تم دشمن کے سامنے [بیکار] پڑے ہوئے ہو اور اگر یوں ہی بے دھڑک امان دیتے رہے اور جنگ میں دھوکے کا خیال ہی [دل سے] نکال دیا تو پھر جنگ کے اخراجات [پورے کرنے] کے لئے کوئی دوسرا راستہ اختیار کیا جائے گا اور یہ طویل کم عقلی ختم کر دی جائے گی۔ [جب] داہر کو [تمہاری کمزوری اور نادانی کی خبر ہوگی تب وہ مغرور ہو جائے گا اور [دوسری طرف] لوگوں کو خیال ہوگا کہ تم صلح کی کوشش کر رہے ہو، جسے وہ تمہاری سستی اور خالی تصور کریں گے اور کوئی بھی مطلب حاصل [151] نہ ہوگا۔ تمہیں حکومت اور سیاست کے

1. یہاں اصل متن کی عبارت میں بڑا غلطی ہے۔ ترجمہ اندازے سے کیا گیا ہے۔ ہمارے خیال میں حجاج کی طرف سے محمد بن قاسم کو دھسکی دی گئی ہے کہ اگر تم اپنی رعدی اور ہر ایک کو امان دینے کی روش سے [جسے حجاج بے ڈھنی اور کم عقلی سمجھتا ہے] باز نہ آؤ گے تو ہم جنگ کو جاری رکھنے کے لئے کوئی دوسرا طریقہ اختیار کریں گے اور تمہیں موقوف کر کے یہ کم عقلی ہمیشہ کیلئے ختم کر دیں گے۔ متن کی اصل عبارت یہ ہے: ”و نیز اگر امان بے گمان خواہند و عذر از میان بردارند از حرب در اخراجات را و جوی راج گرد و دین بدری مطول کوتاہ شود“ ہمارے خیال میں ”بدری“ لفظ کاج کی تھیف ہے یہ لفظ دراصل ”بدرائی“ (بے ڈھنی، کم عقلی) کے معنی میں ہے، کیونکہ فارسی لغت میں لفظ ”بدری“ کے کوئی معنی نہیں۔ (مترجم)

فتح نامہ سندھ عرف پنج نامہ

طریقے ہاتھ سے نہ جانے دینے چاہئیں اور تلوار اور عقل [دونوں] کو دھیان میں رکھنا چاہئے تمہیں عزم مصمم کر کے لشکر کو بہادری اور دور اندیشی کے لئے حوصلہ دلانا چاہئے۔ راست گو اور ثابت العقل رہو، غفلت نہ کرو اور خدائے تعالیٰ کے ذکر میں دل، جان اور زبان کو مشغول رکھو۔

اس وقت جبکہ [ہمیں] مہران کے بہاؤ سے واقفیت حاصل ہو چکی ہے تو [ہماری رائے ہے کہ] تمہیں مہران کو بیٹ سے عبور کرنا چاہئے، کیونکہ مہران کا پانی وہاں تنگ ہے اور کنارہ بھی عبور کرنے کے لئے زیادہ آسان ہے۔ [دوسرے یہ کہ] چونکہ بیٹ دو آبے میں ہے اس وجہ سے سہولت سے عبور کر سکو گے اور عافیت اور حفاظت میں رہو گے، پل کشتیوں کا بنانا اور جنگ میں اللہ کی مدد اور خدائے قادر و جلیل کی فتح کو اپنے ہر کام سمجھنا۔ جب تم طاقت اور دبدبے سے کام کرنے لگو گے تو پھر دشمن کی فوج اور رعایا اپنی جان بچانے اور ذریعہٴ معاش حاصل کرنے کی خاطر تمہاری بیعت کرے گی اور مطیع ہو کر خود کو تمہارے دربار سے وابستہ کرے گی۔

محمد بن قاسم کے دریائے مہران پار کرنے کی خبر

تاریخ کے مصنفین اور اس داستان کے آراستہ کرنے والوں نے روایت کی ہے کہ جب حجاج کا خط محمد بن قاسم کو ملا تو فرمان کے حکم کے مطابق وہ فوراً وہاں سے کوچ کر کے جم کے علاقے میں ساکرے کے مقام پر جا پہنچا اور دریا کو پار کرنے کے لئے کشتیاں حاصل کرنے اور تختے تیار کرنے کا حکم دیا۔

[ادھر] راجہ داہر خود کو غافل [اور بے فکر] ظاہر کرنے کے لئے دن رات عیش و عشرت اور سیر و شکار میں مشغول رہتا تھا تاکہ [عرب] سمجھیں [152] کہ اسے ہماری طرف سے کوئی فکر نہیں ہے۔ ایک دن بھنڈویہ ششی¹ نے داہر کے پاس آ کر کہا کہ ”اے بادشاہ! عرب کا لشکر آپ کے دروازے پر آ پہنچا ہے، مگر آپ کو سارے دن سیر و شکار میں مشغول اور شطرنج و چوسر میں گرفتار دیکھتا ہوں۔“

داہر نے کہا ”[تو] تیری کیا تجویز ہے؟ اور تو کیا مناسب خیال کرتا ہے؟“ ششی نے جواب دیا: ”میرے ذہن میں تین تدبیریں آتی ہیں۔ ان میں سے کسی ایک پر عمل کیجئے۔ ایک تو یہ کہ [اگر آپ اتفاق کریں تو فرزندوں اور متعلقین کو ہندوستان بھیج کر خود تنہا اس سے جنگ میں مقابلہ کیجئے۔ کیونکہ پھر برگستوان، مست ہاتھی، بہادر مرد اور جنگ جو سورما ساتھ لے کر آپ جس

1۔ یہ نام یہاں فارسی ایلیٹشن کی عبارت کے مطابق ”بھندویہ ششی“ دیا گیا ہے۔ نیز (ن) میں ”بھندویہ“ ہے اور آخر کا لفظ ”ششی“ نہیں ہے۔ (پ) میں ”بھندرا“، (م) میں ”بھندروکو“، (ر) میں ”بھندروکو“ اور (ک) میں ”بھندروکو“ ہے۔ (ن-ب)

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

جگہ بھی جائیں گے، اس سے اس جگہ جاکر جنگ کر سکیں گے۔ [دشمن کے] سارے راستے بند کر دیجئے تاکہ انہیں غلہ اور گھاس نہ پہنچ سکے۔ [دوسرے یہ کہ] اگر آپ پسند کریں تو اپنی حفاظت کے لئے اپنی تمام مطیع فوجوں کو اکٹھا کر کے ان کا مقدمہ اور سابقہ ترتیب دیجئے تاکہ دشمن کے لشکر سے آپ کا بچاؤ ہو سکے [بلکہ] یہاں سے کوچ کر کے قصبہ¹ کی طرف چلا جائے، تاکہ وہ ریگستان آپ کے لئے قلعہ اور پناہ رہے اور وہاں کے لوگ آپ کی مدد کریں۔ وہاں جاکر ان سے کہئے کہ میں ”تمہارے اور عرب کے لشکر کے درمیان میں دیوار ہوں۔ اگر مجھے لوٹا گیا تو پھر تم بھی برباد ہو جاؤ گے۔ اس لئے آ کر میری اطاعت کرو اور جنگ میں میرے مددگار رہو۔“ [تیسرے یہ] کہ اولاد اور فرمان برداروں کو ساتھ لے کر جسون رائے² کے ملک میں جائیے، وہ بادشاہ آپ کا قدر دان ہے اور ہر طرح آپ کے کام آئے گا۔ [اگر آپ] اس سے امداد طلب کریں تو ملک لے کر پھر اپنے ملک میں واپس آ کر دشمن سے بدلہ لے سکیں گے اور عرب کا لشکر اس ملک سے کوئی نفع حاصل نہ کر سکے گا۔ [کیونکہ] جب تک راجہ کی زندگی ہے تب تک کوئی بھی دشمن آپ کی قوت سے [بچ کر] چین سے نہ بیٹھ سکے گا۔ [ان تجویزوں پر عمل نہ کرنے کی صورت میں] اگر آپ کو قتل کر ڈالا تو [153] پھر ہندوستان کے بادشاہوں میں سے کوئی بھی بادشاہ اس [دشمن] کو دافع نہ کر سکے گا اور وہ اس ملک میں قدم جمالے گا اور سارا ملک آپ کے تصرف سے نکل کر علحدہ ہو جائے گا۔

داہر کا وزیر کو جواب دینا

داہر نے کہا کہ ”اے ہوشیار وزیر! تو جو بہتر سمجھتا ہے وہ عین مصلحت ہو سکتا ہے، لیکن اس وقت متعلقین کو ہندوستان بھیج دینا مجھے [قرین مصلحت] نظر نہیں آتا، کیونکہ رعایا متروک ہوگی اور ٹھاکر اور امیر دل شکستہ ہو کر جنگ نہ کریں گے اور منتشر ہو جائیں گے اور مجھے اس بات پر شرم بھی آتی ہے کہ کسی دوسرے سے التجا کروں یا کسی کے دروازے پر جا کر انتظار کروں کہ اندر آنے کا حکم ہے؟ یہ عار میں ہرگز برداشت نہ کر سکوں گا۔“ وزیر نے کہا کہ ”[پھر] آپ کی کیا تجویز ہے؟ ہندے کو آگاہ کیجئے تاکہ خیر خواہی اور اصلاح کے طور پر ہم خیال خدمتگزاروں کو بتائی جائے۔“

1. فارسی ایڈیشن میں ”قصبہ“ (یعنی کچھ) کا تلفظ اختیار کیا گیا ہے۔ یہ وہی نام ہے کہ جس کا ذکر ص 144 پر آچکا ہے۔ اس مقام پر مختلف نسخوں کی عبارتیں اس طرح ہیں۔ (م) ”قصبہ“، (ن) ”قصبہ“، (ب) (س) ”عقب“۔ ہمارے اختیار کردہ تلفظ کے لئے دیکھئے حاشیہ (4) ص 149 [133]۔ (ن۔ب)
2. نسخہ (ر) میں ”جیون رائے“ ہے۔

راجہ داہر کا وزیر سے مشورہ

راجہ داہر نے کہا کہ ”میری رائے کا تقاضہ ہے کہ اس کا مقابلہ کروں اور [پوری] قوت اور شدت سے جنگ کروں۔ اگر میں ان پر غالب ہوا تو پھر وہ سب ذلیل ہوں گے اور میری بادشاہت مستحکم ہوگی اور اگر ننگ و ناموس کے لئے قتل ہو گیا تب بھی یہ بات عرب اور ہندوستان کی کتابوں میں لکھی جائے گی کہ راجہ نے اپنے ملک کی خاطر دشمن کے مقابلے میں اپنی پیاری جان فدا کر دی۔“ شہنشاہ نے جواب دیا کہ ”میری ساری نصیحت کا وارومدار [اسی پر] ہے کہ راجہ کی ذات باقی اور یہ بادشاہت قائم رہے۔ ورنہ دوسری صورت میں ہم بندوں کے لئے [سب کچھ] آسان ہے [ہمارے لئے تو] ستویں ایک مٹھی، پانی کا ایک گھونٹ اور کپڑے کی ایک چندی ہی کافی ہے۔ کاش راجہ کی رائے افضل رہے!“ [154]

اسلامی لشکر کے ساتھ محمد بن قاسم کے مشرقی کنارے کی طرف پار کر کے آنے کی خبر

جب محمد بن قاسم نے [دریا] عبور کرنے کا مصمم ارادہ کیا تو فکر کرنے لگا کہ ایسا نہ ہو کہ راجہ داہر لشکر لے کر مہران کے کنارے پر آ کر ہمارا راستہ روکے اور مزاحمت کرے اس لئے اس کے حالات معلوم کرنا ضروری ہیں۔

سلیمان کا جنگ پر جانا

پھر محمد بن قاسم نے سلیمان بن بھمان قشیری کو حکم دیا کہ ”تمہیں اپنی فوج لے کر راوڑ کے قلعے کے سامنے جنگ کرنے کے لئے جانا چاہئے تاکہ داہر کا بیٹا گولپی¹ اپنے باپ کی مدد کو نہ آ سکے۔ سلیمان چھ سو سپاہی ساتھ لے کر جنگ کے لئے روانہ ہوا۔ اس کے بعد عطیہ تغلی² کو

1. اس نام کے اصل تلفظ اس طرح ہیں: (ر)، (م)، (ن)، (ب)، (س) میں ”قوتی“ اور (پ) میں ”قوتی“ ہے۔ فارسی ایڈیشن میں ”قوتی“ کا تلفظ اختیار کیا گیا ہے جو ہمارے خیال میں نہ صرف قرین قیاس ہے بلکہ صحیح ہے۔ علم المغت کے مطابق مغرب اور ذیل لفظوں کی صورت خطی کے لحاظ ”قوتی“ صاف طور پر ”گولپی“ معلوم ہوتا ہے۔ ترجمہ میں اسی لئے ہم نے اسے ترجیح دی ہے۔ (بکریہ قاضی احمد میاں اختر صاحب)

2. فارسی ایڈیشن میں ”علیہ تغلی“ ہے (ر) کا تلفظ ”تغلی“ ہے جو کہ خود نسخہ (م) کی عبارت ہے۔ ان عبارتوں کے پیش نظر لفظ ”تغلی“ صحیح معلوم ہوتا ہے اور ”تغلی“ اس کی تصحیف ہے اس کے علاوہ انساب میں بھی ”تغلی“ کی نسبت عام نہیں ہے۔ (ن-ب)

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

پانچ سو سپاہیوں کے ساتھ اگھم کے راستے پر مقرر کیا تاکہ کندراہ¹ والے علاقہ پر پہرہ رکھے | دوسری طرف | قلعہ نیروں کے سردار شنی میگھدھنیہ² کو فرمایا کہ راستے میں اناج اور گھاس موجود رکھے، مبادا لشکر کو اُن کی احتیاج ہو۔ اور | محمد بن | مصعب بن عبدالرحمن³ کو لشکر کے مقدمہ پر مقرر کیا تاکہ آگے جا کر راستوں کی حفاظت کرے۔ نباتہ بن حنظلہ کلابی کو ایک ہزار سواروں کے ساتھ قلب میں رکھا۔ | اسی اثناء میں | ذکوان بن علوان الکبریٰ پندرہ سواروں، بیٹ کے حاکم موکو | ابن | وسایو، بخشی ٹھاکروں، اور | مہران کے | مغربی کنارے والے مطیع جنوں کو ساتھ لے کر خدمت میں حاضر ہوا اور بیٹ کے علاقے⁴ میں ساکرے کے سربراہ بھی مستعد ہو گئے۔

محمد بن قاسم کا دریا پار کرنے کے لئے مقام تلاش کرنا

جب محمد بن قاسم کو اطلاع ملی کہ لشکر کا مقدمہ جہم کے گھاٹ کے قریب پہنچ گیا ہے۔ | جہم بن | زحر بھی⁵ مقدمہ کے ساتھ جا کر دیکھ آیا ہے کہ کس مقام پر پاٹ تنگ اور کنارہ موزوں ہے، تب اُس نے بیٹ کے سامنے کھڑے ہو کر مہران کا معائنہ کر کے حکم دیا جس کے مطابق پل بنانے کے لئے کشتیاں فراہم کر کے انہیں پتھروں اور ریت سے بھر کر اور مینیں گاڑ کر مستحکم کیا گیا۔

داہر کو موکو | ابن | وسایو کے کشتیاں مہیا کرنے کی خبر ملنا

پھر جب داہر کو خبر ملی کہ موکو ابن وسایو نے کشتیاں لا کر محمد بن قاسم کے حوالے کی ہیں اور وہ دریا پار کرنے کے لئے گھاٹ پر آئے ہیں تو داہر نے بے سیدہ کو بیٹ کے قلعے کی حفاظت کے لئے روانہ کیا اور کہا کہ ”وسایو ابن سر بند پر اعتماد نہ کرنا، ممکن ہے اس نے بھی بیٹے کے ساتھ | محمد بن قاسم کی | بیعت کر لی ہو۔ بے سیدہ قلعہ بیٹ میں آیا۔ موکو کا بھائی راسل | ابن | بھائی کا مخالف تھا اس نے داہر کے پاس حاضر ہو کر عرض کیا کہ ”راجہ ہمیشہ سلامت رہے! راجہ محمد ہو! بندے کی فرمانبرداری اور وفاداری کے بارے میں | آپ کو | اچھی طرح معلوم ہے کہ | کس طرح | بندگی کی

1. یہ لفظ فارسی الیٹن کے مطابق ہے۔ (ن) میں بھی یہی لفظ ہے۔ (پ) اور (ک) میں ”کندراہ“ (ر) اور (م) میں ”کنڈا دھم“ ہے۔
2. مختلف نسخوں کی اصل عبارت یہ ہیں: (پ) ”مندینہ“ (ر) ”مقدمہ“ (م)، (س) ”مقدونہ“ (ن) ”مقدینہ“، (ک) ”مقدہ“۔ صرف نسخ (ب) کے قلعہ کی شکل مندرجہ ہے اور اس کے مطابق اصل نام ”مندین“ یا ”ناظر“ ہو سکتا ہے، مگر دوسرے سارے نسخوں کے تلفظوں میں اس نام کی ابتدا میں ”حق“ ہے اور اسی لحاظ سے (پ) کا امل بھی ”مقدینہ“ یا ”مقدنہ“ کا لفظ اختیار کیا گیا ہے، دوسری شکل (م) اور (س) کی قرأت ہے جس میں ”ذ“ زائد ہے اور تیسری شکل (ن) کی قرأت ہے جس کے آخری خے میں ”ت“ ہے اور یہ لفظ ”مقدنہ“ بھی ہو سکتا ہے۔ (م) اور (س) کی قرأت میں بھی اگر ”ن“ کی جگہ ”ت“ پڑا جائے تو یہ لفظ ”مقدونہ“ ہو سکتا ہے۔ اس لحاظ سے ”مقدونہ“ ”مقدونہ“ اور ”مقدنہ“ کے الفاظ ہو سکتے ہیں جو کہ ”میگھدھنیہ“ ”میگھدھنیہ“ اور ”میگھدھنیہ“ جیسے اعلیٰ ناموں کی طرف رہنمائی کرتے ہیں اور چونکہ سندھ میں دہی اور دہن اور دہنو وغیرہ عام ہیں، اس لئے ہم نے متن میں ”میگھدھنیہ“ کو ترجیح دی ہے۔
3. اصل متن میں ”معب بن عبدالرحمن“ ہے۔ اس صحیح کے لئے دیکھئے حاشیہ ص 124 (ن-ب)
4. علاقہ بیٹ کے مقام پر اصل عبارت ”جزیرہ بیت“ ہے۔ (ن-ب)
5. اصل متن میں ”زحر بخشی“ ہے، لیکن درحقیقت محمد بن قاسم کے لشکر میں ”زر“ نہیں بلکہ اس کا بیٹا جہم بن زحر لکھی شامل تھا۔ دیکھئے حاشیہ ص [101] اور [106] (ن-ب)

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

شرطیں بجالانے میں دور اندیشی اور احتیاط قائم رکھتا آیا ہوں، اگر بندے کو حکم ہو تو قلعہ بیٹ کی حفاظت کے لئے جاؤں میں عرب کے لشکر کو کبھی دریا پار نہ کرنے دوں گا۔“ [156]

راسل کو حکومت دینا

چنانچہ راجہ داہر نے بیٹ کی حکمرانی راسل کے حوالے کر کے بیٹ کے سرداروں اور سربراہوں کو اس کی ماتحتی میں دیا اور جیسینہ بن داہر وہاں سے واپس آ گیا جس پر داہر کے [مطلع] دیہاتیوں نے خیال کیا کہ لشکر اسلام فتح یاب ہو کر قلعہ بیٹ میں اترا ہے۔

داہر کے گمان کے خلاف بغاوت کی خبر آنا

ابوالحسن مدائنی سے روایت ہے کہ وسایو اور اس کا بیٹا راسل ہمیشہ سے موکو [ابن] وسایو کے خلاف تھے اور ان کی مخالفت ظاہر تھی۔ چنانچہ موکو [ابن] وسایو نے داہر سے نافرمانی کر کے محمد بن قاسم کی بیعت کی تھی اور راسل اسی مخالفت کی وجہ سے موکو اور محمد بن قاسم کے مقابلے پر آیا تھا۔ ادھر جب موکو کو یہ عقل آئی تھی اسی وقت سے اس نے داہر کی اطاعت میں سر نہ جھکایا تھا اور اسلام کا خیر خواہ ہو کر صداقت اور اعتقاد کے ساتھ داہر کے لشکر کے خلاف تجویزیں اور تدبیریں کرتا رہا اور ان کی شکست کے لئے کوشش کرتا رہا۔

جس جماعت نے یہ حال دیکھا تھا، اس سے اس طرح روایت کی گئی ہے کہ جب محمد بن قاسم کشتیاں فراہم کر کے انہیں ایک دوسرے سے جوڑنے لگا تو راسل نے ملک کے سرداروں اور نامور لوگوں کے ساتھ مل کر اسے پل بنانے اور مہران کو پار کرنے سے روکنے کے لئے اس پر حملہ کیا۔ اس پر محمد بن قاسم نے مہران کے پاٹ کے اندازے کے مطابق ساری کشتیوں کو مغربی کنارے پر ایک دوسرے سے جوڑنے کا حکم دیا۔ پھر تو جنگجو بہادر ہتھیاروں سے لیس ہو کر کشتیوں میں آ بیٹھے اور کنارے کی اس جگہ سے، جو کہ ان کے قبضے میں آ چکی تھی [157] شروع والی کشتی چھوڑ دی۔ یہ سرے والی کشتی [نیشی] دہارے کی وجہ سے [مشرقی کنارے پر جا گئی۔ اسلامی لشکر نے تیر برساکار فروں کو کنارے سے دور کیا اور فوراً مینیں گاڑ کر پل استادہ کیا۔ [پھر تو] سواروں اور پیادوں نے یلغار کردی اور ٹولیوں ٹولیوں میں ہو کر، [مشرقی کنارے کی طرف پار ہو کر صف بستہ ہو گئے اور کافر بھاگ گئے۔ لشکر عرب نے غالب ہو کر انہیں جہم] کی حدود سے باہر بھگا دیا۔ کافروں میں جو باہمت اور اچھے گھوڑے پر سوار تھے انہوں نے گھوڑوں کو ہمیز کیا اور ساری رات

1. یہ عبارت نسہ (ر) سے بڑھائی گئی ہے۔ اصل میں پورا فقرہ اس طرح ہے: ”وازا آب مہران بخاریتی کی گذشتہ“ (ن-ب)

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

چلتے رہے۔ آخر جب رات کے تاریک پردے سے صبح صادق ظاہر ہوئی تو داہر کی لشکر گاہ میں پہنچے۔ داہر خواب گاہ میں محو خواب تھا اور دربانوں کو اس کے بیدار کرنے کا حوصلہ نہ ہوتا تھا۔ آخر کار اس کے خاص آدمیوں میں سے ایک اس کی خلوت گاہ میں گیا اور اسے جگا کر لشکر اسلام کے پہنچنے اور کافروں کے شکست کھا کر بھاگنے کے حالات تفصیل سے سنائے۔ داہر بستر راحت سے جست لگا کر اٹھا۔

داہر کا نیند سے بیدار ہونا اور دربان کو اپنے لوگوں کے فرار اور اسلام کی فتح کی خبر لانے پر سزا دینا

اور کہنے لگا: ”تو نے بری خبر دی ہے۔“ [یہ کہہ کر] اسے قریب بلا کر غصے میں اس کی پیٹھ پر ایک مکہ رسید کیا۔ داہر کا ہاتھ وزنی تھا، جس کی وجہ سے وہ آدمی اسی مکہ سے مر گیا۔ (روایت): تاریخ کے مصنفوں نے اس طرح روایت کی ہے کہ جب محمد بن قاسم دریا کو پار کر گیا تو اس نے اعلان کیا کہ ”اے لشکر اسلام! اب مہران کا پانی تمہاری پشت پر ہے [158] اور کافروں کا لشکر تم سے مقابلے کے لئے آئے گا۔ جس کے دل میں واپس جانے کا خیال ہو وہ یہیں سے واپس چلا جائے۔ کیونکہ [جس وقت] دشمن سامنے آئے گا اور جنگ شروع ہوگی، اگر اس وقت کسی شخص نے منہ موڑا تو لشکر دل شکستہ ہو کر فرار اختیار کرے گا، جس کی وجہ سے دشمن ہم پر غالب ہو جائے گا [اور یہ ہمارے لئے] بڑا ننگ ہوگا۔ بھاگنے والا حرام موت مرے گا اور پھر آخرت کے عذاب میں گرفتار [ہوگا]۔ [اس اعلان کے بعد] تین آدمیوں کے علاوہ کوئی بھی واپس نہ گیا۔ [ان میں سے] ایک نے کہا کہ میری ایک بیٹی ہے جس کا میرے سوا کوئی کفیل نہیں ہے۔ دوسرے نے کہا کہ میری ایک ماں ہے جس کا کوئی بھی قریبی عزیز نہیں ہے کہ اس کی تماداری کرے یا [مرنے کے بعد] اسے دفن کرے اور تیسرے نے کہا کہ مجھ پر بہت زیادہ قرض ہے اور ایسا کوئی بھی شخص زندہ نہیں ہے کہ جو [یہ بوجھ] میری گردن سے اتارے۔ امیر محمد بن قاسم نے انہیں اجازت دے دی، باقی سب متفق ہو کر ڈٹ گئے۔

دریا عبور کرنے کے لئے پل بنانا¹

پھر جب پل تیار ہو گیا تو فوج گزرنے لگی اور بنی حظلہ کے ایک شخص تراب نامی

1. اس عنوان کا یہ مفہوم نہیں ہے کہ پل دوبارہ بنایا گیا، بلکہ پل باندھنے اور لشکر کے گزرنے کے بارے میں کچھ واقعات بیان کئے گئے ہیں اور غالباً اسی وجہ سے یہ عنوان اور اس کے بعد کا دوسرا عنوان دوبارہ تحریر کیا گیا ہے۔ (ن-ب)

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

کے سوا کہ جو گزرتے وقت پُل سے گر کر ڈوب گیا تھا، دوسرے کسی شخص کو بھی کوئی تکلیف نہ پہنچی۔

لشکرِ عرب کا گزرنا

اس کے بعد لشکرِ اسلام [آگے] روانہ ہوا اور جا کر قلعہ بیٹ کے قریب پہنچا۔ سارے سوار لوہے [کی زرہوں] میں غرق ہو کر نکلے تھے۔ [محمد بن قاسم نے] چاروں طرف طلاہ دے متے مقرر کر کے لشکر کے گرد خندق کھودنے کا حکم دیا اور اس کے اندر سامان اور اسباب رکھوا کر [159] وہ قلعہ بیٹ سے راؤڑ کی جانب روانہ ہوا اور آخر جا کر اس مقام پر پہنچا کہ جسے چھپور^۱ کہتے تھے۔ راؤڑ اور جیور کے درمیان میں ایک خلیج تھی، داہر نے اس آبائے کے گھاٹ پر حفاظت کی غرض سے کچھ مسلح سپاہی اور خاص آدمی متعین کر دیئے تھے تاکہ نگرانی کرتے رہیں۔

داہر کو پار ہونے کی خبر ملنا

محمد بن قاسم نے خیال کیا کہ شاید ان کا لشکر دھوکہ دے رہا ہے اور وہ [موقع پاکر] ہمارے سامنے ہوں گے۔ چنانچہ اس نے محرز بن ثابت قیس^۲ کو دو ہزار سواروں کے ساتھ اور محمد بن زیاد العبدي کو ایک ہزار سوار دے کر دریا کے پار بھیج دیا جو جا کر ان کے سامنے جم گئے۔

داہر کا محمد علانی کو بلانا

پھر داہر کے حکم سے محمد بن حارث علانی کو بلایا گیا۔ علانی آیا اور داہر نے [اس سے] کہا ”تجھ پر ہماری مہربانیاں خاص ایسے ہی وقت کے لئے تھیں۔ جاسوسی کا عہدہ ہمیشہ تیرے

1. فارسی ایڈیشن کے متن میں ”چھپور“ کا تلفظ اختیار کیا گیا ہے جو کہ نند (س) جیسے غیر معتبر نسخہ کی عبارت ہے۔ معتبر نسخوں میں سے (ر) (ن) (ب) کی متفقہ عبارت ”جیور“ ہے۔ (پ) کا تلفظ ”چجور“ ہے کہ جو ”جور“ کے مماثل ہے۔ یہ نام پہلے بھی ص [123] پر آچکا ہے اور وہاں سارے نسخوں میں ”جیور“ ہے اس کے بعد پھر یہی نام ص [164] پر آیا ہے، جہاں اس کے لفظی معنی ”موضع ظفر“ بتائے گئے ہیں۔ فاضل ایڈیٹر (ڈاکٹر داؤد پورہ مرحوم نے) آخر میں ص [123] کا حاشیہ لکھتے ہوئے لفظ ”جیور“ کی اس معنی سے اس طرح تطبیق دی ہے: جے = ظفر + ور (دشت از درو) = محیط بہ، یعنی موضع محیط بہ ظفر (دیکھئے فارسی ایڈیشن ص 263) صفحہ [167] پر بھی (پ) اور (ر) جیسے قدیمی نسخوں کی عبارت ”جیور“ ہے اس وجہ سے اس صفحہ پر اور پھر ص [167] پر بھی ہم نے ”جیور“ اختیار کیا ہے۔ (ن-ب)
2. سارے نسخوں میں اس مقام پر لفظ ”قیسی“ ہے لیکن ص [171] پر ”الدشتی“ ہے۔

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

حوالے رہا ہے، اس وقت خاص طور پر [یہ کام] تیرے سپرد کیا جاتا ہے۔ چونکہ عرب کے لشکر کے طور طریق سے تو زیادہ واقف ہے، اس لئے اس لشکر کی جاسوسی بھی تیرے حوالے کرنا زیادہ مناسب ہوگی۔“ اس پر علانی نے جواب دیا: ”اے راجہ! آپ کی خیر خواہی ہم پر واجب ہے، کیونکہ آپ کی نعمتوں کا حق ہم پر لازم ہے۔ لیکن ہم مسلمان ہیں، لشکر اسلام کے مقابلے پر نہ جنگ کریں گے اور نہ تلوار اٹھائیں گے، کیونکہ اگر مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہو گئے تو حرام موت مریں گے اور اگر انہیں قتل کیا تو ان کا خون ہماری گردن پر رہے گا اور اس کا بدلہ [160] جہنم کی آگ ہے۔ بے شک آپ کی نعمت اور نیک کا حق ہماری گردن پر ہے اور ایسا کوئی بھی آدمی دکھائی نہیں دیتا کہ جو آپ کا خیر خواہ ہو۔ مگر میں اس [عرب کے] لشکر کی قوت سے بے خوف نہیں رہ سکتا، میں اگرچہ آپ کی نعمت کا زیر بار ہوں [تاہم] مجھے [یہاں سے نکل جانے کی] اجازت دیجئے۔“¹

محمد علانی کی درخواست اور داہر کا اس کو جواب دینا

ان بوٹوں کے مالی نے اس طرح ظاہر کیا ہے کہ علانی نے جب اپنا یہ حال اس کے سامنے پیش کیا تو داہر نے کہا ”میں نے تو تجھے ایسے ہی دن کے لئے رکھا تھا، لیکن جس صورت میں کہ تو اس حادثہ میں میری مدد نہیں کر سکتا اور میرا حکم تجھے تکلیف دہ معلوم ہوتا ہے تو پھر [بہتر ہے کہ] ہماری خدمت اور صحبت سے نکل جا۔“

محمد علانی کا چلا جانا

اس کے بعد محمد علانی اس سے رخصت ہو کر بیلمان کی حکومت² کی طرف چلا گیا کہ [بیلمان] اس ملک کا والی تھا اور وہ ملک اس کے دادا بتابر (یا نیابر) بن بجر³ کے نام سے مشہور تھا اور وہ داہر کے قتل ہونے تک وہیں مقیم رہا۔

1. علانی کے وہ اشعار ”لائقین بدار۔ الخ“ جو کہ فارسی کے ص [138] میں دیئے گئے ہیں، شاید اس موقع پر کہے گئے تھے کیونکہ وہ اشعار اس موقع پر ہی مناسب ہو سکتے ہیں، اور پہلے جس مقام پر تحریر کئے گئے ہیں وہاں موزوں نظر نہیں آتے۔ (مترجم)
2. اصل متن کی عبارت ”مماک بیلمان“ ہے۔ بیلمان راجہ کے نام کے طور پر آیا ہے۔ اس مقام پر نسخ (پ) کا تلفظ ”چلمان“ ہے۔ (ن-ب)
3. فارسی ایڈیشن میں یہ نام ”بتابر بن الجر“ تحریر کیا گیا ہے جو کہ (پ)، (ن)، (ب) اور (م) نسخوں کے مطابق ہے۔ (ر) کی عبارت ”نیابر بن الجر“ ہے لیکن ص [308] پر ”طارس بن بجر بیلمان“ کا نام آیا ہے جس سے ظاہر ہے کہ یہاں بھی ”الجر“ کی بجائے ”بجر“ صحیح ہے۔ (ن-ب)

[محمد بن قاسم کا] محمد علانی کو امان دینا

اس کے بعد محمد بن قاسم نے اسے امان دے کر ملک کی وزارت کا پروانہ لکھ دیا۔ وہ ہندوستان میں جا کر وہاں کے بادشاہوں کو اسلام سے مشرف ہونے یا جزیہ ادا کرنے کی ترغیب دیتا تھا اور انہیں اچھے وعدوں کا امیدوار بناتا تھا۔ چنانچہ وہ اس کی [محمد بن قاسم کی] اطاعت اور بیعت میں آ جاتے تھے۔ پھر وہ جیسا پروانہ طلب کرتے وہ اس کے لئے خدمت میں عرض کرتا جس کی وجہ سے وہ سب کے سب اس کے مطیع ہو گئے۔ سب سے پہلے طاہرس بن بجر بیلماں کیرج^۱ کا راجہ سر بند^۲ کنبہ یا کشہ^۳ کا مالک کوکو بن موکو^۴ اور گیان بن تھاہر^۵ مشرف بہ اسلام ہو کر خراج گزار ہوئے۔

پھر جب محمد بن قاسم ملتان کی طرف گیا اُس وقت [محمد علانی نے] انتقال کیا۔

داہر کا علانی سے صلح کرنا

محمد [بن] حسن سے روایت کی گئی ہے جس نے بیان کیا کہ پہلے دن جب علانی نے معذرت طلب کی اور مسلمانوں سے جنگ کرنے سے احتراز کیا تو داہر نے اس سے کہا کہ ”اگر تو عربوں سے جنگ کرنے سے معافی طلب کرتا ہے تو ہمارے ساتھ رہ کر جاسوسی کرتا رہ اور ان کی ترکیبوں کے دفع کرنے کے مشورے دیتا رہ۔“ چنانچہ علانی داہر کے ساتھ جاسوسی کے لئے گیا تاکہ ان کا حال معلوم کرے، لیکن جب عربوں کے لشکر کے قریب پہنچا تو انہوں نے اسے طعنے

1. یہ عنوان یہاں صرف علانی کے سلسلے میں آیا ہے اور ”محمد بن قاسم۔ ا“ کے لفظ ”محمد“ سے مراد یہ ہے کہ ”اس واقعہ کے بعد“ یہ نہیں ہے کہ ”اس کے فوراً بعد“۔ علانی اس واقعہ کے بعد بھی حسینہ کے ساتھ رہا اور غالباً اس کے بعد محمد بن قاسم نے اسے امان دی اور پروانہ دیا کہ ہندوستان کے بادشاہوں کے پاس اس کے اپنی کی حیثیت سے جائے۔ چنانچہ وہ کشمیر کے راجہ کے پاس گیا۔ دیکھئے آئندہ ص 212 (ن-ب)

2. (ر)، (ن)، (ب)، (س) اور (ک) کی عبارت ”کیوج“ ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ غالباً ”کیرج“ ہی صحیح لفظ ہے، جس کا ذکر اس کے بعد فارسی نسخے کے ص [218] اور [228] پر آتا ہے۔ (پ) اور (م) کا تلفظ ”کنوج“ ہے جو مناسب نظر نہیں آتا۔ (ن-ب)

3. نسخہ (پ) میں ”سربند“ اور (ک) میں ”سربند“ ہے۔

4. فارسی ایلمینٹن میں لفظ ”کنبہ“ ہے جو کہ غالباً (پ) کا تلفظ ہے مگر (ر)، (ن)، (پ) اور (س) میں لفظ ”کنہ“ ہے جس سے ”کنہ“ کا گمان پیدا ہوتا ہے۔ مزید توضیح کے لئے دیکھئے حاشیہ (2) ص 139 [162]۔ (ن-ب)

5. فارسی ایلمینٹن میں یہ نام ”کھوکھ بن موکہ“ ہے جو غالباً نسخہ (م) کے مطابق ہے دوسرے نسخوں میں یہ پورا نام نہیں ہے۔ (پ) میں صرف ”ککہ“ اور (ن) میں ”بن موکہ“ ہے۔ (ن-ب)

6. فارسی ایلمینٹن کا تلفظ ”قبایض بن طاہر“ ہے جو غالباً (ب) کے مطابق ہے۔ (ن) کا بھی یہی تلفظ ہے مگر (ر) اور (م) کا تلفظ ”قیان بن طاہر“ ہے اور ہم نے اسی بنیاد پر ”گیان بن تھاہر“ اخذ کیا ہے۔ (ن-ب)

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

دیئے جس پر وہ بھاگ کر واپس آ گیا۔

محمد بن قاسم کا حجاج کے پاس خط بھیجنا

پھر محمد بن قاسم نے سارا حال خط میں لکھ کر حجاج کے پاس بھیجا اور اسے مطلع کیا کہ لشکر اسلام نے مہران کو عبور کر لیا ہے اور ہمارا ایک مرتبہ داہر کا فر سے مقابلہ ہوا ہے جس میں کافروں نے شکست کھائی۔ والسلام [162]

حجاج کا خط محمد بن قاسم کو ملنا

پیارے فرزند عماد الدین محمد بن قاسم! تم نے جو کچھ لکھا ہے وہ معلوم ہوا۔ تم نے دشمنوں کا جو انداز بیان کیا ہے وہ سراسر فریب ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حکم اور توفیق الہی کے مطابق یہ کام موافق نظر آتا ہے، خدائے عزوجل کی بے مثال بارگاہ میں بیچ وقتہ نماز ادا کرنا سارے ضروری کاموں سے مقدم رکھو۔ تکبیر، قیام، قرات، رکوع، سجود اور قعود کے وقت عجز و نیاز سے مدد طلب کرو اور زبان کو ذکر الہی سے تر رکھو تاکہ تمہارے سارے کام منظم رہیں۔ کیونکہ خدائے تعالیٰ کی عنایت کے سوا کسی بھی شخص کو طاقت اور دبدبہ حاصل نہیں ہوتا۔ جب تم بادشاہ عزوجل کے فضل و کرم پر پورا بھروسہ اور اعتقاد کرو گے تو تمہاری ساری امیدیں پوری ہوں گی اور فتح و نصرت تمہارے ہمراہ اور مددگار ہوگی۔ انشاء اللہ تعالیٰ ”نوشتہ حمران۔“

داہر کا مقدمہ کے طور پر جیسینہ کو جنگ پر بھیجنا

خبروں کے مصنفوں نے اس طرح بیان کیا ہے کہ ”جب محمد علانی طلایہ سے واپس ہوا تو داہر نے اپنے بیٹے جیسینہ کو کچھ فوج اور ہاتھی دے کر روانہ کیا۔ جیسینہ ہاتھی پر بیٹھ کر لشکر اسلام کے مقابلے کے لئے آیا اور جنگ شروع کی۔ طویل جنگ کے بعد، جس میں کافر قتل اور فرار ہوئے، جیسینہ کو اسلحہ برداروں اور محافظوں سمیت گھیر لیا گیا اور اس پر [چاروں طرف سے] یلغار ہوئی۔ جب عربوں نے جیسینہ پر حملہ کر کے اس کے لشکر کے بڑے حصے کو جہنم واصل کر دیا تب فیلبان نے جیسینہ کے دل کا حال معلوم کرنا چاہا کہ وہ اب بھی جنگ پر [163] آمادہ ہے یا اس مصیبت سے نکل جانا چاہتا ہے۔“

فیلبان کا اشارہ: فیلبان نے ہاتھی سے کہا: ”اے ہاتھی! مرنا چاہتا ہے کہ چھٹکارا؟ کیونکہ راجہ داہر تو جیسینہ کی زندگی چاہتا ہے، تیرا کیا خیال ہے؟ واپس ہو تو نجات ملے۔“

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

جیسینہ کا فیلبان کو جواب: جیسینہ نے کہا ”ہم کیسے نجات حاصل کر سکتے ہیں؟ کیونکہ ہم دشمن کے سامنے اور نرنے میں ہیں اور جانے کا راستہ ہمارے لئے مشکل اور چاروں طرف سے بند ہے۔“ فیلبان نے سمجھ لیا کہ جیسینہ کا جنگ سے فرار ہونے کا پختہ ارادہ ہے، وہ زندگی چاہتا ہے اور جنگ سے پشیمان ہے۔ چنانچہ اس نے ہاتھی کو ریل کر حملہ کیا، عرب سوار اور پیادے ہاتھی کے حملے کا مقابلہ نہ کر سکے اور منتشر ہو گئے، جس کی وجہ سے جیسینہ کے لئے بھاگنے کا راستہ خالی ہو گیا۔ اس نے منہ پھیر کر راہ فرار اختیار کی اور آ کر باپ کے پاس پہنچا اور اس کا سارا لشکر قتل ہو گیا۔ راجہ داہر اسی آہنائے کے مشرقی ساحل پر خیمہ زن تھا، جیسینہ کو دیکھ کر اس نے شکر کیا، اپنے معبود کا سجدہ واجب جانا اور اپنے بیٹے کے سلامت واپس آ جانے پر [اس کی] حمد و ثنا کرنے لگا لڑکا سلامت لوٹ آیا۔

محمد بن قاسم کے پاس اسی دن حجاج کا خط پہنچا، جس میں حکم تھا کہ جہاں داہر ہے وہاں جا کر اس کا مقابلہ کرو، کیونکہ فتح تمہاری ہوگی اور کافر ذلیل و خوار ہو کر بھاگ جائیں گے۔

راجا داہر سے پہلے دن جنگ [اور راسل کا بیعت کرنا]

محمد بن ابی الحسن مدنی¹ سے روایت ہے کہ جب جیسینہ بن داہر شکست کھا کر واپس ہوا اور اس کا لشکر قتل ہو گیا، تب راسل [164] نے محمد بن قاسم کے پاس بیعت کرنے کے لئے قاصد بھیجا۔ وزیر نے اس سے کہا کہ ”راجہ داہر کو تیری رفاقت پر پورا بھروسہ ہے اور اسے تجھ پر پورا اعتماد ہے اگر اس وقت تو اس کی مخالفت کرے گا تو یہ تیری اولاد کے لئے عار ہوگا۔ اور یہ بھی معلوم نہیں کہ عربوں کو فتح بھی ہوگی یا نہیں؟ تیرا بھائی موکو [پہلے ہی] داہر کے خلاف تھا، اسی وجہ سے وہ لشکر اسلام سے مل گیا، لیکن تجھے کسی بہانے کی مجال نہیں ہے۔“

[لیکن] راسل نے وزیر کی لاعلمی میں قاصد بھیج کر پیغام دیا کہ ”یہ قول میری زبان سے ادا ہوا ہے اور محمد کی خدمت کا طعنہ بھی لگ چکا ہے، لیکن میں اپنی عزت بھی چاہتا ہوں تاکہ مخالفوں کے تشوؤں سے محفوظ رہوں۔ [اس لئے میں نے فیصلہ کیا ہے کہ] میں کہوں گا کہ فلاں راستے سے راجہ داہر کی خدمت میں جا رہا ہوں۔ تم اپنے سواروں کی ایک فوج روانہ کرو جو راستہ روک کر مجھے گرفتار کر لے، تاکہ میں ہدف طعن بھی نہ بنوں اور ہمارا مقصد بھی حاصل ہو جائے۔“

1. فارسی ایڈیشن میں ”محمد بن ابی الحسن المدائنی“ درج ہے۔ مگر (پ)، (ر)، (م)، (ن)، (ب)، (س) اور (ک) وغیرہ جملہ نسخوں کی متفقہ عبارت ”مدنی“ ہے، اسی وجہ سے ہم نے یہاں یہ لفظ اختیار کیا ہے۔ (ر) اور (م) میں یہ نام ”محمد بن الحسن مدنی“ ہے۔ مزید توضیح کے لئے دیکھئے حاشیہ ص [164]۔ (ن-ب)

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

اسی وعدے کے مطابق راسل قلعہ بیٹ سے باہر نکلا اور اپنی جگہ پر وسایو کو مقرر کر کے ہدایت کی کہ ”اگر عربوں کا لشکر آئے تو اس سے جنگ نہ کرنا اور ان کی خدمت میں حاضر ہو کر انہیں راضی کرنے کی حد سے زیادہ کوشش کرنا، کیونکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ ملک لشکر عرب کے حوالے ہوگا۔“ آخر راسل یہ ارادہ کر کے وہاں سے روانہ ہوا۔ اس طرف محمد بن قاسم نے پانچ سو شہسواروں کو متعین کر کے اس طے شدہ مقام کی طرف بھیج دیا۔ یہاں تک کہ راسل بھی وہاں جا پہنچا اور اپنے وعدے کے مطابق ٹھہر گیا۔ اس کے لشکر نے سمجھا کہ وہ جنگ کرنے کے لئے رکا ہے، چنانچہ انہوں نے جنگ شروع کر دی۔ (یہ واقعہ ۱ کنبہ کے قلعے سے پانچ فرسنگ کے فاصلے پر اس مقام پر پیش آیا جسے نہر نیٹری^۱ کہتے ہیں۔ راسل کو بھاگنے میں شرم محسوس ہو رہی تھی اور جنگ سے بھی احتراز کر رہا تھا، جس کی وجہ سے اس کا کافی لشکر قتل ہو گیا۔ [165] چونکہ محمد بن قاسم نے اس کے گرفتار کئے جانے کی ہدایت کی تھی اور حکم دیا تھا کہ اسے قتل نہ کرنا، اسی وجہ سے عربوں نے اسے کوئی بھی زخم نہیں لگایا اور اسے اس کی بانی ماندہ فوج کے ساتھ گرفتار کر کے محمد بن قاسم کے پاس لے آئے۔ محمد بن قاسم نے اسے بلا کر کہا ”اے راسل! تو چاہتا ہے کہ میں تجھے تیرے بھائی موکو کے طفیل میں بخش دوں؟ میں نے اس سے پہلے بھی تجھ سے استدعا کی تھی مگر تو نہ مانا اور آخر ہم سے مقابلہ کرنے کا خیال کیا اور گرفتار ہو کر آیا۔ اب تو اس عار سے آزاد ہے کہ جس کا تجھے فکر تھا۔ اس لئے اب ہماری موافقت کرتا کہ تجھ پر سچی مہربانیاں کروں اور توجہ ولایت طلب کرے وہ تجھے عطا کروں۔“ راسل خدمت بجالایا اور رضامندی سے مشرف ہوا۔

راسل کا محمد بن قاسم سے معاہدہ کرنا

پھر پختہ اقرار کرنے اور شرط خدمت بجالانے کے بعد راسل نے کہا ”خدائے تعالیٰ کے حکم کو کوئی بھی روکنے یا دفع کرنے والا نہیں ہے جبکہ آپ نے مجھے اپنے احسان کا گرویدہ بنالیا ہے تو پھر اس کے بعد میں آپ ہی کی خدمت میں رہوں گا، آپ کی رضا سے باہر نہ جاؤں گا اور جو آپ کا حکم ہوگا اس کی اطاعت کروں گا۔“ اس کے کچھ عرصے بعد راسل مر گیا اور ولایت کا سارا کاروبار موکو کی تحویل میں رہا۔

جب راسل اور موکو نے اتفاق رائے سے محمد بن قاسم کو وہاں سے کوچ کرنے کی ترغیب

1. (ب) میں ”کنبہ“، (س) میں ”کینہ“ اور (ک) میں ”کنہہ“ ہے۔

2. فارسی متن میں ”جوئے نیٹری“ ہے۔ (پ) میں ”نیٹری“ (م) اور (س) میں ”نیٹری“ اور (ر) میں ”نیٹری“ ہے۔

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

دی تو وہاں سے روانہ ہو کر وہ اس مقام پر جا ٹھہرے کہ جسے نارائی^۱ کہتے ہیں۔ داہر قاجیاق^۲ میں مقیم تھا۔ وہاں پہنچ کر انہوں نے دیکھا کہ لشکر اسلام اور داہر کے درمیان ایک بڑی آبنائے^۳ حائل ہے اور جسے عبور کرنا دشوار ہے۔ [لیکن] راسل نے زور دے کر کہا کہ ”امیر عماد الدین سلامت رہے! ہمیں یہ آبنائے [ضرور] پار کرنی چاہئے۔“ آخر کار راسل نے کشتیاں فراہم کر کے تیس تیس سپاہیوں کو اس آبنائے کے پار اتارا اور اس طرح سارا لشکر [166] عبور کر گیا۔ اب اس کے بعد درمیان میں صرف ایک کھاڑی رہ گئی۔ [اس موقع پر] راسل نے محمد بن قاسم سے کہا کہ آپ کو [یہاں سے] ایک منزل آگے جا کر جیور^۴ میں دودھاوا^۵ پر جو کہ راوڑ کے مضافات میں سے ہے، خیمہ زن ہونا چاہئے تاکہ [حسب موقع] وہاں سے [داہر کے] آگے یا پیچھے جا سکیں اور جنگ میں [اس پر قابو پا کر] اسے شکست دے سکیں اور محمد ہو کر اس کے سارے ساز و سامان پر قبضہ کر سکیں۔“ اس تجویز پر اعتماد اور اتفاق کر کے محمد بن قاسم جا کر جیور میں دودھاوا نہر کے کنارے منزل انداز ہوا۔

محمد بن قاسم کا جیور کی منزل پر ٹھہرنا

پھر راجہ داہر کو خبر ملی کہ محمد بن قاسم عرب کے لشکر کے ساتھ آ کر جیور میں خیمہ زن ہوا ہے۔ وزیر سیا کرنے نے یہ خبر سنی تو کہنے لگا کہ ہائے! کتنا بُرا [شگون] ہے۔ اس مقام کو ”جے وز“ کہتے ہیں یعنی ”فتح کی جگہ“ اور جب [عرب کا] لشکر اس مقام پر آ پہنچا ہے تو فتح اور کامیابی اس کے ساتھ ہوگی۔ راجہ داہر اس کی یہ بات سن کر برہم ہو گیا اور غیرت کی آگ اس کے دماغ میں بھڑک اٹھی اور اس نے غضبناک ہو کر کہا کہ وہ [جیور میں نہیں بلکہ] ہڈ باری^۶ میں اُترا ہے کہ جہاں صرف ہڈیاں پہنچتی ہیں۔ [پھر] داہر نے وہاں سے کوچ کیا اور بھاگ کر اپنے آپ کو راوڑ کے قلعے میں پہنچایا۔

اس کے ہمراہی اور ساز و سامان بھی اس قلعے میں منتقل ہو گئے۔ [پھر وہ] ایسی جگہ پر

۱. (ر) اور (م) میں ”نارائی“ اور (ک) میں ”نارائی“ ہے۔

۲. (ر) اور (م) میں ”قاجیات“ ہے۔

۳. اصل عبارت ”آگیری بزرگ“ ہے۔

۴. فارسی ایٹیشن میں ”جیور“ ہے۔ کی ہوئی ترمیم کیلئے دیکھئے حاشیہ ص [160]

۵. یہ لفظ فارسی ایٹیشن کے مطابق ہے جو کہ شاید لسنڈ (م) سے اخذ کیا گیا ہے۔ (پ) میں ”دھاوا“ (ن) میں ”دودھاوا“

(ب) میں ”دودھاوا“ اور (س) میں ”دھاوا“ ہے۔ (ن-ب)

۶. اصل عبارت ”موضع غلڑ“ ہے۔

۷. اصل عبارت ”ہڈ باری“ ہے۔

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

آ کر ٹھہرا جہاں سے عربوں کے اور اس کے لشکر کے درمیان صرف تین میل | کا فاصلہ | تھا۔ وہاں داہر نے ایک نجومی سے پوچھا کہ ”آج مجھے جنگ کرنی چاہئے یا نہیں؟ زہرہ کس طرف ہے؟ دونوں لشکروں کے غالب اور مغلوب ہونے کے متعلق حساب لگا کر نتیجہ معلوم کر دو کہ آخر کیا ہوگا۔“

نجومی کے فیصلے: نجومی نے نجوم سے نتیجہ نکالنے کے بعد [167] جواب دیا کہ ”حساب کے مطابق غلبہ عربوں کے لشکر کا ہے، کیونکہ زہرہ ان کے پیچھے اور آپ کے سامنے ہے۔“ نجومی کی یہ بات سن کی راجہ داہر کو غصہ آیا۔ نجومی نے کہا ”راجہ کو غصہ نہ کرنا چاہئے۔ حکم دیجئے کہ زہرہ کی سونے کی تصویر بنائی جائے، تاکہ وہ آپ کے پیچھے رہے اور فتح آپ کو حاصل ہو۔“ چنانچہ [زہرہ کی] شکل بنا کر اس کے فتر اک میں آویزاں کر دی گئی۔ محمد بن قاسم [اور بھی] قریب آیا اور دونوں فوجوں کے درمیان | صرف | نصف فرسنگ کا فاصلہ رہ گیا۔

دوسرے دن جنگ کرنا

[راجا داہر] دوسرے دن وہاں سے بھی کوچ کر کے دو آوازوں کے فاصلے پر آ کر ٹھہرا۔ پھر جب عربوں کا لشکر بھی قریب آیا تب داہر نے اپنے راناؤں میں سے ایک ٹھاکر کو بلایا جسے ”چندھا سردار“¹ کہہ کر پکارتے تھے، اور اس سے کہا کہ ”جتنے محمد بن قاسم کے مقابلے پر جانا چاہئے۔“ حکم کے اشارے پر چندھا سردار اپنا لشکر لے کر باہر نکلا اور لشکر اسلام کے سامنے جا کر جنگ شروع کی۔ صبح سویرے سے لے کر شام تک دلیر بہادروں اور نامور مردوں نے دونوں طرف سے زبردست مقابلہ کیا اور آخر تھک گئے تو واپس ہو گئے۔

راجا داہر کا تیسرے دن عربوں سے جنگ کرنا

دوسرے دن داہر نے جاہن کو [مقابلے کے لئے] حکم دیا کہ وہ بہادر مرد تھا، اس نے باہر نکل کر جنگ شروع کی، یہاں تک کہ وہ قتل ہو گیا۔ آخر جب [یہ حالت ہوئی کہ] ابھی فوج [168] بھیجی جاتی وہ لشکر اسلام کی خونخوار تلواروں کی خوراک بن جاتی۔ تب سیکر وزیر نے سامنے آ کر اور شرط خدمت بجالا کر عرض کیا ”اے راجہ! آپ جس روش سے جنگ کر رہے ہیں وہ غلط ہے۔ آپ سے کئی بار غلطیاں ہوئی ہیں، مگر اب بھی آپ نے اس تجربے سے فائدہ نہیں

1. اصل الفاظ ”دیر کور“ ہے جس کے معنی ہے ”اندھے دیر“ مگر نیچے چل کر اسے ”دیر اعد“ یعنی ”کانا دیر“ کہا گیا ہے۔ جس کے یہ معنی ہوئے کہ وہ اندھا نہیں بلکہ ”چندھا“ تھا۔ ”دیر“ کے عام معنی ہیں ششی یا سیکری مگر یہ درجہ وزیر یا مشیر کے برابر تھا۔ یہاں اس بیان کے سلسلے میں عام مفہوم کے پیش نظر اس لفظ کا ترجمہ ”سردار“ کیا ہے۔ (ن-ب)

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

اٹھایا۔ اگرچہ انسانی تدبیر خدائی تدبیر کے برابر نہیں ہو سکتی، تاہم وقت کے بادشاہوں کی اعلیٰ رائے کے مقابلے میں کوئی چھٹکارا پانے کا راستہ نکالے۔ اول تو جب عربوں کا یہ لشکر مہران عبور کر رہا تھا اور ٹولیوں ٹولیوں میں ہو کر گزر رہا تھا اسی وقت آپ کو ان کا سامنا کرنا تھا، تاکہ انہیں دوسری جنگ سے خوف ہوتا۔ لیکن اب جبکہ وہ اکٹھے ہو کر مقابلے کے لئے آئے ہیں اور جس ٹھاکر کو بھی آپ بھیجتے ہیں وہ مارا جاتا ہے، تو یہ صورت اچھی نہیں ہے۔ [اب] آپ کے لئے بہتر یہی ہوگا کہ ساری فوج، ملازموں، پیادوں اور سواروں کے ساتھ ہاتھی پر سوار ہو کر ان پر حملہ کیجئے۔ اگر آپ کو فتح حاصل ہو تو آپ کا مقصد پورا ہو جائے گا اور آپ کا دشمن دفع ہو جائے گا [ورنہ] دوسری صورت میں وہ غالب ہوں گے اور آپ بڑی بادشاہوں کے طرز سے محفوظ رہیں گے اور آپ کے بیٹوں اور پسماندگان کو کوئی بھی طعنہ نہ دے گا۔“ داہر نے یہ بات قبول کی۔

چوتھے دن کی جنگ

دوسرے دن اس کے حکم سے نقارۂ جنگ بجا کر پرچم بلند کیا گیا اور تقریباً پانچ ہزار نامور سوار اور چالاک جنگجو جوان، شہزادے اور ساٹھ [169] مست ہاتھی اس کے ساتھ تھے، بعض کہتے ہیں کہ جنگجو ہاتھی ایک سو تھے، اور بیس ہزار زرہ پوش اور سپر انداز پیادے جنگ کے لئے اس کے آگے روانہ ہوئے [داہر نے] اپنے لئے ایک مست ہاتھی پر پاکی بندھوائی [اس پر] لوہے کا برگستوان ڈلوایا [اور پھر] زرہ پہن کر اور کمان کا چلہ چڑھا کر اس پر سوار ہوا۔ اس کے ساتھ پاکی پر دو کئیریں تھیں، ایک اسے یکے بعد دیگرے تیر دیتی تھی اور دوسری پان پیش کرتی تھی۔

داہر کا محمد علانی کو اپنے بیٹے جیسیندھ کے ساتھ بھیجنا

پھر [ایک طرف] خود لشکر لے کر چلا اور [دوسری طرف] اپنے بیٹے کو مقرر کر کے کہا ”میں محمد علانی کو تیرے ساتھ بھیجتا ہوں۔ عربوں کی جنگ کو وہ بہتر طور پر سمجھتا ہے۔ وہ جس طرح بھی آگے بڑھنے یا پیچھے ہٹنے کا حکم دے تو اس کے حکم اور اشارے کا پابند رہنا۔“ وہ دن نورمضان سنہ ترائوے ہجری کا تھا۔

جب داہر [میدان جنگ میں] پہنچا، اس وقت محمد بن قاسم مسلمانوں کے دلوں کو تقویت اور جنگ کی ترغیب دے رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ ”اے عربو! آج کوشش کا دن ہے۔ اسلام کی کامیابی کے لئے کوشش کرو، جدوجہد بجالاؤ اور خدا پر بھروسہ اور سہارا رکھو تاکہ مشرکوں کو دفع کر سکو اور ان کا ملک اور ملکیت تمہارے ورثے میں آئے اور ملک و مال پر تمہارا قبضہ ہو۔ لیکن اگر تم

فتح نامہ سندھ عرف چچ نامہ

مضبوط نہ ہو گئے اور پریشان اور دل شکستہ ہو گئے اور عجز و ضعف کو اپنے قریب راہ دو گئے تو پھر وہ [تم پر] غالب ہوں گے اور سب کو قتل کر ڈالیں گے میدان ان کے ہاتھ رہے گا تمہیں اپنا سامان دینا پڑے گا اور وہ تم میں سے ایک کو بھی زندہ نہ چھوڑیں گے۔ اگر کافروں سے منہ موڑو گے تو پھر تمہاری جگہ جہنم ہوگی اور تمہارے بزرگوں کو داغ لگے گا۔

پھر اس نے محرز بن ثابت الدمشقیؓ اور اویس بن قیس کو چھ ہزار سواروں کے ساتھ مقدمہ پر مامور کر کے آبنائے کو پار کرنے کا حکم دیا۔ وہ اس کھاڑی کو عبور کر گئے کہ جو داہر اور لشکر اسلام کے درمیان تھی۔ پھر عطاء بن مالک القیس اور ذکوان بن علوان الکری کو بھی لشکر کے مقدمہ کی مدد کرنے کی اجازت دی، [چنانچہ] یہ بھی گذر گئے۔ [اس پر] محمد علانی نے داہر سے کہا ”اے ہند و سندھ کے راجہ! یہ دستے [اس وقت] آپ کے سامنے آئے ہیں یہی [اسلامی] لشکر کی جان اور بہادر شیر ہیں اور یہی [سب میں] چالاک جانناز، بہادر، کار گزار اور ہوشیار شہسوار ہیں۔ اگر [آپ کے سپاہی] ان جیوش کو دفع کر سکے تو پھر آپ کا مقصد پورا ہو جائے گا اور اگر [آپ] انہیں دفع نہ کر سکتے تو یہ آپ کو شکست دے دیں گے [آگے جو] آپ کی رائے ہو افضل ہے۔“

داہر کا چوتھے دن عربوں کے لشکر سے جنگ کرنا

[علانی کی] یہ بات سن کر داہر نے پورے لشکر کے ساتھ یلغار کی۔ کچھ ہاتھی مقدمہ کے ساتھ روانہ کر کے قلب کو اپنے چاروں طرف جمایا۔ ہتھیار برداروں، پیادوں، تیر اندازوں، نیزے بازوں، نیچے برداروں اور آہنی دستوں کو، جنہیں [فارسی میں] سیل بھی کہتے ہیں، آگے بڑھایا۔ [تیز دست] تیر اندازوں کو داہنے اور مسلح شہسواروں کو بائیں [استادہ کیا] اس نظم و نسق کے ساتھ جنگ شروع کی تو [171] عبید بن عتاب نے، جو کہ اس دن محمد علانی سے منحرف ہو کر محمد بن قاسم کے پاس آیا تھا، خبر دی کہ محمد علانی نے داہر سے کہا ہے کہ عربی فوج کے یہ دستے جو کہ پانی سے گذر کر آئے ہیں اسلامی لشکر کے قائد اور ہوشیار سوار ہیں جس کی وجہ سے داہر نے اپنی فوج کو بڑھنے کا حکم دیا ہے اور اس کے سارے ہتھیار بندوق اور شمشیر زنوں نے ان پر یلغار کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ [یہ سن کر] محمد بن قاسم نے منتخب لشکر کو آگے بڑھنے کا حکم دیا، جس پر سارے جنگجو سواروں اور بہادروں نے [گھوڑوں کو] آگے ہمیز کیا اور محمد بن قاسم کے پاس صرف قلب لشکر اور کچھ خاص آدمی رہ گئے۔ پھر موکو [ابن] و سیاہو

1. یہاں سارے نسخوں کے مطابق ”الدمشقی“ یا ”دمشقی“ ہے۔ مگر اس سے پیشتر [137] پر جملہ نسخوں کے مطابق ”قیسی“ ہے۔ (ن-ب)

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

کو بھی اپنے لشکر میں رکھ کر [اس نے] میدان جنگ کی طرف رخ کیا۔ اب سارے پانی سے گذر جانے والوں نے جنگ شروع کر دی۔ محمد بن قاسم حرز بن ثابت کے ساتھ قلب لشکر میں جا ڈٹا اور جہم بن زحر الجعفی کو مینہ پر، ذکوان بن علوان البرکری کو میسرہ پر، عطاء بن مالک القسی کو مقدمہ پر مامور کر کے نباتہ بن حنظلہ کو ساقہ پر مقرر کیا۔ اس کے بعد محمد بن قاسم نے کہا ”اے عربو! اگر مجھے کوئی حادثہ پیش آ جائے تو تمہارا امیر حرز بن ثابت ہے اور اگر وہ بھی شہید ہو جائے تو پھر تمہارا امیر سعید ہوگا۔“

جمعرات کے دن جنگ کرنا

پہلے حرز نے حملہ کیا اور ڈٹ کر جنگ کی، یہاں تک کہ شہید ہو گیا۔ پھر سعید نے لشکر کو ہمت دلا کر جنگ چھیڑ دی۔ حسن بن محبوب¹ البرکری کا انگوٹھا جنگ کے دوران میں تلوار کے گھاؤ سے کٹ گیا۔ جب مست ہاتھی بڑھے، جب مسلمانوں نے ٹولیوں میں بٹ کر انہیں گھیر لیا اور نو ہاتھیوں کو [172] واپس پلٹا دیا۔ اسلامی لشکر نے حملہ کر کے کافروں کو وہاں تک بھگا دیا کہ جہاں ان کی صفیں تھیں۔ [پھر] دن ختم ہو گیا اور دونوں فوجیں واپس ہو گئیں۔

دسویں تاریخ ماہ رمضان سنہ ترانوے ہجری

ان کنوار یوں (حکایتوں) کی آرائش کرنے والوں نے اس طرح روایت کی ہے کہ دوسرے دن جب صبح نے مشرق کی جانب سے اپنا جہاں آرا اور دلکش جمال دنیا کو دکھایا تو وہ جمعرات کا دن تھا۔

اس وقت راجہ داہر اپنے بیٹے حسیینہ کو دس ہزار لوہے میں غرق (زرہ پوش) سواروں کے ساتھ کہ جن میں کچھ کے بال کھلے ہوئے اور تلواریں برہنہ تھیں اور کچھ کے بال بندھے ہوئے اور وہ تلواریں اور ڈھالیں لئے ہوئے تھے، قلب لشکر پر مامور کر کے باہر نکلا اور آ کر مسلمانوں کی صفوں کے سامنے استادہ ہوا۔ اس کے پیچھے چاروں طرف دوسرے ہاتھی [کھڑے تھے]۔ دائیں جانب حسیینہ، ابی بن ارجن² چھوٹے کوار کا دادا بڑا کوار دار داہر کا عم زاد جبین³ اور بائیں جانب

1. فارسی ایڈیشن کا تلفظ ”حبیہ“ ہے، نیز (پ) میں ”حبیہ“ ہے۔ (ن-ب)

2. (ر) اور (م) ”ارجن“ ہے مگر (پ)، (ن)، (ب)، (ج) اور (س) کا تلفظ ”اجسن“ ہے جو کہ غالباً ”اجسن“ کی غلط صورت خطی ہے۔ (ن-ب)

3. فارسی ایڈیشن میں ”جبین“ کا تلفظ اختیار کیا گیا ہے اور (ر) اور (ن) کا بھی یہی تلفظ ہے۔ (پ) میں ”حسین“ (جسین؟) اور (ک) میں ”جسین“ ہے۔ (ن-ب)

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

بشر بن ذھول¹ گمبھ² ابن بشر، ڈھرسینہ بن داہر، کنبہ کے حاکم کا بیٹا تیل یا (بیان)³ ناکلو⁴ جو نو⁵ اور مشد (سامشید)⁶ [استادہ تھے] اور سندھ کے سارے چیدہ آدمی جیسے کہ بجھاری⁷، اسرہیل⁸، سنج⁹، اسیار¹⁰، لقیما مار¹¹ اور مشرق کی طرف کے سارے جت اکٹھے کر کے [داہر

1 فارسی نسخہ میں غالباً (پ) کے مطابق ”ہول“ کا تلفظ اختیار کیا گیا ہے۔ (ن) کا بھی یہی تلفظ ہے۔ (ر) اور (م) کی عبارت ”ہول“ کی بجائے ”دھول“ ہے جو شاید سندھی کے قدیمی نام ”دھول“ کی عربی شکل ہے اور ہم نے اسی کو زیادہ قرین قیاس سمجھ کر اختیار کیا ہے۔ (ن-ب)

2 فارسی ایڈیشن میں ”قتیبہ بن بشر“ ہے مگر ”قتیبہ“ ایک تو خالص عربی نام ہے دوسرے یہ تلفظ کسی بھی معتبر نسخہ میں نہیں دیا گیا اور غالباً ایڈٹر کا اپنا قیاس کردہ ہے۔ (ر)، (م)، (ن) اور (ح) کی متفقہ عبارت ”قتیہ“ ہے اور (پ) کی عبارت بھی ”قتیہ“ ہے۔ جو کہ اصل میں غالباً تلفظ ”قتیہ“ ہے۔ مزہب اور دخل لفظوں کے لحاظ سے ”قتیہ“ صاف طور پر ”گمبھ“ کی عربی صورت ہے، جس کی وجہ سے ترجمہ میں ہم نے ”گمبھ“ ہی کو منتخب کیا ہے۔ (ن-ب)

3 فارسی ایڈیشن کے مطابق ”تیل صاحب کنبہ کا ترجمہ ہوگا ”کنبہ کا حاکم تیل“ مگر اس سے پہلے کہیں بھی کنبہ کے حاکم کا نام ”تیل“ نہیں دیا گیا۔ ص[162] پر کنبہ کے حاکم کا نام ”کوکہ ابن موکہ“ دیا گیا ہے جو کہ داہر کا حامی تھا، اسی لحاظ سے قدیمی نسخوں (ب) اور (ر) کی عبارتیں زیادہ تر قرین قیاس ہیں۔ (پ) میں ”بیان بن صاحب کنبہ“ اور (ر) میں ”تیل بن صاحب کنبہ“ ہے۔ یعنی کنبہ کے حاکم کا بیٹا تیل (یا) بیان۔ (ن-ب)

4 (ک) میں ”نایل“ ہے مگر دوسرے سارے نسخوں میں ”نائلہ“ یا ”نائلہ“ ہے یہ نام سندھی تلفظ کے مطابق ”ناکلو“ لکھا گیا ہے۔ (ن-ب)

5 جملہ نسخوں میں ”جوزہ“ ہے۔ یہاں سندھی تلفظ کے مطابق ”جوڑو“ دیا گیا ہے۔ (ن-ب)

6 فارسی ایڈیشن میں یہ نام ”مجمل“ لکھا گیا ہے، جس کے لئے ایڈٹر کے قول کے مطابق کوئی بھی سند موجود نہیں۔ (دیکھئے فارسی ایڈیشن حاشیہ 14، ص173)۔ مختلف نسخوں کی عبارتیں یہاں اس طرح ہیں: (پ)، (ک) ”مشید“، (ن)، (ح) ”مشید“، (م) ”مسجل“، (ر) ”مسجیل“ ہم نے (پ)، (ک)، (ن) اور (ح) کو ترجیح دی ہے۔ (ن) کی عبارت صاف طور پر ”مشید“ ہے۔ لفظ ”بد“ ہندوستان کے مغرب ناموں کے آخر میں اکثر آیا ہے مثلاً ”باربد“ اور ”ارجبد“ وغیرہ۔ نسخہ (پ) کی عبارت بھی اصل میں، غالباً ”مشید“ ہے۔ اسی وجہ سے ہم نے یہاں اس نام کی دونوں صورتیں یعنی ”مشید“ اور ”مشید“ دی ہیں۔ ”بد“ غالباً ”بھٹ“ کی عربی شکل ہے۔ (ن-ب)

7 فارسی ایڈیشن میں یہ عبارت غالباً نسخہ (م) کے مطابق ہے اور زیادہ قرین قیاس ہے۔ (پ) میں ”بجھاری“، (ر) میں ”نٹھاری“، (ن)، (پ)، (ح) میں ”نٹھاری“ اور (س)، (ک) میں ”نٹھاری“ ہے۔ یہ جملہ عبارتیں لفظ ”بجھاری“ کی بگڑی ہوئی صورت محض معلوم ہوتی ہیں۔ (ن-ب)

8 فارسی ایڈیشن میں ”اسیر امل“ کا تلفظ اختیار کیا گیا ہے جو شاید نسخہ (م) کے مطابق ہے۔ دوسرے نسخوں کی عبارتیں اس طرح ہیں: (پ) ”اسرہیل“، (ن)، (ب)، (ح) ”اسرہیل“، (س)، (ک) ”سراہیل“ اور (ر) میں ”اسرہیل“ ہے۔ چونکہ نام کی اصلیت کا پتہ نہیں معلوم ہو سکا، اس لئے ہم نے قدیمی نسخہ (پ) کی عبارت کو ترجیح دی ہے۔ (ن-ب)

9 (ن)، (ب)، (ح)، (س) اور (ک) کی متفقہ عبارت یہی ہے اور فارسی ایڈیشن میں بھی یہی عبارت ہے۔ (پ) میں ”سنج“ اور (ر)، (م) ”سنج“ کے تلفظ بعد از قیاس ہیں۔ (ن-ب)

10 فارسی ایڈیشن میں ”اسیار“ کا تلفظ اختیار کیا گیا ہے جو کہ غالباً (م) اور (ک) کے مطابق ہے۔ (ر) کی عبارت ”اسیار“ ہے اور ہم نے اسی کو ترجیح دی ہے۔ (ن)، (ب)، (ح) میں ”اسبار“ اور (پ) میں ”اسباب“ ہے۔ (ن-ب)

11 فارسی ایڈیشن میں یہی عبارت اختیار کی گئی ہے جو کہ غالباً (م) کے مطابق ہے، (ر) کی بھی یہی عبارت ہے۔ (پ)، (ن) میں ”لقیما مار“، (ب)، (ح)، میں ”تعیالیا“ اور (ک) میں ”تعیالیا“ ہے۔ (ن-ب)

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

نے اپنی پشت پر کھڑے کئے اور تلوار کے دھنی اور بے خوف بہادر قلب لشکر کے آگے رکھے۔ پھر جنگجو ہاتھیوں کو بھی میمنہ اور میسرہ میں متعین کر کے باقی دوسرے سوار اور ہاتھی جاہن کے حوالے کر کے اسے اسلامی لشکر کے مقابلے پر روانہ کیا۔

اسلامی لشکر کے میمنہ، میسرہ اور قلب کو ترتیب دینا

محمد بن قاسم بھی انہیں دیکھ کر باہر نکلا اور [نباتہ بن] حنظلہ کلابی¹ کو میمنہ پر اور ذکوان بن علوان البرکری کو میسرہ پر مامور کر کے ابو صابر ہمدانی کو علیبردار مقرر کر کے ہاتھیوں کے سامنے استادہ کیا۔ اس کے بعد ہذیل بن سلیمان ازدی، زیاد بن حواری ازدی² اور دوسرے بہادر شہ سواروں جیسے کہ نمیلہ، مسعود بن اشعرئ اللکھی اور مخارق بن کعب الراسی کو³ قلب کے سامنے کھڑا کیا۔ اب مقدمہ نے جنگ شروع کی اور ایک طرف سے اپنے ساتھیوں سمیت محمد بن زیاد العبدی اور بشر بن عطیہ اور دوسری طرف سے [محمد بن مصعب] بن عبدالرحمن النخعی اور خرمیم بن عروہ مدنی، داہر کے مقابل ہوئے۔

جب سارے گھوڑے اور لشکر کے سپاہی اکٹھے ہوئے، تب محمد بن قاسم نے اپنے منتخب سواروں کے تین حصے کر کے ایک حصے کو قلب میں، ایک کو میمنہ میں اور ایک حصے کو میسرہ میں [شامل کر کے] باقی دوسروں کو لشکر کے پیچھے جمایا۔ نطف اندازوں کو حکم دیا کہ اپنا سامان اور اپنی مشعلیں جلا کر آگ تیار کریں۔ [پھر] ان نو سو نطف اندازوں کو بھی تین حصوں میں تقسیم کیا اور تین سو آدمی قلب میں، تین سو میمنہ میں اور تین سو کو میسرہ [میں مقرر کیا]۔ سکھوں نے نطف کے تیر

1. اصل متن میں "حنظلہ کلابی" ہے جو کہ صحیح نہیں ہے۔ دراصل محمد بن قاسم کے لشکر میں حنظلہ نہیں بلکہ اس کا بیٹا نباتہ بن حنظلہ کلابی شامل تھا، جس کا اس سے پہلے متعدد بار ذکر آچکا ہے۔ (ن-ب)
2. فارسی ایڈیشن میں "زیاد بن جلیدی ازدی" درج کیا گیا ہے۔ (ن) اور (ر) میں "زیاد بن جلیدی و ازدی" ہے۔ "جلیدی" نام عربوں میں غیر معروف ہے البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ "جلیدی" "الجواری" کی جڑی ہوئی صورت خطی ہوا ہی وجہ سے اس نام کو "زیاد بن الجواری ازدی" پڑھنا زیادہ قرین قیاس ہے۔ غالباً یہ شخص وہی "زیاد بن الجواری عسکری" ہے کہ جس کا ذکر ص 261/187 پر آیا ہے اور چونکہ "عسکری" کی نسبت "بنو الحیک بن الازد" سے ہے اسی وجہ سے "عسکری" نسبت رکھنے والے شخص کو "ازدی" بھی کہا جاسکتا ہے لیکن جیسا کہ ہم نے آگے چل کر ص 261/187 کے نوٹ میں واضح کیا ہے کہ یہ شخص زیاد نہیں بلکہ اس کا بیٹا "الجواری بن زیاد" ہونا چاہئے۔ (ن-ب)
3. جملہ نسخوں کے مطابق اس مقام پر یہ نام "مخارق بن کعب" ہے۔ فارسی ایڈیشن میں بھی یہی نام اختیار کیا گیا ہے مگر صحیح نام غالباً "کعب بن مخارق الراسی یا الراہی" ہے جس کا ذکر فارسی ایڈیشن کے آئندہ صفحات [188، 192، 193 اور 195] پر آیا ہے۔ (ن-ب)

4. نطف انداز کے معنی "steingass" نے اپنی انگریزی فارسی لغت میں "Maker of fire Works" لکھے ہیں۔

(مترجم)

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

کمانوں پر چڑھائے۔ پھر جب فجر کی نماز پڑھ کر صفیں سیدھی کیں تب پانچ صفوں میں ہو کر پرچم ہاتھوں میں لے کر اور [174] گھوڑوں پر سوار ہو کر فرض ادا کیا۔ قبیلہ عالیہ کے لوگ ایک صف میں، بنو تمیم دوسری صف میں، بکر [بن] وائل [کے قبیلہ والے] تیسری صف میں، عبد القیس والے اپنے قبیلہ سمیت چوتھی صف میں اور ازد [قبیلہ کے لوگ] پانچویں صف میں ہوئے۔ پانچوں قبیلوں نے صفیں باندھ کر محمد بن قاسم سے رجوع کیا کہ کیا حکم ہوتا ہے۔

محمد بن قاسم کا خطاب کرنا

پھر محمد بن قاسم نے کہا ”اے عرب والو! کافروں کی اس فوج نے جنگ کے لئے ہماری طرف رخ کیا ہے۔ تم ہمت سے کام لینا، کیونکہ وہ اپنے اہل و عیال، مال و اسباب اور گھر زمین کی خاطر خطرناک جنگ کریں گے۔ اللہ تعالیٰ کی مدد سے اُن پر حملہ کرو۔ [ہم] قوت الہی کے سہارے سب کو خونخوار تلواروں کی خوراک بنا کر ذلیل و خوار کریں گے اور ان کے مال اور عیال پر قبضہ کر کے کافی غنیمتیں حاصل کریں گے۔ تمہیں ثابت قدم رہنا چاہئے، پریشان نہ ہونا، خاموشی کو اپنا زیور بنانا اور اپنی جگہ پر جم کر اس کی حفاظت کرنا۔ کوئی بھی آدمی قلب سے مینہ اور مینہ سے میسرہ کی طرف [جا کر] کسی کی مدد میں مصروف نہ ہو، ہر ایک اپنی جگہ اور مرکز پر ڈٹا رہے۔ کیونکہ خداوند عزوجل [ہمیشہ] متقیوں کی عاقبت بخیر کرتا ہے۔ ہر وقت زبان پر کلام مجید [کی تلاوت] جاری رکھنا اور لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ کا ورد کرتے رہنا۔“

پھر سقوں کو بلا کر حکم دیا کہ ”مشکلیں پانی سے بھر کر ہر صف میں گشت کرتے رہیں اور پانی دیتے رہیں، تاکہ کوئی بھی آدمی پانی کی طلب میں اپنی جگہ سے [175] حرکت نہ کرے۔ اتنے میں قبیلہ بکر بن وائل اور بنو تمیم کے لوگوں نے آ کر کہا کہ ”کافروں کا لشکر بھی ایک بڑی بلا ہے۔ وہ اپنے ہتھیار اور سامان جنگ درست کر کے خوشیاں منا رہے ہیں اور مقابلہ کرنے اور توجہ دینے کے لئے غلٹ ظاہر کر رہے ہیں۔“

محمد بن قاسم کی جنگجو جوانوں کو تاکید

محمد بن قاسم نے ان کی طرف منہ کر کے کہا کہ ”اے بنی تمیم! اے عزیزو! دشمن تمہارے

1. فارسی ایڈیشن میں ”اے بنی عزیز“ دیا گیا ہے جو کہ شاید لُٹ (م) کی عبارت ہے، مگر اس وقت تک بنو عزیز قبیلہ غیر معلوم ہے۔ (ر) کی عبارت ”اے بنی عزیز“ (عزیز؟) ہے۔ مگر (پ) جیسے قدیمی لُٹ اور (ن)، (ب) میں ”اے عزیز“ یعنی ”اے عزیز“ ہے۔ چونکہ قبیلہ بنو تمیم کے لوگ واقعی محمد بن قاسم کے عزیز تھے اور اس کی شادی بھی اسی قبیلہ میں ہوئی تھی، اس لئے ترجمہ میں ہم نے ”اے عزیز“ کو ترجیح دی ہے۔ (ن-ب)

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

سامنے آ کر ظاہر ہوا ہے اور جنگ کے لئے مستعد ہو کر آ رہا ہے۔ تمہیں بھی پوری طاقت اور سختی سے جدوجہد کرنا چاہئے، تاکہ تمہارے کاروبار کا نظام درست رہے۔“ پھر اس نے سب کو حوصلہ دیا اور سب [جنگ کے لئے] آمادہ اور مستعد ہو گئے دلاوروں اور جنگجو پہلوانوں کی پانچ صفوں نے ہر طرف سے مقابلہ کرنے کے لئے ایک دوسرے کو لٹکارا اور پھر میدان جنگ کی طرف بڑھیں۔

محمد بن قاسم کا یاروں کو خطاب کرنا

خبروں کے مصنفوں نے فرقہ سے اس طرح روایت کی ہے کہ محمد بن قاسم نے اس دن ساتھیوں سے خطاب کیا کہ ”اے مسلمانو! استغفار زیادہ کرو۔ خداوند عزوجل نے امت محمدی ﷺ میں دو چیزیں بھیجیں ہیں۔ ایک مصطفیٰ ﷺ پر صلوٰۃ، دوسری گناہوں سے استغفار۔ تمہیں دلوں کو مضبوط کرنا چاہئے تاکہ خدائے عزوجل تمہیں اُس پر (دشمن پر) غالب کرے۔ [176]

روایتوں میں آیا ہے کہ جب محمد بن قاسم نے جنگ شروع کی تو [سلیمان بن] نبھان اور ابوفضہ قشیری (?) [قبیلہ] کندی کے آزاد کئے ہوئے غلام کو دو سو منتخب سوار دے کر لشکر کے مقدمہ پر مقرر کیا اور [وہ جا کر] داہر، اس کے ٹھاکروں اور جنگجو سواروں کے مقابل ہوئے اور کافروں کی ایک فوج سے جو کہ ان سے جنگ کرنے کے لئے باہر نکلی تھی، [جا کر] جنگ چھیڑی۔ آخر ان میں سے بہتوں کو دوزخ روانہ کیا اور باقی فرار ہو کر داہر سے جا ملے۔ پھر داہر نے ان کے مقابلے پر دوسری فوج بھیجی۔ ابوفضہ نے خدا کا نام لے کر حملہ کیا اور انہیں بھی ذلیل اور خوار کیا۔ [داہر نے] تیسری مرتبہ کچھ ٹھاکر بھیجے ابوفضہ نے استغفار پڑھ کر جنگ شروع کی اور انہیں بھی داہر کے لشکر گاہ تک مارتا کاٹتا چلا گیا۔

کچھ لوگوں کا امان طلب کرنے کے لئے آنا

خبروں کے راوی بیان کرتے ہیں کہ [جب] محمد بن قاسم صفوں کے سامنے آیا تو اچانک مشرکوں میں سے کچھ لوگوں نے آ کر امان طلب کی۔ محمد بن قاسم نے انہیں امان دی [پھر انہوں نے کہا] ”اے عادل امیر! ہم اپنے طریقے سے منحرف ہو کر اسلام کی باعزت پناہ میں آئے ہیں۔ اپنے منتخب سواروں کی ایک فوج ہمارے ساتھ کر تاکہ ان کی غفلت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ہم جا کر ان کی پشت پر حملہ کریں اور اس طرف سے بھی ان کا دل پریشان ہو۔ پھر جب وہ دونوں جانب متوجہ اور پریشان ہوں تو پھر اسلامی لشکر کو چاروں طرف سے حملہ کرنے کا حکم دے۔ ہمارا دل گواہی دیتا ہے کہ تیری تلوار سے ان کافروں پر ایک مصیبت ٹوٹ پڑے گی اور وہ برباد ہو جائیں گے۔“

محمد بن قاسم کا ہمراہیوں کو منتخب کرنا

چنانچہ محمد بن قاسم نے بہادر سواروں کی ایک فوج منتخب کر کے مروان بن اثم یعنی اور تمیم بن زید قسبی¹ کو دو جھنڈے دے کر ان پر مامور کیا جو [دشمن کے] عقب میں جا پہنچے۔ مشرک اس حال سے بے خبر تھے کہ [اچانک] نعرہ تکبیر بلند کر کے اسلامی لشکر نے حملہ کیا اور جہاد شروع کر دیا۔ [یہ حال دیکھ کر] کچھ کافروں کے دل اپنے متعلقین کو یاد کرنے لگے اور وہ بھاگ کھڑے ہوئے۔ داہر کے لشکر میں غلغلہ اور کھرام مچ گیا، جس کی وجہ سے [سب دشمن] پریشان ہو گئے اور ان پر خوف غالب آ گیا۔

لشکر عرب کا کافروں پر حملہ کرنا

پھر محمد بن قاسم نے لکار کر کہا ”اے لشکر عرب! ہوشیار! کافر دو حصوں میں تقسیم ہو چکے ہیں۔ تم حملہ کرو۔“ لشکر اسلام اس کے آگے پیچھے اور دائیں بائیں جمع ہو گیا۔ محمد بن قاسم انہیں جوش دلانے کے لئے کہتا رہا ”آج تمہاری کوششوں کا دن ہے۔“ آخر کافروں کے کشتوں کے پختے لگ گئے۔ [یہ رنگ دیکھ کر] داہر ڈھال لے کر سفید ہاتھی پر جا بیٹھا، اور چار سو مرد لوہے اور ہتھیاروں میں ڈوبے ہوئے، گلے میں تلواریں لٹکائے، اور ہاتھوں میں نیم نیزے اور لوہے کے دستے² جنہیں ہندو ”سیل“ کہتے ہیں، لے کر آگے بڑھے اور [اس شدت سے] جنگ کرنے لگے کہ ان کی ہاتھوں کی کھالیں اتر گئیں۔ داہر کے ہاتھ میں آئینے جیسی، تیز چھریوں کا ایک گول چکر تھا۔ جب بھی وہ ہاتھی اریل کر [حملہ کرتا اور جو بھی اس کے نزدیک آتا وہ اس چکر کو کند کی طرح پھینک کر اس کو اپنی طرف کھینچ لیتا اور پیادے یا سوار کا سر گردن سے الگ کر دیتا تھا۔ دو کثیریں جو کہ اس کے ساتھ [178] عماری میں بیٹھی ہوئی تھیں، ان میں سے ایک اسے پان دیتی تھی اور دوسری تیر۔ اس طرح جنگ مسلسل جاری رہی اور شام کی نماز تک بہت سے مشرک قتل ہو گئے۔

شجاع حبشی کا قتل ہونا

حکایت کے روایوں نے رام سیہ برہمن سے اس طرح روایت کی ہے کہ مسلمانوں میں

1 یہاں اصل متن میں ”قسبی“ ہے۔ کی ہوئی تصحیح کے لئے دیکھیے حاشیہ ص [187] (ن-ب)

2 اس جگہ برہمن میں ”نیم نیزہ و دستہ آہن“ ہے۔ یہاں ”و“ غلط ہے کیونکہ ”دستہ آہن-ارح“ نیم نیزہ کی شرح ہے۔

(ن-ب)

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

ایک شخص تھا، جسے شجاع حبشی کہہ کر پکارتے تھے وہ ہمت اور شجاعت کی حد سے گذر گیا اور بڑے کارنامے دکھائے۔ [اس نے] محمد بن قاسم کے سامنے سخت قسم کھائی کہ ”جب تک داہر کے سامنے ہو کر اس کے ہاتھی کو ذبح نہ پہنچاؤں گا، تب تک کھانا پینا حرام سمجھوں گا اور جب تک میرے جسم میں جان رہے گی لڑتا رہوں گا ورنہ شہید ہو جاؤں گا۔“

داہر کا [شجاع] حبشی سے جنگ کرنا

جمعرات کا دن، رمضان کی دس تاریخ اور سنہ ترانوے ہجری تھا۔ داہر سفید ہاتھی پر چڑھ کر باہر نکلا۔ حبشی مشکلی گھوڑے پر سوار تھا۔ [دونوں نے] آگے بڑھ کر جنگ شروع کی۔ داہر کو [لوگوں نے] بتایا کہ یہ تجھ سے مقابلہ کرنے کے لئے آتا ہے۔ چنانچہ راجہ داہر اس کے سامنے ہوا اور اس پر ہاتھی ریلے۔ حبشی بھی گھوڑے کو ایڑ لگا کر ہاتھی کے سامنے لایا۔ لیکن اس کا گھوڑا ہاتھی سے بھڑک کر ہٹ رہا تھا [چنانچہ اس نے] فوراً سر سے عمامہ اتار کر گھوڑے کی آنکھیں باندھیں اور ہاتھی پر حملہ کر کے اس کی سونڈ کو زخمی کر دیا [ادھر] راجہ داہر نے بھی قینچی جیسا دوشاخہ تیرکمان سے جوڑ کر اپنی مخصوص حکمت اور ہوشیاری سے اس پر کھینچ مارا اور اس کا سر گردن سے اڑا دیا، صرف اس کا دھڑ گھوڑے پر رہ گیا۔ اس پر داہر نے کہا کہ ”یہ وار کارگر ہوا۔ دیکھو کہ [میں نے] اس حبشی کو کیسے قتل کیا ہے۔“ بہادرؤں نے آگے بڑھ کر [دیکھا تو صرف] اس کا دھڑ زین پر [179] رہ گیا تھا۔ اس پر [جوش میں آ کر] مشرکوں نے [سخت] حملہ کیا اور قدم جما کر جنگ کی [یہ دیکھ کر] بھاگتے ہوئے لوگ بھی [اطراف سے پلٹ آئے، جس کی وجہ سے اسلامی لشکر متروک ہو گیا اور] [اُن کی] صفیں درہم برہم ہو گئیں۔ اس پر کافروں نے یہ سمجھا کہ اسلامی لشکر فرار ہو رہا ہے اور [واقعی عرب] دہشت زدہ اور حیران ہو گئے تھے۔ محمد بن قاسم تو اتنا مدہوش ہو گیا کہ ساتی غلام کو بولا ”اطعمنی الماء“ (یعنی مجھے پانی کھلا) لیکن پھر پانی پی کر اور دم لے کر اُس نے منادی کرائی کہ ”اے عربو! تمہارا امیر محمد بن قاسم میں [موجود] ہوں۔ کدھر بھاگتے ہو؟ ڈھالیں سنبھالو اور صبر کرو، کیونکہ کافر شکست کھا چکے ہیں، فتح ہماری ہے۔“ اس پر سارا لشکر [اس کے گرد] آ کر جمع ہو گیا۔ موکو [بن] دسا یو بھی سامنے آ کر اپنی ساری فوج سمیت پیادہ ہو گیا۔

محمد بن قاسم کا ساتھیوں کو پکارنا

پھر محمد بن قاسم نے پکارا کہ ”خریم [بن] عمرو مدنی کہاں ہے؟ کھلی ذیلی، [محمد بن] مصعب بن عبد الرحمن اور نباتہ بن حنظلہ کلابی کہاں ہیں، دارس بن ایوب کہاں گیا؟ ابو فضہ، محمد بن

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

زیاد العبدی^۱ اور تمیم بن زید قیتی^۲ کہاں ہیں؟ دوستو! قرابت دارو! اسلحہ بردارو! شمشیر زنو! پہرہ دارو اور نیزہ بازو! اسلام کا سہارا تم ہو۔ سارے لشکر کی ترتیب درست کر کے اپنی جگہوں پر قدم جماؤ، پریشان نہ ہو، بلکہ اپنی فوج کی ہمت افزائی کرو۔ [180]

محمد بن قاسم کا حملہ کرنا

پھر خدا کا نام لے کر محمد بن قاسم نے حملہ کرنے کا حکم دیا۔ کافر بھی جم گئے اور خوفناک جنگ شروع ہوگئی۔ تلواروں کے ٹکرانے سے ہوا میں آگ کے شعلے اڑنے لگے، نیزے اور حربے ایک دوسرے پر برستے رہے۔ آخر ہتھیار ٹوٹ گئے اور [جوان] ایک دوسرے سے کشتی میں گتہ گئے۔ صبح صادق طلوع ہونے سے شام کے گذر جانے تک بہت سے کافر قتل ہو گئے۔ [صرف] راجہ داہر راجکماروں کے ایک ہزار سواروں کے ساتھ فتح رہا تھا کہ سورج زرد ہو گیا۔

راجا داہر کے قتل ہونے کی خبر

ان غنچوں کے باغبانوں اور ان قیمتی ذخیروں کے مصنفوں نے راویوں سے اس طرح روایت کی ہے کہ راجہ داہر دسویں رمضان المبارک سنہ ترانوے ہجری کو جمعات کے دن سورج غروب ہونے کے وقت قتل ہوا۔ ابوالحسن نے ابواللیث ہندی سے روایت کی، جس نے اپنے باپ سے سنی ہوئی بات بیان کی کہ جب اسلامی لشکر نے حملہ کیا اور بہت سے لوگ قتل ہو گئے، تب اچانک بائیں جانب شور اور غوغا بلند ہوا۔ داہر نے انہیں اپنے سپاہی سمجھ کر^۳ نعرہ لگایا کہ ”نسی من نسی من“ یعنی ”میں ادھر ہوں، میرے پاس آؤ!“^۴

عورتوں کا آواز دینا

پھر ادھر سے [عورتوں نے] آواز دی کہ ”اے رائے! ہم تمہاری بیویاں ہیں اور

۱. اصل متن میں ”عبدی“ ہے، مگر جیسا کہ پہلے فارسی متن کے [174] پر یہی نبت ”ال“ کے ساتھ ”العبدی“ کی حیثیت سے آگئی ہے، اس لئے یہاں بھی ہم نے اسی صورت کو قائم رکھا ہے۔ (ن-ب)
۲. فارسی ایڈیشن اور دوسرے سارے نسخوں میں یہ نبت ”قیسی“ ظاہر کی گئی ہے۔ کی ہوئی تمیم کے لئے دیکھئے حاشیہ ص [178] (ن-ب)
- ۳-۴. فارسی ایڈیشن کے متن میں یہاں یہ عبارت ہے ”نعرہ بزد کہ سوی من آید من ابتا ام“ مگر (پ) اور (ن) کی عبارتوں میں داہر کے اصل لفظوں کا اضافہ شامل ہے۔ مثلاً (پ) ”نعرہ بزد نسی من نسی من یعنی من ابتا ام“ (ن) ”نعرہ بزد کہ نسی من نسی من آید من ابتا ام“ ہم نے (ن) کے مطابق یہاں داہر کے اپنے الفاظ یعنی ”نسی من نسی من“ دیئے ہیں۔ (ن-ب)

فتح نامہ سندھ عرف چچ نامہ

عربی لشکر کے ہاتھوں گرفتار ہو کر قید ہو گئی ہیں۔“ داہر نے لکارا ”ابھی تو میں زندہ ہوں، تمہیں کس نے گرفتار کیا ہے؟“ [یہ کہہ کر] داہر نے ہاتھی کو اسلامی لشکر پر ریلا۔ [اس طرف] محمد بن قاسم نے نقطہ اندازوں کو لکارا کہ ”[ہاں] اب یہ وقت تمہارا ہے۔“ [اس پر] ایک نشانہ باز نقطہ انداز نے شرط لگا کر نقطہ کا تیر راجہ داہر کے عماری پر مارا اور عماری میں آگ لگ گئی۔

داہر کا پیچھے پلٹنا

اس پر راجا داہر نے فیلیان کو کہا کہ ”ہاتھی واپس کر، کیونکہ پیاس لگی ہے۔“ اس طرف عماری کو بھی آگ لگ چکی تھی، اس لئے ہاتھی فیلیان کے قابو میں نہ آیا اور جا کر خود کو پانی میں ڈبو دیا۔ فیلیان نے بڑی کوشش کی مگر اس کا بس نہ چل سکا اور [ہاتھی] اسے اور داہر کو گہرے پانی میں لے گیا۔ کافروں میں سے کچھ اس کے ساتھ پانی میں داخل ہو گئے اور کچھ کنارے پر کھڑے ہو گئے۔ اتنے میں عرب سوار بھی آ پہنچے جس سے کافر بھاگ گئے۔ پانی پی کر ہاتھی نے قلعے کی طرف واپس جانا چاہا۔ [ادھر] مسلمان تیر اندازوں نے چلے چڑھائے اور بارش کی طرح تیر برسنے لگے۔ ایک عرب [تیر انداز] جس کا نشانہ بہت ٹھیک تھا، اس نے داہر کی دل پر تیر کھینچ مارا جس [کے لگنے] سے وہ ہاتھی کے اوپر عماری میں منہ کے بل گر پڑا۔ پانی سے نکل کر ہاتھی نے حملہ کیا اور باقی بچے ہوئے کافروں کو پیروں تلے روندنے لگا، جس کی وجہ سے وہ سب منتشر ہو گئے۔ داہر نے ہاتھی سے اتر کر ایک عرب کا مقابلہ کیا۔ بہادر عرب نے اس کے سر پر تلوار ماری اور اس کے سر کو شانوں تک دو ٹکڑے کر دیا۔ اس طرف اسلامی لشکر کافروں پر ٹوٹ پڑا [182] اور انہیں مارتا ہوا راؤڑ کے قلعے تک جا پہنچا۔ اس طرف جو برہمن پانی میں جا چھپے تھے [انہوں نے جب دیکھا] کہ جہاں داہر کو قتل کیا گیا تھا وہاں کوئی نہیں ہے تو پانی سے باہر نکلے اور داہر [کی لاش] کو کچھڑ کے نیچے چھپا دیا۔ [اتنے میں] سفید ہاتھی نے کافروں کے لشکر کی طرف رخ کیا اور [وہ اس طرح بھاگے کہ] ان کا نام و نشان بھی باقی نہ رہا۔

کہتے ہیں کہ قایل بن ہاشم کو¹ راجا داہر اور کافروں کے قتل ہونے والے دن سولہ زخم

آئے اور حملہ کرتے وقت وہ یہ [رجز] پڑھتا تھا:

1. یہ نام نسو (پ) کے مطابق ہے۔ فارسی الموشن میں دوسرے نسخوں کے مطابق ”قایل بن ہاشم“ کی عبارت اختیار کی گئی ہے۔ لیکن عربوں میں ”قایل“ کے مقابلے پر ”قایل“ نام زیادہ قرین قیاس ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اصل میں صحیح عبارت شاید ”قایل بن بنی ہاشم“ ہو۔ واللہ اعلم (ن-ب)

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

الافاصبحانی قبل وقعة داهر

وقبل منایا^۱ قد غلدون بواکر

وقبل غد یا لہف نفسی علی غد

اذا ما غدا صبحی ولست بباکر

[دوستو! داہر سے جنگ کرنے کے پیشتر مجھے جام بھر کر دو۔ پیالہ موت سے

پہلے دو جو کہ آج منتظر نظر آرہی ہے۔ کل بزمِ مے میں سارے احباب موجود

ہوں گے۔ لیکن بھائیو! کل میرا انتظار نہ کرنا۔]

کہتے ہیں کہ جب [داہر] قتل ہو گیا تو کافروں نے اس کے جسم سے ہتھیار اتارنے

چاہے مگر نہ اتار سکے اور اسے وہیں خلیج میں دفن کر دیا۔

محمد بن قاسم کا منادی کرانا

پھر محمد بن قاسم نے نگاہ اٹھائی تو خلیش بن انخی عامر بن عبدالقیس [دکھائی دیا جو کہ] اس

کے سامنے کھڑا تھا۔ [اسے پکار کر] اس نے کہا ”اے انخی عامر بن عبدالقیس کے بیٹے! عامر بن

کوچہ منادی [183] کر کے کہو کہ راجہ داہر غائب ہے۔ ایسا نہ ہو کہ کسی گوشے سے نکل کر حملہ کرے

[اس لئے] ہوشیار رہنا۔“ خلیش نے کہا کہ ”امیر! میرا دل شہادت دیتا ہے کہ داہر قتل ہو گیا۔“ محمد

بن قاسم فکر مند رہا اور ہر ایک سے پوچھتا رہا کہ ”داہر کی کوئی خبر ہے کہ وہ دکھائی نہیں دیتا۔ آخر

ایک برہمن آیا اور امان طلب کر کے کہنے لگا کہ ”اے امیر عادل! مجھے، میرے تابعداروں اور

فرزندوں کو امان دے تو تجھے داہر [کی لاش] دکھاؤں کہ وہ قتل ہو گیا ہے۔“ [اس پر] معتمد ساتھی

گئے اور جا کر کچڑ کے پیچے سے اسے [لاش کو] نکالا۔ اس وقت تک اس میں سے عطر اور مشک کی

خوشبو آرہی تھی۔ پھر اس کا سر کاٹ کر اور جسم سے ہتھیار الگ کر کے محمد بن قاسم کے پاس لائے۔

محمد بن قاسم نے کہا ”کوئی ایسا آدمی ہے کہ جو اسے پہچانے؟“ آخر اس کے حکم پر ان دونوں

کنیزوں کو لایا گیا کہ جو پالکی میں اس کے ساتھ تھیں اور گرفتار ہوئیں تھیں، انہوں نے سر کی

شناخت کی [جس پر] اس نے اس برہمن کے بزرگوں، تابعداروں اور متعلقین میں سے تین سو

آدمیوں کو آزاد کیا۔ داہر کا سر دیکھ کر محمد بن قاسم نے خدائے تعالیٰ عزاسمہ کی تعریف کی اور شکرانہ

1. فارسی ایڈیشن میں ”قبل المنايا“ ہے مگر وزن کے لحاظ سے ”قبل منایا“ صحیح ہے۔ (ن-ب)

2. اصل عبارت ”عامریان را“ ہے مراد قبیلہ بنو عامر سے ہے۔ (ر) اور (م) کی عبارت ”یاران را“ (یعنی یاروں کو)

ہے۔ (ن-ب)

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

ادا کرنے کی خاطر دو رکتیں نفل کی پڑھیں۔ جنگ میں جو لوگ گرفتار ہوئے تھے ان سب کو خونخوار تلواروں کا لقمہ بنانے کا حکم دیا۔ البتہ دستکاروں اور تاجروں کے گروہ کو امان دے کر انہیں اپنے سابقہ مقامات پر رہنے دیا۔

روایت: عمرو بن مغیرہ کلابی سے روایت کرتے ہیں کہ [سندھ پر فوج کشی کے لئے] جب لشکر تیار کر کے حجاج کے سامنے صف بستہ کیا گیا تھا تو ہر صف میں جا کر ہر ایک کی ہمت افزائی کرتے ہوئے جب حجاج بن یوسف عمرو بن خالد کے قریب پہنچا تو اس سے کہا کہ ”اے عمرو! محمد بن قاسم اور [اس کے] ساتھیوں کو گواہ کر کے بتا کہ تو کافروں سے کیا سلوک کرے گا؟ [پھر] کہا کہ ”تجھ سے کوئی نیک کام بھی ہوگا یا نہیں؟“¹ [184] چنانچہ راوی کہتا ہے کہ (عمرو) جس دن داہر کے مقابل ہوا [اس دن] اس نے محمد بن قاسم کو گواہ کر کے [داہر کے] ہاتھی کو زخمی کیا اور داہر کا سر بھی اس نے دو ٹکڑے کیا۔ [اس کے بعد] جب وہ عراق واپس گیا اور داہر کا سر حجاج کی خدمت میں پیش کیا، اس وقت اس نے کہا ”امیر عادل ہمیشہ قائم رہے! اس کی حکومت غالب رہے! [آپ نے] محمد بن قاسم کو مجھ پر گواہ کیا تھا؟“ [حجاج نے] کہا ”[ہاں] ظاہر کر کہ تو نے کیا کیا ہوگا؟“ اس پر عمرو نے یہ اشعار کہے:

الخيل تشهد يوم داهر والقنا

ومحمد بن القاسم بن محمد

انی فرجت الجمع غیر معرد

حتی علوت عظیمهم بمہند

فترکتہ تحت العجاج مجد لا

متعفر الخبدین غیر موسد

[محمد بن قاسم بن محمد اور گھوڑے اور نیزے بھی گواہ ہیں کہ داہر کی جنگ میں میں نے شجاعت دکھائی ہے۔ میں نے کافروں کو بے دھڑک منتشر کیا ہے۔ اور میں نے ہی راجہ کے سر کو قلم کیا ہے۔ میں نے ہی پچھاڑ کر اسے دھول میں گرایا تھا اور اس کے سر اور چہرے کو خاک آلود کیا تھا۔]

1. اس مقام پر اصل متن کی عبارت میں بڑا الجھاؤ ہے۔ اصل فارسی عبارت اس طرح ہے: ”گفت اے عمرو! من محمد قاسم و یاران راہ گواہ میکنم تا بکفار چہ کار خواہی کرد؟“ گفت: ”از تو عمل درست آید یا نہ؟“ ہمارے خیال میں یہاں ”گفت“ سے پہلے ”دیگر“ کا لفظ بھی ہونا چاہئے تھا جو کہ شاید کاتب کی غلطی سے حذف ہو گیا ہے۔ ”دیگر“ کا لفظ نہ ہونے کی وجہ سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے ”گفت“ کے بعد کی عبارت عمرو کا جواب ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے اور یہ فقرہ بھی حجاج ہی کا کہا ہوا ہے۔ (مترجم)

فتح نامہ سندھ عرف بیچ نامہ

ابو محمد ہندی سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے ابو مسہر عابی^۱ سے سنا جس نے اہل ہند سے روایت کی ہے کہ: جب داہر کے قتل کے بعد اس کی بیوی لاڈی^۲ گرفتار ہوئی تو محمد بن قاسم نے ان [قیدیوں] میں سے لاڈی کو خریدنا چاہا اور اس بارے میں حجاج کو خط لکھ کر اس سے اجازت طلب کی۔ حجاج نے یہ معاملہ خلیفہ ولید کی خدمت میں پیش کر کے فرمان جاری کرنے کی خواہش ظاہر کی۔ دارالخلافہ سے لاڈی کو خریدنے کی اجازت دی گئی جس کے بعد محمد بن قاسم نے اسے خرید کر اپنی بیوی بنایا۔^۳ [185]

داہر کی بیوی لاڈی کا اپنے اسیر ہونے کا واقعہ بیان کرنا کہ وہ کیسے گرفتار ہوئی

کہتے ہیں کہ عقیل بن عمرو نے روایت کی ہے کہ جب لاڈی "ام ولد" ہوئی^۴ تب محمد بن قاسم نے اس سے دریافت کیا کہ "تو داہر کے حامیوں کے ساتھ کس طرح گرفتار ہوئی؟ اور داہر سے کس طرح جدا ہوئی؟" لاڈی نے جواب دیا کہ "جب اسلامی لشکر راجہ داہر کے سامنے ہوا تب [اس نے اپنی] ہر بیوی پر سخت نگران مقرر کر کے ہدایت کی تھی کہ اگر اسلامی لشکر غالب ہو جائے اور کافروں کو شکست ہو تو ان سب کو قتل کر دینا مبادا مسلمانوں کے ہاتھوں گرفتار ہوں۔ پھر وہ (نگران) چوہدار میری طرف دیکھ کر کہا کرتا تھا کہ "تیرے بھڑے سے ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ تیرا دل عرب کے بادشاہ کی طرف مائل ہے اور تو ضرور اُس کی رانی بنے گی۔" آخر جب لشکر اسلام نے حملہ کیا اور مشرک بھاگ گئے تب ہر ایک نگران نے اپنے ذمے کی ہوئی رانی کو قتل کیا۔ ایہ حال دیکھ کر [میں نے خود کو اونٹ کے نیچے گرایا اور [میدان] جنگ کے وسط میں جا پہنچی۔ میرا نگران میرے قتل کرنے کا خیال ترک کر کے بھاگ کھڑا ہوا اور مسلمانوں نے آ کر مجھے گرفتار کر لیا اور پھر امیر محمد بن قاسم مجھے خرید کر اپنے نکاح میں لایا۔

1. (پ) میں "مشرع عابی" (ن) میں "اے شعی عابی" (ب) میں "شعی عابی" (ر) اور (م) میں "مشرع عابی" (س) میں "مشرع عابی" اور (ک) میں "مشرع عابی" ہے۔ دیا ہوا نام قاری ایڈیشن کے مطابق ہے اور محض قیاسی ہے۔ شاید "عابی"، "شعی" کی تصحیف ہو۔ فلیٹل۔ (ن-ب)
2. اس مقام پر اور آئندہ ہر جگہ پر یہ لفظ "لاڈی" ہے جسے اصل سندھی نام کی حیثیت سے ہم نے "لاڈی" لکھا ہے۔
3. یہ روایت نہایت مشکوک اور ضعیف ہے۔ دیکھئے آخر میں تشریحات حاشیہ ص 191 [185] (ن-ب)
4. شری اصطلاح میں "ام ولد" اس کنیز کو کہتے ہیں کہ جس سے سردار کو کوئی اولاد پیدا ہو۔ یہاں "ام ولد" سے مراد یہ ہے کہ محمد بن قاسم کے نکاح میں آئی۔ (مترجم)

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

آسمانی فتح اور کافروں کے مغلوب ہونے کی خبر

سندھ کے مشائخ خبر دیتے ہیں کہ جب آسمانی مدد اور خدائی تائید نے عربوں کی موافقت کی اور کافر بھاگ گئے، تب محمد بن قاسم نے اس فتح کے حالات حجاج بن یوسف کے پاس لکھ بھیجے۔ [186]

محمد بن قاسم کا حجاج کے پاس داہر کے قتل ہونے اور حکومت پر قبضہ کرنے کا فتح نامہ لکھنا

عراق اور ہند کے امیر حجاج بن یوسف کے حضور میں محمد بن قاسم پیہم خدمات اور بہت بہت تسلیمات کے بعد عرض کرتا ہے کہ بادشاہ (اللہ) سبحانہ و تعالیٰ و تقدست اسمائے (جو پاک اور سر بلند ہے اور جس کا نام پاک ہے) نے اپنے فہم عمیم اور لطف کریم سے دونوں طرف کے بہادر جنگجو جوانوں اور دلیر پہلوانوں کے ایک دوسرے کو اپنی آبدار تلواروں سے تہ تیغ کرنے کے بعد لشکر اسلام کو فتح اور کامیابی عطا کی اور داہر اور اس کے لشکر کو جس میں کہ مست ہاتھی اور ہتھیاروں میں ڈوبے ہوئے سوار تھے، شکست خوردہ اور ذلیل کیا۔ ان کے ہاتھی، گھوڑے، سامان، کپڑے، غلام اور مویشی سب ہمارے قبضے میں آئے، جس کا پانچواں حصہ دارالخلافہ کے خزانے میں داخل کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ کے کرم سے امید ہے کہ جس طرح سے اس کام کی ابتدا ٹھیک ہوئی ہے اسی طرح ہند اور سندھ کے سارے ممالک ہمارے زیر اقتدار اور زیر حکومت آجائیں گے۔ انشاء اللہ العزیز۔

داہر کا سر عراق بھیجنا

اس کے بعد [محمد بن قاسم نے] داہر کا سر صادم بن ابی صادم کے حوالے کر کے بنی قیس کے قبیلے میں سے ابوقیس کو اس کا رقیق مقرر کیا۔ [اس کے علاوہ] ذکوان بن علوان الکبریٰ یزید بن مجالد^۱، ہمدانی، زیاد بن الحواری التمیمی^۲ اور کچھ دوسروں کو بھی ایک دوسرے کا ساتھی بنا کر روانہ کیا۔ [187]۔ [خط میں] ان کی مفصل توصیف کی اور لکھا کہ ”یہ فتح ان کی قوت، دبدبے، تعاون

۱. (پ) میں ”مخالف“ ہے اور دوسرے سارے نسخوں میں ”مخالد“ لفظ اختیار کیا گیا ہے اور فارسی الیٹیشن کا بھی یہی تلفظ ہے۔ مگر ”مخالد“ درحقیقت ”مجالد“ کی تھیف ہے جس کی وجہ سے ہم نے متن میں ”مجالد“ ہی دیا ہے۔ بشکریہ: استاذ عبدالعزیز اسمعی (ن۔ب)

۲. اصل متن میں ”العبدی“ ہے جو غالباً صحیح نہیں ہے۔ دیکھئے آخر میں تشریحات حاشیہ ص 192 [187] (ن۔ب)

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

اور رفاقت سے ہوئی ہے۔“ [اس کے علاوہ] ہند (یعنی سندھ) کے جن رئیسوں نے جنگ میں شوقی دکھائی تھی، ان کے سر بھی عراق بھیجے اور خط میں ان کا نام بنام حوالہ دیا۔

امیر حجاج کی کعب سے گفتگو

پھر جب داہر اور اس کے راناؤں کے سر اور اس کے حکمرانوں کے تاج اور علم جو کہ [محمد بن قاسم] نے تفصیل وار لکھے تھے، حجاج بن یوسف کے پاس پہنچے تو اس نے پوچھا کہ تمہارے لشکر کے میمنہ کا سردار کون ہے؟“ کعب بن خارق الراہی نے کہا کہ ”میں ہوں۔“ اس پر حجاج نے کہا کہ ”محمد بن قاسم نے اپنے ساتھیوں کا ذکر کیا ہے اور ہر ایک کو جس طرح دیکھا، آزمایا یا پرکھا ہے وہ تحریر کیا ہے، لیکن تیرے بارے میں نہ تو کوئی ذکر ہے اور نہ تجھے یاد کیا ہے۔ [بتا کہ] تیری آزمائش کے بارے میں کیا ذکر ہے؟“ کعب نے کہا کہ ”جس وقت کافروں کا رعب، دبدبہ، خوف اور ہراس دلوں پر حاوی اور طاری ہو گیا تھا اس وقت میں امیر محمد بن قاسم کا ترکش لئے کھڑا تھا اور وہ میری گردن میں ہاتھ ڈالے ہوئے مجھ سے مشورہ کر رہا تھا۔ اس کے علاوہ جس وقت تک داہر نے جان گنوائی میں [اس وقت] تک برابر لڑتا رہا۔“ پھر حجاج نے پوچھا کہ ”محمد بن قاسم دشمن سے جنگ کرتے وقت مترد اور متغیر حال ہوا تھا یا نہیں؟ اور فتح کے وقت خوشیاں منانے یا جنگ کی سختی اور دشمن کی مکاری کے موقع پر اس میں کوئی تبدیلی پیدا ہوئی تھی یا نہیں؟“ کعب نے کہا کہ جب اس نے حملہ کیا اور سوار نے سوار سے اور پیادے نے پیادے سے باگیں اور نیزے نکرانے اور نیزوں کی ٹوکوں اور دھاروں سے آگ کی چنگاریاں ہوا میں اڑنے لگیں تھیں، تب محمد بن قاسم نے کہا تھا کہ ”اطعمنی الماء“ (یعنی مجھے پانی کھلاؤ)۔ حجاج نے کہا یہ غلط نہیں ہے۔ [188] کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں خبر دی ہے کہ (قوله تعالى): إِنَّ اللَّهَ مُبْتَلِيكُمْ بِنَهَرٍ فَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ فَلَيْسَ مِنِّي وَمَنْ لَّمْ يَطْعَمْهُ فَإِنَّهُ مِنِّي^۱ (اللہ تعالیٰ تمہیں ایک نہر سے آزمانے والا ہے۔ پھر جو اس میں سے پئے گا تو وہ میرے دوستوں میں سے نہیں ہے اور جو اس میں سے نہ پئے گا وہ بے شک میرا دوست ہے۔)

خبر: پھر جب داہر کا سر حجاج کے سامنے رکھ کر اس کے تاج اور علم کو اوندھا کیا گیا اور قیدیوں

1. اس آیت کریمہ میں پانی پینے کے لئے ”طم“ کا مینہ آیا ہے۔ جو عام طور پر ”کھانے“ کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے اور محمد بن قاسم پر بھی یہی اعتراض تھا کہ اس نے پریشانی کی حالت میں ”اطعمنی الماء“ کی بجائے ”اطعمنی الماء“ کہا تھا۔ (مترجم) آیت سورۃ البقرہ: رکوع 32 (ن۔ب)

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

کو جوتوں کے پاس بٹھایا گیا تب بنی ثقیف کے ایک شخص نے کھڑے ہو کر راؤڑ کی فتح اور داہر کے قتل کی خوشی میں یہ اشعار کہے:

فتحت بلاد السند بعد صعوبة

ومهابة لمحمد بن القاسم

ساس الامور سياسة ثقافية

بشهادة منه ورائی حازم

اذن الامير له غداة ودائه ☆

كان الامير مؤدبا في العالم

ماغاب عنه من الامور رزانة

فيه اليقين له عيان ☆ العالم

فبرمحه نصر الاله محمد

وبسيفه قامت نساء ماتم ☆

وبكيدة سارت بهامة داہر ☆

دھم البغال ☆ الى اغرقماقم ☆

المال يسبقهم ☆ وكل خريدة

بيضاء آنسة كظبي ناعم

لا راس الا راس داہر ☆ فوقه

عند الملوك بخطبه المتفام

ونسائه يبدین نوحه حرة

وخیولہ تکی بدمع ساجم

[صوبوں کے بعد سندھ کا ملک فتح ہوا۔ یہ سہرا محمد بن قاسم کے سر بندھا۔ اس نے ثقیف سیاست اور رعب و داب سے کام لیا۔ اور عقل و دورانہشی سے سارے کام انجام دیے۔ رخصت ہونے کے وقت امیر (حجاج) نے اسے نصیحت کی۔ بے شک امیر مودب اور رہنما ہے۔ اس نے کسی وقت بھی وقار کو ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ اس کا یقین ایسا ہے کہ جیسے برملا آنکھوں سے دیکھ رہا ہے۔ اس نے اپنے نیزے سے دین کی مدد کی اور اس کی تلوار سے [کافروں میں] ماتم کی

☆ فارسی ایڈیشن میں ان مقامات پر بالترتیب یہ الفاظ ہیں جو کہ صحیح نہیں ہیں: وداع، عیان، الماتم، داہر، افعال، اغرقماقم۔ کی ہوئی صحیح اجتاز علامہ عبدالعزیز اسمعی کی طرف سے ہے۔ (ن۔ب)

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

صفیں بچھ گئیں۔ داہر کا سر اس کی عقلمندی سے خوبصورت اور نخی امیر کے سامنے پہنچایا جو کہ با وفا ہے۔ اس کے سامنے دولت کے ڈھیر تھے اور ایسی کنواریں نازنین تھیں کہ جو ہر نیوں کی طرح شوخ اور بڑی گداز اور نازک تھیں۔ اور داہر کا سر کہ جو سارے سروں سے ممتاز تھا اور بادشاہ جیسے اپنا شہنشاہ تسلیم کرتے تھے۔ اس کی عورتیں اس طرح روئیں کہ جس طرح پار سائیں روتی ہیں اور ان کے گھوڑے بھی زار و قطار روئے۔

حجاج بن یوسف، محمد بن قاسم سے بڑی محبت کرتا تھا اور اس کی [189] محبت کی وجہ سے بیقرار رہا کرتا تھا۔ [ان اشعار کے سننے کے] بعد دل شاد ہو کر اس نے یہ شعر پڑھا:

ان المنایا لا یبالی حیفھا

ما لم یصلن محمد بن القاسم

[اب مجھے موت کے مظالم سے کوئی خوف نہیں رہا کہ اس وقت تک کہ وہ محمد بن قاسم کے سر تک نہ پہنچ سکے۔]

پھر اس نے کہا کہ ”محمد بن قاسم کے پاس ہر روز خط لکھ کر روانہ کرنا ہم پر واجب ہے تاکہ اس اشارے اور طریقے سے اس کا دل قوی اور مضبوط ہوتا رہے۔“ [چنانچہ] وہ مسلسل خطوط لکھتا رہا اور وہ بھی حجاج کے احکامات پر عمل کرتا رہا۔

حجاج کا اپنی بیٹی محمد بن قاسم کو دینے کی حکایت

بنی تمیم کے ایک شخص نے یزید [بن] کنانہ سے روایت کی ہے، [جس نے بیان کیا] کہ میں نے اپنے باپ سے سنا [جس نے بیان کیا] کہ میں ایک دن حجاج کے پاس تھا کہ اس نے [محمد بن قاسم سے] کہا کہ ”اے ابن عم! میں تجھے بڑے مرتبے پر پہنچانا چاہتا ہوں، اگر تو کوئی حاجت مجھ سے رکھتا ہے تو مانگ۔“ محمد بن قاسم نے کہا کہ ”مجھے بادشاہ بنا اور اپنی بیٹی مجھے دے۔“ حجاج کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی، وہ اس نے اس کے سر پر مار کر اس کا عمامہ گرا دیا اور دوسری مرتبہ کہا ”جو کچھ مانگنا ہے وہ مانگ“ اس نے دوبارہ وہی بات دہرائی۔ حجاج نے پھر وہی چھڑی دوبارہ محمد بن قاسم کے سر پر ماری۔ اور [اسی طرح] تیسری مرتبہ کہا ”جو کچھ مانگنا ہے وہ مانگ اور جو کچھ دل میں ہے وہ کہہ۔“ محمد بن قاسم نے پھر اس کی بیٹی کے لئے درخواست کی۔ حجاج نے کہا کہ ”میں تجھے اپنی بیٹی اس شرط پر دوں گا کہ تو جب بڑا ہوگا اور بادشاہ بنے گا، تو لشکر کے ساتھ فارس یا ہند پر چڑھائی کرے گا اور وہاں کا مال حاصل کرے گا اور ان ملکوں کو فتح کر کے قبضے میں لائے گا۔“ [190]

حجاج کا کوفہ کے جامع مسجد میں خطبہ دینا

اس فتح کے مفسروں نے اس طرح بیان کیا ہے کہ ایک گروہ جب نشان، علم، نقارہ اور داہر اور دوسرے ٹھاکروں کا سر لے کر آیا، تب حجاج کے حکم سے شہر کوفہ میں منادی کرائی گئی۔ اس کے بعد [حجاج نے] منبر پر چڑھ کر اللہ تعالیٰ عز اسمہ کی تعریف کی، پیغمبر علیہ السلام پر درود بھیجا، دولت محمدی کے خدمتگاروں کی بہت تعریف کی اور پھر کہا کہ ”اہل شام و عرب کو! سندھ اور ہند کے علاقوں! کا فتح کرنا، کثیر مال، مہران کا بیٹھا پانی اور بے انتہا نعمتیں کہ جو خدائے عزوجل نے انہیں عطا کی ہیں، مبارک ہوں!“

پھر انہیں فتح نامہ پڑھ کر سنایا اور خوشیاں منائیں اور جن لوگوں نے جنگ کے موقع پر شاندار کارنامے دکھائے تھے، انہیں اعلیٰ مرتبوں، قیمتی خلعتوں اور کثیر انعامات سے سرفراز کیا اور [پھر] انہیں رنگا رنگ کے مرصع پیراھن پہنا کر خلیفہ وقت ولید بن عبدالملک بن مروان کے پاس روانہ کیا اور انہیں خاص آدمیوں کی فہرست میں [داخل] فرمایا۔ (ان میں سے) کچھ (اس کی) خدمت میں رہے اور کچھ کو واپس بھیج دیا۔

محمد بن قاسم کے فتح نامے کے جواب میں خط لکھنا

پھر حجاج نے محمد بن قاسم کے خط کا جواب دیا اور اس کی تعریف کرنے کے بعد اس میں لکھا کہ ”تم نے ثقیف کے آزادہ کردہ غلام مصعب کی اتنی [191] تعریف کی ہے تو کیا ایک فاسق کی تعریف مناسب ہے؟ (باوجودیکہ) تمہارے لشکر میں اتنے بزرگ موجود ہیں جیسے کہ بنو سلیم، بنو تمیم، خود تمہاری والدہ حبیبۃ العظمیٰ، تمہارا حقیقی بھائی حلب بن قاسم، تمہارے چچا اور والد بھی کچھ کم نہیں ہے، خود تم میں کوئی کی یا تساہل دیکھنے میں نہیں آتا اور میں انہیں تمہارا بدل نہیں سمجھتا۔ کیا داہر کی فتح میں ایک منافق کی تعریف واجب تھی؟ جس جگہ پر عراقیوں اور شامیوں میں سے خریم بن عمرو، دارس بن ایوب، نابتہ بن حنظلہ، ہذیل بن سلیمان² [محمد بن مصعب بن عبدالرحمن، جہم بن زحر الجعفی، ذکوان بن علوان الکبری، کعب بن مخارق اور دوسرے جانے پہچانے بہادر مجاہد موجود ہوں وہاں ایسوں کو کون پوچھتا ہے؟ سب کی تربیت کرتے رہو اور نفسانی خواہش اور رجحان سے [احتراز] اور چشم پوشی اور جھوٹوں سے پرہیز کرتے رہو۔ والسلام۔“

1-1. یہ عبارت نسخہ (پ) کے مطابق ہے۔ یعنی ”مرفقین بلاد سند و ہند“ فارسی ایڈیشن میں صرف ”مرفقین ہند“ ہے۔ (ن-ب)
2. یہاں سارے نسخوں میں ”ہذیل بن سلیم“ ظاہر کیا گیا ہے لیکن صحیح غالباً ”ہذیل بن سلمان“ ہے جس کا ذکر اس سے پہلے ص [174] اور پھر ص [218] پر آیا ہے۔ (ن-ب)

راؤڑ کے غلاموں کی خبر جن میں سے کچھ داہر بن قچ کے عزیز تھے

ابو ایوب ہاشمی نے روایت کی کہ علی بن عبداللہ بن عباس کے آزاد کئے ہوئے غلام جعفر بن سلیمان کے بیٹوں میں سے ایک شخص خلیفہ وقت ولید بن عبدالملک بن مروان کے پاس گیا، اسی دن کعب بن عمارق الراسی¹ بھی وہاں آیا تھا² اس نے کہا کہ داہر بن قچ کا سر پیش کر کے [192] راجاؤں کی بیٹیوں اور راناؤں جیسے غلاموں کو جوتوں کی تظار کے پاس لا کر بٹھایا گیا۔ کعب انہیں پہچانتا تھا۔ آخر جب داہر کی بھانجی کو پیش کیا گیا تو خلیفہ وقت اس کی حالت اور صورت پر تعجب کرنے لگا۔ پھر خلیفہ نے کہا ”اے کعب! یہ راجہ کی بیٹی ہے اور پاکیزہ شکل کی ہے۔ اسے تو لے جا اور جا کر [اپنی] بیوی بنا۔“ (کعب نے کہا کہ) اس وقت میں جوان تھا۔ میں نے اسے گھر لے جا کر زوجہ بنایا۔ زیادہ تر عورتیں آ کر اس سے دانائی کی باتیں اور نصیحتیں سنا کرتیں تھیں لیکن اس سے کوئی اولاد پیدا نہ ہوئی۔“

حیسیہ بن داہر کا غرور کے ساتھ راؤڑ کے قلعے میں مقیم ہونا اور [اس کے] جنگ کرنے کی خبر

خبروں کے راویوں نے اپنے معیتروں سے روایت کی ہے کہ ”داہر کے قتل ہو جانے کے بعد اس کا بیٹا اور رانی مائین³ جو کہ اس کی [داہر کی] بہن تھی اور جسے [اس نے] خواہ مخواہ بیوی بنا کر اپنے چتر کے نیچے بٹھایا تھا، شہزادوں کے لشکر سمیت جا کر راؤڑ میں قلعہ بند ہوئے۔ حیسیہ اپنی مردانگی، طاقت اور دبدبے میں مست تھا اور پورا بھروسہ رکھتا تھا، وہ جنگ کے لئے اڑ گیا۔ محمد علانی اس کے ساتھ تھا۔ جب داہر کے مارے جانے اور سفید ہاتھی کے زخمی ہونے کی خبر پہنچی تب داہر کے بیٹے حیسیہ نے کہا کہ ”[اب] ہم دشمن کے سامنے ہو کر تنگ و ناموس کی خاطر [آخر

1. فارسی ایڈیشن میں ”الراستی“ ہے۔ (پ) میں ”الرائی“ اور (ر) میں ”الراستی“ ہے۔
2. اصل متن میں ”بھی وہاں آیا تھا“ کے برابر فارسی عبارت کم ہے جس کی وجہ سے ”اور کہا“ کی ضمیر بھی ”کعب“ کی طرف چلتی ہے۔ درحقیقت ”اور کہا“ کا فقرہ جعفر بن سلیمان کے بیٹے سے متعلق ہے کہ جو خلیفہ کے پاس گیا تھا۔ ہم نے ”بھی وہاں آیا تھا“ کے الفاظ [195] پر دی ہوئی عبارت ”کعب بن عمارق یا عس و زنان بجانب خلیفہ فرستادہ شد“ کی بنیاد پر بڑھائے ہیں۔ (ن-ب)

3. فارسی ایڈیشن میں اس مقام پر یہ نام ”ہائی“ لکھا گیا ہے۔ حالانکہ اس سے پہلے صفحات [88، 89، 90 اور 92] پر جگہ ”مائین“ دیا گیا ہے۔ یہاں مختلف نسخوں کی عبارتیں اس طرح ہیں: (پ)، (ر)، (ک) ”ہائی“، (م) ”مائین“ اور (ن)، (ب) ”ہائی“۔ (ن-ب)

فتح نامہ سندھ عرف چچ نامہ

وقت تک | تلوار چلائیں گے، پھر اگر قتل بھی ہو گئے تو ضائع نہ ہوں گے۔“ وزیر سیکر نے کہا ”شہزادے کی رائے غلط ہے۔ ہمارا راجہ قتل ہو گیا ہے، لشکر شکست کھا کر منتشر ہو گیا ہے اور ہمارے دل دشمن کی تلوار کی ہیبت اور رعب کی وجہ سے میدان جنگ سے نفرت کر رہے ہیں۔ [ایسی حالت میں] تم عربوں سے کیسے جنگ کرو گے؟ ابھی ولایت قائم ہے [193] پختہ قلعے جنگجو بہادروں اور رعایا سمیت مضبوط ہیں [اس لئے] بہتر رائے یہ ہے کہ برہمن آباد کے قلعے میں چلیں۔ وہ قلعہ راجہ کے باپ دادوں کی میراث اور راجہ داہر کا رہائشی مقام ہے۔ [وہاں] خزانے اور دھنیزے موجود ہیں اور وہاں کے باشندے راجہ چچ کے خاندان کے حامی اور خیر خواہ ہیں۔ دشمن سے لڑنے میں وہ سب تیرے مددگار ہوں گے۔“ [پھر] اس نے علانی سے پوچھا۔ اس نے کہا کہ ”میری رائے میں بھی یہی بہتر ہے،“ جیسینہ نے اس سے متفق ہو کر اپنے تابعداروں، متعلقین اور معتدوں سمیت برہمن آباد کی طرف کوچ کیا۔ داہر کی بیوی مائین¹ دوسرے سرداروں کے ساتھ راؤڑ کے قلعے میں جنگ کے لئے تیار ہو بیٹھی۔ جائزہ لینے پر پندرہ ہزار جنگجو جوان شمار میں آئے جو سب مرنے کے لئے مستعد ہو گئے۔ صبح کو جب انہیں معلوم ہوا کہ راجہ داہر دریائے مہران کے درمیان دودھاواہ کے قریب قتل ہو گیا ہے، تو یہ خبر سن کی جن راوتوں نے رائی مائین² سے عہد کیا تھا وہ سب قلعہ بند ہو گئے۔ یہ خبر سن کر محمد بن قاسم نے راؤڑ کے قلعے کی طرف رخ کیا اور آخر آ کر قلعے کے نیچے پہنچا۔ [یہ دیکھ کر دشمنوں نے] قلعے پر برہجیوں پر ڈھول اور شہنائیاں بجا کر مغمیقوں اور آلات سے پتھر، تیر اور نیزے برسائے شروع کر دیئے۔

راؤڑ کا قلعہ فتح ہونا اور داہر کی بیوی مائین⁴ کا سستی ہونا

پھر محمد بن قاسم نے لشکر کو ترتیب سے جمایا اور نقب زنوں کو قلعے کے برجوں میں نقب لگانے کے لئے متعین کر کے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کیا۔ ایک حصہ دن کو مغمیق، تیروں اور نیزوں سے جنگ کرتا اور دوسرا رات کو نقط اور زریخ⁵ سے۔ [اس طرح رات دن] پتھر مارتے رہے،

1. فارسی ایڈیشن میں اس مقام پر بھی یہ نام ”بائی“ دیا گیا ہے۔ کی ہوئی ترمیم کے لئے دیکھیے گذشتہ حاشیہ (3) ص [197] (ن-ب)

2. اصل لفظ ”ملوک“ ہے جس کے لفظی معنی ہوں گے ”بادشاہوں“ (ن-ب)

3. فارسی ایڈیشن میں ”بائی“ ہے۔ 4. فارسی ایڈیشن میں ”بائی“ ہے۔

5. فارسی ایڈیشن میں ”فرداخ“ ہے جو کہ اکثر نسخوں کی عبارت ہے سوائے (م) کی جس کے قرأت ”فرداخ“ ہے۔ ”فرداخ“ لفظ بے معنی ہے اور کسی بھی لغت میں نہیں ملتا، غالباً یہ لفظ ”زریخ“ کی بگڑی ہوئی صورت ہے کہ علم کیا میں ”نقط اور زریخ“ کے نام ساتھ ساتھ ملتے ہیں۔ (دیکھیے انسائیکلو پیڈیا آف اسلام زیر عنوان ”الکیمیا“، پتھر یہ محترم قاضی احمد میاں اختر)۔ زریخ، زریخ یا زرنی یعنی ہڑتال کہ جو آگ کے شعلے بھڑکانے کے لئے استعمال ہوتی ہے۔ زریخ احر

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

یہاں تک کہ قلعے کے برج زمین پر آرہے۔ داہر کی بہن مائتین نے عورتوں کو اکٹھا کر کے [194] کہا ”جیسیدہ ہم سے جدا ہو گیا اور محمد بن قاسم آپہنچا۔ بے شک ہمیں ان گائے خور چندالوں سے چھٹکارا نہ ملے گا، ہماری عزت برباد ہو چکی اور مہلت پوری ہوئی۔ اب جبکہ بچنے کی کوئی امید نہیں ہے تو لکڑیاں، روٹی اور تیل اکٹھا کرنا چاہئے۔ میری رائے کا تقاضا ہے کہ خود کو آگ کی نذر کر کے اپنے شوہروں سے جا ملیں۔ جس کو بھی جا کر امان لینی ہو وہ بخوشی جائے، ممکن ہے کہ اُسے مل جائے۔“ پھر سب | گھر میں اندر گئیں اور آگ جلا کر خود کو جلا ڈالا۔ محمد بن قاسم قلعے کو اپنے قبضے میں لا کر تین دن وہاں رہا اور ان چھ ہزار جنگجو مردوں کو، جو کہ قلعے میں تھے، موت کے گھاٹ اتارا اور کچھ کو تیروں کا نشانہ بنایا۔ اس کے بعد (باقی) جو بھی دوسرے ملازم اور متعلقین، جیسے کہ عورتیں اور بچے | وغیرہ | انہیں قید کیا۔

بردوں، پارچہ جات اور نقدی کے اعداد کا شمار

روایتوں میں بیان کرتے ہیں کہ جب راؤڑ کا قلعہ فتح ہوا اور جیسیدہ جو کچھ اپنے ساتھ لے گیا اس کے علاوہ باقی ماندہ خزانے اور مال و ہتھیار آئے تو وہ سب محمد بن قاسم کے سامنے پیش کئے گئے۔ جب بردوں (غلاموں اور کنیزوں) کو شمار کیا گیا | تو معلوم ہوا کہ | تیس ہزار مردے ہاتھ آئے تھے جن میں سے تیس راجاؤں کی بیٹیاں تھیں۔

”حسنہ“ نامی راجہ داہر کی بھانجی بھی ان میں تھی۔ ان سب کو حجاج کے پاس روانہ کیا۔ پھر داہر کا سر اور بردوں کا پانچواں حصہ کعب بن خارق الراسی نے کے ہاتھوں عراق کے لئے روانہ کیا۔ جب داہر کا سر، عورتوں اور مال حجاج کے پاس پہنچا تب حجاج نے سر سجدہ ہو کر شکرانے کی دو رکعتیں ادا کیں اور حمد بے حد کرنے کے بعد کہنے لگا کہ ”بے شک سارے خزانے، دینے، مال اور دنیا کا ملک مجھے مل چکا۔“

حجاج کا داہر کے سر اور اس کے جھنڈوں کو دار الخلافہ بھیجنا

پھر حجاج نے داہر کا سر، تاج، غلام اور مال خلیفہ وقت ولید کے پاس بھیج دیا۔ | اس نے بھی | خط پڑھتے ہی خدائے تعالیٰ عزوجل کی حمد و ثنا کی۔ اور پھر ان کنیز شہزادیوں کو فروخت کرنا شروع کیا اور بعضوں کو انعام کے طور پر عنایت کیا۔ راجہ داہر کی بھانجی ”حسنہ“ کو دیکھ کر متعجب ہوا

1. یعنی حسین، خوبصورت۔ یہ غالباً پہلی نام کا عربی ترجمہ ہے۔ (ن۔ب)

2. اصل متن میں ”الراستی“ ہے۔

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

اور اس کے حسن و جمال پر ششدر ہو گیا۔ پھر جب عبداللہ [بن] عباس نے اسے طلب کیا تو اس نے عبداللہ بن عباس سے کہا کہ ”اے عم زاد! اس کثیر کو بے حد حسین اور کامل دیکھتا ہوں اور اتنا فریفتہ ہو گیا ہوں کہ [سوچتا ہوں کہ] اس کو اپنے لئے رکھوں لیکن لائق ترین وہ ہے کہ تو اسے اپنی اُم ولد (بیوی) بنائے جو کہ تیزے لئے زیادہ مناسب ہے۔“ پھر اجازت کے مطابق عبداللہ اسے اپنے نکاح میں لایا اور ایک مدت تک وہ اس کے عقد میں رہی، لیکن اس سے کوئی اولاد نہ پیدا ہوئی۔

راؤڑ کی فتح کی خبر ملنے کے بعد حجاج کا خط

راویانِ حکایت کہتے ہیں کہ: جب راؤڑ کی فتح حاصل ہوئی اور [محمد بن قاسم] عام لوگوں کے کاروبار سے فارغ ہوا اور حجاج کو اس کا فتنامہ ملا تو اس نے اس کا یہ جواب دیا: [196] ”اے عم زاد! تمہارا جان افزا مکتوب ملا اور اس کے ملنے سے خوشی اور مسرت میں اضافہ ہوا اور اس پر کمال و جمال فخر حاصل ہوا۔ تم نے جو اساس اور قاعدہ اختیار کیا ہے وہ شرع کے طریقے پر ہے۔ سوائے اس ایک، امان دینے کے دستور کے۔ تم خاص و عام کو امان دیتے ہو اور دوست و دشمن کا امتیاز نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ کا قول ہے: ^۱ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِذَا لَقِيتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَضْرِبُوْا الرِّقَابَ [اے ایمان والو! جب کافروں سے مقابلہ کرو تو پھر (ان کی) گردنیں اتار دو۔] اس لئے جاننا چاہئے کہ خداوند عزوجل کا فرمان افضل ہے۔ تمہیں امان دینے پر حرص نہ کرنا چاہئے کہ یہ آسان کام نہیں ہے۔ اس کے بعد کسی بھی دشمن کو امان نہ دو۔ ورنہ سب اسے عقل کے ضعف اور دبدبے کے فتور پر محمول کریں گے۔ والسلام۔ نوشتہ نافع سنہ ترانوے ہجری۔

حیسیہ کا برہمن آباد سے اروڑ، بھاشیہ اور دیگر اطراف کی جانب خطوط لکھ کر بھیجنا

خبروں کی روایت کرنے والوں نے داہر کے قتل اور محمد بن قاسم کے حالات کے متعلق بعض برہمن مشائخین سے اس طرح نقل کیا ہے کہ جب رائے داہر لعین واصل جہنم ہوا، حیسیہ برہمن آباد میں قلعہ بند ہوا اور راؤڑ کی فتح حاصل ہوئی، تب حیسیہ نے جنگ کے لئے تیاری اور

۱. پوری آیت یہ ہے: ”اِذَا لَقِيتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَضْرِبُوْا الرِّقَابَ“ (سورۃ محمد: رکوع ۱) (ن-ب)

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

بندوبست کرتے ہوئے چاروں طرف خطوط روانہ کئے۔ پہلا تخت گاہ اروڑ میں اپنے بھائی گوپل¹ بن داہر کے پاس دوسرا بھائیہ کے قلعے میں اپنے بھتیجے فتح بن دھرسند کے پاس اور تیسرا بدھیہ اور کیکانان کی جانب اپنے عم زاد ڈھول² بن چندر کے پاس۔ [197] ان [خطوط] میں داہر کے مارے جانے کی اطلاع دینے کے بعد [انہیں] تسلی دی اور خود بہادر جوانوں کے ساتھ برہمن آباد میں لڑائی کے لئے مستعد ہو بیٹھا۔

بھروڑ اور دھلیہ کی جنگ اور دونوں کو فتح کرنے کی خبر

پھر محمد بن قاسم نے برہمن آباد کا مصمم ارادہ کیا۔ یہ شہر آباد اور ملک کشادہ اور سرسبز تھا۔ راوڑ اور برہمن آباد کے درمیان میں دو قلعے تھے، جنہیں بھروڑ اور دھلیہ کہتے تھے۔ ان قلعوں میں تقریباً سولہ ہزار جنگجو مرد موجود تھے۔ محمد بن قاسم نے وہاں پہنچ کر دو ماہ تک محاصرہ کیا۔ جب جنگ نے طول کھینچا تب محمد بن قاسم کے حکم سے لشکر کا کچھ حصہ دن کو جنگ کرتا رہا اور کچھ رات کو نفظ اور مخفیقتیں سر کرتا رہا۔ آخر کار ان کے [اہل قلعہ کے] سارے جنگجو مرد قتل ہو گئے اور قلعے کی دیواریں توڑ کر اور قلعے میں داخل ہو کر [محمد بن قاسم نے] غلام اور کنیزیں گرفتار کیں اور کثیر مال حاصل کر کے پانچواں حصہ دارالخلافہ کے خزانے کے حوالے کیا۔

جب راوڑ اور بھروڑ کے فتح ہونے کی خبر دھلیہ میں پہنچی تو انہوں نے سمجھا کہ ”محمد بن قاسم کے پاس کافی ساز و سامان ہے، ہمیں اس سے بے فکر نہ ہونا چاہئے۔ [چنانچہ] تاجر ہندوستان کی طرف چلے گئے اور جنگجو سورا اپنے ملک [کی حفاظت] کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ آخر محمد بن قاسم بھی دھلیہ آ پہنچا۔ تقریباً دو ماہ [محاصرہ] رہا۔ جب اہل قلعہ تنگ ہوئے اور [198] انہیں یقین ہوا کہ کسی طرف سے بھی کوئی کمک نہ پہنچے گی تب [انہوں نے] موت کے کپڑے (کفن) پہن کر، عطر اور خوشبو مل کر اپنے بال بچوں کو قلعے کے اس دروازے سے باہر روانہ کیا کہ جس کا رخ ریگستان کی جانب تھا اور [خود] نہر بھل³ کو پار کر گئے۔ مسلمانوں کو اس حال کی کوئی خبر نہ ہوئی۔

دھلیہ کے راجہ کا بھاگ جانا

جب رات کے سیاہ پردے سے صبح صادق نمودار ہوئی تب محمد بن قاسم کو ان لوگوں کے

1 اصل متن میں ”قونی“ ہے۔ کی کوئی تصحیح کے لئے دیکھیے حاشیہ ص [144] (ن-ب)

2 اصل لفظ ”ڈھول“ ہے جسے ہم نے سندھی نام کی اصلیت کے پیش نظر ”ڈھول“ لکھا ہے۔ (ن-ب)

3 اصل متن ”آب بھل“ ہے۔

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

نکل جانے کا حال معلوم ہوا۔ [چنانچہ اس نے] اپنا کچھ لشکر ان کے تعاقب میں روانہ کیا۔ جس نے ان میں سے کچھ کو نہر^۱ پار کرتے ہوئے جا پکڑا اور سب کو خونخوار تلواروں کی نذر کیا۔ جو آگے نکل گئے تھے وہ جیسلمیر اور ریگستان کی راہ سے ہندوستان کے ملک سیر^۲ کی طرف چلے گئے۔ ان کے بادشاہ کا نام دیوراج تھا۔^۳ جو کہ داہر کا چچازاد بھائی تھا۔

دھلیلہ کی فتح اور خزانے کا پانچواں حصہ دارالخلافہ کی جانب بھیجنا
پھر محمد بن قاسم نے جب دھلیلہ کی جنگ سے فارغ ہو کر اسے فتح کیا تب مال کا پانچواں حصہ خزانے کے حوالے کر کے بھور اور دھلیلہ کا فتحنامہ لکھ کر حجاج کو سارے حالات سے باخبر کیا۔

وزیر سیا کر کا آنا اور امان طلب کرنا

پھر محمد بن قاسم نے ہندوستان کے بادشاہوں کے پاس چاروں طرف خطوط لکھ کر ان سے اسلام اور فرمان برداری [اختیار کرنے] کا تقاضا کیا۔ اس حقیقت سے باخبر ہونے پر داہر کے وزیر سیا کر نے اپنے معتمد بھیج کر امان طلب کی اور وہ مسلمان عورتیں کہ جو قید تھیں انہیں اپنے ساتھ لایا [اور کہا] کہ ”یہ وہی مسلمان عورتیں ہیں کہ جنہوں نے حجاج کا نام لے کر فریاد کی تھی۔“ [199]

سیا کر کا وزیر ہونا

اس کی عزت افزائی کے لئے محمد بن قاسم نے معزز آدمیوں کو اس کے استقبال کے لئے روانہ کیا اور عزت و تعظیم کے ساتھ اس پر بڑی مہربانیاں کر کے وزارت کا کاروبار اس کے حوالے کیا اور وہ (بھی) مسلمانوں کا خیر خواہ رہا۔ امیر محمد بن قاسم کو جو بھی مشورہ یا راز کی بات کرنی ہوتی تھی، اس سے کرتا تھا اور اس سے رائے لیتا تھا۔ [وہ] مملکت کے سارے امور، ضروری کاروبار کے انتظامات اور حکومت کی سلامتی کے بارے میں مفید مشورے دیا کرتا تھا۔ وہ امیر محمد بن قاسم سے کہتا کہ ”یہ رائے یا تدبیر جو امیر عادل بیان

۱. اصل لفظ ”جئے“ ہے جس کا ترجمہ ”نہر“ کیا گیا ہے۔

۲. نئے (پ) میں ”ہندو سمور“ ہے۔ (ن)، (ب)، (ج)، میں ”سیر“ ہے۔

۳. نئے (پ) میں ”دیورا“ (ن) میں ”دیورا“ (ب)، (ج)، (س) اور (ک) میں ”دیورا“ ہے۔

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

کرتا ہے، ہند کے سارے ملکوں کو قبضے میں لائے گی۔ آداب قواعد مملکت اور قوام امور سلطنت، جو کہ اس میں سایا ہوا ہے، وہ سارے دشمنوں کو مغلوب اور ذلیل کرے گا اور رعایا اور محصول ادا کرنے والوں کی دلجوئی کرے گا۔“ اور یہ بھی کہتا کہ [دیوانی مال کو قدیمی دستور کے مطابق قائم اور مقدم رکھا جائے اور جس صورت میں کہ اس میں کوئی زیادتی نہیں ہے، اس وجہ سے کسی بھی آدمی کو تکلیف نہ پہنچے گی اور یہ صلاح عمال اور دوستوں کی تربیت کرے گی۔

نوبت بن ہارون کو دھلیلہ کی حکومت عطا کرنا

کچھ لوگ روایت کرتے ہیں کہ ”جب دھلیلہ فتح ہوا تب محمد بن قاسم نے نوبت بن ہارون کو بلا کر اس سے بیعت لی اور وہاں سے دھاتیہ¹ تک کا ملک اس کے زیر انتظام دے کر کنارے کی کشتیوں کا انتظام اس کے حوالے کیا اور اس قلعے کے مشرقی اور مغربی اطراف کا بھی سارا کاروبار اس کے سپرد کیا۔ وہاں سے برہمن آباد تین میل تھا اور جیسینہ [بن] داہر کو بھی خبر مل گئی کہ اسلامی لشکر پہنچ رہا ہے۔ [200]

لشکر عرب کا جلوالی² آبنائے (یا جھیل)³ کے کنارے اترنا

اور دعوت اسلام دینے کے لئے قاصد بھیجنا

پھر محمد بن قاسم دھلیلہ سے کوچ کر کے برہمن آباد کی مشرق کی طرف ”نہر جلوالی“ کے ساحل پر جا کر اترا اور اپنا قابل اعتماد قاصد برہمن آباد بھیج کر [انہیں] اطاعت کرنے اور ایمان لانے کی دعوت دی اور انہیں اسلام اور جزیہ کی پیشکش کی [اور یہ بھی کہہ دیا] کہ اگر فرمان برداری منظور نہیں ہے تو پھر جنگ کے لئے تیار رہو۔ جیسینہ [بن] داہر قاصد کے آنے سے پہلے ہی

1. نذ (س) میں ”دہلیہ“ ہے۔
2. فارسی نذ میں اس لفظ کی صورت خطی ”جلوالی“ دی گئی ہے مگر ان دونوں مقامات پر (پ)، (ر) اور (م) جیسے معتبر نسخوں کی متفقہ عبارت ”جلوالی“ ہے اور (ن)، (ب)، (ج) اور (ک) کی ”طوالی“ ہے جو خود غالباً ”جلوالی“ کی تصحیف ہے۔ پھر ص [216] پر بھی (پ) جیسے قدیم نسخے کی قرأت ”جلوالی“ ہے۔ اسی وجہ سے ہم نے یہ تلفظ اختیار کیا ہے۔ مزید توضیح کے لئے دیکھئے آخر میں حاشیہ ص [201] (ن-ب)
3. اصل لفظ ”آگیر“ ہے جس کے لفظی معنی ”ملاپ“ کے ہوں گے۔ مگر ساحل کے مغربوں کے پیش نظر ”آبنائے“، ”پوکھر“ یا ”جھیل“ کے بھی معنی ہو سکتے ہیں۔ پہلے فارسی ایڈیشن کے ص [160] پر ”آب گیر“ گویا ”فلج“ کے مترادف استعمال ہوا ہے، لیکن یہاں نیچے چونکہ ”نہر جلوالی“ استعمال ہوا ہے اسی وجہ سے ہم نے یہاں ”آگیر“ کے معنوں میں آبنائے یا جھیل کو ترجیح دی ہے۔ (ن-ب)

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

چیسر^۱ کی طرف گیا ہوا تھا۔ [برہمن آباد] قلعے کے چار دروازے تھے چنانچہ [حسینہ] شہر کے رئیسوں میں سے سولہ آدمیوں کو منتخب کر کے ہر دروازے پر چار چار آدمیوں کو سربراہ بنا کر اپنی فوج سمیت متعین کر گیا تھا۔ ان دروازوں میں سے ایک دروازے کو جریطری^۲ کہتے تھے۔ اس نے چار رئیسوں کو اس دروازے کا بھی ذمہ دار بنایا تھا۔ ایک دروازے کو بھارند، دوسرے کو سواتیا، تیسرے کو بنورہ^۳ اور چوتھے کو سالبا [کہتے تھے]۔

محمد بن قاسم کا یکم ماہ رجب کو آ کر اترنا

محمد بن قاسم نے وہاں پہنچ کر خندق کھودنے کا حکم دیا [اور] یکم رجب کو سوموار کے دن^۴ جنگ شروع کی۔ مشرکین ہر روز باہر آ کر جنگ کرتے اور رفتارے بجاتے۔ تقریباً [وہ] چالیس ہزار جنگجو جوان تھے۔ صبح سے لے کر شام تک طرفین سخت جنگ کرتے تھے اور جب [201] تاروں کا بادشاہ غروب ہونے کا ارادہ کرتا تھا تب واپس ہو جاتے تھے۔ مسلمان خندق [کے دائرے] میں آ جاتے تھے اور کافر قلعے میں چلے جاتے تھے۔ اس طرح چھ مہینے گزر گئے۔ جب [محمد بن قاسم] قلعہ فتح کرنے سے مایوس ہوا تو ششکر ہو گیا۔ [یہ زمانہ] ماہ ذوالحجہ کا اواخر، اتوار کا دن اور سنہ ترانوے^۵ تھا۔

حسینہ رمل کے بادشاہ کی طرف گیا ہوا تھا جیسے بھائیہ بھی کہتے ہیں، وہاں سے وہ بار بار پلٹ کر راستوں پر چھاپے مارتا اور لشکر اسلام کو اذیت پہنچاتا رہا۔

موکو کے پاس معتمد آدمی بھیجنا

محمد بن قاسم نے موکو ابن وسایو^۶ کے پاس ایک قابل اعتماد آدمی بھیج کر [اسے] اس

1. یہ عبارت (م) اور (ر) کے مطابق ہے۔ (پ) کا تلفظ ”جسیر“ ہے جو خود بھی اس سے مشابہ ہے۔ (ن) میں ”جسیرا“ (ب)، (ح) میں ”جسیر“ (س) میں ”جسیر“ اور (ک) میں ”جسیر“ ہے۔ (ن-ب)
2. یہ فارسی ایٹیشن کی عبارت ہے جو کہ غالباً (پ) کے مطابق ہے۔ (ر) میں ”جویطری“ یا ”جویطری“، (م) میں ”جویطری“، (ن)، (پ)، (س) میں ”حریطری“ اور (ح) میں ”حریط“ ہے۔
3. ”بنورہ“ قدیمی نسخے (پ) کا تلفظ ہے اور ہم نے اس کو ترجیح دے کر ترجمے میں شامل کیا ہے۔ (ن) (ب) میں ”منورہ“ اور (س)، (ک) میں ”منورہ“ ہے اور ان عبارتوں کا آخری حصہ بھی تقریباً (پ) کی عبارت کے مطابق ہے۔ فارسی ایٹیشن میں ”ہالیہ“ کی عبارت اختیار کی گئی ہے جو کہ صرف نسخہ (م) کے مطابق ہے۔ (ن-ب)
4. (پ) کی عبارت ”دوشنبہ“ یعنی ”روز سوموار“ ہے مگر دوسرے سارے نسخوں (ر)، (م)، (ن)، (ب)، (س) اور (ک) میں ”روزیک شنبہ“ یعنی ”اتوار کا دن“ ہے۔ (ن-ب)
5. اس مقام پر سنہ میں غلطی ہے۔ دیکھئے آخر میں حاشیہ ص [160] (ن-ب)
6. فارسی ایٹیشن میں اس مقام پر ”موکو پایہ“ ہے۔

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

حال سے واقف کیا کہ جیسینہ کی طرف سے وقتاً فوقتاً ہمیں تکلیف پہنچتی رہتی ہے، کیونکہ وہ لشکر کی رسد کو نقصان پہنچا کر تنگ کرتا ہے۔ اس لئے کیا تجویز ہے؟

روایت: موکو نے کہلا بھیجا کہ ”اس کی رہائش گاہ قریب ہے۔ اسے وہاں سے مار بھگانے کے سوا دوسرا کوئی بھی بہتر حیلہ نہیں ہے۔“ آپ کو اپنی فوج میں سے کچھ قابل اعتماد بزرگ بھیجنے چاہئیں کہ وہ وہاں سے اس کی جڑیں اکھاڑ پھینکیں۔

جیسینہ کا چترور¹ جانا

پھر محمد بن قاسم نے نباتہ² بن حنظلہ کلابی، عطیہ تغلی³ صادم بن ابی صادم ہمدانی، عبدالملک مدنی کو ان کے اپنے اپنے سواروں سمیت اردوانہ کیا اور موکو ابن وسایو کو ان کا رہبر اور خرم بن عمرو المدنی⁴ کو ان کا سپہ سالار بنایا۔ جیسینہ کو جب لشکر عرب کے باہر نکلنے کی خبر ملی تو وہاں سے مال اور عیال سمیت چلا گیا اور ریگستان کی راہ سے جاکر ملک چترور میں اس مقام پر پہنچا جسے [202] جگن وغورا ادا کیا⁵ کہتے ہیں اور یہاں ٹھہر گیا۔ علانی اس سے جدا ہو کر طاقیہ کے شہروں⁶ سے ہوتا ہوا⁷ رویم کی سرحد پر روستان کے آس پاس کشمیر کے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہونے کا ارادہ کیا۔ وہ ملک بیابان ہے۔⁸ پھر وہاں سے انہوں نے راجری کی طرف خط لکھا۔⁸ وہ تخت گاہ پہاڑ پر ہے اور [خط میں] ذکر کیا کہ [میں اپنی] رضا اور دل کی خوشی کے ساتھ خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔“

1 ”چترور“ کا لفظ (پ) کے مطابق ہے۔ (ر)، (م) میں ”چترور“ فارسی ایڈیشن میں ”چتور“ ہے۔ مزید دیکھئے حاشیہ ص 33 (ن-ب)

2 اصل متن میں ”نباتہ“ ہے۔

3 فارسی متن میں ”عطیہ تغلی“ غالباً صحیح ”تغلی“ ہے جس کے لئے دیکھئے حاشیہ ص [166] (ن-ب)

4 فارسی ایڈیشن میں یہ نسبت ”الدمی“ کے طور پر آئی ہے اور دوسرے سارے نسخوں کی عبارتیں بھی بڑی مبہم ہیں۔ غالباً صحیح ”المدنی“ ہے جیسے کہ پہلے ص [180] پر یہ نام صاف طور پر ”خرم بن عمرو مدنی“ تحریر کیا گیا ہے۔ (ن-ب)

5 نیز (ر) میں ”جگن وغورا ادا کیا“ (س) میں ”جگن وغورا ادا کیا“ ہے۔ (ن-ب)

6 اصل متن میں ”بیلا و طاقیہ“ ہے۔

7 فارسی ایڈیشن میں یہ عبارت ہے ”و قصد نمود بخدمت ملک کشمیر، در حوالی روستان بر سرحد رویم“۔ مختلف نسخوں میں ”روستان“ کے تلفظ جو کہ (ن)، (ب) کے مطابق ہے اس طرح ہیں: (پ)، (م)، (ک) ”روستاہ“، (ر) ”روستا“ (ج) ”روستاں“ (ن)، (ب)، (ک)، (ح) میں ”رویم“ کی جگہ پر ”روم“ ہے۔ (ر)، (م) میں مندوجہ بالا جملے کا آخری حصہ اس طرح ہے کہ در حوالی روستا (ہ) بر سرحد رویم است۔ ”روستا“ کے معنی ایک گاؤں یا شہر یا آباد علاقے کے بھی ہو سکتی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ (ن-ب)

8-8 فارسی ایڈیشن کی عبارت یوں ہے: ”پس از انجا بردای جتیری بنیشند“ (ن)، (ب)، (ج) میں بھی ”راہی جتیری“ ہے۔ اس لحاظ سے معنی یہ ہوں گے کہ ”پھر وہاں سے انہوں نے جتیری کے راجہ کے پاس خط لکھا۔“ مگر نیچے صاف طور پر ظاہر

اعلانی کا کشمیر کے راجہ کے پاس جانا

خط پڑھ کر کشمیر کے راجہ نے حکم دیا جس پر اضلاع کشمیر کا ایک موضع کہ جسے شاکلہار کہتے ہیں اعلانی کو¹ جاگیر کے طور پر عطا کیا گیا۔

کشمیر کے راجہ کا اعلانی کو خلعت دینا

جس دن ملاقات ہوئی اس دن کشمیر کے راجہ نے اپنا گھوڑے ساز کے ساتھ اور دو سو قیمتی خلعتیں اس کے اعلانی کے لئے رفیقوں کو عنایت کیں۔ اعلانی نے انھیں بن ساعدہ الشامی کو شاکلہار کی جاگیر پر بھیج دیا۔ پھر جب دوسری مرتبہ وہ کشمیر کے راجہ کی خدمت میں گیا تب پھر اس سے راجہ بڑے اعزاز و اکرام کے ساتھ پیش آیا اور اسے چتر، کرسی، کمر بند اور ڈولی عطا فرمائی۔ یہ شرف صرف بڑے بادشاہوں کے لئے ہوتا ہے۔ پھر عزت و عظمت کے ساتھ اسے سہل راستے سے جاگیر پر واپس بھیج دیا۔ کچھ عرصے کے بعد آخر کار اعلانی شاکلہار میں فوت ہو گیا اور جہم بن سامتہ اس کا جانشین ہوا۔ اس کی نسل آج تک موجود ہے۔ اس نے مسجدیں تعمیر کرائیں اور بڑا [203] اعزاز اور مرتبہ حاصل کیا۔ کشمیر کا راجہ اس کے ساتھ ہمیشہ عزت سے پیش آتا تھا۔

(حاشیہ گذشتہ صفحے کا):

ہے کہ خطوط کشمیر کے راجہ کو لکھے گئے تھے اور اسی وجہ سے اس جگہ پر ”راوی کشمیر“ کی بجائے ”راوی جتیری“ دوسرے معنوں میں نظر آتا ہے۔ دوسرے نسخوں میں ”جتیری“ کی جگہ پر دوسری بہم عبارتیں ہیں۔ مثلاً (پ) ”چنر“ (ر)، (م) ”خبری“ (ک) ”چتری“ (س) ”چنری“، ہمارے خیال میں ”راوی جتیری“، ”راوی خبری“ وغیرہ دراصل غالباً ”راجتری“ یا ”راجری“ کی کڑی ہوئی صورتیں ہیں اور ”راجری“ کشمیر کا وہی مشہور شہر ”راجاوری“ یا ”راجوری“ ہے جس کا ذکر البیرونی نے اپنی کتاب ”کتاب الہند“ میں کیا ہے۔ مزید وضاحت کے لئے دیکھئے حاشیہ ص 206 [203] (ن-ب)

1. جہذ متبر نسخوں (پ)، (ر)، (م)، (ن)، (ب)، (س)، (ک) کے مطابق یہ عنوان اس طرح ہے: ”رفتن جیسینہ بر راند کشمیر“ (یعنی جیسینہ کشمیر کے راجہ کے پاس جانا) اس کے بعد بھی اس عنوان کے نیچے اعلانی کے نام کے بجائے جیسینہ کا نام ہے اگر یہ صحیح ہے تو پھر غالباً اس سے پہلے والی عبارت میں کوئی خلل ہے اور جیسینہ کے کشمیر کی طرف جانے والا فقرہ حذف ہو گیا ہے۔ عبارت بالا میں ”انہوں نے راجری کی طرف خط لکھا“ (نہیں) میں جمع کا مینہ ہے اور قدرے گمان ہوتا ہے کہ اعلانی تنہا نہیں ہے بلکہ کوئی اس کے ساتھ تھا۔ مگر چونکہ اس عنوان اور اس کے بعد کے عنوان کے نیچے ساری عبارت کا متن ایسا ہی ہے، اس میں سے اعلانی کا کشمیر کی طرف جانا قرین قیاس معلوم ہوتا ہے۔ فارسی ایڈیشن کے فاضل ایڈیٹر نے بھی اس متن میں جیسینہ کی بجائے ”اعلانی“ ہی لکھا ہے اور ہم نے بھی اس ترمیم کو ترجیح دی ہے۔ (ن-ب)
2. یہ عنوان (پ)، (ن)، (ب)، (ک) میں نہیں ہے البتہ (م) اور (ر) میں ہے اور ان دونوں نسخوں میں سے اعلانی کی جگہ پر جیسینہ کا نام ہے۔ (ن-ب)

حیسیہ کا چترور کی طرف جانا¹

پھر حیسیہ نے جا کر چترور² کے ملک میں قیام کیا اور وہاں سے گوپی [بن] داہر³ کے پاس اروڑ خط لکھ کر اسے اپنے نکل جانے کی خبر سے آگاہ کیا اور اروڑ کے قلعے کی حفاظت کرنے کی ہدایت کی۔ گوپی [بن] داہر³ نے یہ خط پڑھ کر اور حیسیہ کے چترور² پہنچ جانے کی اطلاع پا کر [اپنے] دل کو مضبوط کیا۔

جب محمد بن قاسم چھ ماہ تک برہمن آباد کا محاصرہ کئے رہا اور جنگ نے طول کھینچا اور اس طرف سے حیسیہ کی چنیر⁴ سے [نکل جانے کی] خبر پہنچی، تب چار بڑے تاجروں نے جو کہ برہمن آباد کے قلعے میں اس دروازے پر تھے کہ جسے جریطری⁵ کہتے تھے، آپس میں مشورہ کر کے کہا کہ ”عرب کا لشکر سارے شہروں پر غالب ہے اور راجہ داہر قتل ہو چکا ہے۔ چھ مہینے کا عرصہ گزر چکا ہے کہ یہ قلعہ محاصرے میں ہے۔ نہ ہم میں اتنی طاقت اور ہمت ہے کہ جنگ میں اس کا مقابلہ کر سکیں اور نہ صلح کا ہی کوئی طریقہ ہے۔ ویسے کچھ دنوں اور بھی مقابلہ کیا جاسکتا ہے لیکن [قلعہ] فتح ہو جائے گا۔ کسی طرف بھی ہمارا کوئی مددگار نہیں ہے کہ جس کے پاس ہمیں پناہ ملے اور اس سے زیادہ اس لشکر کا ہم مقابلہ نہیں کر سکتے۔ اب اگر اتفاق کرو تو باہر نکل کر قتل ہو جانے تک جنگ کریں، کیونکہ اگر صلح ہوگی تب بھی سارے ہتھیار بند خونخوار تلوواروں کی خوراک بنیں گے اور [وہ صرف] عام آدمیوں جیسے کہ تاجروں، دستکاروں اور کسانوں کو امان دیں گے۔ لیکن اگر ہمیں اعتماد ہو جائے تو پھر بہتر یہ ہوگا کہ کوئی معاہدہ درمیان میں ہو تو قلعہ اس کے [محمد بن قاسم کے] حوالے کریں [اور وہ] ہمیں [204] اپنا فرمان بردار سمجھ کر مقرب بنائے اور ہم خود بھی اس سے تعلق پیدا کر کے خدمت کی شرطیں بجا لائیں۔ اس تجویز پر متفق ہو کر [انہوں نے] قاصد بھیجا اور اپنے لئے عیال اور بچوں سمیت امان طلب کی۔

پختہ معاہدہ کرنے کے بعد امان دینا

محمد بن قاسم نے اس پختہ عہد نامے پر انہیں امان دی [لیکن] باقی دوسرے سارے

1. یہ عنوان کسی بھی نسخے میں نہیں دیا گیا، کیونکہ سارے نسخوں میں اوپر سے لے کر حیسیہ کا ذکر مسلسل ہے، لیکن چونکہ ہم نے ترمیم کر کے اس سے پہلے ہر جگہ حیسیہ کی جگہ پر علانی کا نام دیا ہے اس وجہ سے فارسی ایڈیشن کے مطابق یہ عنوان دیا گیا ہے تاکہ اوپر علانی اور نیچے حیسیہ کے حالات میں تمیز ہو سکے۔ (ن-ب)

2. یہ تلفظ (پ) اور (م) کے مطابق ہے۔ (ر) میں ”جزور“ اور (ن)، (ب) میں ”جوڑ“ ہے۔

3. اصل عبارت ”قونی داہر“ ہے۔ 4. (پ)، (ن)، (ج) میں ”چنیر“ 5. (ر) میں ”جوطری“ ہے۔

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

ہتھیار بند لوگوں کو قتل کر کے ان کے تابعداروں اور متعلقین کو قید کیا۔ تقریباً تیس ہزار بُرے گرفتار اور قید ہوئے اور ان | امان پانے والوں | پر جزیہ مقرر کیا گیا۔

روایت: چنانچہ حجاج نے سارے امیروں اور سربراہوں کو بلا کر یہ پیغام پڑھ کر سنایا اور فرمایا کہ: برہمن آباد سے قاصد آئے ہیں ان کی باتیں سنو اور سوچ کر بہتر جواب دو۔ (موکو | ابن | وسایو کی تدبیر) پھر موکو | ابن | وسایو نے کہا کہ ”اے امیر! یہ قلعہ ہند اور سندھ کے سارے قلعوں کا سر تاج اور تخت گاہ ہے۔ جو بھی یہ مقام فتح کرے گا سارا سندھ اس کے قبضے میں آئے گا اور مضبوط قلعے اس کے اقتدار اور اختیار میں آئیں گے۔ آس پاس کے لوگ داہر کی اولاد سے دل برداشتہ ہو کر کچھ بھاگ جائیں گے اور کچھ اطاعت کا طوق اپنی گردنوں میں ڈالیں گے۔

محمد بن قاسم کا حجاج کی خدمت میں عرضداشت بھیجنا

چنانچہ محمد بن قاسم نے حجاج کو اس حال سے آگاہ کیا۔ | اس طرف | اس جماعت کے پاس پروانہ بھیج کر اس سے وقت مقرر کیا۔ انہوں نے کہا کہ ”فلاں دن دروازہ جریطری¹ کے قریب آنا۔ ہم ادھر سے جنگ کرنے کے لئے باہر نکلیں گے [205] پھر جب مقابلہ ہوگا اور دورانِ جنگ عربوں کا لشکر | ہم پر | حملہ کرے گا تب ہم بھاگ کر قلعے میں جائیں گے اور دروازہ کھلا چھوڑ دیں گے۔

جواب آنا: جب حجاج کے پاس سے تحریر کا جواب آ گیا تب | محمد بن قاسم نے | انہیں امان دے کر ان سے کیا ہوا وعدہ پورا کیا۔ اس کے بعد | تجویز کے مطابق | اہل قلعہ نے | پہلے تو | کچھ ساعت اس سے جنگ کی لیکن جب لشکرِ عرب حملہ کرتا ہوا ان سے جا ملا تب وہ بھاگ کر قلعے میں چلے گئے اور | حسب وعدہ | دروازہ کھلا چھوڑ گئے، جس کی وجہ سے عربوں نے بڑھ کر دروازہ پر قبضہ جمایا اور ان کے لشکر نے فصیلوں پر چڑھ کر نعرۂ تکبیر بلند کیا۔ اہل قلعہ نے جب دیکھا کہ لشکرِ عرب غالب ہوا ہے تو وہ شکست کھا کر مشرقی دروازے سے بھاگ نکلے۔ محمد بن قاسم نے حکم دیا کہ جنگ کرنے والے کے سوا کسی دوسرے کو | ہرگز | قتل نہ کیا جائے۔ | چنانچہ | جسے مسلح دیکھا گیا، اسے گرفتار کر کے ہتھیاروں، تابعداروں اور اہل و عیال سمیت محمد بن قاسم کے سامنے پیش کیا گیا۔ پھر جس شخص نے بھی سر جھکا کر امان طلب کی | محمد بن قاسم نے | اسے معاف کر کے اس کے گھر واپس کر دیا۔

1. (ر) میں ”جریطری“ ہے۔

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

جسینہ اور راجہ داہر [بن] چچ کی بیوی کا مقابلے کے لئے کھڑا ہونا

برہمن آباد کے بزرگوں کی رام کہانیوں سے نقل کرتے ہیں کہ جب برہمن آباد کے قلعے پر قبضہ ہو گیا، تب داہر کی بیوی لاڈی نے جو کہ داہر کے قتل ہونے کے بعد اس کے بیٹے کے ساتھ برہمن آباد میں [جنگ کے لئے مستعد] ہو بیٹھی تھی کہا کہ ہم یہ مضبوط قلعہ اور اہل و عیال کیسے چھوڑیں؟ ہمیں مجبوراً یہیں رہنا چاہئے تاکہ دشمنوں پر غلبہ حاصل کریں اور ہمارا ملک اور گھرانہ سلامت رہے۔ لیکن اگر ایسا نہ ہوا اور [عرب کے لشکر کو غلبہ حاصل ہوا تو پھر ہم کوئی دوسری تدبیر کریں گے۔ یہ کہہ کر اس نے مال اور خزانہ باہر نکالا اور اسے بہادروں میں تقسیم کرتی۔ اور سو رماؤں کو قتل دیتی رہی چنانچہ وہ [قلعے کے] دوسرے دروازے پر [حتی کے ساتھ] جنگ کرتے رہے۔ لاڈی کی تجویز یہ تھی کہ اگر قلعے پر [عربوں کا] غلبہ ہو گیا تو میں بچوں اور متعلقین سمیت خود کو بھڑکتی ہوئی چٹا کی نذر کر دوں گی۔ لیکن اچانک قلعہ [206] فتح ہو گیا اور معتبر لوگوں نے داہر کے [حامیوں کے] دروازے پر پہنچ کر راجہ داہر کے متعلقین کو [فوراً] باہر نکالا تاکہ وہ خود کو ہلاک نہ کر ڈالیں اور لاڈی گرفتار ہوئی۔

داہر کی بیوی لاڈی اور دو کنواری بیٹیوں کو گرفتار کرنا

اس کے بعد جب غنیمتیں اور غلام، محمد بن قاسم کے سامنے لائے گئے اور اس نے ہر ایک کا حال معلوم کیا تو پتہ چلا کہ داہر کی بیوی لاڈی قلعے میں ہے اور داہر کی دو کنواری بیٹیاں منہ چھپائے دوسری عورتوں کے درمیان بیٹھی ہوئی ہیں، چنانچہ ایک خادم کی نگرانی میں انہیں علحدہ بٹھایا گیا۔

مال غنیمت کے اعداد اور خمس

اس کے بعد بردوں کو چُن کر پانچواں حصہ علحدہ کیا گیا۔ کل تقریباً بیس ہزار بردے چنے گئے جن میں سے پانچواں حصہ الگ کر کے باقی کو لشکر کے حوالے کیا گیا۔

تاجروں اور دستکاروں کو امان دینا

اس کے بعد [محمد بن قاسم نے] تاجروں، دستکاروں اور عام آدمیوں کو امان دے کر ان کے قیدیوں کو آزاد کیا اور خود مظالم گاہ میں بیٹھ کر جنگ کرنے والی جماعت کو تہ تیغ کرایا۔ اس طرح کہتے ہیں کہ تقریباً چھ ہزار جنگجو جوان قتل کئے گئے۔ بعضوں کا بیان ہے کہ سولہ ہزار مرد و زن کئے گئے اور باقیوں کو معاف کر دیا گیا۔

1. اصل متن کے الفاظ یہ ہیں ”در اقاویل می آرند“

2. اصل صورت خطی ”لاڈی“ ہے۔ کی ہوئی تصحیح سندھی نام کی اصلیت کے مطابق ہے۔

داہر کے رشتہ دار برہمنوں کی خبر

کچھ لوگ روایت کرتے ہیں کہ جب داہر کے اقارب کو بردوں میں نہ پا کر شہر کے رئیسوں سے دریافت کیا گیا تو کسی نے بھی ان کا پتہ نہ بتایا۔ آخر کار دوسرے دن برہمنوں میں سے تقریباً ایک ہزار آدمی سر اور داڑھیاں منڈا کر [207] خود امیر محمد بن قاسم کے دربار میں حاضر ہو گئے۔

برہمنوں کا محمد بن قاسم کے پاس آنا

محمد بن قاسم نے انہیں دیکھ کر سوال کیا کہ ”اس گروہ کے لوگ کس فوج کے ہیں جو اس شکل میں پہنچے ہیں؟“ انہوں نے کہا ”اے وفادار امیر! ہمارا راجہ برہمن تھا، جب اسے قتل کر دیا گیا اور یہ ملک اس کے قبضے سے نکل گیا، تب اس کی وفاداری میں کچھ نے خودکشی کر لی اور باقیوں نے اس کے سوگ میں زرد کپڑے پہن کر سر اور داڑھیاں منڈوائی ہیں۔ اب جبکہ اللہ تعالیٰ عزوجل نے یہ بادشاہی تیرے حوالے کی ہے تو امیر عادل کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں کہ باقی بچے ہوئے لوگوں کے لئے کیا حکم دیتا ہے۔“ محمد بن قاسم نے سوچ کر کہا کہ ”مجھے اپنی جان اور سر کی قسم ہے کہ یہ بڑے وفادار ہیں، انہیں اس شرط پر امان دیتا ہوں کہ یہ داہر کے عزیزوں کو جہاں بھی ہوں دستیاب کریں گے۔“

محمد بن قاسم کا برہمنوں سے وعدہ کرنا اور امان دینا

پھر برہمنوں نے اس پختہ عہد نامے کی بنیاد پر داہر کی بیوی لاڈی کو تہ خانے سے باہر نکالا۔ باقی لوگوں پر رسول اللہ الصلوٰۃ والسلام علیہ کے طریقے کے مطابق جزیہ مقرر کیا گیا۔ جو لوگ اسلام کے شرف سے مشرف ہوئے انہیں، بندگی، جزیہ اور چٹاؤ¹ سے معاف کیا گیا اور جو لوگ ایمان نہ لائے انہیں تین حصوں میں [تقسیم] کر کے ان پر جزیہ مقرر کیا گیا۔ چنانچہ سرداروں کے گروہ پر فی کس 48 درہم وزن کی چاندی، دوسرے درجے کے گروہ پر 24 درہم وزن کی چاندی اور تیسرے درجے کے گروہ پر 12 درہم وزن کی چاندی فی کس مقرر کی گئی [208]۔ اس کے بعد محمد بن قاسم نے فرمایا کہ ”آج [واپس] جاؤ [پھر کل] جو لوگ مسلمان

1. ”چٹاؤ“ کے لئے اصل متن میں لفظ ”گزیدہ“ آیا ہے۔ اسلامی قانون کے مطابق غلیفہ وقت کو مالِ غنیمت میں سے کسی بھی ایک چیز کو بچن کر لینے کا اختیار ہوتا ہے۔ عربی میں اسے ”اصطفاء“ کہتے ہیں۔ أم المؤمنين حضرت صفیہؓ کو بھی رسول کریم ﷺ نے اسی طرح چٹا تھا اور پھر آزاد کر کے ان سے نکاح کیا تھا۔ (مترجم)

فتح نامہ سندھ عرف پنج نامہ

ہوکر [حلقہ] اسلام میں داخل ہوں گے ان پر جزیہ معاف کیا جائے گا اور جو لوگ اپنے طریقے پر حریص رہیں گے وہ چناؤ اور جزیہ قبول کر کے ہی اپنے باپ دادوں کی رسم پر چل سکیں گے۔“ اس کے بعد بعضوں نے اسلام قبول کیا اور باقی جزیہ قبول کر کے اپنے بزرگوں کے طریقے پر کار بند رہے۔ اُن کی زمینیں اور گھوڑے ان سے نہ لئے گئے۔

برہمنوں اور ملک کے امینوں کا تقرر کرنا

اس کے بعد محمد بن قاسم نے ان میں سے ہر ایک پر اس کے مرتبے اور حیثیت کے مطابق جزیہ مقرر کیا اور قلعے کے چاروں دروازوں میں سے ہر ایک دروازے پر فوج متعین کر کے اس کی ذمہ داری ان کے سپرد کی۔ پھر رضامندی کی خلعت اور مزین گھوڑوں سے سرفراز کر کے، ہندوستان کے شاہی زیورات ان کے ہاتھوں اور پیروں میں ڈالے اور ہر ایک کے لئے محفل کی نمایاں نشستوں کا تعین کیا۔

تاجروں، دستکاروں اور کسانوں کا اندراج

پھر سوداگروں، صناعتوں اور مزارعین کا اندراج کیا۔ عام لوگ شمار میں دس ہزار نکلے۔ اس کے بعد محمد بن قاسم کے حکم پر ان میں سے ہر ایک پر [صرف] بارہ درہم وزن کی چاندی مقرر کی گئی، کیونکہ ان کا اثاثہ لٹ گیا تھا۔

مقرر جزیہ وصول کرنے کے لئے افسروں کا تقرر

اس کے بعد سربراہوں اور رئیسوں کو جزیہ وصول کرنے پر مقرر فرمایا تاکہ ہر شہر اور قصبے سے مالیہ وصول کرتے رہیں اور انہیں [حکومت کی بھی] تائید اور طاقت حاصل ہو۔ [209]

برہمنوں کا درخواست کرنا

یہ حال دیکھ کر برہمنوں نے [اپنے حفظ مراتب کے لئے] درخواست کی، جس پر شہر کے منتخب اور بزرگ لوگوں نے شہادت دی کہ واقعی یہ لوگ باعزت و بارسوخ تھے۔

برہمنوں کے لئے حکم

محمد بن قاسم نے انہیں [پہلے کی طرح] قابل احترام قرار دیا اور ان کا اثر و رسوخ

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

[برقرار رکھنے کے لئے پروانہ جاری کیا۔ چنانچہ کسی حال میں بھی ان سے کوئی باز پرس نہیں ہوتی تھی۔ پھر ان میں سے ہر ایک کو کسی نہ کسی کام پر مامور کیا گیا۔ جس سے معلوم ہوا کہ واقعی ان سے خیانت کا ارتکاب نہ ہوگا۔

کاموں پر مامور کرنا

اس کے بعد جس طرح راجہ فتح کے زمانے میں ہر ایک برہمن کسی نہ کسی کام پر مامور ہوا کرتا تھا [محمد بن قاسم نے بھی] انہیں کوئی نہ کوئی کام سونپ دیا۔ پھر اس نے حکم دیا، جس پر سارے برہمنوں کو حاضر کیا گیا۔ [جب وہ اکٹھے ہو گئے] تو اس نے کہا ”داہر نے تمہیں اہم کاموں پر مامور کیا تھا، جس کی وجہ سے تم شہر اور مضافات [کے حالات سے] بخوبی واقف ہو گے۔ [چنانچہ تم] جس مشہور و معروف آدمی کو بھی تربیت اور نوازش کا مستحق سمجھو، اس سے ہمیں آگاہ کرو تاکہ اس کے حق میں مہربانی کی جائے اور اسے اعلیٰ انعامات سے سرفراز کیا جائے۔ چونکہ ہمیں تمہاری ایمانداری اور صداقت پر پورا اعتماد اور بھروسہ ہے، اس لئے تم اپنے عہدوں پر بحال کئے جاتے ہو۔ ملک کا سارا کاروبار تمہاری معاملہ فہمی پر چھوڑ دیا جائے گا اور یہ منصب تمہاری اولاد اور نسلوں سے کبھی نہ چھینا جائے گا۔“

برہمنوں کا دلجمعی کے ساتھ مضافات میں جانا

اس کے بعد برہمن اور عہدال ملک میں پھیل گئے اور جا کر [ہر ایک سے] کہنے لگے ”اے جانے پہچانے اور مشہور [لوگو! تمہیں معلوم ہے کہ داہر مارا جا چکا ہے اور کافروں کا دور پورا [210] اور ختم ہو چکا ہے۔ ہند اور سندھ میں چاروں طرف عربوں کا حکم جاری ہوا ہے جس کی وجہ سے ملک کے چھوٹے بڑے [سب] ایک جیسے ہو گئے ہیں۔ ہمارے فرائض [اب] باعزت بادشاہ [محمد بن قاسم] کی طرف سے سمجھو۔ [اس نے] ہمیں تمہارے پاس بھیجا ہے اور اچھے وعدوں کا امیدوار کیا ہے۔ اگر عربوں کا حکم نہ مانو گے تو نہ مال رہے گا نہ معاش۔ ہم خود [ان] سرداروں کی مہربانی اور احسان کے نیاز مند ہو چکے ہیں۔ ممکن ہے کہ [اسی وجہ سے] ہمارا مرتبہ بلند ہو جائے۔ فی الحال [ہمیں] اپنے وطنوں سے نکل کر برباد نہ ہونا چاہئے اور اگر یہ محصول کہ جو تم پر عاید کیا گیا ہے، تمہیں برداشت نہ ہو اور اس کی ادائیگی میں گراں باری سمجھو تو پھر فرصت کے وقت سرزمین ہند و سندھ کے کسی ایسے علاقے کی طرف کہ جہاں تمہارے دلوں کو اطمینان ہو، چلے جانا۔ کیونکہ آدم زاد کے لئے جان کی سلامتی سے بہتر دوسری کوئی بھی چیز نہیں۔ [جزیہ ادا کرنے سے] جب

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

ہمیں اس خطرناک مصیبت سے نجات مل جائے گی اور ہم لشکر کے خوف سے بے نیاز ہو جائیں گے تب ہی ہمارا مال اور عیال محفوظ ہوں گے۔“

مضافات اور شہروں پر محصول مقرر کرنا

اس کے بعد سارے دیہاتیوں اور شہریوں نے حاضر ہو کر جزیہ ادا کرنا قبول کیا اور اپنے جزیہ کی رقم محمد بن قاسم سے دریافت کی۔ ساتھ ہی ساتھ جن برہمنوں کو امیر محمد بن قاسم نے محصول [کی وصولی] پر تعینات کیا تھا، ان کی بابت بھی دریافت کیا۔ جس پر اس نے [ان برہمن افسران کو] فرمایا کہ ”حکومت اور خلیفہ کے درمیان سچائی کا خیال رکھنا۔ اگر کوئی شے تقسیم کرنا تو برابر بانٹنا۔ ہر ایک پر اس کی برداشت کے مطابق مالیہ مقرر کرنا۔ ایک دوسرے سے متفق ہو کر کام کرنا اور منتشر نہ ہونا، تاکہ ملک ویران نہ ہو۔“

محمد بن قاسم کا رعایا سے مہربانی کرنا

اس کے بعد محمد بن قاسم نے ہر ایک سے خاص مہربانی کی اور فرمایا کہ ”ہر طرح دل کو خوش رکھنا۔ کوئی بھی فکر نہ کرنا کہ [اب] تم سے [مزید] باز پرس ہوگی۔ میں تم سے کوئی بھی تحریر یا دستاویز نہیں لیتا۔ جو حصہ پہلے ہی مقرر اور معلوم ہے وہ ادا کرتے رہنا۔ بلکہ تم پر مہربانی اور درگزر کو واجب سمجھا جائے گا۔ جسے کوئی درخواست پیش کرنا ہو تو پیش کرے، وہ سنی جائے گی اور [اس کا] پورا جواب دیا جائے گا اور ہر ایک کی مراد پوری کی جائے گی۔“

محمد بن قاسم کا اہل برہمن آباد کو پروانہ دینا

اب برہمنوں کی وہ رسم کہ تاجر، کافر اور ٹھاکر برہمنوں کو خیراتیں دیا کرتے تھے، بتوں کی پوجا کے وقت خوشیاں منایا کرتے تھے اور مندر کے پجاریوں کے پاس ایسے پروانے ہوا کرتے تھے، بند ہو گئی تھی اور لشکر کے خوف کی وجہ سے خیرات اور کھانا بھی دستور کے مطابق ان تک نہ پہنچتا تھا، جس کی وجہ سے [وہ] مفلس اور قلاش ہو گئے تھے۔ چنانچہ سارے [برہمنوں نے] محمد بن قاسم کے [دروازے پر] آ کر دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور پیغام بھیجا کہ ”امیر عادل سلامت رہے! ہم راہب ہیں اور ہماری ترقی اور معاش بتوں کی مجاوری پر ہے۔ جس صورت میں کہ تاجروں اور کافروں پر رحمت کی ہے اور خود پر جزیہ مقرر کر کے وہ ذمی ہوئے ہیں اُسی طرح [ہم]

1. اصل لفظ ”بدہ“ ہے۔

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

بندگان بھی حضور کے کرم سے امید رکھتے ہیں کہ ہمیں اشارہ فرمائیں گے تاکہ ہم بھی اپنے معبود کی پرستش کریں اور بتانے¹ آباد کریں۔“

محمد بن قاسم کا جواب

محمد بن قاسم نے جواب دیا کہ ”ملک کی تخت گاہ اروڑ ہے اور یہ سارے اطراف [212] نواحی ہیں۔“ ہندوؤں نے کہا کہ ”اس ملک کی آبادی برہمنوں سے ہے۔ یہی ہمارے عالم اور حکیم (دانا) ہیں۔ ہماری شادی یا غمی کی رسومات انہیں کے ذریعے پوری ہوتی ہیں۔ ہم نے محصول یا جزیہ اسی لئے قبول کیا ہے کہ ہر ایک اپنے طریقے کی پیروی کر سکے۔ ہمارے بت کا یہ مندرجہ ویران ہو گیا ہے اور ہم بتوں کی خدمت نہیں کر سکتے۔ امیر عادل ہمیں اجازت فرمائے کہ ہم [اسے] آباد کر کے اپنے معبود کی عبادت میں مشغول ہوں۔ [اس طرح] ہمارے برہمنوں کو [بھی] ہم سے ذریعہ معاش مل جائے گا۔“

محمد بن قاسم کا حجاج کو لکھنا اور جواب پہنچنا

پھر محمد بن قاسم نے یہ حال حجاج کے پاس لکھ بھیجا۔ کچھ دنوں بعد اس کا جواب ملا کہ ”عم زاد محمد بن قاسم کا پیارا خط ملا۔ جو حالات تحریر کئے وہ معلوم ہوئے۔ جن میں سے ایک یہ بھی تھا کہ برہمن آباد کے سربراہ بت خانہ کی آبادی اور اپنے مذہب کے لئے عرض کر رہے ہیں۔ جس صورت میں کہ [انہوں نے ہماری] فرمان برداری کے زمرے میں داخل ہو کر دارالخلافہ کا جزیہ اپنے اوپر مقرر کیا ہے اس صورت میں جزیہ کے علاوہ [ہمارا] ان پر کوئی حق اور تصرف نہیں ہے۔ کیونکہ وہ جب ذمی ہو چکے تو ان کے مال یا خون پر ہم مطلق دست اندازی نہیں کر سکتے۔ انہیں اپنے معبود کی عبادت کرنے کی اجازت دی گئی۔ تم کسی بھی آدمی سے اُس کے طریقے کے بارے میں کوئی روک ٹوک نہ کرنا تاکہ وہ اپنے گھروں میں اپنی مرضی کے مطابق زندگی گزارتے رہیں۔“

حجاج کا خط پہنچنا

جب حجاج کا یہ خط محمد بن قاسم کے پاس پہنچا تو اس وقت وہ شہر سے باہر نکل کر منزل انداز ہوا تھا۔ [خط ملنے کے بعد] اس نے [شہر کے] بزرگوں، سربراہوں اور برہمنوں سے فرمایا کہ ”بے

1 اصل لفظ ”خانہ بدہ“ ہے۔

2 اصل لفظ ”بتخانہ بدہ“ ہے۔

3 اصل الفاظ ”عمارت بدہ“ ہیں۔

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

شک تم اپنے معبود [213] کی عبادت کرو۔ مسلمانوں سے لین دین کرو۔ اطمینان کے ساتھ اپنی اصلاح کی کوشش کرو۔ بخشش اور خیرات سے برہمنوں اور فقیروں کی خدمت کرو۔ اپنی ریکیں اور تہوار اپنے باپ دادا کے دستور کے مطابق جاری رکھو۔ برہمنوں کو اس سے پہلے جو خیراتیں دیا کرتے تھے، وہ حسب دستور دیتے رہو۔ سو درہم اصل مال میں سے تین درہم [نکال کر اس میں سے] جو کچھ ان [برہمنوں] کا حق ہو وہ انہیں پہنچا دو۔ باقی کو خزانے کے لئے، مٹھیوں کے اندراجات اور حضور نواب کی حفاظت میں دیا جائے اور افسروں اور اہل کاروں کے لئے تنخواہیں مقرر کی جائیں۔“ ان شرائط کے لئے تیس بن زید القسبی نے اور حکم بن عوانہ کلبی کو درمیان میں لائے، اور برہمنوں کے لئے فیصلہ ہوا کہ ہاتھوں میں تانبے کی تھالی لے کر گردائی کے لئے گھروں کے دروازے پر جائیں اور اناج وغیرہ جو کچھ بھی مل سکے حاصل کریں تاکہ تباہ نہ ہوں۔ [اب] یہ رسم کافروں میں مروج ہو گئی ہے۔

محمد بن قاسم کا اہل برہمن آباد کو امان اور پروانہ دینا

اس طرح محمد بن قاسم برہمن آباد کے امور سے فارغ ہوا۔ لوگوں کی جو درخواستیں تھیں وہ [اس نے] پوری کیں اور عراق اور شام کے یہودیوں، نصرانیوں، گہرووں اور مجوسیوں کے طرز پر ہر ایک کو اپنے طور طریق پر رہنے کی اجازت دے کر [خوشی خوشی] واپس کیا اور اُن کے سربراہوں کو ”رانا“ کا خطاب عطا کیا۔

محمد بن قاسم کا سیاکر وزیر کو بلانا

اس کے بعد [اس نے] وزیر ساکر اور موکو [ابن] وسایو کو بلا کر دریافت کیا کہ ”لوہانے کے جتوں کا بیچ اور داہر سے کیا سلسلہ تھا؟ اور ان کا معاملہ کس طریقے پر چلتا تھا؟“

سیاکر کا جواب: وزیر نے موکو [ابن] وسایو کے سامنے کہا کہ ”راجہ بیچ کی حکومت میں۔“ لوہانہ یعنی لاکھ اور سمہ [والے علاقہ کے جتوں] کو سائزم کپڑے پہننے اور [214] سروں

1-1. اصل قاری عبارت اس طرح ہے اور اس میں کافی الجھاؤ ہے۔ دازمد درم درم سنگ بر اصل مال۔ بگرد کہ چند واجب باشد بدیشان رسانند۔ (مترجم)

2. جملہ نمنوں میں یہ نسبت ”اقبسی“ دی گئی ہے جو صحیح نہیں ہے، کی ہوئی ترمیم کے لئے دیکھئے حاشیہ ص 185 [178] (ن-ب)

1-1. اصل عبارت یہ ہے ”لوہانہ یعنی لاکھ و سمہ را“ جس کی ابتدا میں غلطی سے لفظ ”جنان“ حذف ہو گیا ہے۔ بیچ عبارت ”جنان لوہانہ یعنی لاکھ و سمہ را“ ہی ہوگی۔ کیونکہ محمد بن قاسم نے لوہانہ کے جتوں کے متعلق دریافت کیا ہے اور نیچے وزیر سیاکر کا بیان بھی جتوں ہی کے متعلق ہے لاکھ اور سمہ کے متعلق نہیں۔ اس کا یہ بیان تقریباً وہی ہے کہ جو اس سے پیشتر صفحہ [47] پر لوہانہ کے جتوں کے بابت بیچ کی پالیسی کے طور پر بیان ہو چکا ہے۔ یہاں ”لوہانہ“ سے مراد وہ علاقہ ہے کہ جو لاکھ اور سمہ قوموں کی اراضی پر مشتمل تھا۔ مزید دیکھئے حاشیہ ص [40] (ن-ب)

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

پر حمل اوڑھنے کی اجازت نہ تھی اس کے بجائے وہ نیچے اور اوپر کالی گدڑی پہنتے تھے، کھردری چادر کاندھوں پر ڈالتے تھے اور سر اور پیر برہنہ رکھا کرتے تھے۔ [ان میں سے] جو کوئی بھی نرم کپڑا پہنتا تھا اس پر جرمانہ کیا جاتا تھا۔ گھر سے باہر نکلتے وقت وہ گتے ساتھ لے کر چلتے تھے، جس کی وجہ سے [دور سے] پہچانے جاتے تھے۔ ان کے کسی بھی سربراہ کو گھوڑے پر سوار ہونے کی اجازت نہ تھی۔ جہاں بھی مضافات میں بادشاہوں کو راہبر کی ضرورت ہوتی وہ راستہ بتایا کرتے۔ راستوں کی نشان دہی ان کے ذمہ ہوتی تھی اور وہ [مسافروں کو] ایک قبیلے سے دوسرے قبیلے تک پہنچایا کرتے تھے۔ اس قوم کا کوئی بھی سربراہ یا رانا جب گھوڑے پر سوار ہوا کرتا تھا تو [اس کا گھوڑا] بغیر زین لگام اور نکتی کے ہوا کرتا تھا۔ البتہ گھوڑے کی پشت پر وہ گدڑی رکھ کر سوار ہو سکتا تھا۔ اثناء راہ میں اگر کبھی کسی [رہرو] کو کوئی حادثہ پیش آتا تھا تو اس کی باز پرس بھی اسی قبیلے کے لوگوں سے کی جاتی تھی، کیونکہ ان کے سربراہوں پر اس کی ذمہ داری عاید تھی۔ یہاں تک کہ اگر ان میں سے کوئی چور [ثابت] ہو جاتا تھا تو اسے عیال اور اطفال سمیت آگ کی نذر کیا جاتا تھا۔ قافلے دن رات ان کی رہبری میں سفر کرتے تھے۔ ان میں چھوٹے بڑے کا کوئی امتیاز نہ کیا جاتا تھا۔ یہ قبائل وحشی طبع تھے اور حاکم کی اطاعت سے ہمیشہ سرکشی اور شاہراہوں پر رہزنی کیا کرتے تھے۔ دیبل میں بھی یہ لوگ وہاں کے باشندوں کے ساتھ لوٹ مار میں شریک رہا کرتے تھے۔ باور چینانے کے لئے لکڑیوں اور رسد کی فراہمی نیز بادشاہ کی اعانت ان پر فرض تھی۔“

روایت: اس پر محمد بن قاسم نے کہا کہ ”کس قدر برے لوگ ہیں یہ! بالکل فارس اور کوہ پایہ کے جنگلیوں کی طرح۔ ان کے طریقے بھی ویسے ہی ہیں۔“ چنانچہ محمد بن قاسم نے بھی انہیں اسی [قدیمی] دستور اور طریقے کا پابند رکھا۔ جس طرح کہ امیر المؤمنین عمر بن الخطاب [215] رضی اللہ عنہ نے شام کے [عیسائی] لوگوں پر [فرض] کیا تھا کہ جو بھی [مسلمان] مہمان ان کی طرف آ نکلے اسے وہ ایک دن اور ایک رات کھانا کھلائیں گے اور اگر بیمار ہو تو پھر تین دن تک اس کی مہمانی کریں۔

محمد بن قاسم کا حجاج بن یوسف کے پاس خط بھیجنا

برہمن آباد اور لوہانوں کے کاروبار سے فارغ ہونے اور جنوں پر جزیہ مقرر کرنے کے بعد محمد بن قاسم نے حجاج بن یوسف کو اس حال سے آگاہ کیا کہ: برہمن آباد کی آبنائے جلواہی¹ سے

1. فارسی ایڈیشن کے متن میں ”جوتی جلوانی“ ہے۔ کی ہوئی ترمیم کے لئے دیکھیے آخر میں تخریجات حاشیہ ص 203 [201] (ن-ب)

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

آگے تک یہ خدمت عاید کی گئی!۔ اسے سندھ کی زمین کے قبضے میں لانے کی [بھی] اطلاع دی گئی اور تفصیلات سے آگاہ کیا گیا۔

حجاج کا جواب

پھر حجاج نے جواب لکھا کہ ”اے عم زاد محمد بن قاسم! تو جس طرح سپاہ داری، رعایا نوازی، خلق پروری اور کاروبار کے انتظام کی کوشش کر رہا ہے وہ بڑی تعریف [کا مستحق] ہے۔ ہر مقام پر تو نے جو مال مقرر اور معین کیا ہے اور رعایا کے ہر طبقے کو شریعت کے دستور اور معاملہ کے مطابق سرفراز کیا ہے وہ حکومت کے استحکام اور سلطنت کے انتظام کا باعث ہوا ہے۔ [لیکن] تجھے اب اس جگہ پر [مزید] قیام نہیں کرنا چاہئے۔ ہند اور سندھ کی بادشاہت کے ستون اروڑ اور ملتان ہیں جو کہ بادشاہوں کی تخت گاہ ہیں۔ بادشاہوں کے خزانے اور دینے [بھی] ان دونوں مقامات پر مدفون ہوں گے۔ اگر قیام ہی کرنا ہے تو کسی ایسی جگہ پر جا کر قیام کرو کہ جو پر فضا ہو، تاکہ سارا سندھ اور ہند قبضے میں آجائے۔ جو اسلام کی تابعداری سے انکار کرے، اسے قتل کر ڈالو۔ اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کرے گا۔ ہند کے شہروں سے لے کر [216] چین کی حدود تک [کے علاقے] فتح کرنا تجھ پر لازم ہیں۔ امیر قتیبہ بن مسلم قریشیؓ کو [بھی] چین فتح کرنے کے لئے [مامور] کیا گیا ہے۔ سارے [عراق] غلام اس کی طرف منتقل کئے جائیں اور [جہم بن زحر بن قیس کو بھی] اس کے پاس بھیجا جائے اور [نامزد کردہ] [عراق] لشکر اس کے ساتھ جائے۔ اے عم زاد! تو [خود بھی] یہ کارنامہ انجام دے تاکہ [تیرے باپ] قاسم کا نام روشن ہو اور دشمن عاجز اور پریشان ہوں۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

حجاج بن یوسف کا خط پہنچنا

جب حجاج کا خط محمد بن قاسم کے پاس پہنچا تو اس نے وہ پڑھا، لکھا تھا کہ ”اے محمد!

1-1 اصل الفاظ یہ ہیں ”ابن خدمت تحریر افاد“ (مترجم)

2 اصل فارسی عبارت قطعی ناقص ہے جس کی دوسری عربی تاریخوں کی مدد سے تصحیح کی گئی ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے حاشیہ ص [217] (ن-ب)

3 (ر) (م) (ن) (ب) (ک) (ح) (س) ان سارے نسخوں کی عبارت اس مقام پر ”القریشی“ (صحیح القرشی) ہے۔ (پ) کی عبارت ”الراشی“ بھی القرشی کی تصحیف ہے۔ مطلب یہ کہ جملہ نسخوں کی متفقہ عبارت کے مطابق یہ نسبت ”قریشی“ ہوگی۔ اس لئے ہم نے اسی کو ترجیح دی ہے۔ مگر قتیبہ بن مسلم عام طور پر ”الہاشمی“ کی نسبت سے مشہور ہے۔ اسی وجہ سے فارسی ایڈیشن کے فاضل ایڈیٹر نے ”الہاشمی“ کی نسبت کو صحیح سمجھ کر متن میں رکھا ہے مگر ”القرشی“ کی نسبت ہی بالکل درست اور اس جگہ پر زیادہ موزوں ہے۔ مزید وضاحت کے لئے دیکھئے حاشیہ ص [217] (ن-ب)

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

تحریری طور پر ہم سے مشورہ کرتا رہ کہ یہی ہوشیاری کا سرمایہ ہے۔ فاصلے کی دوری کی وجہ سے ہمارے درمیان پردہ حائل رہتا ہے۔ تو کوشش کرتا کہ شہر کے چاروں سربراہ اشخاص تیری اطاعت پر حریص ہوں اور ان کی دلجوئی کرتا رہ۔“

شہر کے سربراہوں میں سے چار اشخاص کو سلطنت کے استحکام کے لئے پروانہ آزادی [عطا کرنا]

اس کے بعد شہر برہمن آباد یعنی بانہڑاہ^۱ کے کاروبار پر وداع بن حمید البحری^۲ کو بلا کر رئیس اور عامل مقرر کیا۔ مالی کاروبار شہر کے چار تاجروں کے حوالے کیا اور انہیں کھلا پروانہ عطا کیا کہ سارے کلي و جزوی معاملات ان کے حضور میں پیش کئے جائیں اور کوئی بھی معاملہ ان کے مشورے کے بغیر انجام نہ دیا جائے۔ نوبت بن دارس کو راؤڑ کے قلعے پر متعین کیا تاکہ وہاں رہ کر کشتیاں تیار رکھے اور جو بھی کشتی اوپر سے نیچے کو آئے یا جائے، اگر اس میں فوجی سامان ہو تو گرفتار کر کے راؤڑ کے قلعے میں لے جائے۔ اس (راؤڑ) سے بالائی [مقام پر] کشتیوں کی ذمہ داری حکم ابن زیاد العبدی^۳ کے سپرد کی۔ کچھ کا ملک، جو کیرج کے بادشاہ دروہر کے قبضے میں تھا وہ ہذیل بن سلیمان الازدی کے حوالے کیا۔

حظہ بن اخی نباتہ^۴ کلابی (یعنی نباتہ کے بھائی کے بیٹے حظہ) کو دھلیلہ کا حاکم مقرر کیا۔ اس کے بعد [سب کو] حکم دیا کہ ہر مہینہ جانچ پڑتال، علم اور آزمائش کے بعد ملک کے حالات کی خبر دیتے رہیں۔ پھر ان سب کو ایک دوسرے کی مدد کرنے کی ہدایت کی کہ ”اگر دشمن

۱۔ فارسی ایڈیشن کی عبارت ”بانہ واہ“ ہے جو غائبانہ (پ) کے مطابق ہے۔ (ر) میں ”پاین واہ“ (م) میں ”پاین واہ“ (ن)، (ب) ”بابراہ“، (س) ”ابوہن واہ“۔ ہم نے (ن)، (ب) کی عبارت ”بابراہ“ کو ترجیح دی ہے۔ (پ)، (ر)، (م) کی قراتوں میں غائبانہ تعیف ہے اور یہ عبارتیں بھی ”بانہ واہ“ کی بجڑی ہوئی صورتیں ہیں۔ ”بابراہ“ یا ”بانہ واہ“ برہمن آباد کے مقامی سندھی نام ”بانہڑاہ“ یا (بانہڑاہ) کی فارسی صورتیں معلوم ہوتی ہیں۔ اس لئے ہم نے اس لفظ کو اسی مقامی نام کے مطابق لکھا ہے۔ مزید دیکھئے حاشیہ ص [217] (ن-ب)

۲۔ فارسی ایڈیشن میں یہ نسبت یہاں یا ص [109] پر ”البحری“ دی گئی ہے اور اس صفحہ نیز ص [124] کے حاشیہ میں مختلف نسخوں کی عبارتیں نہیں دی گئیں اس کے یہ معنی ہوئے کہ ان دونوں صفحات پر جملہ نسخوں کی متفقہ عبارت ”البحری“ ہے۔ ان دونوں صفحات پر (ن) اور (ر) کی بھی یہی عبارت ہے۔ البتہ فارسی ایڈیشن کے حاشیہ ص [109] پر صرف دونوں کی عبارتیں اس طرح دی گئی ہیں۔ (ب) ”البحری“، (س) ”البحری“، ”البحری“ درحقیقت ”البحری“ کی بجڑی ہوئی شکل ہے اور صحیح نسبت ”البحری“ ہے نہ کہ ”البحری“۔ مزید دیکھئے حاشیہ ص [217] (ن-ب)

۳۔ یعنی ”محمد بن زیاد العبدی“ (ن-ب)

۴۔ فارسی ایڈیشن میں ”نباتہ“ ہے جو کہ صحیح نہیں ہے۔

فتح نامہ سندھ عرف چچ نامہ

کے لشکر یا رعایا کی مخالفت کی وجہ سے کوئی فتنہ پیدا ہو تو اسی [ہدایت] پر عمل کرنا اور فساد یوں کی گوشائی کرنا۔“ قیس بن عبد الملک بن قیس الدیلمی، خالد انصاری اور ہزار پیادوں کو سیوستان (سیوہن) میں متعین کیا۔ مسعود تسمی، ابن شیبہ جدیدی، فراس عسکری، صابریشکری عبد الملک بن عبد اللہ الخزاعی، مہنی، بن عکہ اور الوفا بن عبد الرحمن کو دہتل اور نیرون کوٹ پر مامور کر کے روانہ کیا تاکہ یہ حدود محفوظ رہیں۔ بلخ نامی بکر بن وائل کے ایک آزاد کئے ہوئے غلام کو اشہار کا گورنر مقرر کیا اور [ابن] علوان بکری، اور قیس بن ثعلبہ نے تین ہزار غلاموں کے ساتھ وہیں سکونت اختیار کی۔ ان کے ساتھ عیال و اطفال بھی تھے۔ چنانچہ جنوں کے پورے علاقے پر قبضہ کر کے وہ وہیں آباد ہو گئے۔

محمد بن قاسم کے روانہ ہونے کی خبر

ساؤندی سمہ کے والی امیر محمد نے اس طرح بیان کیا ہے کہ ”جب محمد بن قاسم [218] برہمن آباد کے بندوبست اور مشرقی و مغربی مضافات اور نواح کے معاملات کے استحکام سے فارغ ہوا، تب جمعرات کے دن 3- ماہ محرم سنہ چورانوے کو [وہاں سے] کوچ کر کے ساؤندی کے نواح میں اس مقام پر اتر آئے ”مصل“⁷ کہتے ہیں۔ [وہاں] ایک فرحت افزا جھیل اور چراگاہ تھی جسے

1. فارسی ایڈیشن میں ”المدنی“ ہے مگر یہ نسبت نہایت مشکوک ہے۔ (دیکھئے حاشیہ ص 142) ہم نے مختلف نسخوں کی قرائنوں کے مطابق یہاں اس لفظ کی عاری صورت دی ہے۔ (ن-ب)
- 2- اصل عبارت ”مسعود تسمی ابن شیبہ جدیدی“ ہے لیکن یہاں ”مسعود تسمی وابن شیبہ جدیدی“ ہونا چاہئے کیونکہ ”تسمی“ اور ”جدیدی“ قطعی دو جدا نسبتیں ہیں اور ایک دوسرے سے کوئی تعلق نہیں رکھتیں۔ ”تسمی“ کی نسبت ”بنو تسم“ کی جانب ہے جو کہ عدنانی عرب ہیں اور ”جدیدی“ کی نسبت بنو جدید کی طرف ہے جو کہ ”الازد“ میں سے ہیں یعنی قحطانی عرب ہیں [برطانی: بنو جدید من بنی اسد بنی شریک بن مالک بن عمرو بن مالک بن فہم (اشتقاق ابن درید ص 294) بن غنم بن دوس بن عدنان بن عبد اللہ بن زہران بن کعب بن المارث بن کعب بن عبد اللہ بن مالک بن نصر بن الازد (تحریر ابن حزم، ص 58-356)] اس کے علاوہ تسم اور ازد قبائل کے درمیان شدید قبائلی رقابت تھی۔ (ن-ب)
3. اصل میں ”فراستی عسکی“ ہے۔ ”عسکی“ کی نسبت بنو الحیک قبیلے کی جانب ہے جو ”ازد“ میں سے ہے۔ دیکھئے آخر میں حاشیہ ص [187] ”فراستی“ نام عربوں میں کہیں نظر نہیں آتا اور غالباً یہ ”فراس“ کی تصحیف ہے۔ (ن-ب)
4. اصل متن میں ”مہنی“ ہے۔ دیئے ہوئے لفظ کو ہم نے خود صحت کے لحاظ سے شامل کیا ہے۔ (ن-ب)
5. یہاں فارسی ایڈیشن یا (ر) (ن) میں ”اجتہاد“ ہے جو غالباً ”اشہار“ کی تصحیف ہے۔ پہلیں [132] پر ”اشہار“ کے قلعے اور نواح کے جنوں کا ذکر آیا ہے یہاں بھی نیچے جنوں کے ملک کا ذکر ہے جس سے خیال ہوتا ہے کہ صحیح نام ”اشہار“ ہونا چاہئے۔ واللہ اعلم بالصواب (ن-ب)
6. اصل متن میں ”علوان بکری“ ہے مگر محمد بن قاسم کے لشکر میں علوان نہیں بلکہ اس کا بیٹا دکان شامل تھا۔ دیکھئے صفحات [107، 155، 172، 174، 187 اور 192] (ن-ب)
7. (پ) (ر) (م) میں ”مطابق“ (ن) (ب) (ج) میں ”مسبل“ (س) (ک) میں ”مستبل“ ہے۔

فتح نامہ سندھ عرف چچ نامہ

جھیل و کر بہار¹ کہتے تھے۔ چنانچہ وہ اسی جھیل کے کنارے خیمہ زن ہوا۔ اس اطراف کے سب لوگ² ششی اور بدھ کے پیرو تاج تاجر تھے۔ [وہ] سب فرماں برداری سے پیش آئے۔ محمد بن قاسم نے حجاج کے فرمان کے مطابق سب کو امان دے کر فرمایا کہ ”اپنے وطن میں آرام سے آسودہ رہو اور اپنا جزیہ وقت پر خزانے میں پہنچاتے رہو۔“ پھر ان پر جزیہ مقرر کر کے ان میں سے دو اشخاص کو ان پر رئیس مقرر کیا۔ [ان میں سے] ایک بواد ششی³ تھا اور دوسرا بدھینی ابن یحیٰ بن دھول⁴۔ اس طرف کے نواح کے لوگ جنت تھے جنہوں نے [متفقہ طور پر] اطاعت قبول کی۔ [چنانچہ] حجاج کے حکم کے مطابق سب کو خوف سے امان دے کر [محمد بن قاسم نے] یہ حال [حجاج کے پاس] لکھ بھیجا۔

جب یہ سارے حالات حجاج کو معلوم ہوئے تب اس نے جواب دیا کہ ”حکم ظاہر ہے کہ جو بھی جنگ کرے اسے قتل کرو دوسری صورت میں ان کی بیٹیاں اور بیٹے ضمانت کے طور پر قید کر کے بند رکھو جو لوگ فرماں برداری کے لائق ہیں اور ان کے دل صاف ہیں، انہیں امان دے کر ان کے ذمے جزیہ مقرر کرو۔ دستکاروں اور تاجروں پر بہت ہلکا بوجھ رکھنا۔ جس کے متعلق بھی یہ معلوم ہو کہ وہ زراعت اور کاشت میں بڑی محنت کرتا ہے اس سے قانونی محصول میں رعایت اور ہمدردی کی جائے۔ جو اسلام کی عزت سے مشرف ہو اس کے مال اور زراعت سے دسواں حصہ لیا جائے۔ جو اپنے دھرم پر قائم رہے۔ اس کے [219] کارخانے اور زراعت سے ملک کے قانون کے مطابق دیوانی محصول کا حصہ وصول کر کے عاملوں کے حوالے کیا جائے۔“

1. فارسی ایٹیشن کی عبارت ”دندہ و کر بہار“ ہے، جو غالباً (م) (ب) کے مطابق ہے۔ (پ) میں ”دیہہ و کر بہار“ (ر) میں ”دندہ و کر بہار“ (ن) میں ”دندہ و کر بہار“ (ح) میں ”و کر بہا“ ہے۔ ہم نے (ر) کی عبارت ”دندہ و کر بہار“ [دندہ (جھیل) و کر بہار] کو اختیار کیا ہے کیونکہ اس خطہ میں ششی اور بوادی کی آبادی سے یہ خیال ہوتا ہے کہ ”و کر بہار“ اس خطہ کا شاید کوئی بدھ کا مندر تھا جس کی وجہ سے جھیل کا بھی یہی نام پڑ گیا۔ بدھ کے مندروں کے نام کے اخیر میں عموماً لفظ ”بہار“ ہوتا ہے۔ (ن-ب)

2. فارسی ایٹیشن میں اصل الفاظ سیمان و بدگان ہے۔ (پ) (ن) (ب) (ح) (ک) میں ”بدگان“ کے بجائے ”بھران“ ہے۔ (س) میں ”بھران“ (ر) ”ارکان“ (م) میں ”لدکان“ ہے۔

3. اصل متن میں ”مکنی بواد ہے اور ہم نے اسی کو اختیار کیا ہے۔ (ر) (ن) میں بھی ”بواد“ ہے۔ (پ) میں ”بران“ اور (ک) میں ”بور“ ہے۔ (ن-ب)

4. فارسی ایٹیشن میں اس نام کا تلفظ ”بدھینی بن دھول“ دیا گیا ہے جو کہ (م) (ن) اور (ب) کے مطابق ہے۔ (ر) میں ”بدھینی بن دھول“ (پ) میں ”مائی زن داہر“ اور (ک) میں ”بہمی“ ہے۔ ہم نے (ر) کی عبارت کی مناسبت سے سندھی نام کے مطابق ”بدھینی [بن] یحیٰ بن دھول“ اختیار کیا ہے۔ (ن-ب)

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

اس کے بعد [محمد بن قاسم] نے وہاں سے ڈیرے اٹھائے اور جا کر بہراور^۱ میں منزل انداز ہوا۔ وہاں سلیمان بن ہیمان اور [قبیلہ] کندہ کے آزاد کئے ہوئے غلام ابو فضہ القشیری کو بلا کر [انہیں] خدائے عزوجل اور مزید تائید کے لئے کندہ کی اولاد کی قسم دے کر یہ ان کے اور جنید بن عمرو اور بنی تمیم کی جماعت کے درمیان محبت پیدا کرا کے [اور باہم] ملا کر اہل بہراور [کے علاقے] کی سرحد پر روانہ کیا۔ جہاں جا کر وہ مقیم ہوئے۔ پھر عمرو بن مختار الاکبر حنفی کو نائب مقرر کر کے نامور بہادروں کی ایک جماعت اس کی فوج میں شامل کی۔

سموں کا استقبال کے لئے آنا

اس کے بعد [محمد بن قاسم نے] سموں کے قبیلے کی طرف رخ کیا، قریب پہنچنے پر انہوں نے ڈھول اور شہنائیاں بجاتے اور ناچتے ہوئے [اس کا] استقبال کیا۔ محمد بن قاسم نے پوچھا کہ ”یہ ہنگامہ کس لئے ہے؟“ بتلایا گیا کہ ”ان کی رسم ہے کہ جب کوئی نیا حاکم یا بادشاہ [مقرر] ہوتا ہے تب خوشی منا کر ناچ اور راگ کے ساتھ پیش آتے ہیں۔“ اس کے بعد خرم بن عمرو، محمد بن قاسم کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ ”خدائے تعالیٰ کی حمد اور تہلیل^۲ ہم پر واجب ہے کہ جس نے یہ جماعت ہماری تابعدار اور زیر فرمان کی ہے اور ہمارا حکم اس ملک میں جاری ہوا ہے۔“ خرم ایک [220] دانا اور ہوشیار شخص تھا اور اس کے ساتھ دیندار اور امین

۱۔ فارسی ایڈیشن کی عبارت یہ ہے ”وہ بہراور نزول کرڈ“ اور اس لحاظ سے یہ نام ”ہراور“ ہو سکتا ہے۔ (ر) اور (ن) کی عبارت ہے ”وہراور نزول کرڈ“ یعنی ”بہراور“ لفظ مفرد ہے۔ ہمارا بھی یہی خیال ہے کہ یہ نام مرکب یعنی ”بہ ہراور“ نہیں ہے۔ ممکن ہے کہ اصل نسخے کی عبارت ”وہ بہراور نزول کرڈ“ ہو اور کاتبوں نے پہلے ”بہ“ کو زائد سمجھ کر نہ لکھا ہو۔ ہمارے اس خیال کا پہلا سبب اس نام کا نسخہ (پ) میں دیا ہوا تلفظ ”(تھراو)“ ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نام کی عادی صورت ”تھر او“ یا ”بہراور“ ہے یعنی اس نام کے شروع میں ”ہ“ سے پہلے ایک شوش یا دندانہ ہے۔ دوسرا سبب ذیل میں غالباً اسی نام ”بہراور“ کا جملہ قلمی نسخوں میں تلفظ ”بھرج“ ہے جس کا ابتدائی نصف حصہ ”بھڑ“ ہے۔ (ن-ب)

۲۔ یہ فارسی ایڈیشن کی عبارت اس طرح ہے ”وایشا زرا و آنجماعت را بہ جنید بن عمرو و بنی تمیم داد و بعد اہل بہرج فرستاد“ مگر ایک تو سارے نسخوں میں پہلے ”بہ“ کی جگہ پر ”از“ ہے۔ دوسرے ”بنی تمیم“ کے بعد سارے نسخوں میں مندرجہ ذیل الفاظ ہیں جو کہ ایڈیٹر نے ہم سمجھ کر چھوڑ دیے ہیں۔ (پ) ”محبت“ (ن) (ب) (ج) ”بنجست سہ“، (س) ”محبت بست“ (ک) ”بنجست سہ“ غالباً ”محبت بست“ یعنی ”محبت کرا کے“ صحیح ہے۔ دیکھئے حاشیہ فارسی ایڈیشن ص [220]۔ اور اسی لحاظ سے یہ فارسی عبارت یوں ہوگی ”وایشا زرا و آن جماعت را از جنید بن عمرو و بنی تمیم محبت بست داد و بعد اہل بہرج فرستاد“، ترجمہ بھی اسی لحاظ سے کیا گیا ہے مگر ”بھرج“ غالباً ”بہراور“ کی تصحیف ہے، کیونکہ شہر ”بھرج“ جس کا فارسی ایڈیشن کے صفحات [76] اور [82] میں پہلے ذکر آچکا ہے۔ اس وقت سندھ کی حدود سے باہر اور کرمان کے مغرب میں غالباً سیستان کی حدود میں تھا یہاں اس کا ذکر بے موقع ہے محمد بن قاسم ”بہراور“ میں آ کر اترا تھا اور اسی علاقے ”بہراور“ کا انتظام ہی اس کے پیش نظر تھا۔ (ن-ب)

۳۔ یعنی ذکر لا الہ الا اللہ کرنا (ترجمہ)

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

بھی تھا۔ اس کے بیان پر محمد بن قاسم نے ہنس کر کہا کہ ”اچھا! ان کی حکومت تجھے عطا کی گئی۔“ اور اس کے بعد ان ستوں کو اس کے آگے ناچ اور تماشا کرنے کا حکم دیا۔ اس پر خرم نے بھی انہیں مغربی سونے کے بیس دینار انعام میں دیئے اور کہا کہ ”یہ بادشاہی رسم ہے کہ جب کسی حاکم کے آنے پر خوشی کرتے ہیں اور شکر الہی بجالاتے ہیں تو یہ نعمت ان پر مستقیم رہتی ہے۔“

محمد بن قاسم کا لوہانہ سے سہتہ علاقے کی جانب منزل کرنا (کوچ کرنا)۔

حکایتوں کے راوی نے، علی بن محمد سے اور اس نے عبدالرحمن عبدالربہ السلیطی سے اس طرح روایت کی ہے کہ جب ”محمد بن قاسم علاقہ لوہانہ کے کاروبار سے فارغ ہو کر سہتہ قوم کے علاقے میں منزل انداز ہوا تو ان کے رئیسوں اور سربراہوں نے سر اور پا برہنہ ہو کر اس کا استقبال کیا اور امان طلب کی۔ انہیں بھی امان دے کر ان پر جزیہ مقرر کیا اور ان کے ضامن لئے۔ پھر سفر کی منزلیں طے کرتے ہوئے اروڑ کا رخ کیا اور ان کے رہبروں کی پیشوائی میں اروڑ تک آیا کہ وہ شہر ہند کا پایہ تخت اور سندھ کا سب سے بڑا شہر ہے اور وہاں کے باشندے زیادہ تر تاجر، صنایع اور کسان ہیں۔ راجہ داہر کا بیٹا گولپی اس قلعے پر قابض تھا اور کوئی بھی شخص اس کے سامنے راجہ داہر کے قتل ہو جانے کی خبر بیان نہ کر سکتا تھا۔ وہ کہتا رہتا تھا کہ ”راجہ داہر ابھی زندہ ہے اور ہندوستان کا لشکر لینے کے لئے گیا ہوا ہے تاکہ اس کی قوت اور مدد سے عرب کے لشکر کا مقابلہ کرے۔“ محمد بن قاسم اس قلعے سے ایک میل کے فاصلے پر ایک ماہ تک چھاؤنی ڈالے پڑا رہا۔ اس نے وہاں ایک مسجد کی بنیاد رکھی اور اس میں جمعہ کے دن خطبہ پڑھا کرتا۔

1. اصل عنوان ”منزل کردن محمد بن قاسم بطرف لوہانہ و سہتہ“ ہے۔ یعنی ”محمد بن قاسم کا لوہانہ اور سہتہ کے طرف منزل کرنا“ مگر نیچے کے مضمون سے واضح ہے کہ محمد بن قاسم لوہانہ کے علاقے کا انتظام مکمل کر چکا تھا اور اب سہتہ یا سہتوں کے علاقے کی طرف روانہ ہوا۔ (ن-ب)

2. اصل عبارت یہ ہے ”راوی احادیث از علی بن محمد بن عبدالرحمن بن عبداللہ السلیطی چنان روایت کرد: در حقیقت علی بن محمد (البدائی) اور عبدالرحمن دو مختلف نام ہیں۔ محمد اور عبدالرحمن کے درمیان ”بن“ کا لفظ غلط ہے اور غالباً ”عن“ (یعنی سے) کی گڑھی ہوئی شکل ہے، عبدالرحمن بن عبداللہ بھی غلط ہے۔ صحیح نام عبدالرحمن بن عبدالربہ السلیطی ہے جس کا ذکر صفحات [81، 83 اور 99] پر آچکا ہے۔ (ن-ب)

3. اصل صورت خطی ”تونی“ ہے۔ کی ہوئی ترمیم کے لئے دیکھئے حاشیہ نمبر اس [222] (ن-ب)

اہل اروڑ سے جنگ کرنا

اس کے بعد اروڑ والوں سے جنگ شروع کی، انہیں اہل اروڑ کو امید تھی کہ داہر کوئی ملک [221] لائے گا۔ چنانچہ قلعے کے اوپر سے انہوں نے نعرے بلند کئے کہ ”تمہیں جان و مال کی معافی نہ ملے گی، کیونکہ ڈاھر ملک لے کر آ رہا ہے۔ ہاتھیوں، سواروں اور پیادوں کا بے انداز لشکر تمہارے پیچھے آئے گا اور ہم قلعے سے باہر نکل کر تمہاری فوج کو شکست دیں گے۔ اس وقت تم اپنا مال اور اسباب [خواہ مخواہ] ضائع کر رہے ہو، اپنی جان پر رحم کھا کر بھاگ جاؤ مبادا برباد ہو۔ [خیریت چاہتے ہو تو] یہ نصیحت گوش گزار کرو۔“

داہر کی بیوی لاڈی کا اروڑ کے قلعے والوں سے گفتگو کرنے کے لئے جانا

محمد بن قاسم نے جب جنگ کے لئے ان کی جانفشانی دیکھی اور ان کی مقاومت کا مشاہدہ کیا کہ وہ [کسی طرح بھی] داہر کا قتل کیا جانا تسلیم نہیں کرتے، تب اس نے ڈاھر کی بیوی لاڈی کو، جسے کہ مالی غنیمت سے خرید کر اپنے نکاح میں لایا تھا، اسی سیاہ اونٹ پر، کہ جس پر داہر کی بیوی (لاڈی) [گرفتار ہونے کے بعد] سوار تھی، سوار کر کے اپنے قابل اعتماد آدمیوں کے ساتھ قلعے کے سامنے بھیجا۔ چنانچہ اس نے [قریب جا کر] بلند آواز سے کہا کہ ”اے قلعے والو! تمہاری بھلائی کی بات ہے، سامنے آ کر کھڑے ہو تو کھڑے ہو تو کہوں۔“ خاص آدمیوں کی ایک جماعت فسیل پر آگئی۔ اس کے بعد لاڈی نے منہ کھول کر کہا ”میں ہوں داہر کی بیوی لاڈی۔ ہمارا راجہ قتل ہو چکا ہے اور اس کا سر، جھنڈوں کے ساتھ عراق اور تاج دارا الخلافہ کو بھیج دیا گیا ہے [اب] تم خود کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔“ (قولہ تعالیٰ) وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ! (خود کو ہلاکت میں نہ ڈالو) اس کے بعد چیخ کر زار زار رونے اور بین کرنے لگی۔ وہ لوگ قلعے کے اوپر سے کہہ رہے تھے کہ ”تو جھوٹ بولتی ہے۔ تو خود بھی ان گائے خور چندالوں سے مل گئی ہے۔ ہمارا راجہ ابھی زندہ ہے۔ اور زبردست لشکر، کثیر انبوه اور مست ہاتھی ساتھ لے کر دشمنوں کو دفع کرنے کے لئے آئے گا۔ تو نے خود کو عربوں کے ساتھ خراب اور آلودہ کیا ہے اور [اب] ہمارے ملک پر عربوں کی حکومت کو ترجیح دیتی ہے۔“ اس طرح [وہ گالیاں دیتے رہے۔ یہ خبر محمد بن قاسم کو پہنچی، چنانچہ لاڈی کو واپس بلا کر اس نے کہا کہ ”سیلانج کے گھرانے سے بخت پیزار ہو چکا ہے۔“

داہر کی موت کے بارے میں ایک ساحرہ کا امتحان کرنا

اس حکایت کے آرائش کرنے والوں نے اس طرح بیان کیا ہے کہ: اروڑ کے قلعے میں ایک ساحرہ رہتی تھی، جسے ہندی میں جوگنی کہتے ہیں، گوپنی [بن] داہر^۱ اور شہر کے خاص آدمیوں نے اس کے پاس جا کر عرض کیا کہ ”تیرے علم سے ہمیں امید ہے کہ راجہ داہر کی خبر معلوم ہوگی کہ کہاں ہے؟“ ساحرہ نے کہا کہ ”مجھے آج کے دن کی مہلت دو تو میں امتحان کر کے اور پوری خبر معلوم کر کے تمہیں آگاہ کروں۔“ اس کے بعد گھر گئی اور تین پہروں کے بعد (جزیرہ) سراندیپ سے مرجع اور جانتقل کے درختوں کی تازہ شاخ، کلیوں، پھولوں اور پھلوں سمیت ہاتھ میں لئے واپس آئی اور کہنے لگی ”قاف سے قاف تک [میں نے] ساری دنیا کی سیر کی، لیکن سندھ اور ہند میں کسی مقام پر بھی اس کا نشان تک نظر نہ آیا اور نہ اس کی کوئی خبر [ہی] سنی۔ [اب] جا کر اپنی کوئی تدبیر کرو اگر زندہ ہوتا تو مجھ سے پوشیدہ نہ رہتا۔ اس خبر کی تصدیق کے لئے سراندیپ سے تمہارے پاس ہری ٹہنیاں لے کر آئی ہوں تاکہ تمہیں مجھ سے بدگمانی نہ ہو۔ مجھے یقین ہو گیا ہے کہ روئے زمین پر تمہارا راجہ زندہ نہیں ہے۔“

عہد و شق کر کے قلعہ اروڑ کو حوالے کرنا

اس خبر کے معلوم ہونے پر شہر کے عام و خاص لوگوں نے کہا کہ ”ہم محمد بن قاسم کی دینداری اور پرہیزگاری، دادرسی اور بے ریائی، عدل اور فضل، وعدہ وفا کی سچائی [پہلے ہی] سن چکے ہیں اور اب [خود آنکھوں سے] دیکھ رہے ہیں۔ ہمیں چاہئے کہ کسی قابل اعتماد شخص کی معرفت پیغام بھیج کر اور امان طلب کر کے قلعہ اس کے حوالے کر دیں۔ [اس طرف] جب گوپنی^۲ کو داہر کے قتل ہونے اور رعایا کے پریشان ہونے کی خبر ہوئی تو جب ستاروں کا بادشاہ رات کے سیاہ پردے میں پوشیدہ ہو گیا تب وہ اپنے خاندان اور حامیوں کو ساتھ لے کر قلعے سے نکلا اور چتر ورت^۳ کی طرف [چلا گیا۔ اس کے بھائی، جیسینہ اور وکیہ، ڈاھر کے بیٹے

۱. اصل متن میں ”قونی داہر“ ہے۔

۲. اس مقام پر اور آئندہ صفحہ پر (پ) (ن) (ب) (ک) کی متفقہ عبارت ”قونی“ ہے۔ (ر) میں ”قونی“ یا ”قونی“ ہے اور (م) میں ”قونی“ ہے جو کہ فارسی ایڈیشن میں بھی اختیار کی گئی ہے۔ ترمیم کے لئے دیکھئے حاشیہ ص 222 [ن-ب]

۳. یہ عبارت نسخہ (پ) کے مطابق ہے۔ (ن) (ر) میں ”چتر“ اور (ب) (س) میں ”چتر“ ہے۔

۴-۴. فارسی ایڈیشن میں ”جیسہ دوکیہ“ ہے جو کہ شاید نسخہ (پ) کے مطابق ہے۔ (ر) (م) میں ”جیسہ دوکیہ“ (ن) (ب) (ج) ”جیسہ دوکیہ“ ہے، ہم نے اس آخری عبارت کو ترتیب دی ہے، کیونکہ ”وکیہ“ قدیم سندھی نام ”وکیہ“ ہے۔ (ن-ب)

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

[بھی] وہیں تھے جو کہ نزوالہ صندل¹ نامی ایک مقام پر اقامت گزین تھے۔ علاقوں میں سے ایک شخص نے جو کہ اروڑ میں گولپی کی رفاقت میں تھا، گولپی کے فرار اور روپوش ہو جانے کی خبر لکھ کر تیر سے باندھ کر [لشکر اسلام کی طرف] پھینکی کہ گولپی [بن] داہر اروڑ کی حکومت چھوڑ کر کسی طرف چلا گیا ہے۔

روایت: محمد بن قاسم نے لشکر کو جنگ کے لئے بھیجا۔ جنگجو سورما اور نامور بہادر قلعے کی دیوار پر چڑھ گئے اور جا کر [دست بدست] جنگ چھیڑ دی۔

مزدوروں اور رعایا کا امن طلب کرنا

پھر تاجروں، دستکاروں اور مزدوروں نے پیغام بھیجا کہ ”[ہم] برہمنوں کی بیعت سے باز آئے ہیں، کیونکہ راجہ داہر ہمارے سروں سے اٹھ گیا اور اس کے بیٹے [گولپی نے] بھی [ہم سے] منہ پھیر لیا۔ ہم تو یہ دن نہ چاہتے تھے، لیکن جب ان ساری باتوں کے لئے حکم الہی [صادر] ہی ہو چکا ہے تو کسی مخلوق کو اس تقدیر سے مقابلہ کرنے کا یارا نہیں ہے اور [یہ حکم کسی] جنگ یا حیلے سے نہ ٹل سکے گا۔ دنیا کی بادشاہتیں کسی فرد کی ملکیت نہیں ہیں۔ جیسے کہ قضا کے لشکر نے پردہ غیب سے نمودار ہو کر کسی بہانے بعض راجاؤں سے تخت و تاج چھین لیا اور بعضوں کو ابتدالی زمانہ، حادثات اور شکست سے زیر بار کیا۔ چنانچہ نہ قدیم بادشاہت کا اعتقاد رہا اور نہ نئی امارت کا [بلکہ حکومت] جس کے ہاتھ میں آئے اسی کے قبضے میں رہتی چاہئے۔ اس لئے ہم تیری خدمت کی طرف رجوع کرتے ہیں اور تیرے عدل و انصاف کے ویلے سے تیری اطاعت کا ہار اپنی گردنوں میں ڈالتے ہوئے قلعہ، امیر عادل کے امینوں کے حوالے کرتے ہیں۔ ہمیں امان دے کر لشکر کے خوف سے بے خوف فرما۔ یہ قدیم بادشاہت اور عظیم امانت راجہ داہر نے ہمارے سپرد کی تھی۔ جب تک وہ حیات رہا تب تک [ہم] اس کا حق نمک ادا کرتے رہے، مگر جب کہ داہر قتل ہو گیا ہے اور اس کا بیٹا گولپی بھی چلا گیا ہے تو ہمارے لئے تیری خدمت کرنا ہی زیادہ مناسب ہے۔“ محمد بن قاسم نے جواب دیا کہ ”میں نے تمہارے پاس نہ کوئی پیغام بھیجا تھا اور نہ ہی کوئی قاصد روانہ کیا تھا۔ تم آپس میں متفق ہو کر امان طلب کرتے ہو اور پختہ اقرار کرتے ہو۔ اگر ہماری خدمت کی طرف تمہاری رجحان اور رضامندی میں صداقت ہے تو جنگ سے ہاتھ اٹھاؤ اور پختہ اقرار اور پورے اعتماد کے ساتھ [فصلوں سے] اتر آؤ، اگر نہیں تو پھر ہمارے تمہارے

1. اس نام کا تلفظ نسخہ (ن) (ب) (ج) کے مطابق دیا گیا ہے اور فارسی ایڈیشن میں بھی یہی ہے۔ (ر) (م) میں ”نزول صندل“ (پ) (ک) میں ”نزوالہ بدل“ اور (س) میں ”یزوالہ صدل“ ہے۔ (ن) (ب)۔

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

درمیان عداوت ہے۔ اس کے بعد پھر نہ ہم تمہارا کوئی عذر سنیں گے، نہ قبول کریں گے اور نہ ہی معاف کریں گے۔ تمہیں ہمارے لشکر کے خوف سے بے خوف نہ رہنا چاہیے۔“

اہل قلعہ کا اقرار

اس پر اہل قلعہ فصیلوں سے اتر گئے اور ایک دوسرے سے عہد و اقرار لے کر کہنے لگے کہ ”اس وعدے پر دروازہ کھول کر اس وقت تک ٹھہرتے ہیں کہ جب تک محمد بن قاسم آجائے۔ پھر اگر وہ اپنے وعدے پر قائم رہا تو اطاعت کریں گے اور خدمت کے طریقے پر چلیں گے تاکہ مہربانی کر کے ہمیں [225] قبول کرے اور امان دے، دوسری صورت میں فریب سے ہوشیار رہنا۔“ اس کے بعد قلعے کی کینیاں ہاتھوں میں لے کر دروازے پر آئے۔ حجاج کے جو امین درمیان میں تھے وسیلہ بنے اور قلعے والے دروازہ کھول کر مستعد ہو گئے۔

محمد بن قاسم کا قلعے میں داخل ہونا

پھر محمد بن قاسم دروازے سے اندر داخل ہوا اس کے آنے کی خبر سنیں تو سارے شہری بت خانہ نو بہار کے سامنے جمع ہو کر سجدے کرنے اور بت کی پوجا کرنے لگے۔ روایت: محمد بن قاسم نے کہا کہ یہ کس کا گھر ہے کہ سارے چھوٹے بڑے اس کی خدمت میں دو زانو ہو کر سجدے کر رہے ہیں؟ [لوگوں نے] کہا کہ ”یہ بت خانہ ہے جسے نو بہار کہتے ہیں۔“ پھر محمد بن قاسم کے حکم سے بت خانہ کھولا گیا اور وہ اپنے امینوں کے ساتھ اندر داخل ہوا۔ [وہاں] سنگ مرمر کی بنی ہوئی ایک مورتی کو گھوڑے پر سوار دیکھا، جس کی کلائیوں میں یاقوت اور جواہرات جڑے ہوئے سونے کے کنکین پڑے تھے۔ محمد بن قاسم نے ہاتھ بڑھا کر بت کے ہاتھ سے کنکین اتار لیا۔ اس کے بعد نو بہار بت کے مجاور کو پکار کر کہنے لگا ”تمہارا بت یہی ہے؟“ وہ بولا ”ہاں! لیکن اس کے [ہاتھوں میں] دو کنکین تھے جن میں سے ایک نہیں دکھائی دیتا۔“ محمد بن قاسم نے کہا ”آخر تمہارے مجبور کو اتنی بھی خبر نہیں ہوتی کہ اس کا کنکین کس کے پاس ہے۔“ مجاور نے سر جھکا لیا۔ محمد بن قاسم نے مسکرا کر اسے کنکین واپس کر دیا۔

محمد بن قاسم کا اہل حرب کو قتل کرنا

اس کے بعد محمد بن قاسم نے حکم دیا کہ ”جنگ کرنے والے لوگ اگر فرماں برداری کے لئے بھی سر جھکائیں تب بھی انہیں نہ چھوڑا جائے۔“ اس پر لاڈلی نے کہا کہ ”اس ملک کے لوگ

فتح نامہ سندھ عرف چچ نامہ

[زیادہ تر] معمار اور کچھ تاجر ہیں۔ یہ شہر انہی کے دم سے آباد اور سرسبز ہے۔ انہی کی مشقت اور زراعت [226] کی وجہ سے خزانے میں مال موجود رہتا ہے اگر [انہیں] قتل کر ڈالے گا تو تیرا [ہی] مال تلف ہوگا۔“ محمد بن قاسم نے کہا کہ ”یہ رانی لاڈی کا حکم ہے“ اور ان سب کو امان دے دی۔

ایک شخص کا باہر نکل کر امان طلب کرنا

اس حکایت کے راوی اور اس تاریخ کے بیان کرنے والے اس طرح روایت کرتے ہیں کہ جو گروہ قتل کرنے کے لئے جلادوں کے حوالے کیا گیا تھا، اس میں سے ایک شخص نے باہر نکل کر کہا کہ ”میرے پاس ایک عجوبہ ہے۔“ جلاد نے کہا ”مجھے دکھا۔“ اس نے کہا ”میرے سوا کسی کو نہ دکھاؤں گا۔“ محمد بن قاسم کو یہ خبر دی گئی، اُس نے کہا کہ ”اسے لے آؤ۔“ آنے پر پوچھا ”تیرے پاس کون سا عجوبہ ہے؟“ وہ بولا ”ایسی چیز جو کسی نے نہیں دیکھی۔“ محمد بن قاسم نے کہا ”دکھا۔“ برہمن نے کہا کہ ”اس شرط پر کہ تو مجھے، میرے تابعداروں اور عیال و اطفال سب کو امان دے گا۔“ محمد بن قاسم نے کہا کہ ”امان دی۔“ برہمن نے کہا کہ ”اپنے نشان مبارک کے ساتھ دستخط کیا ہوا پروانہ عطا کر۔“ محمد بن قاسم نے سمجھا کہ اس کے پاس شاید قیمتی جواہرات یا قیمتی زیورات ہیں جو پیش کرے گا۔ [چنانچہ اس نے پروانہ پر دستخط کر دیئے] جب اقرار پختہ ہو چکا اور دستاویز ہاتھ میں آئی، تب اس نے اپنی ڈاڑھی پر [ہاتھ] مار کر بالوں کی گانٹھیں کھول کر بکھیر دیں اور اپنی ڈاڑھی کے سرے کو پیر کے انگوٹھے پر لپیٹ کر کھڑا ہو کر ناچنے لگا اور اس طرح کہنے لگا۔ شعر:

کس ندید ست این عجب کہ مراست
مویں ریشم ہی کشاں تا پاست

محمد بن قاسم حیران رہ گیا۔ جو لوگ حاضر تھے، انہوں نے کہا ”یہ کون سا عجوبہ ہے کہ جس کے ویلے سے اس نے امان طلب کی ہے۔ اس نے ہمیں فریب دیا ہے۔“ [لیکن] محمد بن قاسم نے کہا کہ ”قول، قول ہے اور وعدہ، وعدہ۔ اپنے وعدے سے پھر جانا بزرگوں کا شیوہ نہیں ہے۔“ رباعی

مگر تو بدان کہ ذوفنون آید مرد
در عہد وفا مگر کہ چون آید مرد

در عہدہ عہد اگر برون آید مرد
از ہرچہ گمان بری، فزون آید مرد

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

[بعد میں] امیر محمد بن قاسم نے کہا کہ میں ”اسے قتل تو نہیں کرتا، لیکن قید میں رکھتا ہوں اور یہ معاملہ حجاج بن یوسف کی خدمت میں پیش کرتا ہوں کہ وہ کیا فرماتا ہے۔“ پھر اسے اس کے دو سوزیزوں اور متعلقین سمیت قید کر کے حجاج کے پاس خط لکھا۔ حجاج نے اس معاملے پر کوفہ اور بصرہ کے عالموں سے رائے لی اور خلیفہ وقت ولید بن عبد الملک کو بھی مطلع کیا۔ [آخر] خلیفہ اور علماء کا جواب پہنچا کہ [اس سے پیشتر] رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابیوں کے درمیان خود ایسے دعوادوں کا فیصلہ ہو چکا ہے۔ [دیکھو] قول خدا: زَجَلْنَا صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللّٰهُ عَلَيْهِ (وہ مرد کہ جنہوں نے وہ وعدہ سچا کیا کہ جو اللہ سے کیا تھا)۔¹

حجاج کے خط میں جب یہ جواب پہنچا تب [محمد بن قاسم نے] اسے، اس کے متعلقین اور عزیزوں سمیت آزاد کر دیا۔

حیسنہ کا کیرج کی طرف جانا

معر اور بزرگ لوگوں سے [سنی ہوئی] روایت بیان کرتے ہیں کہ: جب حیسنہ سات سو پیادے اور سوار ساتھ لے کر کیرج کے قلعے میں پہنچا تو کیرج کے راجہ نے [اس کا] استقبال کیا اور بڑی مہربانیوں سے پیش آیا اور اچھے وعدوں سے تسلی دے کر بولا کہ ”لکھن اسلام کے خلاف جنگ میں، میں تیری مدد کروں گا۔“ دروہر رائے [228] کا قاعدہ تھا کہ ہر چھ مہینے میں ایک دن فارغ ہو کر عورتوں کے ساتھ رقص و موسیقی اور شراب کی محفل جمانا تھا اور کسی بھی اجنبی کو اس کی [اس] محفل خلوت میں اندر آنے کی اجازت نہ ہوتی تھی۔ قضائے الہی سے حیسنہ [بن] داہر جس دن وہاں پہنچا، وہی راجہ دروہر رائے کے جشن کا دن تھا۔ اس نے حیسنہ کے پاس آ دی بھیج کر کہلا بھیجا کہ ”آج ہماری خلوت ہے۔ حالانکہ کوئی بھی نامحرم ہماری خلوت سرا میں نہیں آ سکتا، لیکن تم ہمارے پیارے مہمان اور فرزند کی بجائے ہو، اس لئے چلے آؤ اور قدم رنجہ فرماؤ۔“ [اس پیشکش پر] حیسنہ آ کر راجہ کی عورتوں کی محفل میں بیٹھ گیا۔ [محفل میں] حیسنہ سر جھکائے زمین پر لکیریں کھینچتا رہا اور ان عورتوں کی طرف نظر نہ اٹھائی۔ اس پر دروہر نے کہا کہ ”یہ عورتیں تیری مائیں بہنیں ہیں، بے شک سر اٹھا کر نظارہ دیکھ۔“ حیسنہ نے کہا کہ ”ہم خاندانی راہب ہیں، اس وجہ سے نامحرم عورتوں کی طرف نہیں دیکھتے ہیں۔“ اس کے بعد راجہ دروہر نے اسے [عورتوں کی طرف] دیکھنے کی معافی دے کر اس کی حیا اور پرہیزگاری کی تعریف کی۔

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

کہتے ہیں کہ جو عورتیں وہاں آ کر جمع ہوئیں [ان میں] دروہر کی بہن چنگی، یعنی حسینہ اور جیلہ [بھی] تھی۔ حسینہ بھی بادشاہ زادہ تھا جس کا حسن کامل، قد صنوبر جیسا، صورت موئی اور سیرت دلنشین تھی۔ اس کے الفاظ موتیوں جیسے، آواز ریلی، آنکھیں نشلی اور رخسار لالہ و گوہر جیسے تھے۔ دروہر کی بہن نے اسے دیکھا اور [دیکھتے ہی] حسینہ کی محبت اس کے دل میں گھر کر گئی [229] وہ ہر گھڑی اور ہر لمحہ [اسے] دیکھتی اور ناز و ادا سے لہجاتی رہی۔

حسینہ جب سرائے میں واپس گیا تب دروہر کی بہن [بھی] اٹھ کر اپنے گھر چلی گئی اور [جاتے ہی] ایک محاذ تیار کر کر اس میں بیٹھ گئی اور کینروں سے اٹھوا کر حسینہ کے جائے قیام پر جا پہنچی۔ اس کے بعد مصافحہ سے اتر کر اندر چلی گئی۔ حسینہ کو نیند آ گئی تھی۔ چنگی کے منہ سے شراب کی بو اس کے دماغ تک پہنچی تو بیدار ہو گیا اور چنگی کو اپنے پہلو میں بیٹھا ہوا دیکھ کر جست لگا کر اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا ”شہزادی نے کس کام سے قدم رنجہ فرمایا ہے؟ اس طرح کیسے آنا ہوا؟“ عورت نے کہا کہ ”اے احمق! یہ مطلب پوچھنا بھی کیا ضروری ہے۔ ایک حسین اور جوان عورت عین اندھیری رات میں تجھ جیسے شہزادے کے دیدار کے لئے آئی ہے اور میٹھی نیند سے اٹھا کر تجھ سے ہم بستر ہونا چاہتی ہے۔ خصوصاً میرے جیسا معشوق کہ جس کے ناز و ادا پر ساری دنیا مفتون ہے اور جس کے وصال کے لئے سارا جہان دیوانہ ہے۔ شہزادے سے یہ بات مخفی نہیں رہنی چاہئے تھی، حقیقت کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے تھا اور اس موقع کو صبح تک کے لئے غنیمت جانتا چاہئے تھا۔“ حسینہ نے جواب دیا کہ ”اے شہزادی! ہمیں اپنے نکاح میں آئی ہوئی عورت کے سوا کسی بھی نامحرم عورت سے میل ملاپ رکھنے کی مجال نہیں ہے۔ یہ کام ہم سے نہ ہو سکے گا، کیونکہ ہم برہمن، راہب اور پرہیزگار ہیں اور بزرگوں، متقی، عالموں اور حریت پروروں کو ایسا کام کرنا زیب نہیں دیتا۔ خبردار! جو ہمیں اس گناہ کبیرہ سے آلودہ کیا۔“ اس نے [چنگی نے] بڑی التجائیں کیں مگر [حسینہ نے] ذرا بھی التفات نہ کیا اور اسے دھتکار دیا۔

چنگی کا حسینہ سے ناامید ہونا

ناامید ہو جانے پر چنگی نے کہا ”اے حسینہ! [تو نے] مجھے تو خیر اس دلی ارادے [230]، نفسانی لذت اور روحانی خواہش سے محروم کیا ہے لیکن اب میں بھی خود پر واجب سمجھتی ہوں کہ پہلے تجھے برباد کروں گی اور اس کے بعد خود کو نذر آتش کر دوں گی۔ [یہ کہہ کر] اپنے گھر

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

واپس آئی اور شبِ خوابی کا لباس پہن کر بستر پر لیٹ گئی۔ وہ رات سے صبح تک بستر پر اسوئے عشق میں اٹھکتی اور تڑپتی رہی اور یہ بیت ^۱ پڑھتی رہی:

تا عشق و جمال تو شدہ دل سوزم
وین شمع جمال تست جان افروزم

انصافم وہ، وگر نہ فریاد کنم

خود را و ترا و شہر درہم سوزم

دوسرے دن جب ستاروں کا بادشاہ آسمانوں کے برجوں سے نمودار ہوا اور رات کا سرمی پردہ چاک ہوا۔ تب چنگی کو نیند آگئی جدائی کا نشہ، شراب کے نشے کے ساتھ شامل تھا۔ چنانچہ وہ دوپہر تک کپڑے پہنے ہوئے سوتی رہی۔ اس طرف راجہ دروہر کی یہ حالت تھی کہ جب تک اس کی بہن چنگی نہ آتی تھی اور اس کا منہ نہ دیکھ لیتا تھا، نہ کھاتا تھا نہ پیتا تھا اور اس کی بڑی عزت و تعظیم کرتا تھا۔ چنانچہ وہ اٹھ کر بہن کی رہائش گاہ کی طرف گیا۔ اسے غمگین اور پریشان دیکھ کر بولا کہ ”اے بہن! اے راجہ کی بیٹی! تجھے کیا ہوا ہے جو تیرا لالہ جیسا چہرہ متغیر اور زرد ہو گیا ہے؟“ چنگی نے جواب دیا کہ ”اے رائے زادے! اس سے سے زیادہ بڑھ کر اور کیا ہوگا کہ وہ احمق سندھی جس نے محفلِ عیش و عشرت میں مجھے دیکھا ہے۔ وہ کل شب حرم سرا میں آ کر مجھے اپنی طرف مائل کرنے لگا اور اُس نے میری عفت و عصمت کے دامن کو کہ جو کبھی نجاست کے غبار سے آلودہ نہیں ہوا، اور میرے پرہیزگار نفس اور بے داغ حرمت کو اپنے گناہ کی غلاظت سے ناپاک اور میری پارسائی کے پردے کو چاک کرنا چاہا۔ راجہ کو اس سے میرا انتقام لینا چاہئے تاکہ اس کے بعد کوئی بھی نالائق اس قسم کی خیانت اور دست درازی کی جرأت نہ کر سکے۔“ (یہ سن کر) دروہر کے غضب کی آگ بھڑک اٹھی اور اس نے بہن سے کہا ”وہ ہمارا مہمان ہے اور راہب اور [231] برہمن [بھی]۔ اس نے ہمارا سہارا بھی لیا ہے اور ہم سے مدد طلب کر رہا ہے۔ تقریباً ایک ہزار جنگجو اس کے ساتھ ہیں۔ اس وجہ سے اسے [بے دریغ] قتل نہ کیا جاسکے گا کہ ہمارے طرف کے دغے تلکنے آدمی قتل ہو جائیں گے۔ لیکن اسے قتل کرنے کے لئے [کوئی] منصوبہ بنانا ہوں۔ تو اٹھ کر کھانا کھا۔ جس صورت میں کہ کوئی حرکت (عملی) سرزد نہیں ہوئی ہے، ایسی صورت میں کوئی سرزنش [کھلم کھلا] نہیں کی جاسکتی۔“

۱۔ چنگی فارسی دان نہیں تھی۔ مراد یہ کہ اس رباعی کے ہم معنی اشعار پڑھتی رہی۔ درحقیقت یہ افسانوی رنگ فارسی مترجم کی اختراع ہے۔ (ن۔ب)

دروہر کا جیسینہ کے خلاف منصوبہ بنانا اور اُس کی بہن چنگی کا جیسینہ سے مکر

اس کے بعد دروہر گھر آیا اور کبیر بھدر¹ اور بھونے نامی دو جلاوٹوں کو بلا کر ہدایت کی کہ ”میں آج دوپہر کے بعد جیسینہ کو بلا کر [اس کی] دعوت کروں گا، پھر کھانا کھانے کے بعد شراب کی محفل میں تخلیہ کرا کے جیسینہ کے ساتھ شطرنج کھیلوں گا۔ تم دونوں آدمی ہتھیاروں سمیت مستعد رہنا اور جب میں کہوں کہ ”شاہ مات شد“ تب تم [فورا] تلواریں نکال کر جیسینہ کو قتل کر ڈالنا۔ [اتفاقاً] ایک سندھی کو، جو کہ داہر کا خدمتگار [رہ چکا] تھا اور دروہر کے خاص آدمیوں سے اس کی دوستی تھی، اس حال کی خبر ہو گئی۔ اس نے جیسینہ سے جا کر یہ حقیقت بیان کی اور [اسے] راجہ دروہر کے اس فریب سے آگاہ کر دیا۔ [چنانچہ] کھانے کے وقت جب دروہر کا معتمد جیسینہ کو بلانے آیا تو اس وقت اس نے اپنے جان نثار سرداروں میں سے [دو] ٹھاکروں کو بلا کر کہا کہ: ”اے توریسنہ اور سورسینہ! تم میں راجہ دروہر کی دعوت پر جاتا ہوں۔ تم ہتھیاروں سمیت تیار ہو کر میرے ساتھ چلو۔ میں دروہر کے ساتھ شطرنج کھیلوں گا اور تم ہوشیاری کے ساتھ دروہر پر مسلط رہنا تاکہ نہ وہ کوئی فریب اور اشارہ دے سکے اور نہ کوئی حیلہ ہی سوچ سکے۔“ [232]

جیسینہ کا دو ہتھیار بندوں کے ساتھ آنا

[چنانچہ] اس طرح وہ راجہ کے دربار میں گئے۔ ادھر [چونکہ] دروہر نے بھی کسی کو ایسا حکم نہ دیا تھا کہ جیسینہ کے ساتھ کسی دوسرے کو اندر نہ آنے دینا۔ اس وجہ سے [وہ] دونوں بہادر بھی [بلا روک ٹوک] اندر چلے گئے اور بے خبری میں [جا کر] دروہر کے سر پر مسلط ہو گئے [شطرنج کی بازی] ختم ہونے پر دروہر نے انہی [اپنے آدمیوں کو] اشارہ دینے کے لئے سر اٹھایا، لیکن

1. اصل متن میں ”کبیر بھدر“ ہے جو کہ (ر) (م) کے مطابق ہے۔ (ن) (ب) (ج) (ک) میں صرف ”سہل“ ہے۔ (پ) میں ”سہل رو“ اور (س) میں ”سہیل“ ہے۔

2. ”بھونے“ کا تلفظ (ر) (م) کے مطابق ہے۔ (پ) میں ”لھونے“ (ن) (ب) (ج) (ک) میں ”بھونے“ اور (س) میں ”سھونے“ ہے۔ (ن-ب)

3. اصل متن اور تفسیر میں ان ناموں کا تلفظ ”توریسہ و سورسہ“ ہے۔ ”سہ“ دراصل ”سینہ“ (یعنی شیر) ہے اور اسی وجہ سے دونوں ناموں میں ہم نے ’ن‘ کا اضافہ کیا ہے۔ (ر) (م) کی عبارت ”توریسہ“ کی بجائے ”کوریسہ“ ہے مگر ”توریسہ“ زیادہ صحیح ہے۔ چنانچہ آج تک سندھ میں کسی کی بہادری کی داد دیتے ہوئے کہتے ہیں ”واہ توریسکھ“ یا ”مرد توریسکھ“ ہے۔ یعنی بہادر اور پہلوان ہے۔ ”سکھ“ بھی ”سینہ“ یا ”شیر“ کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ (ن-ب)

فتح نامہ سندھ عرف پنج نامہ

[حسینہ کے] دو آدمیوں کو ہتھیاروں کے ساتھ مستعد اور ہوشیار دیکھ کر پشیمان ہوا اور کہنے لگا ”شہ مات نشد: آن گوسفند رانی باید کشت۔“ حسینہ سمجھ گیا کہ یہ اشارہ ہے۔ اس کے بعد وہاں سے اٹھ کر وہ اپنی سرائے میں آیا اور گھوڑوں پر زینیں کسے کا حکم دیا۔ اس عرصے میں وہ خود بھی غسل کر کے اور ہتھیار لگا کر آ گیا اور اپنے لشکر کو تیار کر کے [گھوڑوں پر] سوار ہونے کا حکم دیا۔ [اس طرف] دروہرنے اپنے ایک معتمد کو یہ دیکھنے کے لئے بھیجا کہ حسینہ کیا کر رہا ہے۔ اس نے واپس آ کر کہا کہ ”اس شخص پر خدا کی رحمت ہو کہ جس کی ذات پر ہیڑگاری کے زیور سے آراستہ ہے۔ اس کی بنیاد (نسب) مکرم تھی اور اس کے افعال میں بدی نہ تھی۔ [وہ] خوف و امید میں رہتے ہوئے [بھی] ہمیشہ طہارت اور پاکیزگی کا خیال رکھتا تھا۔“

خبر: کہتے ہیں کہ حسینہ غسل سے فارغ ہو کر، کھانا کھا کر اور ہتھیار پہن کر [گھوڑے پر] سوار ہوا پھر جانوروں پر سامان بار کرا کے راجہ دروہر کی بارگاہ کے سامنے آیا اور ملاقات کئے بغیر اسے الوداع کہہ کر اپنے جانے کی اطلاع دی اور اس کے بعد رفیقوں اور فرمانبرداروں کے ساتھ سفر کرتا ہوا جالھندر کی حد سے کشمیر جا پہنچا۔ اس بادشاہ کا نام بلہرا¹ تھا اور شہ شاہ کے آستانہ (پایہ تخت)؟ کو اسے کہتے تھے جہ حسینہ وہاں رہنے لگا۔ یہاں تک کہ عمر بن عبدالعزیز کی خلافت ہوئی، اور دار الخلافہ کے حکم کے مطابق عمرو بن مسلم الباہلی² نے جاکر وہ ملک فتح کیا [233]۔

حسینہ کی مردانگی اور اس کے نام کا سبب (وجہ تسمیہ)

اروڑ کے بعض برہمنوں سے روایت ہے کہ حسینہ [بن] داہر مردانگی اور ہوشیاری میں بے نظیر تھا۔ اس کی ولادت کا قصہ اس طرح ہے: ایک دن راجہ داہر شکار کے سامان اور ہتھیاروں کے ساتھ شکار گاہ کو گیا۔ شہر کے باہر [پہنچنے پر] جب [ایک طرف] کتے، چیتے اور بھیڑیے، ہرنوں کے پیچھے چھوڑے گئے اور [دوسری طرف] شاہین، باز اور شکرے ہوا میں اڑنے لگے تو [اچانک] ایک گر جتے ہوئے شیر نے نمودار ہو کر لوگوں کا راستہ روک لیا۔ جس کی وجہ سے شکاریوں کے ہجوم

1. فارسی ایڈیشن کے مطابق ”بلہرا“ ہے جو کہ غالباً (پ) کی عبارت ہے۔ (ن) (م) میں ”بلہر“ (ر) میں ”نہر“ ہے۔

(ن-ب)

2-2 اصل فارسی عبارت ”اسہ کہ آستان شاہ گفتندی“ ہے جس کا مدار غالباً نیز (پ) پر ہے۔ (ر) (م) میں ”اسہ کہ“ کے بجائے ”انہ کہ“ ہے (ن) (ب) (ح) میں ”سہ کہ“ ہے اور (س) میں ”اسر کر“ ہے۔ (ن-ب)

3. فارسی متن میں ”عمرو بن مسلم علی“ ہے۔ نیز (ن) کی بھی یہی عبارت ہے۔ (ر) میں ”عمرو بن مسلم“ ہے جو کہ صحیح ہے۔ ”علی“ دراصل ”الباہلی“ کی تعریف ہے۔ مکمل صحیح نام ”عمرو بن مسلم الباہلی“ ہے، کیونکہ خلیفہ عمر بن عبدالعزیز کے عہد

خلافت میں دہی سندھ کا گورنر تھا۔ دیکھئے آخر میں حاشیہ ص [233] (ن-ب)

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

میں دہشت اور افراتفری پھیل گئی۔ [یہ دیکھ کر] داہر گھوڑے سے اتر کر پیادہ ہو گیا اور شیر کے مقابلے پر آیا۔ شیر نے بھی حملے کا ارادہ کیا۔ راجہ داہر نے چادر ہاتھ میں لپیٹ کر اور [وہ ہاتھ] شیر کے منہ میں ڈال کر تلوار کے وار سے اس کی دونوں ٹانگیں قلم کر ڈالیں اور پھر ہاتھ نکال کر تلوار سے اس کا پیٹ پھاڑ ڈالا۔ چنانچہ شیر [بے دم ہو کر] گر پڑا۔ اس طرف جو لوگ اس شیر کے خوف سے بھاگ گئے تھے، انہوں نے گھر جاکر رانی کو راجہ داہر کے شیر سے الجھنے کی خبر دی۔ راجہ ڈاہر کی بیوی حاملہ تھی اور شوہر سے بہت محبت کرتی تھی۔ چنانچہ یہ خبر سنتے ہی بے ہوش ہو کر گر پڑی اور جب تک راجہ داہر شکار گاہ سے واپس آیا، تب تک خوف سے اُس کی روح جسم سے علیحدہ ہو چکی تھی۔ ڈاہر نے [جب] آکر دیکھا کہ بیوی مردہ پڑی ہوئی ہے اور اس کے پیٹ میں بچہ کلبلا رہا ہے، [تو اس نے] اس کا پیٹ پھاڑنے کا حکم دیا۔ چنانچہ بچہ زندہ نکل آیا۔ [داہر نے اسے] دائی کے حوالے کیا اور اس کا نام ”حیسیہ“ رکھا، جس کے معنی [عربی میں] ”المظفر بالاسد“ (فاتح شیر) اور فارسی میں ”شیر فیروز“ کے ہیں۔

احنف بن قیس کے نواسے رواج بن اسد کا قلعہ اروڑ پر مامور ہونا

ان کنواریوں (حکایتوں) کی آرائش کرنے والوں اور ان چمنوں کے باغبانوں نے علی بن محمد [سے، جس نے] مسلمہ بن محارب¹ اور عبدالرحمن بن عبدالسلیطی سے اس طرح روایت کی ہے کہ: جب [234] محمد بن قاسم پایہ تخت اروڑ، بغرور² کو اپنے زیرِ اقتدار اور زیرِ فرمان لے آیا اور سب [لوگ] اس کے فرمان بردار اور اطاعت گزار ہو گئے تب [اس نے] احنف بن قیس کے نواسے رواج بن اسد کو اروڑ کا گورنر مقرر کیا اور شرعی کاروبار، دارالقضا کے معاملات اور خطابت کا عہدہ صدر الامام الاجل العالم، برہان الملتہ والدین، سیف السنۃ و نجم الشریعہ موسیٰ بن یعقوب بن طائی بن محمد (بن موسیٰ) بن شیبان بن عثمان النخعی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے حوالے

1-1. اصل متن میں ”از علی بن محمد بن مسلمہ بن محارب“ ہے۔ اصل میں یہ دو مختلف نام ہیں علی بن محمد (المدائنی) اور مسلمہ بن محارب۔ محمد اور مسلمہ کے درمیان میں آیا ہوا ”بن“ درحقیقت ”عن“ (یعنی ”سے“) کی بگڑی ہوئی شکل ہے۔ ”مسلمہ“ بھی غلط ہے اور صحیح نام ”مسلمہ بن محارب بن زیاد“ ہے جس کا ذکر اس سے پہلے صفحات [78] اور [234] پر آچکا ہے۔

(ن-ب)

2 نسخہ (پ) میں ”اروڑ بغرور“ اور دوسرے جملہ نسخوں میں ”الور بغرور“ ہے۔ لیکن اصل میں یہ دو مختلف شہروں کے نام ہیں جیسا کہ بلاذری (439) پر لکھتا ہے کہ ”سار محمد بن یزید الرود و بغرور“ (ن-ب)

3. بریکٹ میں (بن موسیٰ) کا، فارسی ایڈیشن کے صفحہ 9 پر نسخہ (پ) کی عبارت ”طائی بن محمد بن موسیٰ“ کی بنیاد پر، اضافہ کیا گیا ہے۔ اس صفحہ پر جملہ نسخوں کی متفقہ عبارت ”طائی بن محمد“ ہے۔ البتہ فارسی ایڈیشن کے صفحہ 9 پر سوائے نسخہ (پ) کے دوسرے جملہ نسخوں کی عبارت ”طائی بن موسیٰ“ بن محمد ہے۔ (ن-ب)

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

کر کے انہیں ہدایت کی کہ ”رعایا کی دلجوئی واجب سمجھی جائے، لیکن یا مَمْرُوْنَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (یعنی نیکی کی تاکید اور بدی سے تنبیہ) کا حکم [بھی] مہمل نہ ہونے پائے۔ اور پھر دونوں کو عوام اور رعایا سے رعایت کرنے کی [مکرر] تاکید کر کے خود مختاری کا پروانہ عطا کیا۔ اس کے بعد وہاں سے منزل اٹھائی اور کوچ کرتا گیا، یہاں تک کہ بھائیہ¹ کے قلعے [کے نزدیک جا پہنچا] کہ جو دریائے بیاس کے جنوب میں ایک قدیمی قلعہ تھا اور جے ڈاھر بن فتح کا چچا زاد بھائی لکسو² بن چندر بن سیلانج اس پر حکومت کرتا تھا۔

4۔ لکسو پر فتح حاصل ہونا اور اس کا محمد بن قاسم کے پاس آنا

وہ (لکسو) داھر بن فتح کی جنگ میں [اس کا مددگار اور شریک] تھا اور وہاں سے شکست کھا کر اور فرار ہو کر اس قلعے میں آ کر سکونت پذیر ہو گیا تھا۔ جب اسلامی لشکر قریب پہنچا تو اس نے جزیہ اور ضمانت [محمد بن قاسم کی] خدمت میں بھیجی۔ وہاں کے معززوں اور سربراہوں نے [بھی] حاضر ہو کر خدمت کا شرف حاصل کیا۔ محمد بن قاسم ان کے ساتھ مہربانی سے پیش آیا اور بڑی نوازشیں کرنے کے بعد [ان سے] کہا کہ ”کیا یہ لکسو اروڑ کا رہنے والا ہے؟ وہاں کے سب لوگ دانا، عاقل اور صادق ہوتے ہیں اور امانت اور پرہیزگاری سے آراستہ ہوتے ہیں۔ چنانچہ اسے امان دی جاتی ہے تاکہ وہ [ہمارے پاس] دل کی قوت اور امیدوں کی تقویت کے ساتھ حاضر ہو [اور] اسے چھوٹے بڑے معاملے میں مشیر بنایا جائے۔ میں اس کے اور اپنے درمیان دیانت اور وزارت کا رشتہ قائم کرتا ہوں۔

لکسو کی مشیری

لکسو ایک مرد عالم اور ہند کا دانا تھا۔ خدمت میں حاضر ہونے کے بعد [محمد بن قاسم] اسے زیادہ تر اپنے تخت کے سامنے رکھتا تھا، اور اس سے صلاح و مشورے کیا کرتا تھا۔ (بمصدق شعر:

- 1۔ فارسی ایلیشن میں ”باتیہ“ ہے۔ جسے ہم نے ”بھائیہ“ لکھا ہے۔ ”باتیہ“ غالباً (پ) کی عبارت ہے۔ (ر) میں ”باتیہ“، (ن) میں ”بایہ“، (م) میں ”بایہ“، (ب) میں ”باسہ“، (ک) میں ”بابیہ“ اور (ج) میں ”بجہ“ ہے۔ (ن-ب)
- 2۔ یہ عبارت فارسی ایلیشن کے مطابق ہے، جس کا مدار غالباً (پ) اور (ب) پر ہے۔ (ن) میں بھی یہ عبارت اسی طرح ہے۔ اصل متن میں ”لکسو“ ہے۔
- 3۔ یہ عنوان (ر) (م) کے مطابق ہے اور (پ) (ب) (ن) میں نہیں ہے۔ (ر) میں یہ عنوان اس طرح ہے: ”فتح کردن لکسو و آمدن سیلانج نزد محمد بن قاسم“۔ عنوان کے بعد عبارت اس طرح شروع ہوتی ہے ”سیلانج عم زادہ داھر بود اور در جنگ داھر فتح بود۔“ سوائے (پ) (ن) (ب) کے۔

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

لا تستشر غیر ندب حازم یقظ

قد استویٰ منہ اسرار و اعلان

[مشورہ صرف تجربہ کار، ذہین اور دور اندیش سے کر، جس کے سامنے ظاہر اور

باطن برابر ہو۔]

اور اس کی صلاح سے باہر نہ جاتا تھا۔ وہ سارے امیروں اور سپہ سالاروں کا سربراہ تھا۔ مالیہ [کی وصولی] اور قرب و جوار [کا ملک] اس کے زیر انتظام رہتا تھا اور خزانہ بھی اس کی مہر کے حوالے کیا گیا تھا۔ اس کے بعد وہ ہر جنگ میں محمد بن قاسم کا معاون رہا اور اس کا نام ”مبارک مشیر“ رکھا گیا۔

محمد بن قاسم ثقفی کے ہاتھوں ۱۔ سکہ اور ملتان ۱۔ کے فتح ہونے کی خبر

لکھو کو ہموار کرنے کے بعد [محمد بن قاسم] اس قلعے سے کوچ کر کے اور دریائے بیاس پار کر کے اسکنہ ۲ کے قلعے پر جا پہنچا۔ جب اہل قلعہ کو معلوم ہوا کہ عرب کا لشکر آ گیا ہے تو جنگ کے لئے باہر نکل آئے۔ زائدہ بن عمیر الطائی ۳ اور لکھو [اسلامی لشکر کے] ہر اول تھے۔ جنگ شروع ہوئی اور ایسے سخت معرکے ہوئے کہ دونوں جانب خون کی ندیاں بہہ گئیں۔ [آخر] نماز ظہر کے وقت مسلمانوں نے نعرۂ تکبیر بلند کر کے عام ہلہ بول دیا۔ مشرک شکست کھا کر قلعے میں بھاگ گئے اور قلعے کے اوپر سے تیر اور مہینقوں سے پتھر برسانے لگے اور سات دن تک جنگ جاری رکھی۔ ملتان کے حاکم کا بھتیجہ جو کہ ملتان کے قلعے میں تھا، اس نے بھی کچھ لڑائیاں کیں۔ حتیٰ کہ فوج کا غلہ ختم ہو گیا اور ۱۔ اسکنہ کا [حاکم] سیرا، راتوں رات [وہاں سے] نکل کر سکہ کے قلعے میں جا پہنچا۔ سکہ دریائے راوی کے جنوب میں ایک عالیشان قلعہ تھا۔ حاکم کے

1- 1۔ اصل متن میں ”سکہ ملتان“ ہے۔ وضاحت کے لئے دیکھئے آخر میں حاشیہ ص [236]

2 (ر) (م) میں ”اسکنہ“ (ن) (ب) (ح) (س) (ک) میں ”اسکنہ“ (پ) میں ”عدکندہ“ ہے۔

3 جملہ نسخوں کی مختلف عبارتوں کی بنا پر فارسی ایڈیشن میں ”رائدہ بن عمیر الطائی“ دیا گیا ہے۔ مگر صحیح نام ”زائدہ بن عمیر الطائی“ ہے۔ جیسا کہ باذری (فتوح ص 439) میں محمد بن قاسم کے فتح ملتان کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ ”قطع (محمد) نصر بیاس الی الملکان، فقتلہ اہل الملکان، فابی زائدہ بن عمیر الطائی“۔ (ن-ب)

4- 4۔ ترجمہ فارسی ایڈیشن کے مطابق ہے، جس کی عبارت ”سیرا اسکنہ“ ہے اور جس میں ترکیب اضافت پوشیدہ ہے۔

مختلف نسخوں کی عبارتیں اس طرح ہیں: (ر) (م) ”سیرا اسکنہ“، (ن) (ب) ”سیرا عدکندہ“ (پ) ”سیرا عید

کندہ“ ہے۔ (ن-ب)

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

چلے جانے پر رعایا، دستکاروں اور تاجروں نے [محمد بن قاسم کے پاس] پیغام بھیجا کہ ”ہم رعایا ہیں اب چونکہ ہمارا والی چلا گیا ہے اس لئے ہمیں امان دے۔“ محمد بن قاسم تاجروں، دستکاروں اور کسانوں کو امان دے کر قلعے میں آیا اور چار ہزار ہتھیار بند مردوں کو خوار تلواروں کی خوراک بنا کر ان کے پس ماندگان اور متعلقین کو غلام بنایا۔ اس کے بعد عقبہ بن مسلمہ تمیمیؑ کو وہاں متعین کر کے خود جسکہ اور ملتان کے کی طرف متوجہ ہوا۔ وہ دریائے راوی کے جنوبی کنارے پر ایک قلعہ تھا اور بجھرا طاک کے کا نواسہ بجھرا کے اس قلعے میں رہتا تھا۔ جب اس کو خبر ملی تو [اس نے] جنگ شروع کر دی۔ ہر روز جب عربوں کا لشکر قلعے کے سامنے آتا تھا تو قلعے والے باہر نکل کر جنگ کرتے تھے۔ سترہ دن تک سخت لڑائیاں ہوئیں۔ [اس جنگ میں محمد بن قاسم کے] مشہور و معروف ساتھیوں میں سے بیس افرادؑ شہید ہوئے اور شامی لشکر کے کل دو سو پندرہ آدمی قتل ہوئے۔ بجھرا دریائے راوی پار کر گیا۔ اپنے دوستوں کے شہید ہونے کی وجہ سے محمد بن قاسم نے قسم کھا لی تھی کہ ”اس [سکھ کے] قلعے کو منہدم کر ڈالوں گا۔“ چنانچہ اس کے حکم سے سارے شہر کو ویران کیا گیا اور پھر [انہوں نے] ملتان کی طرف [جانے کے لئے] دریا پار کیا۔ ملتان کا راجہ کندا اور بجھرا جنگ کے لئے باہر آئے۔ [237]

محمد بن قاسم کا راجہ کندا سے جنگ کرنا

اس دن صبح سے لے کر شام تک سخت جنگ ہوئی اور [پھر] جب دنیا نے مصیبت زدوں جیسی سیاہ چادر اوڑھی اور ستاروں کا بادشاہ غروب کے پردے میں روپوش ہو گیا تب دونوں [لشکر] اپنی قیام گاہوں کو واپس ہوئے۔ دوسرے دن جب صبح صادق تاریکی کے پردے سے

1. نسخہ (ر) میں ”عقبہ بن مسلمہ تمیمی“ ہے۔

2. اصل فارسی عبارت ”سکھ ملتان“ ہے۔ وضاحت کے لئے دیکھئے آخر میں حاشیہ صفحات [236-37] (ن-ب)

3. فارسی ایڈیشن میں ان دونوں مقامات پر ”بجھرا طاک“ اور ”بجھرا“ کے تلفظ دیئے گئے ہیں مگر اس کے بعد نیچے ”بجھرا“ کا تلفظ اختیار کیا گیا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ نسخہ (پ) اور (م) میں (جس پر فارسی ایڈیشن کا حوالہ ہے) ”بجھرا“ اور ”بجھرا“ دونوں تلفظ اختیار کئے گئے ہیں۔ دوسرے نسخوں کے تلفظ اس طرح ہیں: (ر) ”بجھرا“، (ن) ”بجھرا“ یا ”بجھرا“ (ب) ”بجھرا“ اور (س) (ک) ”بجھرا“۔ لہذا بجھرا، بجھرا، بجھرا یا بجھرا میں سے کوئی بھی تلفظ اختیار کیا جاسکتا ہے۔

4. نسخہ (ر) (م) میں بیست و پنج [بچیں افراد] ہے۔

5. اصل متن میں ”کندراہی ملتان“ ہے۔ فارسی ایڈیشن میں بھی یہی عبارت اختیار کی گئی ہے۔ (پ) (ب) (ک) میں ”کندراہی“ (م) میں ”کندراہی“، ”گندراہی“ (ن) میں ”کندراہی“، (ر) میں ”گندراہی“ (ح) میں ”گندراہی“ اور (س) میں ”گندراہی“ ہے۔ ان عبارتوں میں ”کندراہی“ عام طور ”کندراہی“ نظر آتا ہے جو غالباً ”کندراہی“ کی بکری ہوئی شکل ہے۔ اس لئے ہم نے اسے اختیار کیا اور فارسی ایڈیشن کی عبارت کو ترجیح دی ہے۔ (ن-ب)

فتح نامہ سندھ عرف چچ نامہ

نمودار ہوئی اور دنیا روشن ہوئی تب دوسری مرتبہ جنگ شروع ہوئی۔ دونوں طرف سے بہت سے آدمی قتل ہوئے۔ اس طرح جنگ مسلسل جاری رہی اور [اہل قلعہ] دو ماہ تک فصیلوں سے محبذقیوں اور غدرک¹ کے ذریعے پتھر اور تیر برساتے رہے۔ حتیٰ کہ لشکر میں غلے کی سخت قلت ہوگئی، اس حد تک کہ گدھے کی سری پانچ سو درہموں میں فروخت ہونے لگی۔ داہر کے چچا زاد بھائی امیر کورسینہ² بن چندر نے جب دیکھا کہ لشکر عرب [بدستور] مستحکم ہے، [اس کے ارادوں میں] کوئی کمزوری نہیں دکھائی دیتی اور ہمیں کسی طرف سے بھی مدد کی کوئی امید نہیں تو وہ³ کشمیر کے راجہ³ کی خدمت میں چلا گیا۔

دوسرے دن جب لشکر عرب نے پہنچ کر جنگ شروع کی اور کسی بھی حیلے سے [قلعے میں] نقب نہ لگا سکا تو اسی عالم میں اچانک ایک شخص قلعے سے باہر نکل آیا اور [آکر] امان طلب کی۔ محمد بن قاسم نے اسے امان دی۔ پھر اس کی نشاندہی پر دریا کے کنارے شمال کی جانب سے نقب لگائی۔ چنانچہ دو تین دن بعد اس جگہ سے قلعے کی دیوار فرش پر آ رہی اور قلعہ فتح ہو گیا۔ چھ ہزار جنگجو سپاہیوں کو قتل کیا گیا اور ان کے متعلقین اور ملازموں کو غلام بنایا گیا۔ باقی ماندہ تاجروں، دستکاروں اور کسانوں کو امان کا پروانہ عطا کر کے [محمد بن قاسم نے] ان سے کہا کہ ”اب جب کہ قلعہ فتح ہو چکا ہے تو تم پر واجب ہے کہ اپنے مال سے دارالخلافہ کے خزانے کا خراج ادا کرو اور فوجوں کا حصہ دو کہ جو اتنی تکلیفیں اٹھا کر، سختیاں سہہ کر اور جان کی بازی لگا کر اتنے عرصے سے جنگ کرنے اور نقب لگانے میں مشغول رہی ہیں۔“

نقدی کی تقسیم

اس کے بعد شہر کے رئیسوں اور سربراہوں نے جمع ہو کر ساٹھ ہزار درم وزن کی چاندی تقسیم کی۔ ہر سوار کو خاص طور پر چار سو درم وزن کی چاندی ملی۔ اس کے بعد [محمد بن قاسم نے] کہا کہ: ”اب دارالخلافہ کے مال کے لئے مستقل ذریعہ سوچنا چاہئے۔“ اسی فکر میں گفتگو ہو رہی تھی کہ اچانک ایک برہمن آیا اور کہنے لگا کہ ”جب کافروں کا دور پورا ہو چکا۔ بُت خانہ مسمار ہو گیا، دنیا اسلام کے نور سے منور ہوئی اور بت خانوں کی جگہ پر مسجدیں اور منبر تعمیر ہو رہے ہیں تو [میں بھی ایک راز بیان کرتا ہوں کہ] ملتان کے بزرگوں سے اس طرح سنا گیا ہے کہ: پرانے زمانے

1. غدرک = ایک آلہ حرب (Staingass) A war like instrument

2. نسخہ (ن) میں ”کراسینہ“ اور باقی نسخوں میں ”کورسینہ“ ہے۔ فارسی الیفبیشن میں ثانی الذکر تلفظ اختیار کیا گیا ہے اور ہم نے بھی اسی کو ترجیح دی ہے البتہ ”کورسینہ“ کو ہم نے صحیح تلفظ کے پیش نظر ”کورسینہ“ لکھا ہے۔ (ن-ب)

3-3. (پ) (ر) (م) (س) (ک) میں ”شاہ کشمیر“ اور (ن) (ب) میں ”راہ کشمیر“ ہے۔

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

میں کشمیر کے راجہ کی اولادوں میں سے جو بن^۱ نامی ایک راجہ اس شہر میں راج کرتا تھا۔ وہ ایک برہمن اور راہب تھا اور اپنے طریقے کا پابند تھا۔ چنانچہ ہمیشہ بتوں کی عبادت میں مشغول رہا کرتا تھا۔ جب اس کا خزانہ گنتی اور شمار کی حد سے متجاوز ہو گیا تب اس نے ملتان کے مشرق کی طرف سومر بل گز کا ایک حوض بنوا کر اس کے درمیان پچاس مربع گز پر ایک مندر تعمیر کرایا [اور اس مندر کے اندر] پھر ایک حجرہ بنوایا اور اس حجرے میں ترتیب کے ساتھ چالیس تانبے کے مٹکے رکھوا کر^۲ ہر مٹکے میں تین سو تین من مغربی سونے کی کترن بطور دینے کے رکھوائی^۳ اسی [دینے] کے اوپر بُت خانہ ہے، جس میں سرخ سونے کا ایک بُت رکھا ہوا ہے اور اس حوض کے چاروں طرف درخت لگے ہوئے ہیں۔“

منروی [بتخانہ]^۴

حکایتوں کے مصنفوں اور کہانیوں کے راویوں نے علی بن محمد [دانی] سے اس طرح روایت کی ہے اور جس نے کہا کہ میں نے ابو محمد ہندی سے سنا ہے کہ: محمد بن قاسم وزیروں اور نائبوں کے ساتھ اس بت خانے میں آیا۔ یہاں [اس نے] سونے کا ایک بت دیکھا جس کی آنکھوں کے مقام پر سرخ یا قوت جڑے ہوئے تھے۔ [239]

محمد بن قاسم کا دھوکہ کھانا

محمد بن قاسم سمجھا کہ یہ [شاید] کوئی آدمی ہے۔ چنانچہ اس پر وار کرنے کے لئے

1. (پ) میں ”جسور“ (س) میں ”جو بن“، (ح) میں ”جو بن“ (ن) (ب) میں ”جسور“ اور (ر) میں ”جسور“ ہے۔ ان مختلف عبارتوں میں سے صحیح نام کا پتہ لگانا مشکل ہے۔ اگر نُسْہ (پ) کے تلفظ کو ”جو بن“ کی غلط صورت قرار دیا جائے تو پھر (س) (ح) (ن) (ب) میں بھی یہی غلط شکلیں نظر آتی ہیں اور اگر (ن) (ب) کے تلفظ کو صحیح مانا جائے تو (پ) (س) (ح) کے تلفظ، اس کی غلط صورتیں معلوم ہوتے ہیں۔ (ر) (م) کا تلفظ ان دونوں صورتوں سے مختلف ہے اور اس لحاظ سے جو بن، جسور اور جسور میں سے کوئی بھی لفظ اختیار کیا جاسکتا ہے۔ ہم نے (پ) کی بنیاد پر ”جو بن“ کا تلفظ اختیار کیا ہے جس کی مزید وضاحت کے لئے دیکھئے حاشیہ ص [239] (ن-ب)

2-جہ پر ہوا جملہ (ن) (ب) (ک) میں نہیں ہے۔ (ن-ب)

3. کسی نسخے میں یہ عنوان اس طرح عطا نہیں دیا گیا، لیکن سطر کی ابتدا میں چھوٹے عنوان کے طور پر بریکٹ میں دیا ہوا ہے۔ فارسی ایٹیشن کی عبارت اس طرح ہے: ”(منروی) مصنفان احادیث راویان اقاویل چنان روایت کردہ اند۔“ لفظ ”منروی“ (ر) (م) (ن) (ب) (ک) (س) کے مطابق ہے، مگر قدیمی نُسْہ (پ) کا تلفظ اس مقام پر ”منروی“ ہے۔ یہ نام ص [37] پر پہلے بھی آچکا ہے اور وہاں (پ) کا تلفظ ”منروی“ ہے جو کہ ہم نے بھی متن میں دیا ہے۔ اس وجہ سے یہ یقین ہوتا ہے کہ اس صفحہ پر بھی (پ) کی عبارت اسی لفظ ”منروی“ کی گڑبی ہوئی شکل ہے جو کہ ملتان کے بت خانہ یا مندر کا نام تھا۔ مزید وضاحت کے لئے دیکھئے آخر میں حاشیہ ص [239] (ن-ب)

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

اس نے تلوار نکالی۔ اس پر بت کے مجاور برہمن نے کہا کہ ”اے عادل امیر! یہ وہی بت ہے کہ جو ملتان کے راجہ جو بن¹ نے بنوایا تھا اور جو مال دفن کر کے فوت ہو گیا تھا۔“ اس کے بعد محمد بن قاسم نے اس بت کو اٹھالینے کا حکم دیا۔ اس کے نیچے سے دو سو تیس من سونا اور سونے کی کترن سے بھرے ہوئے چالیس مکے برآمد ہوئے کل تیرہ ہزار دو سو من سونا دینے سے نکلا۔ وہ سونا اور بت، خزانے میں لایا گیا۔ اس کے علاوہ وہ موتی اور جواہرات جو کہ ملتان کی لوٹ میں ہاتھ آئے تھے، وہ اور بہت سے دوسرے خزانے اور دینے بھی قبضے میں کئے گئے۔

بت خانہ کھولنا اور خزانہ حاصل کرنا

ابوالحسن مدائنی نے خریم بن عمرو سے روایت کی ہے کہ: [محمد بن قاسم نے] جس دن بت خانہ کھول کر دینے پر قبضہ کیا، اسی دن حجاج کا خط پہنچا کہ: ”اے چچا زاد بھائی! تیری لشکر کشی کے وقت میں نے ضمانت دی تھی کہ لشکر کی تیاری، روانگی اور اس کے لوازمات پر دارالخلافہ کے خزانے سے جو کچھ بھی خرچ ہوگا، [خلیفہ] ولید بن عبدالملک بن مروان کی طرف سے اس کی ادائیگی کی ذمہ داری مجھے قبول ہے۔ بلکہ اس سے دگنا تنگنا واپس کرنا میرے ذمے ہے۔ اس وقت دارالخلافہ کے خزانے سے تحقیق کی گئی تو معلوم ہوا کہ محمد بن قاسم کی [فوج] تیاری پر ساٹھ ہزار درم وزن کی خالص چاندی صرف ہوئی ہے اور [اس وقت تک تمہاری طرف سے] جو نقد، جنس اور پارچہ جات ادا کئے گئے ہیں ان کا تاریخ وار مجمل اور مفصل [حساب] کیا گیا تو [معلوم ہوا کہ تیرے ذمے باقی² ایک سو بیس ہزار درم وزن چاندی نکلتی ہے، جو کہ تجھے بھیجی ہے۔ جہاں بھی کوئی قدیمی موضع اور مشہور قصبہ یا شہر ہو، وہاں مسجدیں اور منبر تعمیر کئے جائیں اور دارالخلافہ کے نام پر سکھ اور خطبہ جاری کیا جائے۔ [240] تو مبارک ساعت اور مناسب وقت میں یہاں سے لشکر لے کر روانہ ہوا ہے اس وجہ سے اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ کافروں کی ولایت میں تو جس طرف کا بھی رخ کرے گا مظفر اور فتیاب ہوگا۔“

- 1۔ ن (ر) میں ”جیون“، (م) میں ”جیون“ یا ”جیوین“ (پ) میں ”جیو“ (ن) (ب) میں ”جیون“ ہے۔ ہمارے اختیار کردہ تلفظ کے لئے دیکھئے حاشیہ ص [356] (ن-ب)
- 2۔ ج (ر) یہ اعداد فارسی الیفیشن میں دی ہوئی عبارت ”صد ویت ہزار“ کے مطابق ہیں جو کہ شاید (پ) کی عبارت ہے۔ (ر) (م) (ن) (س) میں ”صد ہزار ویت من ویت ہزار“ ہے۔ (ب) میں ”صد ہزار ویت من ہزار“ (ک) میں ”صد ہزار ویت ویت ہزار“ ہے۔ (ن-ب)

محمد بن قاسم کا شہر ملتان کی رعایا سے عہد لینا

اس کے بعد محمد بن قاسم نے ملتان کے خاص اور منتخب لوگوں سے پختہ عہد لے کر جامع مسجد اور مینار تعمیر کرائے اور امیر داؤد بن نصر بن ولید عثمانی کو ملتان کا حاکم مقرر کیا۔ اس کے بعد خرم بن عبد الملک تھمی کو برہمپور کے قلعے پر جو کہ دریائے جہلم کے کنارے پر ہے اور جسے سوپور بھی کہتے ہیں، متعین کیا۔ عکرمہ بن ریحان شامی کو ملتان کے نواح کا حاکم بنایا اور احمد بن خزیمہ بن عتبہ مدنی کو اشہار اور کور کے قلعے کا والی مقرر کیا۔ اس کے بعد کشتیوں کے ذریعے مال روانہ کیا، تاکہ دیہل سے دار الخلافہ کے خزانے میں پہنچایا جائے۔ اور خود ملتان میں ٹھہرا جہاں تقریباً پچاس ہزار منتخب سوار اسلحہ جات و اسباب جنگ کے ساتھ تیار ہوئے۔

ابو حکیم کو دس ہزار سواروں کے لشکر کے ساتھ قنوج روانہ کرنا

اس کے بعد ابو حکیم شیبانی کو دس ہزار سواروں کے ساتھ قنوج کے راجہ پر چڑھائی کرنے کا حکم دیا تاکہ اسلام کی دعوت اور بیت المال کے خزانے کا خراج ادا کرنے کے متعلق اسے دار الخلافہ کا خط پہنچائے اور اس سے بیعت لے۔ اور پھر خود (محمد بن قاسم) لشکر لے کر کشمیر کی سرحد پر اس مقام جا پہنچا کہ جسے شیخ ماہیات کہتے ہیں اور جہاں پر ڈاھر کے باپ شیخ ابن سیلاج نے صنوبر اور بید کے درخت لگا کر [سرحد کا] نشان مقرر کیا تھا، اور وہاں پہنچ کر اس نے خود بھی اس سرحد کی تجدید کی۔ [241]

1. (ر) اور (ن) ”برہمپور“ ہے۔ (ن-ب)

2. (ر) اور (م) میں جنلم ہے۔

3. یہ عبارت فارسی ایڈیشن کے مطابق ہے۔ نسخہ (پ) میں ”سوربر“ (ر) (م) میں ”سوہور“ (ن) (ب) (ج) ”سوربر“ اور (ک) میں ”سورہر“ ہے۔ فارسی عبارت ”در حصار برہمپور بر سائل آب جہلم کہ سوہور خوانند“ میں بھی اشتباہ ہے۔ آیا ”سوہور“ کی ضمیر ”کہ“ برہمپور سے متعلق ہے یا جہلم ہے؟ (ن-ب)

4. فارسی ایڈیشن میں ”خزیمہ“ ہے مگر (پ) (س) کا تلفظ ”جریمہ“ ہے اور (ر) (ن) میں ”خریمہ“ ہے۔

5. (پ) (ر) (م) (ن) (ب) (ک) ”اجتہاد و کرد“ ہے۔ اس سے پہلے ص [19] اور [47] پر ان شہروں کی متفقہ عبارت ”اشہار و کرد“ ہے، چنانچہ یہاں بھی قائم رکھی گئی ہے۔ (ن-ب)

6. جملہ نسخوں میں ”ابو حکیم“ ہے۔ مگر ہم نے فارسی ایڈیشن کے فاضل ایڈیٹر کے قیاسی تلفظ ”ابو حکیم“ کو ترجیح دی ہے۔

(ن-ب)

7. یہ عبارت فارسی ایڈیشن کے مطابق ہے۔ جو کہ غالباً (پ) کے مطابق ہے۔ (ر) (م) (ن) میں ”شیخ ماہیات“ ہے۔

(ن-ب)

لشکر کا اودھا پور^۱ پہنچنا^۲ اور ابو حکیم کا زید کو [راجہ ہرچندر رائے کے پاس بھیجنا]^۳

ان دنوں قنوج کا راجہ تھتل (یا تھتل) رائے کا بیٹا تھا۔ جب لشکر اودھا پور پہنچا تب ابو حکیم شیبانی کے حکم پر زید بن عمرو الکلابی کو حاضر کیا گیا، جس سے اس نے کہا کہ: ”اے زید تجھے پیغام لے کر ہرچندر رائے [بن] تھتل کے پاس جانا اور اسلام کی تابعداری کا حکم پہنچا کر [اس سے] کہنا چاہئے کہ: ساحل سمندر سے لے کر کشمیر تک جتنے بادشاہ اور راجہ ہیں وہ سب اسلام کے زیر اقتدار آچکے ہیں اور کافروں کو مغلوب کرنے والے عربوں کے سپہ سالار امیر عماد الدین (محمد بن قاسم) کے مطیع ہو چکے ہیں۔ بعضے اسلام کی لڑی میں غلٹ ہو چکے ہیں اور بعضوں نے خود پر جزیہ مقرر کیا ہے جو کہ دار الخلافہ کے خزانے میں پہنچاتے رہیں گے۔“

قنوج کے رائے ہرچندر کا جواب

[یہ پیغام پا کر] ہرچندر رائے نے جواب دیا کہ: ”تقریباً ایک ہزار چھ سو سالوں سے یہ ملک ہمارے تصرف اور حکمرانی میں ہے۔ [لیکن اس وقت تک] کسی بھی مخالف کو ہماری حدیں پھاندنے یا ہم سے تنازعہ کرنے اور ہماری مملکت میں دست اندازی اور تعرض کرنے کی مجال نہیں ہوئی ہے۔ ہمیں تمہاری کیا پرواہ ہے جو اس قسم کی باتیں اور ناممکن خیالات دل میں لارہے ہو! اگر قاصد کو قید و بند کرنا جائز ہوتا، تو اس گفتگو اور بے جا دعوے پر ایسا حکم کیا جاتا تاکہ دوسرے مخالفوں اور سرداروں کو عبرت ہوتی۔ اب تو واپس جا اور جا کر اپنے امیر سے کہہ دے کہ ایک دوسرے کی قوت اور شان و شوکت کا اندازہ لگانے

1. (پ) (ن) (ب) (س) (ک) میں ”اودھا پور“ (ر) (م) میں ”اودھا پور“ ہے۔ ہمارا اختیار کردہ تلفظ فارسی ایڈیشن کے ”اودھا پور“ کے مطابق ہے۔ (ن-ب)
2. فارسی ایڈیشن کی عبارت یہ ہے: ”و فرستادن با حکیم مرزید [راہبرای ہرچندر]“ اس فقرہ میں ”مرزید-ارخ“ قیاسی تلفظ ہے۔ جس کے بجائے (پ) (ن) میں ”مرزئیل“ اور (ر) (م) (ب) (س) (ک) (ح) میں ”مرزئیل“ ہے۔ ”با حکیم“ (یعنی ابو حکیم) کے بجائے اس مقام پر اور نیچے سارے نسخوں میں ”با حکیم“ ہے۔ (ن-ب)
3. ”تھتل“ فارسی ایڈیشن کے مطابق ہے جو شاید (م) سے اخذ کیا گیا ہے۔ اس مقام پر (پ) (ن) (ب) (ح) (ک) کا متفقہ تلفظ ”تھتل رائے“ ہے اور (ر) میں ”تھتل“ ہے۔ چونکہ اس مقام پر قدیمی نسخہ (پ) کا تلفظ بھی ”تھتل“ ہے۔ اس وجہ سے نسخوں کے لحاظ سے ”تھتل“ اور ”تھتل“ دونوں تلفظ با وزن ہیں۔ (ن-ب)
4. (ن) (ب) (ح) (س) (ک) میں ”تھتل“ اور (ر) میں ”تھتل“ ہے۔ (ن-ب)

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

کے لئے مقابلہ کرنا ضروری ہے، تاکہ یا تو تمہاری ہیبت ہم پر چھا جائے یا تم پر ہمارا غلبہ ہو [242]۔ جنگجویی اور شجاعت میں طرفین کی ہمتوں کے مشاہدے کے بعد ہی صلح یا جنگ کا فیصلہ ہوگا۔

جب محمد بن قاسم کو راجہ ہر چندر کا پیغام ملا تو اس نے رئیسوں، سربراہوں، امیروں، سپہ سالاروں، سپاہیوں، بہادروں اور نائبوں کو خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ”خدائے تعالیٰ کے فضل اور غیبی امداد سے اس وقت تک [ہر جگہ] ہندوستان کے راجاؤں کو ذلیل و خوار اور مغلوب کیا گیا ہے اور فتح اسلامی لشکر کے ہمراہ اور رفیق رہی۔ [چنانچہ] آج بھی جب کہ ہم ایک ایسے ضدی لعین کے سامنے ہوئے ہیں کہ جسے اپنے لشکر اور ہاتھیوں پر غرور ہے تو اللہ کی مدد پر بھروسہ رکھ کر ہمیں کوشش کرنی چاہئے کہ اس کو بھی برباد کر کے فتح مند اور کامیاب ہوں۔ [یہ سن کر] سب لوگ راجہ ہر چندر سے جنگ کرنے کے لئے مستعد ہو گئے اور بیعت کر کے آپس میں ایک دوسرے کی ہمت افزائی کرنے لگے۔

محمد بن قاسم کو دارالخلافہ کا پروانہ ملنا ¹

دوسرے دن جب رات کے سیاہ پردے سے ستاروں کا بادشاہ ظاہر ہوا، تب ایک شتر سوار دارالخلافہ کا پروانہ لے کر حاضر ہوا۔ ² محمد بن علی اور ابوالحسن مدائنی نے اس طرح روایت کی ہے کہ: راجہ داہر کے قتل ہونے کے موقع پر اس کی حرم سرا میں سے اس کی دو کنواری بیٹیاں گرفتار ہو کر آئیں تھیں جنہیں جشی غلاموں کے ساتھ محمد بن قاسم نے دارالخلافہ بغداد بھیج دیا تھا۔ [جب وہ وہاں پہنچی تو] خلیفہ وقت نے غم خواری کی خاطر انہیں حرم سرا کے حوالے کیا تاکہ دو چار دن آرام کر کے خلوت کے لائق ہوں۔ پھر چند دن بعد خلیفہ کے دل مبارک میں ان کا خیال آیا اور رات کے وقت دونوں کو حاضر ہونے کا حکم دیا۔ [جب وہ حاضر ہوئیں تو] خلیفہ ولید بن عبدالملک نے ترجمان کو حکم دیا کہ معلوم کرے ان میں بڑی کون ہے تاکہ اسے روک لیا جائے اور اس کی چھوٹی بہن کو کسی دوسرے موقع پر بلایا جائے۔ خدنگار ترجمان نے ان سے نام پوچھا۔ بڑی نے کہا کہ میرا نام ”سریا دیو“ اور چھوٹی نے کہا کہ میرا نام ”پرل دیو“ ہے۔ [اس پر اس نے] بڑی کو بلا کر چھوٹی کے متعلق اشارہ کیا کہ اسے لے جاؤ اور اس کی حفاظت

1. اس عنوان سے لے کر کتاب کے خاتمے تک جملہ حالات صرف افسانوی نوعیت کے ہیں جن کے لئے کوئی بھی تاریخی سند موجود نہیں۔ (ن-ب)

2- 2۔ یہ جملہ فارسی ایلیٹن کے مطابق ہے، جس کا مدار غالباً نسخہ (پ) پر ہے۔ (ن) میں محمد بن علی ابوالحسن ہمدانی (م) (ب) (ج) (س) (ک) میں بھی ”مدائنی“ کی بجائے ”ہمدانی“ ہے۔ (ن-ب)

فتح نامہ سندھ عرف پنج نامہ

کرو۔ اس کے بعد جوں ہی بڑی کو بٹھا کر اس کا منہ کھولا گیا، خلیفہ دیکھتے ہی اس کے حسن و جمال پر مفتون ہو گیا، اس کی ظالم اداؤں نے خلیفہ کے دل سے اس کا صبر چھین لیا اور از خود رفتہ ہو کر اس نے ہاتھ ڈال کر ”سریا دیو“ کو اپنی طرف کھینچا لیکن وہ [تملکار] اٹھ کھڑی ہوئی اور کہنے لگی: ”بادشاہ، قائم رہے! یہ کنیز بادشاہ کے خلوت کے قابل نہیں ہو سکتی، کیونکہ امیر عادل عماد الدین محمد بن قاسم نے پہلے ہمیں تین دن تک اپنے پاس رکھنے کے بعد پھر خلیفہ کی خدمت میں بھیجا ہے۔ کیا تمہارا یہی دستور ہے؟ یہ خواری بادشاہوں کے لئے جائز نہیں ہے۔“ خلیفہ پر اس وقت عشق بہت غالب ہو چکا تھا اور صبر کی مہار اس کے ہاتھوں سے چھوٹ چکی تھی، غیرت کی وجہ سے اسے تحقیق اور تصدیق کا ہوش نہ رہا فوراً ہی کاغذ اور قلم منگا کر اپنے ہاتھ سے اس نے پروانہ لکھا کہ: ”محمد بن قاسم جہاں بھی پہنچا ہو، اس پر لازم ہے کہ خود کو کچی کھال میں بند کر کے دارالخلافہ کو واپس ہو۔“

محمد بن قاسم کا اودھاپور¹ پہنچنا اور دارالخلافہ کے

پروانے کا موصول ہونا

جب اودھاپور کے شہر میں محمد بن قاسم کو یہ فرمان موصول ہوا تو اس کے کہنے پر اسے کچی کھال میں لپیٹ کر اور صندوق میں رکھ کر [دارالخلافہ] لے جایا گیا۔ [راہ میں] محمد بن قاسم نے اپنی جان خدائے پاک کے حوالے کی اور امراء جن مقامات پر کہ ان کا تقرر ہوا تھا، قائم رہے۔ [لوگوں نے] محمد بن قاسم کو خلیفہ وقت کی خدمت میں پیش کرنے کے لئے صندوق میں بند کر کے حاضر کیا اور دربان خاص سے کہا کہ ولید بن ہرالملک بن مروان کو اطلاع کر کہ ہم محمد بن قاسم ثقفی [244] کو لے آئے ہیں۔ خلیفہ نے دریافت کیا کہ ”زندہ ہے یا مردہ؟“ انہوں نے کہا: ”خدا خلیفہ کی عمر اور عزت کو دائمی بقا عطا کرے! جب شہر اودھاپور میں فرمان ملا تب حکم کے مطابق [محمد بن قاسم نے] فوراً خود کو کچے چمڑے میں بند کر لیا اور دو دن بعد [راہ میں] جان جان آفرین خدائے پاک کے حوالے کر کے دارالبقا کو رحلت کر گیا۔ امیروں اور بادشاہوں کو جن جن مقامات پر مقرر کیا گیا تھا وہ ان ولایتوں پر [بدستور] قابض ہیں اور [انہوں نے] منبروں پر خلیفہ کے القاب کے ساتھ خطبے جاری کئے ہیں اور اپنی حکومت کی نگہداشت میں کوشاں ہیں۔“

1. (ک) میں ”اودھاپور“ (ن) میں ”اودھاپور“ اور (ر) (م) میں ”اودھاپور“ ہے۔

خلیفہ کا صندوق کھولنا

اس کے بعد خلیفہ نے صندوق کا پٹ کھول کر اس پردہ نشین عورت کو حاضر کرنے کا حکم دیا۔ [اس وقت] مورد¹ کی ایک سبز چھڑی خلیفہ کے ہاتھ میں تھی جسے وہ اس کے [محمد بن قاسم کے] دانتوں پر پھیرتے ہوئے کہہ رہا تھا کہ: ”اے راجہ کی بیٹیو! دیکھو ہمارا حکم اپنے ماتحتوں پر اس طرح جاری ہے۔ اس لئے کہ سب منتظر اور مطیع رہتے ہیں۔ جیسے ہی ہمارا یہ فرمان اسے قنوج میں ملا، ویسے ہی ہمارے حکم پر اس نے اپنی پیاری جان قربان کر دی۔“

داہر کی بیٹی چنگی کی خلیفہ ولید بن عبد الملک سے گفتگو

اس پر پردہ نشین چنگی نے چہرے سے نقاب اٹھا کر اور زمین پر سجدہ کر کے کہا: خدا کرے کہ خلیفہ اپنے روز افزوں بخت اور اعلیٰ نظام کے ساتھ سالہا سال تک قائم رہے! دانا بادشاہ وقت پر واجب ہے کہ جو کچھ بھی دوست یا دشمن سے سنے [245] اسے عقل کی کسوٹی پر پرکھے اور دل کے فیصلوں سے [اس کا] موازنہ کرے۔ پھر جب وہ درست اور بے شبہ ثابت ہو تب انصاف کے جادے پر قائم رہ کر حکم فرمائے تاکہ غضب خداوندی میں گرفتار اور لوگوں کے طغیوں کا شکار نہ ہو۔ حضور کا حکم تو بے شک جاری ہے لیکن دل مبارک سمجھ سے یکسر خالی ہے۔ پاکدامنی کے اعتبار سے محمد بن قاسم ہمارے لئے باپ اور بھائی جیسا تھا اور ہم کینروں پر اس نے کوئی دست درازی نہیں کی۔ لیکن چونکہ اُس نے ہند اور سندھ کے بادشاہ کو برباد کر کے ہمارے باپ داداؤں کی بادشاہت کو ویران اور ضائع کیا ہے اور ہمیں بادشاہت سے [گرا کر] غلامی کے درجے پر پہنچایا ہے اس وجہ سے انتقام اس سے مناسب بدلہ دینے اور برباد اور دفع کرنے کے لئے ہم نے خلیفہ کے سامنے جھوٹ بولا تھا۔ ہمارا مقصد پورا ہوا اور اس جھوٹ اور فریب کے ذریعے ہمیں یہ انتقام حاصل ہوا اور خلیفہ نے حکم قطعی جاری کیا۔ اگر خلیفہ کی عقل پر شہوت کا پردہ نہ پڑ جاتا اور [پہلے] تحقیق کرنا واجب سمجھتا تو اس پشیمانی اور ملامت سے ملوث نہ ہوتا اور اگر محمد بن قاسم کی بھی عقل و ہمت یاوری کرتی تو ایک دن کی باقی ماندہ مسافت تک چل کر آتا اور پھر وہاں خود کو چڑے میں بند کراتا۔ چنانچہ جب تحقیق ہوتی تو آزاد ہو جاتا اور [یوں] برباد نہ ہوتا۔“ [یہ سن کر] خلیفہ کو [سخت] صدمہ ہوا اور شدتِ افسوس میں ہتھیلیوں کی پشت کو کاٹنے لگا۔

1. اصل عبارت ”شاخ مورد سبز“ ہے۔ مورد ایک ایسا پودا ہے کہ جس کے پھول سفید، پتیاں چمکدار اور ٹہنیاں ہمیشہ سبز اور خوشبودار رہتی ہیں۔ انگریزی میں اسے ”Myrtle“ اور یونانی میں ”Murtus“ کہتے ہیں۔ (ن۔ب)

فتح نامہ سندھ عرف چچ نامہ

چنگی کی دوبارہ گفتگو

پردہ نشین چنگی نے جب خلیفہ کی طرف نگاہ کی تو دیکھا کہ خلیفہ کا غضب انتہا پر ہے۔ چنانچہ اس نے دوبارہ زبان کھولی اور کہا کہ بادشاہ نے سخت غلطی کی ہے کہ دو کینروں کی خاطر ایسے شخص کو ہلاک کیا ہے کہ جس نے ہم جیسی لاکھوں پردہ نشینوں کو قید کیا [246] ہندو سندھ کے ستر بادشاہوں کو تخت سے تختے پر لٹایا، بت خانوں کی جگہ پر مسجدیں اور منبر تعمیر کرائے اور مینار بنوائے۔ اگر اس سے کچھ بے ادبی یا غیر پسندیدہ حرکت سرزد بھی ہوگئی ہوتی تب بھی ایک خود غرض انسان کے کہنے پر محمد بن قاسم کو ہلاک نہ کرنا چاہئے تھا۔“ اس پر خلیفہ نے غضبناک ہو کر حکم دیا اور دونوں بہنوں کو دیوار میں چن دیا گیا۔

جب سے لے کر آج تک پرچم اسلام روز بروز سر بلند اور ترقی پتی پذیر ہے۔

دعا

اللہ تعالیٰ جلت قدرتہ و تقدست اسماء اسلام کے گذرے ہوئے بادشاہوں کو ہمیشہ غریقِ رحمت رکھے اور شاہانِ وقت کو جو کہ اس زمانے کا قوام اور وقت کے نظام ہیں، انسانی دور کے ختم ہونے تک، تختِ مملکت پر دائم اور قائم رکھے اور ان کی ہیبت سے پرچم اسلام کو حوادث کی صعوبتوں اور اچانک آنفوں سے محفوظ رکھے۔ بعونہ و توفیقہ۔

1. مخلص کتاب: منہاج الدین والملک، الحضرة

الصدر الاجل العالم عین الملک:

اس کے بعد یہ کتاب کہ جس کا لقب ”منہاج الدین والملک الحضرة الصدر الاجل العالم عین الملک“ ہے اور جو کہ ہندو سندھ کی فتوحات کے متعلق عرب کے عالموں اور ادیب حکیموں کی تصنیف ہے [247] اور فکر کی صنعتوں اور فطرت کے عجائبات نیز عقل، فضیلت، دل اور ضمیر کے غرائب سے آراستہ ہے۔ جو دوستوں کے دل اور زندگی اور انسانوں یا جنوں کے لئے باغ و

1-1۔ یہ عبارت نسخہ (ن) میں ہو، بعنوان کے طور پر دی گئی ہے۔ سوائے اس کے کہ ہم نے اعراب کا اضافہ کیا ہے اور ”سما الدین“ کی جگہ ”منہاج الدین“ دیا ہے اور کوئی ترمیم نہیں کی۔ دوسرے نسخوں میں بھی ”منہاج الدین“ کی جگہ پر ”سما الدین“ ہے۔ (دیکھئے فارسی ایڈیشن ص ۲۳۷) مگر چونکہ عنوان کے نیچے دوبارہ کتاب کے دیئے ہوئے لقب میں ”منہاج الدین“ ہے، اس لئے ہم نے عنوان میں بھی ”سما الدین“ کی جگہ پر ”منہاج الدین“ رکھا ہے۔ مزید وضاحت کے لئے دیکھئے آخر میں حاشیہ ص [247] (ن-ب)

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

بہار ہے۔ اہل عرب کی دانائی کی تعریف، بیان کی حد سے باہر اور لشکر کی مردانگی کی توصیف شمار سے زائد ہے۔ اس کی بنیاد حکومت کے قاعدوں کے تائیس اور سیاست کی گرہوں کو مضبوط کرنے کے لئے رکھی گئی ہے۔ جس کے ضمن میں دین اور دولت کی نصیحتوں اور ملک و ملت کے طریقوں کی ضمانتیں ہیں۔ حالانکہ زبان تازی اور لہجہ حجازی میں اس کا بڑا مرتبہ تھا اور شاہان عرب کو اس کے مطالعہ کا بڑا شوق اور اس پر بے حد فخر تھا، لیکن چونکہ پردہ حجازی میں تھی اور پہلوی زبان کی تزئین اور آرائش سے عاری تھی اسی وجہ سے عجم میں رائج نہ ہو سکی۔ اہل فارس کے کسی آرائش کرنے والے نے اس فتح نامہ کی عروس کو نہ سنگارا اور زبان و عدل کے نگار خانے اور حکمتوں کے بچے میں سے اسے کوئی لباس نہ پہنایا۔ نہ عقل کے خزانے سے اسے کوئی زیور پہنایا اور نہ میدان فصاحت اور گلزار بلاغت سے کسی شہسوار نے اس میدان میں گھوڑا دوڑایا۔ لیکن جب زمانے کے سخت حادثوں نے اس شکستہ [حال مصنف] کی جانب [رخ کیا] اور دنیا کی سختیوں اور حادثات کی صعوبتوں نے سینے کے سفینے میں ڈیرہ جمایا، ہر قسم کی پریشانیاں موجود اور دلداری کے سارے ذرائع مفقود ہو گئے، اور ہر طرح کے خطرات اور دغا کے اسباب دکھائی دے رہے تھے تب اسی حالت میں بندے کے نامکمل ذہن نے یہ کتاب مکمل کی۔ والحمد للہ رب العالمین [248]۔

تشریحات و توضیحات

اس باب میں کتاب کے کچھ خاص حوالوں کی تشریح اور بعض پیچیدگیوں کی توضیح کی گئی ہے۔ ہر تشریح کی ابتدا میں دیئے ہوئے اعداد اس ترجمے کے صفحات اور اس کے بعد بریکٹ میں دیئے ہوئے اعداد اصل فارسی ایڈیشن کے صفحات ظاہر کرتے ہیں جو کہ ہمارے ترجمے کے متن میں بھی اسی طرح دیئے گئے ہیں۔ شمس العلماء ڈاکٹر داؤد پوٹہ مرحوم کے فارسی ایڈیشن سے اخذ کردہ وضاحتوں کے آخر میں (ع-م) کے حروف، ہوڑی والا کی کتاب "Studies in Indo-Muslim History" سے لئے ہوئے حواشی اسی کے نام سے منسوب کئے گئے ہیں اور اس ترجمے کے ایڈیٹر ڈاکٹر نبی بخش خاں بلوچ کی دی ہوئی تشریحات کے آخر میں (ن-ب) کے حروف دیئے گئے ہیں۔

.....☆.....

6/52 [قباجہ السلاطین: مراد ناصر الدین قباجہ۔ لفظ "قباجہ" فارسی زبان میں "قبا" کی تصغیر ہے، یعنی جھوٹی قبا یا گرتہ۔ لیکن یہاں یہ لفظ غالباً ترکی مستعمل ہوا ہے جس کے معنی ہیں "بڑا اور عالی شان" اسی لحاظ سے "قباجہ السلاطین" کے معنی ہوں گے "سب سے بڑا بادشاہ" ناصر الدین قباجہ کے مزید حالات کے لئے دیکھئے "طبقات ناصری" صفحات 142، 144، 172 اور 174 (ع-م)

6/52 [سلطان ابوالمظفر محمد بن سام: یعنی سلطان معز الدین محمد بن سام غوری جو کہ تاریخ ہند میں شہاب الدین غوری (599-602ھ) کے نام سے مشہور ہے۔ (ع-م)

7/52 [قسیم امیر المومنین ابوالفتح قباجہ السلاطین: مراد ناصر الدین قباجہ ہے جسے ان القابوں سے یاد کیا گیا ہے۔ عوفی نے خود قاضی تنوخی کی "کتاب الفرق بعد الہدۃ" کے کئے ہوئے فارسی ترجمے کے مقدمے میں ناصر الدین قباجہ کو "ابوالفتح قباجہ السلاطین قسیم امیر المومنین" کے القاب کے ساتھ لکھا ہے۔ دیکھئے مقدمہ جوامع الحکایات مطبوعہ لندن 1939ء ص 15 (ن-ب)

غوری بادشاہ "قسیم امیر المومنین" کے لقب سے پکارے جاتے تھے اور غوری غلام بھی کہ جنہوں نے ایک مدت تک ہندوستان میں حکومت کی، اسی لقب سے پکارے جاتے تھے۔ ناصر

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

الدین قباچہ بھی سلطان معز الدین محمد بن سام غوری کے غلاموں میں سے ایک تھا اور سلطان قطب الدین ایک کی دو بیٹیوں کو یکے بعد دیگر نکاح میں لایا تھا۔ چنانچہ فتحنامہ کے مصنف نے بھی اسے اسی لقب کے ساتھ لکھا ہے۔ غوری بادشاہوں کو یہ لقب کیوں دیا گیا، اس کے لئے دیکھیے ”طبقاتِ ناصری“ ص 37-38 (ع-م)

54/9] امیر عماد الدولۃ والدین: فتحنامہ کے اس صفحہ نیز آئندہ صفحات پر محمد بن قاسم کو ”عماد الدین“ کے لقب سے یاد کیا گیا ہے جو کہ فارسی میں فتحنامہ کے مترجم علی کوئی کی طرف سے اضافہ معلوم ہوتا ہے اور جسے فرشتہ (برگس 403/4) نے بھی استعمال کیا ہے۔ فارسی مترجم نے دوسری جگہ ص 127 فتحنامہ میں محمد بن قاسم کو ”کریم الدین“ بھی لکھا ہے۔ غالباً مترجم کے زمانے میں ایسے القاب کا عام رواج تھا۔ جس سے متاثر ہو کر اس نے محمد بن قاسم کے لئے اپنی طرف سے یہ لقب استعمال کیا۔ ورنہ درحقیقت محمد بن قاسم کے زمانے [پہلی صدی ہجری کے اواخر] میں ایسے القاب ناپید تھے اور کسی بھی عربی تاریخ میں محمد بن قاسم کے لئے ایسے القاب استعمال نہیں کئے گئے، البتہ عربی رواج کے مطابق محمد بن قاسم کی ایک خاص کنیت ”ابوالہبار“ تھی۔ عربی لغت ”تاج العروس“ کا مصنف، مشہور عرب عالم مرزبانی کے حوالے سے لکھتا ہے کہ: محمد بن قاسم کو ”ہبار“ نامی ایک پودے سے خاص لگاؤ تھا جس کی وجہ سے وہ ”ابوالہبار“ کی کنیت سے پکارا جانے لگا۔ تاج کا مصنف، الجوہری کے حوالے سے مزید لکھتا ہے کہ ”ہبار“ ایک پودا ہے جو بہار کے موسم میں اُگتا ہے۔ عرب اسے العراء، العرارة، عین البقر اور بہار البر کے ناموں سے پکارتے ہیں۔ (۱-ھ) محمد بن قاسم کی کنیت کے بارے میں تاج العروس کا یہ حوالہ بڑا قیمتی اور نایاب ہے، جس کی بنا پر فارسی مترجم کے اختیار کئے ہوئے القاب ”عماد الدین“ اور ”کریم الدین“ کی تردید بھی ہوتی ہے اور محققین و مورخین کے لئے محمد بن قاسم کے صحیح نام ”ابوالہبار محمد بن القاسم ثقفی“ کی تصدیق بھی۔ (ن-ب)

54/9] اردو: ہم اس صفحے کے متن کے حاشیے میں یہ بتا چکے ہیں کہ فتحنامہ اور قدیم نسخہ (پ) کا تلفظ ”ارور“ ہے اور باقی دوسرے سارے نسخوں کا ”الور“ ہے۔ بلاذری (فتوح البلدان، مطبوعہ یورپ ص 41-43، 445) یعقوبی (مطبوعہ یورپ 346/2)، ابن الاثیر (مطبوعہ مصر ص 258/4، 282) ابن حوقل (مطبوعہ یورپ ص 230) اور یاقوت [معجم البلدان (الرد) 1] وغیرہم عرب مورخوں اور جغرافیہ دانوں نے اس شہر کا نام ”الرد“ لکھا ہے، جس کے شروع کا ”ال“ غالباً معرفہ کا ہے۔ گمانِ غالب ہے کہ قبل از اسلام اس مقام کا نام ”رود“ تھا، جس کے معنی نہر یا دریا کے ہیں۔ حمزہ اصفہانی کا قول نقل کرتے ہوئے یاقوت لکھتا ہے کہ دریائے سندھ کا

فتح نامہ سندھ عرف پنج نامہ

قدیم ایرانی نام ”مہران رود“ تھا۔ [معجم البلدان (مہران)]۔ چونکہ اس کے قریب دریائے مہران دو شاخوں میں بنا ہوا تھا، اس لئے یا شاید ان دونوں شاخوں میں سے مشرقی شاخ کی نسبت سے ہی اس مقام کا نام رود یا نہر پڑ گیا۔ محبت اللہ بکھری اپنی ایک مختصر تاریخ (قلمی تصنیف) کے دوسرے باب ”در تفصیل امصار و بلاد و حصار و قصبات سندھ و وجہ تسمیہ ولخت آٹھا“ میں لکھتا ہے کہ: کسریٰ نوشیروان کے عہد میں اس شہر کو ایک تاجر مسلم ”مہماس بن اردخ بن ہیلان ارمنی“ نے آباد کیا تھا۔ یہ روایت بھی اس شہر کی بنیاد کو ایرانی عہد اقتدار سے وابستہ کرتی ہے اور اسی لحاظ سے اس شہر کا ابتدائی فارسی الاصل نام ”رود“ کسی قدر قرین قیاس معلوم ہوتا ہے جو غالباً مقامی لہجہ کے مطابق بدل کر ”رور“ ہوا۔ عربوں نے اسے ”الرور“ کہا جس کے تلفظ مقامی لہجہ کے اعتبار سے دو ہوئے۔ ”ارور“ (عربی اصول کے مطابق ”ل“ کے حذف سے) اور ”الور“ (بے قاعدہ ”ل“ کو قائم رکھنے اور ”ر“ کے حذف کر دینے سے)۔ یہ دونوں تلفظ کم و بیش ان آخری ایام تک رائج رہے۔ تعجب ہے کہ سندھی مورخوں مثلاً میر معصوم اور میر علی شیر قانع وغیرہ نے ”الور“ کا تلفظ اختیار کیا ہے، حالانکہ ”ارور“ نسبتاً زیادہ صحیح ہے۔ محقق بیرونی کتاب الہند (متن ص 100، انگریزی ترجمہ 250/1) میں اس شہر کا نام واضح طور پر ”ارور“ لکھتا ہے اور آج تک سندھ کے لوگ بھی اسی تلفظ کے مناسبت سے اس شہر کو ”ارور“ کہتے ہیں۔ اس قدیمی شہر کے آثار روہڑی سے تقریباً تین میل جنوب مشرق کی طرف ”مشرقی نارے“ کے سابقہ پیٹے کے مغرب اور موجودہ ”نہیں واہ“ (نئی نہر) کے شمال میں ٹکڑے پر موجود ہیں اور جہاں آج تک ”ارور“ نام کا گاؤں آباد ہے۔ ٹکڑے کے چنی شمال مغرب کی سمت دریا کے قدیمی بہاؤ کا پینا صاف طور پر دکھائی دیتا ہے۔ یہ شہر قبل از اسلام رائے خاندان اور برہمن خاندان کے عہد سے لے کر عربوں کے عہد حکومت کے اوائل تقریباً سنہ 125ھ تک سندھ کا پایہ تخت رہا جس کے بعد منصورہ دارالحکومت بنا۔ (ن۔ب)

9/54 [بکھر: شہر بکھر کا یہ حوالہ تقریباً 613ھ کا ہے جبکہ فتحنامہ کا مولف علی کوئی، عربی تاریخ کا مواد فراہم کرنے کے لئے ”اُج“ سے روانہ ہو کر ارور اور بکھر آیا۔ اُس وقت تک وہاں کے امام عربوں کے ثقفی خاندان میں سے تھے، جو غالباً محمد بن قاسم کی فتوحات کے وقت سے وہاں آباد تھے۔ اس کے یہ معنی ہوئے کہ ”ارور“ کے ساتھ ”بکھر“ کا قدیم شہر بھی محمد بن قاسم کے وقت میں موجود تھا۔ محمد بن قاسم کی فتوحات کے سلسلے میں مورخ بلاذری (فتوح البلدان، مطبوعہ یورپ ص 440-441) نے بھی دو شہروں کے نام ”الرور و بغروز“ ساتھ ساتھ استعمال کئے ہیں جن سے ”ارور اور بکھر“ ہی سمجھے جانے چاہئیں۔ (ن۔ب)

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

11/55 | شرف الملک رضی الدولہ والدین: متن کی عبارت سے ظاہر ہے کہ وزیر شرف الملک رضی الدین، فتحنامہ کے مولف علی کوئی کا مربی تھا۔ آگے چل کر صفحہ 54 پر بیان کیا ہے کہ وہ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کی اولاد میں سے تھا اور اس کے بیٹے وزیر عین الملک کے دینے ہوئے پورے نام سے یہ ثابت ہے کہ اس کا نام ابوبکر تھا۔ ”نور اللہ مضجعہ وطیب ثراہ“ کے دعائیہ فقرے سے ظاہر ہے کہ فتحنامہ کے انتساب کے وقت (613ھ) میں وزیر شرف الملک فوت ہو چکا تھا۔ (ن-ب)

شرف الملک رضی الدین ابوبکر، ناصر الدین قباچہ (602-625ھ) کا وزیر تھا۔ مصنف عونی نے اپنی تاریخ ”لباب الالباب“ میں اس کی مدح میں مندرجہ ذیل رباعی قلم بند کی ہے:

اے صدر بحر ملک نجم چوں تو نیافت
شہ صاحب فرخندہ قدم چوں تو نیافت

بسیار گشت روز و شب دست بدست
تغ و قلم و عدل و کرم چوں تو نیافت
(ع-م)

12/56 | عین الملک..... حسن بن ابوبکر الاشعری: پورا نام اس طرح ہے ”عین الملک فخر الدولہ والدین، نظام الاقالیم، جلال الوزرا، حسین بن ابی بکر بن محمد الاشعری۔“ یہ وزیر عین الملک فخر الدین حسین، مذکورہ بالا وزیر شرف الملک رضی الدین ابوبکر کا بیٹا ہے اور علی کوئی نے فتحنامہ اس سے منسوب کیا ہے۔ غالباً وزیر شرف الملک کی وفات کے بعد ہی عین الملک، ناصر الدین قباچہ کا وزیر ہوا۔ وہ عالموں کا بڑا قدردان اور مربی تھا اور اسی کے عہد وزارت میں ہی مصنف عونی نے اپنی کتاب ”لباب الالباب“ (18-617ھ/1222ء) شہر آج میں مکمل کر کے اس کے نام منسوب کی۔ دیکھئے مقدمہ جوامع الحکایات لندن 1929ء ص 12۔ (ن-ب)

سنہ 625ھ میں جب آتش کے وزیر نظام الملک جنیدی نے سندھ میں آکر ناصر الدین قباچہ کو قلعہ بکھر میں محصور کیا اور قباچہ نے ذلت کی موت سے بچنے کے لئے مہران میں کود کر خودکشی کر لی تب اس کے بانی ماندہ ملازم جن میں وزیر عین الملک، اس کا بھائی بہاء الدین حسن ”لباب الالباب“ کا مصنف عونی اور ”طبقات ناصری“ کا مصنف منہاج سراج بھی شامل تھے، آتش کی خدمت میں چلے گئے۔ (ع-م)

اسی سال (سنہ 625ھ) سلطان آتش نے اپنے بیٹے شہزادہ رکن الدین فیروز کو بدایون کا گورنر مقرر کیا اور عین الملک کو بھی نوازا اور اس کا دیوان یا وزیر مقرر کیا۔ دیکھئے

فتح نامہ سندھ عرف پنج نامہ

”طبقات ناصری“ ص 73-172، 82-181 اور تاریخ ایلٹ ڈاؤسن، جلد 2 صفحات 325 اور 330 (ہوڑی والا ص 80)

59/15] دہیل: اس شہر کی قدامت کے بارے میں اختتامہ کے اس حوالے سے یہ گمان ہوتا ہے کہ رائے خاندان کے عہد (چھٹی صدی عیسوی) میں دہیل موجود تھا۔ اس شہر کے بارے میں سب سے پہلا تاریخی حوالہ بلاذری کی ”فتوح البلدان“ میں ملتا ہے جس کے مطابق 15ھ (37-636ء) میں حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں عمان کے گورنر عثمان بن ابی العاص اُتقی نے اپنے بھائیوں، مغیرہ اور حکم کی سرکردگی میں ایک لشکر سمندر کی راہ سے بھیجا تھا جس نے ہندوستان کے مغربی ساحل کی تین بندرگاہوں دہیل، بھروچ اور تھانہ پر فتوحات حاصل کی تھیں۔ اس کے بعد مسلمان جرنیلوں، عبید اللہ بن نبہان اور بدیل بن طہفہ الجلی کے دہیل پر 711ء سے قبل کے حملوں، محمد بن قاسم کی 712ء میں دہیل کی فتح اور اس کے بعد سندھ میں عربوں کے دور حکومت میں دہیل کے بارے میں مسلسل حوالے ملتے ہیں۔ عرب سیاحوں اور جغرافیہ دانوں میں مسعودی (43-942ء) اصطخری (51-950ء) ابن حوقل (68-943ء) اور آخر میں مقدسی (86-985ء) خود دہیل میں آئے اور اپنے چشم دید حالات قلم بند کئے۔ اس کے علاوہ سنے ہوئے بیانات کی بنیاد پر سفرنامہ مسعر بن مصلح (43-942ء) حدود العالم (تصنیف 982ء)، بیرونی ”کتاب الہند“ (اوائل گیارہویں صدی عیسوی)، ادریسی (51-1150ء)، سمعانی (1179-1229ء) اور یاقوت ”معجم البلدان“ (28-1224ء) میں دہیل کے بارے میں متعدد حوالات ملتے ہیں۔ ہندوستان کی اسلامی تاریخ میں بھی سلطان معز الدین محمد بن سام غوری کی فتح دہیل (83-1182ء) اور سلطان جلال الدین خوارزم شاہ کی فتح دہیل (1254ء) کے حوالے موجود ہیں۔

یہ سارے حوالے سندھ کے اس قدیمی شہر دہیل کے بارے میں ہیں کہ جس کا اس فتحنامہ میں متعدد بار ذکر آیا ہے اور جسے محمد بن قاسم نے فتح کیا۔ انہیں وجوہ کی بنا پر تاریخ کی روشنی میں کافی وثوق کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ تقریباً چھٹی صدی عیسوی سے لے کر تیرہویں صدی عیسوی کے نصف (1254ء) تک دہیل بندر بہتر یا زبوں حالت میں قائم رہا۔¹ گمان غالب ہے کہ

1. سنہ 1951ء میں، کراچی کی مجلس علیہ کے ایک اجلاس میں دہیل کے محل وقوع کے موضوع پر راقم الحروف نے ایک مقالہ پڑھا تھا۔ اس موقع پر پطرس العلماء ڈاکٹر داؤد پوٹہ مرحوم نے راقم الحروف کی توجہ سیولٹی کی کتاب ”تاریخ اٹلٹا“ میں دہیل کی جابہی کے بارے میں ایک حوالے کی طرف مبذول کرائی، جس کے مطابق دہیل سنہ 280ء میں ایک خوفناک زلزلے میں تباہ ہوا تھا۔ راقم الحروف نے اس حوالے کو مقالہ میں تو داخل کیا، لیکن اسے ضعیف اور غیر معتبر قرار دیا اور اس پر تنقید کی۔ (دیکھیے ”دہیل کا ممکن محل وقوع“ کے عنوان سے میرا انگریزی مقالہ مطبوعہ ”اسلامک کلچر“ (باتی اگلے صفحہ پر)

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

دسویں صدی عیسوی میں عربوں کی حکومت کے زوال کے ساتھ ان کی طاقت کے مرکز دہلی کی اہمیت اور حفاظت بھی کم ہونے لگی۔ دوسری طرف مقامی حالات کی تبدیلی اور دریائے سندھ کے مدخل کی شاخوں کے تغیر و تبدل کے سبب، دریا کی ایک شاخ پر ایک نئی بندرگاہ کے لئے سازگار ماحول پیدا ہو گیا جس کا نام ”لوہارانی“ پڑ گیا۔ گیارہویں صدی عیسوی کی ابتدا میں محقق بیرونی ”دہلی“ کے ساتھ اس نئی بندرگاہ ”لوہارانی“ کا بھی ذکر کرتا ہے۔ غالباً اس نئی بندرگاہ کی سہولت نے ”دہلی“ کی اہمیت کو رفتہ رفتہ ختم کر دیا اور آئندہ دو صدیوں میں دہلی بالکل ویران ہو گیا۔ چنانچہ سن 1334ء میں جب ابن بطوطہ دریائے سندھ کی راہ سے نیچے سمندر کی طرف گیا تو اس نے ”لاہری بندر“ ہی کو اوج پر دیکھا، البتہ اس نئی بندرگاہ سے 6-7 میل دور اس نے ایک ویران شہر کے کھنڈرات بھی دیکھے تھے جو کہ شاید قدیمی دہلی کے تھے۔

بہر حال تقریباً چھ سو برس تک دہلی سندھ کا ایک مشہور بندر رہا اور اسی وجہ سے اس مدت میں سندھ کی سیاسی اور اقتصادی تاریخ گویا دہلی سے وابستہ تھی۔ حالانکہ دہلی بندر اجڑ گیا تھا لیکن اہل سندھ نے اس نئی بندرگاہ کو بھی دہلی کے نام سے پکارا، کیونکہ گذشتہ چھ سو برس کے اندر ”بندر“ اور ”دہلی“ لازم و ملزوم ہو چکے تھے۔ بعد کے زمانے کی تاریخ اس رواجی صداقت کی تصدیق کرتی ہے کہ سولہویں صدی عیسوی میں پرتگیزیوں نے اسی ”لاہری بندر“ کو ”لاہوری بندر“ ”دیوکل“ اور ”دیوسکند“ کے ناموں سے لکھا ہے اور اس کے بعد انگریزوں نے بھی اسے ”سٹی دیوکل“ اور ”لاڑی بندر“ کے نام سے پکارا۔ اسی دور میں ٹھٹھہ نے بھی ایک دریائی بندرگاہ کی اہمیت حاصل کر لی تھی اور اسے بھی ”دہلی“ کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ چنانچہ ابوالفضل نے ”آئین اکبری“ میں ٹھٹھہ کو ”دہلی“ لکھا ہے اور اسی وقت میر معصوم بھی یہی لکھتا ہے کہ اس کے زمانے میں ”لاہری بندر“ اور ”ٹھٹھہ“ دونوں کو ”دیو بندر“ کہا جاتا تھا (تاریخ معصومی فارسی ص 6) چونکہ

(گذشتہ سے پیوستہ)

حیدر آباد دکن ماہ جولائی 1952ء ص 37) اس کے بعد مزید تحقیق سے معلوم ہوا کہ درحقیقت سیوٹی کی ”تاریخ الخلفاء“ (”طبع منیریہ مصر، 1351ھ) غالباً کسی غلط فہمی نے کے مطابق طبع ہوئی، جس میں شہر ”اردیل“ کی جگہ ”دہلی“ طبع ہو گیا ہے۔ اس کی دلیل قاطع یہ ہے کہ سیوٹی نے زلزلوں پر ایک خاص کتاب ”كشف الصلصلة عن وصف الزلزلة“ کے نام سے لکھی ہے، جس کا لب لباب فاضل مستشرق اے۔ سپرینگر (A. Sprenger) نے اپنے انگریزی ترجمے میں دیا ہے جو کہ ایشیاک سوسائٹی آف بنگال کے جرنل سال 1843ء میں صفحات 49-74 پر شائع ہو چکا ہے۔ اس ترجمے کے ص 743 پر واضح طور پر درج ہے کہ سنہ 280ء والا زلزلہ ”اردیل“ میں آیا تھا جس کا ”دہلی“ سے کوئی تعلق نہیں۔“

(ن-ب)

1. تصدیق کے لئے دیکھئے ہیک (Haig) کی کتاب ”The Indus Delta Country“ مطبوعہ لندن 1894ء

ص 46، 64 اور 79۔

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

قدیم زمانے سے ”لاہری بندر“ کا نام بھی ”دہیل“ پڑ چکا تھا، اسی وجہ سے ہمارے بعد کے مورخ میر علی شیر قانع نے ”لاہری بندر“ کو ”پرانا دہیل“ سمجھا (تحفۃ الکرام 54/3-253) اسی طرح ”پیر پٹھا“ کو جو کہ بگھاڑ شاخ پر ایک بندرگاہ تھی اسے بھی مقامی طور پر دہیل کہا گیا، جیسے کہ میر علی شیر قانع نے تحفۃ الکرام (247/3, 252) میں وہاں کے مدون بزرگ شیخ حسین عرف ”پیر پٹھا“ کو ”دہیلی“ لکھا ہے۔

مذکورہ توضیح سے یہ معلوم ہو گیا کہ حالانکہ اصل ”دہیل“ کہ جسے محمد بن قاسم نے فتح کیا تھا وہ انقلابِ زمانہ سے برباد ہو گیا تھا تاہم یادگار کے طور پر اس کا نام چلتا رہا اور لوہارانی یا لاہری یا لاہوری بندر اور ٹھٹھہ دونوں دہیل کہے جانے لگے تھے، اسی وجہ سے ان دونوں میں سے کسی بھی ایک کو اصلی یا قدیم دہیل بندر سمجھنا غلط ہوگا۔ محقق بیرونی کہ جس نے سب سے پہلے ”لوہارانی بندر“ کا ذکر کیا ہے اس نے صاف طور پر لکھا ہے کہ دہیل ایک ساحلی بندرگاہ تھی اور لوہارانی اس سے علحدہ مشرق کی طرف دریائے سندھ کی ایک شاخ کا بندر تھا (کتاب الہند، عربی متن ص 102) ٹھٹھہ کی تو بنیاد ہی بہت بعد میں سومروں کے دور کے اواخر اور سموس کے دور کے اوائل میں تقریباً 37-1333ء میں پڑی۔ اسی وجہ سے پانچر اور کیگھام کا ”لاہری بندر“ کو اصلی دہیل بندر سمجھنا یا رچرڈ برٹن، کیپٹن مکمرڈو، ڈلاروشی، رینیل، ڈبلیو ہمنٹن (بلکہ پانچر اور برٹس کا ان کی دوسری رائے کے مطابق) اور آخر میں ہینری کرنس کا ٹھٹھہ کو قدیم دہیل سے تعبیر کرنا بظاہر بھی غلط ہے۔ ایلینٹ، کراچی کو دہیل قرار دیتا ہے جو کہ صحیح نہیں ہے کیونکہ 1725ء سے پہلے کراچی کا کوئی وجود ہی نہیں تھا اور بندرگاہ کی حیثیت سے کراچی پہلے پہل سنہ 1729ء میں استعمال ہوا۔ میجر راورٹی، عرب مورخوں اور جغرافیہ دانوں کے حوالوں کو نظر انداز کرتے ہوئے صرف کیپٹن نیو پورٹ کے بیان (سنہ 1666ء) کی بنیاد پر جس میں ”پیر پٹھا“ کو دہیل کہا گیا ہے۔ ”پیر پٹھا“ کو دہیل قرار دیتا ہے۔ جس کے متعلق ہم پہلے ہی معلوم کر چکے ہیں کہ دہیل کے زوال کے بعد جس طرح لاہری بندر کو دہیل کہا گیا تھا اس طرح ”پیر پٹھا“ کو بھی دہیل پکارا گیا تھا۔

دہیل کی جگہ متعین کرنے کے لئے ضروری ہے کہ اس وقت کے عرب مورخوں اور جغرافیہ دانوں میں سے بعض کی پختہ دلیلوں کا سہارا لیا جائے، کیونکہ مشکوک اور وضاحت طلب حوالے کسی بھی خاطر خواہ نتیجہ پر نہ پہنچائیں گے۔ مثلاً عرب جغرافیہ دانوں نے دہیل کا طول البلد اور عرض البلد بیان کیا ہے مگر وہ خود وضاحت طلب ہے۔ اول تو ہر ایک مصنف نے طول و عرض کے مختلف درجے دیئے ہیں اور دوسرے یقین کے ساتھ نہیں کہا جاسکتا کہ ان میں سے ہر ایک

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

نے طول البلد کا شمار کس مقام سے کیا ہے۔ اسی طرح عرب جغرافیہ نویسوں نے دہیل کے فاصلے بھی تحریر کئے ہیں لیکن یہ سب بھی تشریح طلب ہیں یعنی اول تو جن شہروں سے دہیل کے فاصلے دیئے گئے ہیں خود ان شہروں کا مقام نامعلوم ہے، دوسرے یہ فاصلے دنوں کی مسافت یا منزلوں، مرحلوں کے اعداد یا فرسخوں اور میلوں میں دیئے گئے ہیں لیکن کیا کہا جاسکتا ہے کہ ایک دن کی مسافت سے کتنا فاصلہ سمجھنا چاہئے یا اس وقت کے رائج فرسخوں یا میلوں سے کتنا فاصلہ تصور کیا جائے۔ ان مشکوک اندازوں کا نتیجہ یہ ہے کہ دو محققوں الیٹ اور ہیگ نے دہیل کو متعین کرنے کے لئے اپنے دلائل کا مدار عرب مورخوں کے دیئے ہوئے فاصلوں پر رکھا ہے، لیکن اس کے باوجود الیٹ کراچی کو دہیل قرار دیتا ہے اور ہیگ نے کراچی سے تقریباً 50 میل جنوب مشرق کی طرف ”نکڑ بکیرا“ یا ”بیک پھکیو“ (ٹھٹھہ سے تقریباً 20 میل جنوب مغرب کی طرف) کے مہار کھنڈرات کو دہیل قرار دیا ہے۔

ہمارے خیال میں دہیل کا محل وقوع متعین کرنے میں پہلا حل طلب اصولی سوال یہ ہے کہ آیا دہیل مہران کے کنارے پر یا اس کی کسی شاخ کے پہلو میں یا ساحل بحر پر اور یا سمندر کی کسی خلیج کے دامن میں واقع تھا؟ اس سلسلے میں یہ حوالے قابل غور ہیں کہ بقول ابن خردادبہ، دہیل مہران کے کنارے پر نہیں بلکہ اس کے مدخل سے دو فرسنگ دور تھا، اصطخری واضح طور پر بیان کرتا ہے کہ دہیل مہران کے مغرب کے طرف ساحل سمندر پر واقع تھا۔ مسعودی کہتا ہے کہ مہران کا مدخل دہیل سے دو دن کے فاصلے پر تھا، ابن حوقل لکھتا ہے کہ شہر دہیل مہران کے مغرب میں سمندر کے کنارے تھا اور بقول مقدسی دہیل ایک ساحلی شہر تھا۔ یاقوت، مسعر بن مصلھل کے حوالے سے ظاہر کرتا ہے کہ دہیل سمندر کے کنارے پر تھا۔ بیرونی کی تحقیق کے مطابق دہیل بحری ساحل پر تھا اور لوہارانی بندر اس کے مشرق کی طرف مہران کے مدخل کے قریب تھا۔ الخوارزمی (کتاب صورة الارض میں) لکھتا ہے کہ دہیل سمندر پر تھا۔ قلعشندی ایک قدیم کتاب ”اللباب“ کے حوالے سے لکھتا ہے کہ ”تحقیق دہیل بحر ہند کے ساحل پر ہے۔“

ان حوالوں میں سے اصطخری، مسعودی اور ابن حوقل کے بیانات چشم دید ہیں۔ ان بیانات سے یہ کلی نتیجہ نکلتے ہیں کہ:

- 1- دہیل مہران یا اس کی کسی شاخ کے کنارے پر نہ تھا۔
- 2- دہیل مہران کے مدخل سے کافی فاصلے پر مغرب کی طرف تھا۔
- 3- دہیل بحری ساحل کا بندر تھا۔

ان یقینی نتائج کے بعد ٹھٹھہ، پیر پٹھا یا لاہری بندر کو دہیل سمجھنا غلط ہوگا۔ دہیل کو لازمی

طور پر مذکورہ مورخوں کے وقت والے مہران کے مدخل سے مغرب کی سمت ساحل بحر پر تلاش کرنا چاہئے۔

اب سوال یہ ہے کہ اس عربی دور حکومت کے عرصے میں مہران کا مدخل کہاں تھا؟ اس بارے میں ایک خاطر خواہ حوالہ موجود ہے۔ محمد بن قاسم نے جب دہیل فتح کیا (712ء) تب خود خشکی کی راہ سے نیرون کوٹ کی طرف روانہ ہوا اور حکم دیا کہ مخنقیں وغیرہ کشتیوں کے ذریعے لائی جائیں۔ چنانچہ ”وہ کشتیاں وہاں سے اس آبی راہ سے لے گئے کہ جسے ”ساگردناڑ، کہتے تھے۔“ (فتحنامہ ص 115)۔ ”ساگردناڑ“ سے مراد غالباً قدیم ”گھیاڑ شاخ“ ہے جو پرگنہ ساگرد پر بہتی تھی۔ اس وقت تک وہ شاید ایک چھوٹا نالہ تھی جو غالباً تین صدیوں کے بعد یعنی گیارہویں صدی ہجری کے اوائل میں دوسرے نمبر کا چھوٹا دریا بن گیا۔ کیونکہ اسی زمانے میں محقق بیرونی نے سمندر کے قریب دریائے سندھ کی مدخل والی دو خاص شاخوں کا ذکر کیا ہے، ایک ”منھن صغریٰ“ (چھوٹی شاخ) اور دوسری آگے جنوب مشرق کی سمت ”منھن کبریٰ“ (بڑی شاخ) | کتاب الھند، عربی متن ص 102 | لوہارانی بندر اسی چھوٹی شاخ پر تھا جسے موجودہ تحقیق کے مطابق ”گھیاڑ“ تسلیم کیا گیا ہے۔ عرب جغرافیہ نویسوں کے مہران اور دہیل کے بارے میں بیانات بیرونی سے 50-60 سال پہلے کے زمانے کے ہیں جس زمانے میں کہ گھیاڑ بھی، مہران کے دوسرے نمبر کے مدخل کی حیثیت سے یقینی طور پر موجود رہا ہوگا۔ دہیل ان جغرافیہ نویسوں اور سیاحوں کے چشم دید بیانات کے مطابق مہران کے مدخل سے بہر حال دور اور مغرب کی سمت تھا۔ اسی وجہ سے دہیل کی تلاش گھیاڑ کے پیٹے سے مغرب کی جانب ساحل سمندر پر کرنی چاہئے۔

گھیاڑ کا قدیمی پٹا تحصیل میرپور ساگرد میں نمایاں طور پر موجود ہے جو نشیب میں میرپور ساگرد اور بھارا کے درمیان سے مغرب کی طرف جا کر، شہر بھاران سے تقریباً 3، 4 میل مغرب کی طرف بل کھا کر جنوب کی طرف ہوتا ہوا سیدھا سمندر میں داخل ہو گیا ہے۔ کافی وثوق کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ دہیل، گھیاڑ کے اسی قدیم پیٹے سے لے کر کراچی تک، درمیان میں کسی مقام پر تھا۔ دہیل کی تلاش اور تحقیق کے بارے میں یہ نتیجہ فیصلہ کن سمجھنا چاہئے۔

اب کراچی سے لے کر نیچے جنوب مشرق کی طرف گھیاڑ کے قدیمی پیٹے تک نئی یا پرانی جو بستیاں بھی بندرگاہ کی حیثیت پاسکتی ہیں وہ یہ ہیں: کراچی، کلنٹن، گسری (گذری)، واگھوڈر یا ابراہیم حیدری، بھنبھور، رتو کوٹ، ماڑی مورڑ اور ستون والی مسجد، دھاراجہ اور جاکھی بندر اور رانا کوٹ۔

ان میں سے کراچی، جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے، سب کے آخر میں بندر بنا اور

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

1725ء سے پہلے اس مقام پر کوئی بندرگاہ نہیں تھی۔ اسی طرح کلفٹن اور گسری (گدڑی) دونوں نئی آباد بستیاں ہیں، جہاں کوئی بھی قابل ذکر آثار موجود نہیں۔ البتہ کلفٹن پر عبداللہ شاہ کا مزار ہے جس کی بابت ڈاکٹر دادو پوٹ صاحب کا خیال ہے کہ بقول بلاذری (فتوح البلدان طبع یورپ ص 35-36) یہ مزار عبید اللہ بن نبھان ہی کا ہے کہ جسے حجاج نے بدیل بن طہفہ الجبلی سے پہلے دبیل پر چڑھائی کرنے کے لئے روانہ کیا تھا (دیکھئے فتحنامہ فارسی ایڈیشن، ص 255)۔ یہ دلیل در حقیقت کچھ اتنی وزن دار نہیں ہے کیونکہ خود بلاذری کی تحریر کے مطابق تقریباً خود اس کے دنوں میں (229-235ھ) دبیل میں بدیل بن طہفہ کی قبر موجود تھی۔ (فتوح، ص 438) نہ کہ عبید اللہ بن نبھان کی۔ دوسرے یہ کہ کلفٹن والا موجودہ مزار عبداللہ شاہ بخاری سے منسوب ہے اور سندھ میں بخاری سیدوں کی آمد کا زمانہ بہت بعد کا ہے۔

”واگھور“ یا ”ابراہیم حیدری“ میں بے شک ویران بستی کے کچھ نشانات موجود ہیں اور ہو سکتا ہے کہ وہ دبیل ہو۔

رتو کوٹ، ابراہیم حیدری سے جنوب مشرق کی سمت موجودہ بحری اراضی میں واقع ایک قسم کا قلعہ ہے، جس کے پتھروں اور کھنڈرات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ قدیمی زمانے کا ہے۔
بھنبھور سے تقریباً 10-11 میل جنوب مغرب کی طرف تحصیل میرپور ساکرو کے دھبہ کھیرانی میں سمندر کی موجوں کے نیچے آئی ہوئی مغربی اراضی میں بھی ہمارے کھنڈرات ہیں، جنہیں اب مقامی طور پر ”ماڑی مورڑ“ کہتے ہیں۔ شاید یہ وہی آثار ہیں کہ جنہیں مسٹر کارٹر نے ”ستون والی مسجد“ کہا ہے اور ”دبیل“ سمجھا ہے (دیکھئے ہینری کزنس کی کتاب ”سندھ کے آثار قدیمہ“ ص 126-27) سنہ 1944ء میں راقم الحروف نے ان کھنڈرات کا مشاہدہ کیا، لیکن وہاں جو پتھر کی قبریں اور قبرستان ہے وہ مکھی کے قبرستان والے زمانے یا اس سے بھی بعد کا معلوم ہوتا ہے۔ تقریباً ڈیڑھ سو سال پہلے یہ علاقہ آباد تھا، جس کے بعد سمندر کے نیچے آ گیا۔ بہر حال اس اراضی میں بھی دبیل کا ہونا قرین قیاس ہے۔

دھاراجا، جاکھی بندر اور رانا کوٹ کے کھنڈرات ”بہارن“ کے شہر سے تقریباً 5-6 میل مغرب کی سمت اور گھیاڑ کے قدیم پیٹے کے شمال مغرب کی جانب ہیں جس کا ہم نے 1952ء میں معائنہ کیا، رانا کوٹ اصل میں رانا مرجن کا قلعہ ہے جسے میاں غلام شاہ کلہوڑے نے بجا جوکھیہ کے ہاتھوں قتل کرایا تھا۔ قلعے کے مغرب میں رانا کے بیٹے ”علی بن ارجمن“ کی قبر موجود ہے جو کہ اسلام میں داخل ہو گیا تھا اور مسلمان ہو کر فوت ہوا تھا اور جہاں تک یاد آتا ہے اس کی قبر کے کتبے پر 1102ھ کندہ ہے۔ بہر حال یہ قلعہ بعد کے زمانے کا ہے۔

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

جاکھی بندر اور دھاراجا بندر کے آثار دریا کی ایک قدیم شاخ (بچی پٹانی؟) کے مشرقی کنارے پر (رانا کوٹ سے ایک میل مغرب میں) موجود ہیں۔ یہ دونوں مقامی نام ہیں جن کا قدیم تاریخ میں کوئی ذکر نہیں ہے۔ جاکھی بندر جنوب کی سمت اور دھاراجا اس سے ملا ہوا شمال کی طرف ہے اور یہ دو مختلف نام غالباً ایک ہی قدیمی بستی کے ہیں۔ گمان غالب ہے کہ یہ آثار مشہور تاریخی بندرگاہ لاہری کے ہیں۔ کیپٹن پوسٹنس 1834ء سے 1945ء کے درمیانی عرصے میں لکھتے ہوئے کہتا ہے کہ ”دھاراجا پہلے ٹھٹھہ (کی تجارت) کا خاص بندر اور مشہور شہر تھا، لیکن دریا کے ردو بدل کی وجہ سے اب اس بندرگاہ کی اہمیت کم ہو گئی ہے..... اس وقت دھاراجا یا لاہری بندر کے بجائے کراچی ہی کو بندرگاہ کی حیثیت سے استعمال کیا جاتا ہے۔“¹

اس وضاحت کی بنا پر واگھور، بھنبھور اور ماڑی مورڑو، ستون والی مسجد میں سے کسی بھی ایک کو دبیل قرار دیا جاسکتا ہے۔ ان میں سے ہر مقام پر محکمہ آثار قدیمہ کی طرف سے کھدائی اور مزید تحقیقات کرنے کی ضرورت ہے اور اس کے علاوہ بھنبھور سے لے کر دھاراجا تک کے بحری ساحل کی بھی چھان بین کر کے باقی ماندہ کھنڈرات کا پتہ لگانا ہے۔ کسی ایسی مکمل جستجو کے بعد ہی کسی یقینی نتیجے پر پہنچا جاسکے گا۔ فی الحال تاریخ کی روشنی اور محکمہ آثار قدیمہ کی جانب سے کی گئی اس وقت تک کی تحقیقات کی بنا پر کہا جاسکتا ہے کہ بھنبھور کے کھنڈرات کا دبیل ہونا زیادہ ممکن اور قریب قیاس ہے۔ ہمارے اس نظریہ کی تائید میں مندرجہ ذیل دلائل قابل غور ہیں:

(1) عرب مورخوں اور جغرافیہ نویسوں میں سے بلاذری (فتوح ص 438) اور یاقوت (المشترک ص 102 اور معجم البلدان زیر عنوان ”الدبیل“) نے ”خور الدبیل“ کا ذکر کیا ہے۔ ہنری الیٹ نے ”خور“ کے معنی خلیج (bay) کے لئے ہیں، تاکہ اس کے اس نظریے کی تائید ہو کہ جس کے مطابق وہ کراچی کو جو کہ ایک چھوٹی سی خلیج پر واقع ہے، دبیل قرار دیتا ہے۔ لیکن خود عرب مورخوں میں قلقشندی، (صبح الاعشی 64/5) ابن سعید کے حوالے سے ”خور“ کے معنی ”خلیج“ لکھتا ہے۔ ”خلیج“ دو مختلف معنوں میں استعمال ہوتا ہے مگر اس کے عام معنی ”کھاڑی“² کے ہیں۔ اگر ”خور الدبیل“ کے معنی ”دبیل کی کھاڑی“ کے لئے جائیں تو اس سے گمان واثق ہوگا کہ ”دبیل“ سمندر کی ایک ”کھاڑی“ پر واقع تھا۔ چنانچہ کراچی سے لے کر ”دھاراجا“ کے کھنڈرات تک اس وقت تین کھاڑیاں موجود ہیں یعنی

1. دیکھئے کیپٹن پوسٹنس کی کتاب ”Personal Observation of Sindh“ مطبوعہ لندن 1842ء ص 27 اور 617۔
2. انگریزی میں اسے ”Estuary“ یا ”Creek“ کہتے ہیں۔ دیکھئے ہیک کی کتاب ”انڈس ڈیلٹا کنٹری“ 42-43۔

کسری والی کھاڑی، کھڑو کھاڑی جس کے سرے پر واگھور (ابراہیم حیدری) ہے اور سب سے اہم اور بڑی کھاڑی ”گھارو“ جس کے کنارے پر بھنبھور کے کھنڈرات واقع ہیں۔ بقول مقدسی (”م“ کے وقت) سمندر کا پانی دیبل شہر کے اندر بازاروں تک آ جاتا تھا۔ یہ صورت حال صرف بھنبھور کے کھنڈرات پر منطبق ہوتی ہے۔ کیونکہ اب بھی بھنبھور شہر کے بلے کے شمال کی طرف سے خلیج کا پانی چڑھ کر مغرب کی طرف والے تالاب تک آتا ہے جو کہ اس کے کھنڈرات کے حدود میں ہے۔

(2) بھنبھور کے کھنڈرات، واگھور وغیرہ کے مقابلے میں زیادہ بڑے اور وسیع ہیں جنہوں نے گذشتہ صدی کے جملہ محققین کو کافی متاثر کیا ہے۔ چنانچہ ڈیوڈ راس کہ جس نے بھنبھور کا معائنہ کیا لکھتا ہے کہ ”یہ بہت پرانے کھنڈرات ہیں۔“ اسی طرح پانچر نے لکھا ہے کہ ”قدیم زمانے میں یہ کوئی بڑا شہر تھا۔“ ایلٹ اور کنگھام نے ان کھنڈرات کی قدامت کی بنا پر بھنبھور کو سکندر اعظم کے زمانے کا ”پابریکان بندر“ کہا ہے۔ ہینری کزنس جو کہ ہندوستان کے محکمہ آثار قدیمہ کا افسر اعلیٰ تھا وہ بھی تسلیم کرتا ہے کہ ”سندھ کے باشندے اسے اس صوبے کا قدیم بندرگاہ سمجھتے ہیں“ اور وہ خود بھی اسے سکندر اعظم کے زمانے کا بندر تسلیم کرتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود وہ بھنبھور کو دیبل کے بجائے عربوں کے زمانے کا سمندر پر واقع ایک چھوٹا حفاظتی قلعہ ٹھہراتا ہے۔ کیونکہ اس کے خیال میں یہ ایک بالکل چھوٹی بستی "an insignificant site" ہے۔ ہینری کزنس کا یہ ریمارک نہ صرف مندرجہ بالا بیانات کی تردید ہے، بلکہ کھنڈرات کی صورت حال کے بھی خلاف۔ درحقیقت بھنبھور کے کھنڈرات کافی وسیع ہیں۔ کچھ ہی کم ایک پورے بلاک میں تو نیلے والے قلعے کے کھنڈرات ہیں، جس کی عرض کی دیوار اور اطراف کے برجوں کے نشانات اب تک قائم ہیں۔ اس قلعے کے جنوب کے نیلے پر بھی قدیم آثار کچھ ہی کم نصف بلاک میں پھیلے ہوئے ہیں جن میں کمرؤں اور کوٹھیوں کی بنیادیں اور ایک قدیم کنواں موجود ہے۔ نیلے والے قلعے کے شمال مغرب میں ایک بڑا تالاب موجود ہے اور اس تالاب کے جنوب مغرب میں بھی تقریباً ایک بلاک میں کھنڈرات ہیں جن میں نیلے والے قلعے کے نشیب میں مغرب کی طرف، بڑے مکوں کی زمین دوز قطاریں عبرت انگیز ہیں۔ غرض یہ کہ بھنبھور کے کھنڈرات، نیلے والے بالائی سرے کے جنوبی حصے سے لے کر شمال کی جانب قدیمی راستے تک پھیلے ہوئے ہیں اور قدیمی قبرستان اس راستے کے جنوب میں بالکل ملا ہوا واقع ہے۔ ان جملہ وسیع آثار کو ”چھوٹی بستی“ سمجھنا حقیقت کے برعکس ہے۔

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

(3) فتحنامہ میں دیہل کے بدھ والے مندر کا ذکر ہے جو کہ چالیس گز بلند تھا۔ یہ حوالہ بھی بھنبھور کے کھنڈرات پر صادق آتا ہے۔ جہاں ایک وسیع اونچا ٹیلہ اور اس پر قدیم دیوار کے نشانات اور ایک بلند اراضی نظر آتی ہے جو غالباً اسی مندر کی تھی۔ فتحنامہ میں اس کے علاوہ محمد بن قاسم کے بیان میں اور بھی بدھ کے مندروں کے نام نظر آتے ہیں۔ مثلاً: اشبہار، کنوہار، وکر بہار اور نو بہار۔ ان ناموں کے آخر میں ”بہار“ یعنی ”وہار“ بدھ مندروں کے نام کی خصوصی علامت ہے۔ ہمارے خیال میں بھنبھور درحقیقت (بھنبھور = بن بھار) ”بہار“ یعنی ”ون وہار“ کی اصلی نام کی گڑی ہوئی صورت ہے۔ جو غالباً دیہل والے مندر کا اصلی نام تھا۔ اسی لحاظ سے خود بھنبھور کا نام بھی دیہل کی اصلیت کی غمازی کرتا ہے۔

(4) محکمہ آثار قدیمہ کی طرف سے بھنبھور کے کھنڈرات کی جو کھدائی ہوئی ہے اور اس میں سے جو چیزیں برآمد ہوئی ہیں وہ بھی اس نظریے کی تائید کرتی ہیں کہ غالباً یہی دیہل کی قدیم بستی ہے۔

محکمہ آثار قدیمہ کی طرف سے پہلے 1920ء اور 1930ء کے درمیان ان کھنڈرات کی جو کھدائی کی گئی اس میں بالکل ایسی ہی چیزیں برآمد ہوئیں، جیسی کہ سندھ کے عربی دور حکومت کے مرکز منصورہ سے ملی تھیں۔ اس کے بعد دوبارہ 1951ء میں ان کھنڈرات کی جو کھدائی ہوئی اس کی مفصل رپورٹ شائع نہ ہوئی، لیکن اخبار ڈان (Dawn, Karachi April 29, 1961) کے ایک شمارے میں ایک بیان شائع ہوا کہ یہاں دوسری چھوٹی بڑی چیزوں کے ساتھ عربی خط نسخ میں لکھی ہوئی تختیاں (کتبے) اور عرب گورنر منصور کے آٹھویں صدی کے نصف آخر کے سکے پائے گئے۔ ہمارے خیال میں منصور بن تمیم کے سکے اس نظریے کی مزید تائید کرتے ہیں کہ بھنبھور کے کھنڈرات قدیم دیہل بندر ہی کے ہیں۔ منصور بن جمہور الکھی نے، اموی عہد کے زوال کے وقت تقریباً 130ھ کی ابتدا (747ء کے اواخر) میں عراق سے آکر سندھ پر قبضہ کیا تھا اور یہاں اپنی خود مختار حکومت قائم کی تھی جو کہ تقریباً 134ھ کے نصف آخر تک (751ء کے آخر تک) برقرار رہی اور اپنی خود مختاری کے دور میں منصور نے یہ سکے جاری کئے تھے۔ منصورہ جو کہ سندھ کا دارالحکومت تھا، منصور کی طاقت کا اہم مرکز تھا۔ اس کی حکومت اور طاقت کا دوسرا مرکز غالباً دیہل تھا کیونکہ مورخ یعقوبی (407/2) لکھتا ہے کہ منصورہ پر قبضہ کرنے کے بعد منصور نے دیہل کو فتح کرنے کے لئے خاص طور پر اپنے بھائی منظور کو بھیجا تھا۔ محکمہ آثار قدیمہ کی طرف سے کی گئی کھدائی میں منصورہ کے کھنڈرات سے پہلے ہی منصور کے سکے دستیاب ہو چکے ہیں۔ (دیکھو ہینری کزنس کی کتاب ”سندھ کے آثار قدیمہ“) چنانچہ اس کے دوسرے سکے خاص طور پر اس کی طاقت

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

کے دوسرے مرکز دیبل میں ملنے چاہیں تھے اور جو کہ بھنبھور سے برآمد ہوئے ہیں۔ اسی وجہ سے موجود تحقیق کے مطابق بھنبھور کا دیبل ہونا زیادہ قرین قیاس معلوم ہوتا ہے۔ (ن-ب) ¹

[15]/59 چار حکمران مقرر کئے تھے: رائے خاندان کے نظام حکومت کے لئے مزید

دیکھئے ص 70-71۔

[15]/59 کردوں کے پہاڑ اور کیکانان تک: کردوں کے پہاڑ، کرمان اور مکران کے سرحدی پہاڑوں کی سمجھنا چاہئے۔ ویسے کرد قبائل زیادہ تر کرمان سے کافی دور شمال میں ایران اور عراق کی سرحد پر رہتے ہیں مگر گرد، کچ اور بلوچ قبائل ایک ہی جیسا تاریخی پس منظر رکھتے ہیں اور کچ (قفص یا کوچ) اور بلوچ قبائل کی بستیاں کرمان اور مکران کی سرحد پر قدیم زمانے سے قائم تھیں۔ اندازاً نوشکی کے جنوب مغرب میں واقع پہاڑوں کو ”کردوں کے پہاڑ“ تصور کرنا چاہئے۔

کیکانان وہ ملک ہے جسے رائے خاندان کے زمانے میں چین کے مشہور سیاح ہوان ساگ نے (Huen Tsang) ”کی-کیانگ-نا“ کے نام سے پکارا ہے۔ دیکھئے کنگھام: قدیم جغرافیہ ص 100۔ ہوان ساگ کے بیان اور عرب مورخوں کے متعدد حوالوں کی بنا پر رالم الحروف کی رائے میں ملک کیکانان، نوشکی کے قریب، قصدار اور قنداتیل (گنداو) کے درمیان والا علاقہ تھا۔ اس مقام پر رائے خاندان کی مملکت کی سرحد کا ذکر ہے اور اسی لحاظ سے مراد سرحد کیکانان ہے۔ یعنی کوہ سلیمان کی قطار کا وہ حصہ جو دریائے گول سے لے کر نوشکی تک پہنچا ہے۔ اسی نقطہ نظر سے گویا موجودہ ریاست قلات بلکہ سراوان اور جھالادان کی ریاستیں بھی رائے خاندان کی مملکت میں شامل تھیں۔ (ن-ب)

[15]/59 برہمن آباد: فتحنامہ کے قلمی نسخوں میں اس نام کی صورت خطی ”برہمن آباد“ ہے۔ بہر حال اس نام کے آخری حصہ ”آباد“ سے ظاہر ہے کہ یہ اصل ایرانی نام ہے۔ تاریخ سے بھی یہ دلیل ملتی ہے کہ یہ شہر غالباً ایران کے بادشاہ ”بہمن اردشیر“ کے حکم سے بسایا گیا تھا اور اسی لحاظ سے اس کا اصل نام ”بہمن آباد“ تھا۔ بہمن اردشیر نے اپنی وسیع مملکت میں اس نام کے تین شہر آباد کئے تھے۔ ایک بہمن آباد خراسان میں جو کہ ”رے“ اور ”نیساپور“ کے درمیان میں تھا۔ ² دوسرا [سواد] عراق میں جسے پہلے ”ابیز اردشیر“ کا نام دیا گیا مگر بعد میں وہ بھی ”بہمنیا“ کہا

1. اس تحقیق میں ہم نے اپنے انگریزی مضمون کا خلاصہ بعض نئی معلومات کے اضافے کے ساتھ پیش کیا ہے مگر مفصل بحث اور حوالوں کے لئے دیکھئے ہمارا اصل مضمون: "The Most Probable Site of Debal, the Famous Historical

Port of Sind" (Islamic Culture, Hyderabad Deccan, Issue of July 1952.)

2. دیکھئے ابن خرداد بہ ص 23، قدیمہ (کتاب الخراج) ص 201، اسطری ص 284، حدود العالم (طبع طہران) ص 56 اور تاریخ یحییٰ ص 204۔

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

جانے لگا اور مورخ طبری کے زمانے (868-932ھ) میں بھی موجود تھا۔ (طبری ج 1 ص 687) چونکہ سندھ کو بھی ارد شیر نے فتح کر کے اپنی مملکت میں شامل کر لیا تھا اور اس کی زندگی میں یکے بعد دیگرے اس کے گورنر یہاں آتے رہے، (حزہ اصفہانی: سنی ملوک الارض والانباء ص 12-13) اس وجہ سے سندھ میں بھی اس کے نام کا شہر بسایا گیا ہوگا۔ ”جمل التواریخ“ سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے جس کا مصنف لکھتا ہے کہ بہمن ارد شیر نے یہاں دو شہر آباد کئے ایک ترکوں اور ہندیوں کی سرحد کا تعین کرنے کے لئے ”قندابل“ (گندوا) اور دوسرا بدھیمہ کے علاقے میں ”بہمن آباد“ جسے اب منصورہ کے نام سے پکارا جاتا ہے۔

(جمل التواریخ، طبع طہران ص 117-118)

غالباً اس کے بہت بعد جب سندھ میں برہمنوں کا اقتدار ہوا تو اس کا نام ”بہمن آباد“ کے بجائے ”برہمن آباد“ رکھا گیا۔ برہمنوں کا سندھ پر قبضہ تعصب سے خالی نہ تھا۔ چنانچہ جب ہندوستان کے برہمن راجہ ”قند“ نے اپنے بھائی ”سامید“ کو سندھ پر لشکر کشی کے لئے بھیجا، تب اس نے بہمن آباد میں آتشکدہ کی جگہ پر بت خانہ تعمیر کیا تھا۔ (جمل التواریخ ص 119)۔ بہر حال ممکن ہے کہ نام کی یہ تبدیلی اس تعصب کی وجہ سے یا برہمنوں کے اقتدار کی نسبت سے یا سندھی زبان کے مقامی تلفظ کی وجہ سے عمل میں آئی ہو۔ البیرونی نے (کتاب الہند، عربی متن ص 130، ترجمہ 260/1) گیارہویں صدی کی ابتدائی زمانے میں بھی اس شہر کا نام ”بہمنوا“ لکھا ہے۔ جس سے اور بھی اس شہر کے اصلی ایرانی نام کی تائید ہوتی ہے۔ البیرونی مزید لکھتا ہے کہ برہمناباد درحقیقت ”بہمنوا“ ہے۔ (ایضاً ترجمہ 162/1)

فتحنامہ سے ظاہر ہے کہ رائے خاندان کے زمانے میں برہمناباد علاقہ لوہانہ کا مرکزی شہر اور وہاں کے حاکم اگھم کا پایہ تخت تھا (دیکھئے متن ص 77) محمد بن قاسم کی فتح کے وقت (712ء) میں بھی برہمناباد اس خطہ کا مشہور قلعہ تھا۔ شہر اس مضبوط قلعے کے اندر واقع تھا، جس کے چار دروازے تھے اور شہر کے مشرق کی سمت نہر جلوالی بہتی تھی۔ (دیکھئے متن ص 203-204) برہمناباد کی مرکزی حیثیت غالباً اس وقت سے کم ہوئی جب محمد بن قاسم کے بیٹے عمرو نے سندھ کے گورنر الحکم کے عہد میں (111-121/22ھ)، اس کی شاندار فتوحات کی یادگار میں منصورہ کا شہر بسایا۔ (بلاذری: فتوح البلدان ص 444)، جو کہ برہمناباد سے دو فرسخ پر تھا (ایضاً 439)۔ حالانکہ اس شہر کا نام الحکم کے دور میں حاصل کی ہوئی فتوحات کے سبب ”المنصورہ“ رکھا گیا تھا۔ لیکن چونکہ یہ شہر صوبہ برہمناباد اور سارے سندھ کا پایہ تخت بنا اسی وجہ سے مقامی طور پر سندھ کے لوگ اس شہر کو بھی برہمناباد کہتے تھے۔ اصطخری (ص 172) اور ابن حوقل (ص 226) نے صاف طور پر لکھا

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

ہے کہ سندھی میں منصورہ کو بھی ”برہناباد“ کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ اسی وجہ سے عرب مورخوں نے منصورہ کے اس نئے مقامی نام برہناباد اور پرانے برہناباد (جو کہ منصورہ سے دو فرسنگ دور تھا) میں امتیاز کرنے کے لئے۔ اصل برہناباد کو (جسے محمد بن قاسم نے فتح کیا) ”برہناباد العتیقہ“ (بلاذری، فتوح البلدان ص 439) یا برہناباد قدیم (فتحنامہ متن ص 131- فارسی 110) کے نام سے پکارا ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ وہ قدیم برہناباد کس جگہ واقع تھا؟ اس سلسلے میں مذکورہ بالا دو حوالے بڑے قیمتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ برہناباد، نئے تعمیر شدہ شہر منصورہ سے دو فرسنگ کے فاصلے پر تھا اور دوسرے یہ کہ اس کے مشرق میں نہر جلوالی بہتی تھی۔ محکمہ آثار قدیمہ کی جانب سے 1920-1922ء کے درمیان جو کھدائی کی گئی اس سے یقینی طور پر یہ ثابت ہو چکا ہے کہ شہداد پور سے آٹھ میل جنوب مشرق کی طرف اور نہر حمراؤ سے متصل مشرق کی سمت دلوور کا مشہور ٹیلہ اور اس کے وسیع کھنڈرات درحقیقت عربوں کے بسائے ہوئے شہر منصورہ کے کھنڈرات ہیں، عرب گورنروں کے حاصل شدہ سکے، مٹی کے برتن اور قدیم شاہی مسجد کے آثار اس نظریہ کی تائید کرتے ہیں۔ حالانکہ محکمہ آثار قدیمہ نے عربی تاریخ سے لاعلمی اور اس شہر کے مقامی نام ”بانجناہ“ کی وجہ سے اسے ”برہناباد“ قرار دیا ہے۔ لیکن قدیم برہمن آباد کو اس شہر منصورہ سے دو فرسنگ کے فاصلے پر تلاش کرنا چاہئے۔ اب اگر منصورہ کے کھنڈرات کے وسط کو مرکز تصور کر کے دو فرسنگوں (یعنی پانچ چھ میلوں) کے قطر کا دائرہ کھینچا جائے تو قدیم برہمن آباد کو اسی دائرے کے خط کے آس پاس ہونا چاہئے۔ منصورہ کے نواح کا معائنہ کرنے پر معلوم ہوتا ہے کہ اس کے کھنڈرات کے جنوب مشرق اور شمال مشرق کی طرف اور بھی دوسرے قدیمی ٹیلے اور کھنڈرات پھیلے ہوئے ہیں۔ منصورہ کے شمال مشرق میں ”جراری“ نامی گاؤں ہے جس کا نام قدیمی نہر جلوالی (جروداری = جراری) کی ایک یادگار ہے۔ اس علاقے کا ہم نے مکمل دورہ کیا ہے اور ہمارے خیال میں ”گاڑھو ہڑو“ (لال ٹیلہ) موضع پٹیہ لغاری تحصیل بنجھورو کے متصل مشرق کی طرف کے کھنڈرات یا ”ڈیپر گھاٹھرے کے ٹھل“ (جھول کے مغرب میں) کے گرد و نواح کے کھنڈرات میں سے کسی ایک کے آثار قدیم برہمن آباد کے آثار ہیں۔ یہ دونوں کھنڈرات منصورہ سے تقریباً 5-6 میل یعنی دو فرسنگ کے فاصلے پر ہیں۔ (ن-ب)

1. منصورہ کے موجودہ کھنڈرات خود بڑے وسیع علاقے میں پھیلے ہوئے ہیں۔ اندازاً جامع مسجد والے مقام کو شہر کی ابتدائی بنیاد والی اراضی سمجھنا چاہئے، ہمیری کزنس کی کتاب ”Antiquities of Sindh“ میں ان کھنڈرات کی، کی ہوئی کھدائی کے نقشے کے ذریعے جامع مسجد کی جگہ کا آسانی سے تعین کیا جاسکتا ہے۔ یہ مقام مشرق کی طرف واقع ٹیلے کے شمال مشرق میں ہے۔

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

[15]/59 نیرون کوٹ: فتحنامہ میں ص 135/116 پر بیان کیا گیا ہے کہ دبیل کو فتح کرنے کے بعد محمد بن قاسم نے نیرون کوٹ کی طرف کوچ کیا اور چھ دن کے سفر کے بعد آ کر نیرون کوٹ پہنچا جو کہ دبیل سے پچیس فرسنگ کے فاصلے پر تھا۔ نیرون کے قریب ”بروری“ ندی تھی جس پر چراگا ہیں تھیں، لیکن مہران کا پانی اس وقت تک وہاں نہیں آیا تھا۔ اس بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ دبیل سے نیرون کوٹ جاتے ہوئے محمد بن قاسم نے مہران کو عبور نہیں کیا تھا۔ جس کے یہ معنی ہوئے کہ نیرون کوٹ مہران کے مغرب میں تھا۔ دبیل سے نیرون کوٹ پچیس فرسنگ یعنی 75 میل دور تھا۔ اگر بھنبھور کے کھنڈرات دبیل کے ہیں، جیسا کہ ہم پہلے بحث کر آئے ہیں تو بھنبھور (گھارو یا کھاڑی کے قریب سے) حیدرآباد تقریباً 75 میل کے فاصلے پر ہے۔ حیدرآباد کے جنوب مغرب میں جہاں آج کل دریا بہتا ہے ایک نشیبی اور سرسبز اراضی ہے اور غالباً یہی ”بروری“ کی چراگا ہوں والا خطہ تھا جہاں آ کر محمد بن قاسم منزل انداز ہوا۔

سندھ کی قدیمی روایات کے مطابق بھی شہر حیدرآباد نیرون کی قدیمی بستی کی جگہ پر بسا ہوا ہے (دیکھئے تختہ الکرام 177/3) حیدرآباد کا موجودہ قلعہ میاں غلام شاہ کلہوڑہ نے 1768ء میں تعمیر کرایا اور معلوم ہوتا ہے کہ اس مقام پر اس سے پہلے کوئی بستی موجود تھی۔ محبت اللہ بکھری اپنی مختصر تاریخ (قلمی) کے دوسرے باب میں حیدرآباد کے بابت لکھتا ہے کہ: حیدرآباد دراصل نیرون کے نام سے مشہور ہے۔ شہر کی بنیاد، نبوت اور ہجرت کے درمیانی عرصے میں پانچویں سال رکھی گئی۔ پھر مغلوں کی فتح کے بعد یہ شہر حیدرآباد کہا جانے لگا کیونکہ حیدر قلی (ارغون؟) نے اس شہر کو نئے سرے سے تعمیر کرایا تھا۔ ا-ھ (ن-ب)

[15]/59 لوہانہ، لاکھہ اور سمہ: لوہانہ اُن دنوں سندھ کا ایک پرگنہ تھا، جس کا حاکم رائے خاندان کے زوال کے وقت آگم تھا۔ فتحنامہ میں لوہانہ کے حاکم آگم (ص 77-80) اور لوہانہ کے جتوں (ص 82) کا ذکر آیا ہے۔ لوہانہ کے صوبے میں لاکھہ، سمہ اور سہتہ کی اراضی شامل تھیں (ص 77) اور ان اراضی کے یہ نام ان میں رہنے والی قوموں کے نام پر تھے۔ پرگنہ لوہانہ غالباً ضلع ساکنہڑ کی شہدادپور اور پنجورو تحصیلوں اور حیدرآباد ضلع کی ہالا تحصیل پر مشتمل تھا۔ اس علاقے میں ساہتی، لاکھاٹ اور لوہانوں کے نام آج تک ان قوموں کی قدیم بستیوں کی یادگار ہیں۔ شہدادپور کے نشیب میں دریا کی ایک پرانی شاخ اس وقت تک ”دریائے لوہانوں“ کہلاتی ہے، کیونکہ یہ شاخ لوہانہ پرگنہ کے خاص علاقوں سے گذرتی تھی۔ (ن-ب)

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

15/59 | بدھیه: یہ قدیم سندھ کا شمالی مغربی صوبہ تھا۔ جو کہ سیوستان یا سیوہن پرگنہ کے متصل شمال میں واقع تھا اور موجودہ پورے ضلع لاڑکانہ اور ضلع جیکب آباد کے مغربی حصے پر مشتمل تھا۔ شمال مغرب میں کیکانان کا ترکی صوبہ اس سے ملحق تھا۔ فتحنامہ کے ص [69] سے ظاہر ہے کہ رائے خاندان کے زوال کے وقت اس صوبے کا پایہ تخت ”کاکاران“ تھا۔ بعد کے حوالوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ”قندائیل (گندوا) اس صوبے بدھیه کا سرحدی شہر تھا جس کے دوسری طرف کیکانان کا جنوبی علاقہ ”توران“ واقع تھا۔ قندائیل عین سرحد پر تھا چنانچہ بعض اوقات اسے توران کے علاقوں میں شمار کیا جاتا تھا۔ [یا قوت، بلدان (قندائیل) اور مقدس ص [476] حالانکہ قندائیل، خطہ بدھیه کا اہم تجارتی شہر تھا | ابن حوقل ص 231 | (ن-ب)

15/59 | رونجھان: ضلع جیکب آباد سے متصل اس نام کے دو شہر ”رونجھان مزاری“ اور ”رونجھان بھائی“ آج تک موجود ہیں۔ شاید قدیم رونجھان کا علاقہ اسی خطہ پر مشتمل تھا۔ فتحنامہ کے فارسی ترجمے (613ھ) کے 32 سال بعد 645ھ میں بھی رونجھان پر مغلوں کے حملے کا تاریخی حوالہ ملتا ہے جس میں ”برج“ اور ”رونجھان“ افغانستان کی حدود و مملکت کے دو شہر ظاہر کئے گئے ہیں (تاریخ نامہ ہراۃ للہروی، کلکتہ 1943ء ص 63-162) اس کے یہ معنی ہوئے کہ قدیم زمانے میں اس علاقے کو کافی اہمیت حاصل تھی اور ساتویں صدی ہجری میں اس علاقے پر غالباً افغانستان کا اقتدار تھا۔ (ن-ب)

15/59 | اسکلندہ: مجمل التواریخ کے مصنف نے اس شہر کو ”عسقلند“ لکھا ہے۔ اس شہر کو آج کی قدیم بستی سے تعبیر کیا گیا ہے۔ دیکھئے راوڑی کی کتاب ”مہران“ ص 244-255 حاشیہ 192 (ع-م)

15/59 | باتیہ: یعنی بھائیہ جسے بعض مصنفوں نے ”بھاطیہ“ بھی لکھا ہے۔ فتحنامہ کے صفحہ [67] پر فتح کی فتوحات میں بیان کیا گیا ہے کہ قلعہ بھائیہ دریائے بیاس کے جنوبی کنارے پر واقع تھا۔ پھر صفحہ [178] پر محمد بن قاسم کی فتوحات میں ظاہر کیا گیا ہے کہ اردو کو فتح کرنے کے بعد محمد بن قاسم شمال کی طرف بڑھا اور پہلے پہل قلعہ بھائیہ کے قریب پہنچا، جو کہ دریائے بیاس کے جنوب میں ایک پرانا قلعہ تھا اور فتح کا بھتیجا حکومت اردو کی طرف سے وہاں کا حاکم تھا۔ بھائیہ فتح کرنے کے بعد محمد بن قاسم نے دریائے بیاس کو عبور کر کے قلعہ اسکلندہ کا محاصرہ کیا اور اس کو فتح کرنے کے بعد سکھ کے قلعہ کا محاصرہ کیا جو کہ دریائے راوی کے جنوبی کنارے پر ایک مضبوط قلعہ تھا۔ پھر اس قلعے کو بھی فتح کر کے دریائے راوی کو پار کر کے ملتان جا پہنچا (ایضاً ص 179-180) یہ حوالے غالباً فتحنامہ کے اصل عربی مسودے کے

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

مطابق ہیں اور اسی لئے بھائیہ کا محل وقوع متعین کرنے کے لئے اصولی سمجھے جانے چاہئیں۔ ان حوالوں سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ فتح کے دنوں میں اس قلعے اور علاقے کا نظم و نسق ملتان کے بجائے اروڑ سے وابستہ تھا اور بھائیہ، اروڑ اور ملتان کے درمیان دریائے بیاس کے جنوبی کنارے پر تھا۔ محمد بن قاسم کی فتوحات سے پتہ چلتا ہے کہ بھائیہ، اروڑ کے مقابلے میں ملتان سے زیادہ قریب تھا۔ تقریباً تین صدیوں کے بعد بھی بھائیہ کا قلعہ اپنے اسی نام سے موجود رہا۔ چنانچہ محمود غزنوی کی فتوحات میں بھی اس کا ذکر آیا ہے۔ اس سلسلے میں تاریخ یمنی کا مصنف (غزنی سے) لکھتا ہے کہ ”بھائیہ ملتان کے اُس طرف ہے۔“ یعنی سندھ کی طرف ہے۔ دو صدیوں بعد فتحنامہ کا مترجم زیر بحث صفحہ 59/15 میں بیان کرتا ہے کہ (اس وقت) بھائیہ کو تلوڑ اور چچ پور کہتے تھے۔“ (ن-ب)

59/15 دیوپور: اصل فارسی متن کے صفحہ 15 پر ”دیوہنوز“ اور صفحہ 51 پر ”دیوہنوز“ دیا گیا ہے۔ ثانی الذکر تلفظ نسخہ (پ) میں ”دیوپور“ اور (م) میں ”دیوہنوز“ ہے۔ نسخہ (پ) کے تلفظ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نام درحقیقت ”دیوپور“ ہے جسے تاریخ معصومی میں (ص 28، 31) پر ”دیوپور“ لکھا گیا ہے۔ (ن-ب)

60/16 نیمروز: قدیم زمانے میں ملک نیمروز ان خطوں پر مشتمل تھا: فارس، اصفہان، اہواز، بست، زابل، بختان، سندھ، کمران اور کرمان۔ بعد میں یہ نام بختان (سیستان) اور اس کے نواحی علاقے سے مخصوص ہوا (دیکھئے الخفاجی کی کتاب ”شفاء العلیل“ ص 334) اور سیستان اس وقت افغانستان کا ایک صوبہ ہے۔ (ن-ب)

67/26 چترور کا بادشاہ: یعنی چترور کا راجہ۔ غالباً قدیم زمانے میں اس شہر کا نام ”چترور“ تھا۔ فتحنامہ کے معتبر نسخوں مثلاً (پ)، (ر) اور (م) کا تلفظ بھی ”چترور“ ہے۔ البیرونی نے بھی ”کتاب الہند“ میں اس شہر کا نام ”تھروور“ لکھا ہے۔ بقولہ ”بازان سے جنوب کی طرف [جاتے ہوئے] آپ میواڑ پہنچیں گے جہاں کا پایہ تخت تھروور ہے۔“ (ن-ب)

67/28 راجہ مہرتھ کا سرتن سے جدا کر دیا۔ تختہ الکرام (جلد 3 ص 7) کا مصنف کہتا ہے کہ ”یہ واقعہ نبی ﷺ کی ہجرت کے پہلے سال کے لگ بھگ کا ہے۔ (ع-م)

70/31 وزیر بدھین طاک: غالباً ”طاک“ کی نسبت ”تاکہ“ سے ہے یعنی ”تاکہ کا بادشاہ“۔ تاکہ کا ذکر اس سے پہلے ص 59/15 پر آچکا ہے کہ سیہرس رائے نے اپنا ایک حاکم ملتان میں مقرر کیا ”مسک، برہمپور، کورو، اشہار اور تاکہ سے لے کر کشمیر کی سرحد تک کا علاقہ اس کے سپرد کیا۔“ اس عبارت سے ظاہر ہے کہ تاکہ ملتان سے ملحق اور ملتان و کشمیر کا درمیانی علاقہ

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

تھا۔ آگے صفحہ 75/37 پر تاجیہ اور کشمیر کی سرحد کا ذکر ہے اور کشمیر کی سرحد تاجیہ سے اوپر بیان کی گئی ہے۔ مزید صفحہ 205/203 پر ”بلاد طاجیہ“ (تاجیہ کے شہروں) سے بھی یہی گمان ہوتا ہے۔ پھر صفحہ 206-207/237 پر ملتان کے نواحی شہر ”سکھ“ کے حاکم بھرائے کو ”بھجرائے طاجی“ کا نواسہ ظاہر کیا گیا ہے۔ عرب مورخوں کا ”طاجیہ“ یا ”تاجیہ“ وہی ”تکادیش“ ہے جس کا ذکر تاریخ ہند کے مقامی ماخذ میں ملتا ہے۔ (ن-ب)

72/33 سرحد..... جو ترکوں سے ملی ہوئی ہے: اس سرحد سے مراد غالباً سندھ کے شمال کی طرف کی کابلستان اور زابلستان کی سرحدوں سے ہے، کیونکہ اس زمانے میں ان ممالک کے باشندے اور حکمران ٹرک تھے۔ (ن-ب)

73/35 کچھ نامور ساتھی شہید ہوئے: لفظ شہادت کے استعمال سے گمان ہوتا ہے کہ فتح کے لشکر میں کچھ مسلمان (عرب) بھی شامل تھے۔ اس گمان کی تصدیق آگے صفحہ 36/36 پر ہوتی ہے جس میں بیان کیا گیا ہے کہ فتح نے ان کے سردار امیر عین الدولہ ریحان مدنی کو سکھ کا حکمران مقرر کیا تھا۔ (ن-ب)

70/39 سرکوندہ بن بھنڈر کھو بھکو: سرکوندہ کے معنی بہادر اور بھنڈر کھو کے معنی بھنڈوں یا بھکاریوں کی نگہداشت یا پرورش کرنے والا۔ اسی طرح سے 78/42 پر دوسرا نام ”بدھ رکھو“ آیا ہے جس کے معنی ہیں بدھ کے بت کا محافظ۔ ”بھکو“ کے معنی ہیں بھکشو یا پجاری خصوصاً بدھ مذہب کا۔ (ن-ب)

76/39 کا کاراج: یعنی کا کا قوم کا راج۔ سندھ کے شمالی مغربی صوبے بدھ کا پایہ تخت ”کا کاراج“ تھا۔ تحفۃ الکرام (133/3) میں بھی کا کاراج کا ذکر آیا ہے۔ غالباً ضلع لاڑکانہ میں تحصیل ”گکڑ“ کا نام اسی قدیمی کا کاراج کی بگڑی ہوئی شکل اور یادگار ہے۔ (ن-ب)

77/41 ریگستان کے بادشاہ کے پاس کہ جسے بھٹی بھی کہتے ہیں: اصل متن میں ”ملک رل“ ہے۔ رل کے معنی ریت کے ہیں۔ اس وجہ سے ترجمہ میں ریگستان کا بادشاہ لکھا گیا ہے۔ غالباً اس سے مراد جیسلمیر اور باڑھ میر کے حاکم سے ہے کیونکہ قدیم زمانے سے لے کر جیسلمیر بھٹی قوم کے لوگوں کا ملک رہا ہے۔ سندھی نسب نامہ کے ایک قدیمی بیت میں کہا گیا ہے کہ ”سندھ سا“ کا چھی ”چنا“، ”بھائی“ ”جیسلمیر“ عربوں کی فتوحات میں بھی شہر ”بالد“ کا ذکر آیا ہے، جس سے مراد غالباً ”باڑمیر“ ہے۔ اسی لحاظ سے ”ملک رل“ کو ”باڑمیر کے راجہ“ سے تعبیر کرنا مناسب ہوگا۔ واللہ اعلم بالصواب۔ (ن-ب)

78/42 ”بدھنوہار“: یعنی نووہار نامی بدھ کا مندر جس کا محافظ ”بدھ رکھو“ ششی

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

پروہت تھا۔ صفحہ 80 [46] پر اس ششی کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ ”نووہار“ کا مندر ایک قدیمی عبادت گاہ تھا جس کی عمارت کافی عرصے سے گردشِ زمانہ کی وجہ سے زیوں حال ہو چکی تھی اور جسے نئے سرے سے تعمیر کرانے کے لئے اس ششی نے فتح سے درخواست کی تھی۔

[42]/78 کنوہار: اس صفحہ پر اور آئندہ صفحات 57-58 پر دی ہوئی عبارتوں سے یہ ظاہر ہے کہ فتح کے سندھ پر قبضہ کرنے کے وقت یہ مندر آباد تھا اور بدھ رکھو ششی جو کہ ایک بڑا با اثر اور بارسوخ پروہت تھا، وہ اس مندر کا پجاری تھا۔ صفحہ [44]/80 پر یہ بیان کیا گیا ہے کہ برہمن آباد فتح کرنے کے بعد فتح اس پروہت کو جو کہ اس کا مخالف تھا، سزا دینے کے لئے ”مسلم سواروں کے ساتھ بندھ مندر کنوہار کی طرف روانہ ہوا“ اور راستے میں اس نے اپنے مسلح سپاہیوں کو خاص ہدایتیں دیں۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ مندر شہر برہمن آباد سے باہر کافی فاصلے پر تھا۔ اس کی تصدیق صفحہ [45]/80 پر دیئے ہوئے فتح کے ان الفاظ سے ہوتی ہے کہ جو صلح کے بعد اس نے اس پروہت سے کہے یعنی ”میں چاہتا ہوں کہ تو میرا کہا مان کر قلعہ برہمن آباد میں پھر واپس آ جا۔“ صفحہ [46]/82 پر کنوہار کے مندر سے فتح کی واپسی کے متعلق علیحدہ عنوان دیا گیا ہے یعنی ”فتح کا برہمن آباد واپس جانا“۔ ان جملہ عبارتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ کنوہار کا مندر شہر برہمن آباد سے کچھ فاصلے پر تھا۔ بدھ مذہب کے لوگوں کا دستور بھی یہی تھا کہ وہ اپنی عبادت گاہیں زیادہ تر شہروں سے دور اور پرسکون مقامات پر قائم کرتے تھے۔

اب سوال یہ ہے کہ یہ بدھ مندر کس جگہ تھا؟ کرنل کی کتاب ”سندھ کے آثار قدیمہ“ سے معلوم ہوتا ہے کہ منصورہ سے 6 میل مشرق کی طرف دیہہ دوفانی میں ”ڈیپیر گھانگھرے جوٹھل“ (موضع جھول تحصیل منجھورو سے تقریباً دو میل مغرب میں) کے کھنڈرات کسی قدیمی بدھ مندر کے ہیں۔ 1952ء میں میر اللہ بخش خان زمیندار جھول کی اعانت سے ہم نے اس ٹھل (کھنڈرات) کا معائنہ کیا۔ تحقیقات اور پیمائشوں سے معلوم ہوا کہ مندر کا یہ مسار ملہ (Stupa) تقریباً پچاس مربع فیٹ بلند چبوترے پر استادہ تھا، اندرونی دائرہ کا نیم قطر 10- فیٹ اور اس کی استادہ گول دیوار کی چوڑائی 12- فیٹ معلوم ہوئی۔ اندر سے یہ دیوار کچی اینٹوں کی اور باہر سے شاید پختہ اینٹوں کی بنائی گئی تھی۔ اس اونچے چبوترے کے نیچے سے سطح زمین تک تدریجی نشیب کی پیمائش 30 درجے کے زاویہ کی تخمیناً 30 فیٹ معلوم ہوئی۔ اس چبوترے کی ٹخلی بنیاد سے تقریباً 26 فیٹ کے فاصلے پر چاروں طرف غالباً چھوٹی کھوٹھریاں تھیں۔ جنوب کی سمت ان کوٹھڑیوں کی قطار کی بنیاد سے ان کی پیمائش 9 مربع فیٹ معلوم ہوئی۔ ملے والے چبوترے کے چاروں طرف ان

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

کونٹریوں کی بیرونی دیوار کو مد نظر رکھتے ہوئے اندازہ ہوا کہ بیرونی چار دیواری سے تقریباً 210 مربع فٹ تھی جو کہ تخمیناً مندر کی کل اراضی تھی۔

اس آثار قدیمہ کی یہ پیمائشیں سطح کے موجود نشانات پر مبنی ہیں اور اسی وجہ سے نامکمل سمجھی جانی چاہئیں۔ لیکن مرحوم میر اللہ بخش خان اور ان کے چچا زاد بھائی میر جان محمد خان نے اس موقع پر ایک نہایت اہم واقعہ کا ذکر کیا۔ انہوں نے کہا کہ ”1932ء میں بیراج کی نئی شاخوں کی کھدائی کے وقت ہم ان کھنڈرات کے پاس شمال کی طرف سے آنے والا واٹر کورس (نہری شاخ) کھود رہے تھے (جو کہ اب بھی موجود ہے) اس واٹر کورس کی دو شاخوں میں سے ایک کے قریب (یعنی کھنڈرات کے شمال کی طرف جہاں سے یہ واٹر کورس مغرب کی سمت مڑتا ہے یا کھنڈرات کے شمال مغرب میں جہاں سے یہ واٹر کورس پھر جنوب کی سمت رخ کرتا ہے) ہمارے آدمیوں نے کھدائی کرتے وقت سخت چکنی مٹی کی دو ایک کچی اینٹیں پائیں جن کے ایک طرف مہاتما بدھ کی تصویر تھی۔ لوگوں نے سمجھا کہ شاید یہاں کوئی خزانہ دفن ہے، چنانچہ انہوں نے مزید کھدائی کی اور تقریباً ایسی ہی اینٹوں کا ایک بڑا ڈھیر کھود کر باہر نکالا۔ ہم دونوں نے جا کر یہ اینٹیں دیکھیں۔ ہر چند کہ وہ اینٹیں کچی تھیں، لیکن کسی ایسی چکنی مٹی کی بنی ہوئی تھیں کہ بڑی مضبوط اور سخت معلوم ہوئیں۔ افسوس کہ اُس وقت ہم نے ان میں سے کسی بھی اینٹ کو محفوظ کر کے نہیں رکھا۔“

یہ ذکر 1952ء کا ہے۔ اب میر اللہ بخش انتقال کر چکے ہیں۔ ظاہر ہے کہ میر اللہ بخش خان یا میر جان محمد خان کو ان کھنڈرات کے تاریخی پس منظر کا کوئی علم نہیں تھا۔ اتفاق سے اس وقت راقم الحروف کے ذہن میں بھی فحتمامہ کی یہ عبارت نہ تھی کہ: ”بدھ کنوہار میں پہنچ کر جب فتح پر وہت کی طرف چلا تو اسے کرسی پر بیٹھے ہوئے اپنی عبادت میں مشغول دیکھا۔ اس کے ہاتھ میں سخت [گندھی ہوئی] مٹی تھی، جس کے بُت بنا کر وہ مہر جیسی ایک چیز ان بتوں پر لگاتا رہا، جس کی وجہ سے ان پر بدھ کی تصویر چھپ جاتی تھی اور وہ مکمل ہو جاتے تھے۔ اس کے بعد وہ انہیں ایک جگہ پر رکھ دیتا تھا۔“ (فحتمامہ ص 80-81)

میر صاحب مذکور کی چشم دید تصویروں والی اینٹیں اور فحتمامہ کے اس بیان میں سو فیصدی مطابقت ہے۔ 1932ء میں لوگوں نے جس مقام پر یہ اینٹیں کھود کر نکالیں وہ غالباً کنوہار کے اس راہب کا حجرہ تھا۔ بہر حال اس یعنی شہادت کے ثبوت پر کافی وثوق کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ ”ڈیپر گھانگھرے جوٹھل“ وہی بدھ مندر کنوہار ہے کہ جس کا ذکر فحتمامہ میں ہے۔ (ن-ب)

82/47 [لوہانہ کے جتوں سے] یہ شرطیں قبول کرائیں۔ ظاہر ہے کہ فتح ایک کٹر

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

برہمن تھا اور اس نے جنوں پر ہندو قانون کے مطابق اچھوتوں جیسی پابندیاں عاید کیں۔ اس سلسلے میں محقق ہوڑی والا (ص 86-87) کے مندرجہ ذیل ریمارک قابل غور ہیں:

”فتح نے جنوں سے چندالوں جیسا برتاؤ کیا، جن کے بارے میں منو (دیوتا) کا کہنا ہے کہ: انہیں شہروں سے باہر رکھا جائے۔ کتوں اور گدھوں کے سوا ان کی اور کچھ ملکیت نہ ہوئی چاہئے۔ ان کے لباس میٹوں میں استعمال شدہ کپڑوں کے ہوں، ان کے برتن بھانڈے ٹوٹے پھوٹے اور ٹیڑھے میڑھے ہونے چاہئیں اور ان کے کہنے اور زیور لوہے کے اور زنگ آلود ہوں۔“ (دیکھئے: Institutes, X. 12, 29-30)

جست، سندھ کے قدیم باشندے ہیں اور گمان ہے کہ انہیں آریوں یا دوسرے فاتحوں نے غلامی کی اس حد پر پہنچایا تھا۔ کروک (Crooke) کے بیان کے مطابق پنجاب میں راجپوتوں نے اس سے بھی کچھ پہلے جانوں سے بھی یہی سلوک کیا تھا یعنی نہ انہیں پگڑی باندھنے دی اور نہ انہیں سرخ یا رنگین کپڑے پہننے کی اجازت دی، شادی کے موقع پر ان کے دولہا کو سہرا باندھنے اور عورتوں کو نتھ پہننے کی اجازت نہ تھی۔ ان کی دلھنوں پر پہلے راجپوتوں سے ہم بستر ہونا فرض تھا۔ آج بھی راجپوت اپنے گاؤں اور بستیوں میں بچہ ذات کے لوگوں کو رنگیں کپڑے پہننے اور بڑی تہمیں نہیں باندھنے دیتے ہیں۔ (دیکھئے Tribes and Costes of the

(North-Western Provinces. 1836, 111/23)

گجرات میں بھی ایسے ہی سلوک کی مثال ملتی ہے۔ فوربس (Forbes) لکھتا ہے کہ سدھ راج جیسنھا کے عہد میں چٹاروں (ڈیڈھوں) کے لئے لازمی تھا کہ وہ سروں پر بغیر بل دیئے ہوئے سوتی کپڑے کا ٹکڑا لپیٹیں اور کمر میں کوئی خوشہ باندھ کر لوکا لیا کریں تاکہ لوگ (انہیں دور سے دیکھ کر پہچان لیں اور) انہیں نہ چھوئیں۔ دیکھئے Ras Mala. Reprint, 1924, 1/110 (ہوڑی والا)

83/48 | کسریٰ بن ہرمز کے مرنے کے بعد کاروبار سلطنت ایک عورت کے ہاتھ میں آ گیا تھا۔ اس عورت کا نام ”بوران دخت“ تھا اور وہ کسریٰ بن ہرمز کی بیٹی تھی۔ وہ کسریٰ کے انتقال کے بعد فوراً ہی تخت پر نہیں بیٹھی تھی بلکہ بقول حمزہ اصفہانی، کسریٰ بن ہرمز کے بعد 8 ماہ تک قباد بن کسریٰ بن شیرویہ نے حکومت کی جس کے بعد ڈیڑھ سال تک ارد شیر بن شیرویہ حکمران رہا اور ان دونوں کے بعد بوران دخت بن کسریٰ تخت پر بیٹھی (سنی ملوک الارض والانبیاء ص 22) اسی کتاب میں (ص 18) پر مصنف نے موسیٰ بن عیسیٰ الکسردی سے روایت کی ہے کہ قباد اور بوران دخت سے پہلے شہر زاد نامی ایک تیسرے شخص نے بھی عنان

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

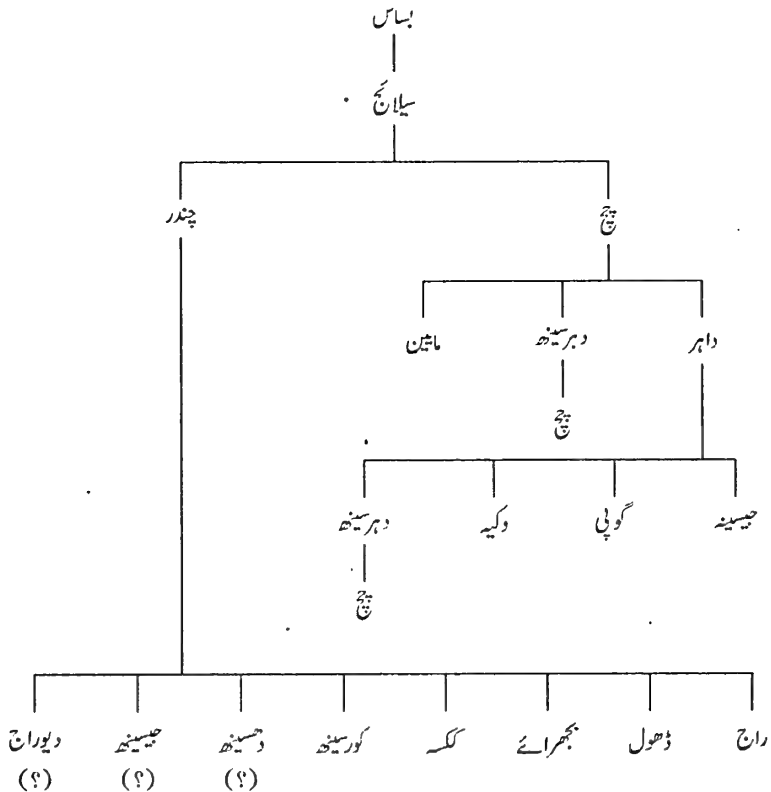
حکومت سنہالی تھی، لیکن وہ ساسانی خاندان سے نہیں تھا۔ حمزہ اصفہانی کے حساب کے مطابق بوران دخت کی حکومت کا زمانہ آٹھویں یا نویں ہجری کا ہوگا، بشرطیکہ مسعودی کی روایت (مروج الذهب جلد 11 باب جوامع التواريخ) کے مطابق یزدگرد کا قتل سن 32ھ میں ہونا تسلیم کیا جائے۔ (ن-ب)

48/84 | ارماتیل: یعنی ارمن بیلہ جو کہ موجودہ لس بیلہ کا ایک مشہور شہر تھا اور بحری ساحل کے قریب تھا۔ عرب مورخوں اور جغرافیہ نویسوں کی کتابوں میں (شاید کاتبوں کی غلطی کی وجہ سے) اس شہر کا نام "ارماتیل" اور "ارماتیل" بھی لکھا گیا ہے۔ اس شہر کے محل وقوع کے متعلق یاقوت کا معجم البلدان (ارماتیل) میں دیا ہوا بیان کافی واضح ہے لیکن اس زمانے کے دیئے ہوئے خطوط عرض البلد اور طول البلد آج کل صحیح جگہ متعین کرنے کے لئے کارآمد نہیں ہو سکتے۔ یاقوت کہتا ہے کہ: یہ دہیل اور کرمان کے درمیان میں سندھ کا ایک بڑا شہر ہے۔ شہر اور ساحل بحر کے درمیان نصف فرسنگ (ڈیڑھ میل) کا فاصلہ ہے۔ یہ شہر دونوں مملکتوں میں ہے۔ اس کا طول البلد 92 درجہ، 15 دقیقہ اور عرض البلد 25 درجہ، 46 دقیقہ ہے۔ (ن-ب)

49/83 | مشہور: فتحنامہ کے جملہ نسخوں کا تلفظ "کنزبور" ہے جو کہ دراصل "کنزبور" کی دوسری صورت خطی ہے۔ عرب جغرافیہ نویسوں کی تصنیفات میں اس شہر کا نام "کنزبور" یا "فتح بور" یعنی "فتح پور" ہے۔ اور یہ غالباً وہی شہر ہے کہ جو اس وقت علاقہ قلات میں "منجگور" کے نام سے مشہور ہے۔ مزید تصدیق کے لئے دیکھئے: "Le Strange: Land of the Easter Caliphate, P. 329" (ع-م)

49/84 | فتح بن سیلاح بن عباس: فتحنامہ میں فتح کے نسب کے متعلق یہ واحد فقرہ دیا گیا ہے۔ ہوڑی والا کے خیال میں لفظ فتح دراصل "جج" (Jaji) ہے۔ کشمیر کے راجہ جیاپید کے بھائی کا بھی یہی نام تھا (دیکھئے ویدیا: ہسوی آف میڈیول انڈیا 15/2، 2) نام "جج" متھرا کے قریب مہابن کے ایک 1150ء کے کتبے میں بھی موجود ہے۔ دراصل لفظ "جج" "بیات" کی ایک پراکرت شکل ہے۔ فتح کے باپ کا نام "سیلاح" بھی اصل میں "شلا تپتہ" معلوم ہوتا ہے۔ فتحنامہ کے نسخوں کے مطابق فتح کے دادا کا نام "بباس" ہے جو ممکن ہے کہ کاتبوں کی سہو کی وجہ سے "بباس" سے "بباس" بن گیا ہو۔ اگر یہ صحیح ہے تو پھر ہوڑی والا کے خیال کے مطابق لفظ "بباس" شاید "دشواسک" ہو جو کہ متھرا کے بدھ دھرم کے بہت سے کتبوں میں نظر آتا ہے۔ (ہوڑی والا ص 80-86) فتحنامہ کے مطالعے سے فتح اور اس کے خاندان کا شجرہ مندرجہ ذیل شکل میں نظر آتا ہے۔

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ



49/84] توران: یعنی قلات کا جنوبی حصہ یا خزدار والا علاقہ۔ عرب جغرافیہ نویسوں کے بیانات سے مکمل تصدیق ہوتی ہے کہ مکران کی شمالی سرحد قصدار (قزدار یا موجودہ خزدار) سے ملتی تھی اور علاقہ قصدار کا نام توران تھا۔ جس کا پایہ تخت بھی قصدار تھا (دیکھئے ابن حوقل ص 233، مقدسی ص 486 اور 478، یاقوت بلدان 557/3 اور المسترک ص 296، قلتندی عن ابن حوقل۔ صبح الأشی 66/5۔ اس علاقہ توران کی مشرقی سرحد سندھ کے علاقے بدھیمہ سے ملتی تھی اور علاقہ بدھیمہ کا شہر قندابیل اس سرحد کی نشاندہی کرتا تھا۔ توران دراصل کیکانان کا ایک صوبہ تھا اور کیکانان ہی کا جنوبی حصہ توران کہلاتا تھا۔ امپرل گزیٹیر آف انڈیا 1908ء (14X275) میں توران کو موجودہ ریاست جمالاوان سے تعبیر کیا گیا ہے۔ (ن-ب)

49/84] قندابیل (یعنی قندھار): یہاں ”یعنی قندھار“ کا فقرہ غالباً فتح نامہ کے فارسی مترجم کی طرف سے بڑھایا ہوا ہے اسی وجہ سے اس ترجمے میں ہم نے اسے بریکٹ کے اندر دیا

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

ہے۔ لیکن یہ قیاسی اضافہ صحیح نہیں ہے اور قدراہیل کو قدھاہ تصور کرنا غلط ہے۔ جیسا کہ ص 64 کے نوٹ میں اس سے پہلے بیان ہو چکا ہے۔ قدراہیل، سندھ کے شمالی مغربی صوبہ بدھیمہ اور توران یعنی خزدار کا سرحدی شہر تھا۔ اور یہ غالباً موجودہ گندارا کی جگہ پر جو کہ کچھ - گندارا پر گنہ میں ہے یا اُس کے آس پاس واقع تھا۔ اور گندارا، شکارپور سے بولان تک جانے والے قدیمی راستے پر واقع ہے۔ (ن-ب)

49/84 | دریائے پورالی: یہ وہی دریا ہے کہ جوں بیلہ کے مغرب میں بہتا ہے اور خلیج سون میانی میں گرتا ہے۔ (ن-ب)

50/85 | کنوج پر سیہرس بن راسل کی حکومت تھی: ہوڑی والا (ص 80) سیہرس کو ”شری ہرشا“ تصور کرتا ہے۔ کنوج کا راجہ ہرشا ویسے کافی مشہور ہے، لیکن اس کے عہد حکومت اور اس واقعہ کے سلسلے میں سن و سال کی مطابقت غور طلب ہے۔ (ن-ب)

51/85 | سیہرس نے اپنے بھائی برہاس بن کسکس کو روانہ کیا: سطور بالا میں اس سے پہلے سیہرس کے باپ کا نام راسل بیان کیا گیا ہے ایسی صورت میں برہاس بن کسکس اس کا بھائی کیسے ہو سکتا ہے؟ فارسی متن کی عبارت اس مقام پر ”برادر خود“ (یعنی اپنا بھائی) ہے جو ممکن ہے کہ دراصل ”برادرزادہ خود“ یعنی اپنے بھائی کا (بیٹا) ہو۔ تحفۃ الکرام میں (8/3) برہاس کی جگہ بالیس ہے۔ (ن-ب)

54/87 | راوڑ: اس پچھلے دور میں جس نے بھی سندھ کی تاریخ پر قلم اٹھایا ہے اس نے راوڑ اور اردو کو ایک تصور کیا ہے جو کہ صحیح نہیں ہے۔ اس مقام کی عبارت سے ظاہر ہے کہ فتح نے اپنے زمانے میں راوڑ کی بنیاد رکھی لیکن اس کے مکمل ہونے سے پہلے انتقال کر گیا اور اس کے بعد اُس کے بیٹے دہر سینہ نے اسے ہوا کر وہاں شہر آباد کیا اور اس کا نام ”راوڑ“ رکھا۔ اس کے مقابلے میں اردو ایک قدیمی شہر تھا اور فتح سے پہلے رائے خاندان کے زمانے میں بھی سندھ کا پایہ تخت تھا۔ اس کے علاوہ اردو شمالی سندھ میں (موجودہ روہڑی کے قریب) تھا اور راوڑ نشیب میں مہران کے ڈیلانا پر جزیرے میں ایک مضبوط حفاظتی قلعہ تھا۔

قلعہ راوڑ کا صحیح مقام متعین کرنا مشکل ہے۔ البتہ فتح نامہ میں محمد بن قاسم اور داہر کی جنگ کے سلسلے میں دیئے گئے بیانات سے یہ یقینی نتیجہ نکلتا ہے راوڑ، لاڑ (نشیبی سندھ) میں مہران کے مدخل والی اراضی پر واقع تھا۔ مندرجہ ذیل دلائل قابل غور ہیں:

1- شمال کی طرف سیوستان (سیوہن) اور بدھیمہ کے علاقوں کو فتح کرنے کے بعد محمد بن قاسم نیرون کوٹ واپس آیا جو کہ موجودہ حیدرآباد کی جگہ پر یا اس کے آس پاس واقع تھا۔ وہاں

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

اس نے قلعہ اشہار کی جانب کوچ کیا اور جاکر راوڑ کی سرحد کے مقابل لیکن دریا کے مغربی کنارے پر جھیم اور کرہل کے پرگنوں میں منزل انداز ہوا (ص 175، 179) بعد کے تاریخی حوالوں سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ کرہل یا گڑسرد میں ٹھٹھہ کا حصہ تھا۔ وہاں سے بھی کوچ کر کے اور مزید نشیب میں جاکر پرگنہ جھیم کے موضع ساکرے میں مقیم ہوا اور مہران پار کرنے کے لئے کشتیاں اور تختے تیار کرائے (ص 164)۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ محمد بن قاسم نے لاڑ کے ٹھٹھہ اور میرپور ساکرہ کے اس مقام سے جو کہ مہران کے ڈیلٹا اور جزیرے کے سامنے مغرب میں تھا، یہ دریا پار کیا۔

2- محمد بن قاسم کی ان تیاریوں کے موقع پر علاقہ لاڑ کے جتوں اور ساکرے کے سربراہوں کا ذکر آیا ہے۔ (فتحنامہ ص 124)۔ جت قوم کے لوگ عہد قدیم سے شاہ بندر ڈویشن کے علاقے میں رہتے آئے ہیں اور ان کی اس قدیم آبادی کی وجہ سے ضلع ٹھٹھہ کے جنوب مشرقی علاقے کا نام ہی ”جٹی“، پڑ گیا ہے۔

3- محمد بن قاسم کے مغربی ساحل کی طرف سے مہران کو پار کر کے مشرق کی طرف راوڑ کے قلعے تک پہنچنے کے بیان میں کئی دریاؤں یا آبنائوں کا ذکر آیا ہے، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ مہران کے نشیبی دو آبے یا ڈیلٹا کا خطہ تھا۔ چنانچہ محمد بن قاسم کشتیوں کے پل کے ذریعے مہران کی بڑی شاخ سے گذر کر مشرق کی طرف آیا۔ مقابلے پر ”جوتے کوتک“ یعنی دریائے کوتک کی ایک چھوٹی سی شاخ کی راہ سے آ کر جیسینہ نے قلعے کی حفاظت کی (ص 159)۔ اس ”قلعہ بیٹ“ (جزیرہ کے قلعے) سے کچھ فاصلے پر ”جوتے بٹری“ یا ”بٹری“ نامی دریا کی ایک دوسری چھوٹی شاخ تھی، جہاں راسل گرفتار ہوا۔ (ص 175)۔ ”قلعہ بیٹ“ سے کوچ کر کے محمد بن قاسم اور بھی آگے جاکر ”جوتے دھدھا واہ“ یعنی دریا کی ایک اور چھوٹی شاخ دھدھا واہ کے کنارے اس مقام پر خیمہ زن ہوا جسے راجہ داہر نے ”ہڈباری“ کے نام سے پکارا تھا۔ (ص 176)۔ اس کے بعد بھی محمد بن قاسم اور داہر کی فوجوں کے درمیان ایک اور ”آبنائے“ یا ”خلج“ تھی (ص 175 اور 179) جسے عبور کر کے اسلامی لشکر نے حملہ کیا (ص 179) اور جنگ کرتے ہوئے عرب مجاہدین راوڑ کے قلعے تک جا پہنچے (ص 188) آخر محمد بن قاسم کی فتح ہوئی اور داہر راوڑ کے قلعے کے پاس دریائے مہران کے درمیان (یعنی دو آبے میں) دھدھا واہ کے کنارے مارا گیا۔ (ص 188 اور 198)۔

فتحنامہ کے ان حوالوں سے واضح ہوتا ہے کہ محمد بن قاسم نے نیرون کوٹ سے کافی نیچے لاڑ کے جھیم اور کرہل کے علاقے میں کسی مقام سے دریا پار کیا اور اس کی اور داہر کی فوجوں کا

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

میدان جنگ مہران کے دوآبہ اور اس کی مختلف شاخوں والا خطہ تھا اور راوڑ کا قلعہ بھی ایک ایسی شاخ ”دھداواہ“ سے متصل تھا۔

فتحنامہ کی عبارتوں سے صاف طور پر یہ بھی سمجھ میں آتا ہے کہ راوڑ، برہمن آباد سے یقینی طور پر کافی نشیب میں لاڑ کی طرف تھا، کیونکہ راوڑ کی فتح کے بعد جب محمد بن قاسم نے برہمن آباد کا رخ کیا تو پہلے ”قلعہ بہرور“ کے قریب پہنچا اور دو ماہ کے محاصرے کے بعد اسے فتح کیا۔ (ص 201)۔ وہاں سے آگے چل کر ”دھلیہ“ پہنچا اور اس قلعے کو بھی دو ماہ کے محاصرے کے بعد قبضے میں لایا۔ (ص 201-202) پھر وہاں سے برہمن آباد جا پہنچا جو کہ دھلیہ کے قلعے کے قریب تھا۔ (ص 203)۔

ان حوالوں کی بنیاد پر کرنس (سندھ کے آثار قدیمہ ص 23) کا یہ گمان باطل ہوتا ہے کہ راوڑ کا قلعہ اروڑ سے 20-25 میل مغرب یا جنوب میں شہر کنکری سے کچھ نشیب میں واقع تھا۔ اسی طرح میجر راوڑی کا یہ تخمینہ بھی غلط ہے کہ راوڑ، برہمن آباد کے مغرب میں (کرنس کے اندازے کے مطابق تقریباً دس میل) تھا۔

کرنس کے خیال میں (آثار قدیمہ ص 23، نوٹ 1) محمد بن قاسم کے دوآبے کی مختلف شاخوں سے گزرنے کا حوالہ کہیں موجود نہیں اور اسی وجہ سے وہ راوڑ کا دوآبے میں ہونا تصور نہیں کرتا۔ لیکن یہ خیال غلط ہے کیونکہ فتحنامہ کے مذکورہ حوالوں میں دوآبہ اور دریا کی مختلف شاخوں کا ذکر موجود ہے۔ میجر راوڑی بھی راوڑ کے دوآبے میں ہونے کو ناممکن سمجھتا ہے کیونکہ اس کے خیال میں (سندھ کا مہران، ص 239 حاشیہ) محمد بن قاسم کے راوڑ پر حملے کے وقت پانی کے چڑھاؤ کا موسم تھا اور اس موسم میں دوآبے سے گزرنا مشکل ہے۔ راوڑی کی یہ دلیل کچھ ایسی با وزن نہیں ہے کیونکہ فوج کا دوآبے سے گزرنا خواہ مشکل ہو مگر ناممکن نہیں ہے۔ دوسرے یہ کہ جب محمد بن قاسم پہلی مرتبہ نیروں کوٹ آیا تو اس طرف دریائے مہران کا پانی اس وقت تک نہ آیا تھا مگر بارش کا ابتدائی زمانہ تھا اور پانی آنے والا تھا۔ اس کے بعد محمد بن قاسم نے نیروں کوٹ فتح کیا اور وہاں سے بالائی علاقے کی طرف جا کر سیوستان اور بدھہ کو فتح کیا اور وہاں سے نیروں کوٹ واپس آ گیا۔ پھر وہاں سے جا کر ”اشبہاز“ کا قلعہ فتح کیا اور اس کے بعد داہر کا مقابلہ کرنے کے لئے مہران عبور کرنے کی تیاری کی۔ اس کے یہ معنی ہوئے کہ نیروں کوٹ میں اس کی پہلی آمد کے وقت سے لے کر اس وقت تک کافی وقت گزر چکا تھا اور غالباً مہران پار کرنے کے موقع پر باڑھ کا موسم تقریباً ختم ہو چکا تھا۔

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

ڈاکٹر داؤد پوٹہ کا خیال ہے کہ ”راؤڈ“ موجودہ حیدرآباد کی جگہ پر تھا (فتحنامہ فارسی ایڈیشن ص 258 پر دی ہوئی ص 54 کی تشریح) یہ خیال بھی درست نہیں ہے کیونکہ حیدرآباد کے مقام پر غالباً ”نیرون کوٹ“ تھا۔ اس کے علاوہ فتحنامہ کے حوالوں سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ راؤڈ نیچے لاڑ میں تھیم، کرھل (ٹھٹھہ کے شمال مشرقی خطے) اور ساکرے کی طرف دریا کے دو آبے میں واقع تھا۔ ہوڑی والا (ص 87) کی یہ رائے بھی کہ راؤڈ، نیرون کوٹ اور برہمن آباد کے درمیان میں تھا، مبہم ہے۔ ہیک جس نے کہ مہران کے دو آبے اور اس کی قدیمی شاخوں کی کافی تحقیق کی ہے۔ اس کی رائے میں راؤڈ، لاڑ میں ونگی کے آس پاس مشرقی نارے کے کنارے برہمن آباد سے تقریباً 80 میل جنوب اور نیرون کوٹ سے تقریباً 70 میل جنوب مشرق میں واقع تھا۔ (انڈس ڈیلٹا کنٹری ص 63-64)۔ یہ اندازہ فتحنامہ کے حوالوں کی روشنی میں واقعی ترین قیاس ہے۔ ہمارے خیال میں راؤڈ کا قلعہ غالباً لاڑ میں موجودہ ضلع ٹھٹھہ کے شاہ بندر ڈویژن اور حیدرآباد ضلع کی ٹنڈو ڈویژن کی حدود میں کسی جگہ پر واقع تھا۔ نام کی مناسبت سے، شاہ بندر ڈویژن میں قدیمی شہر رڑی کے کھنڈرات شاید راؤڈ کے قدیمی قلعے اور شہر کے ہیں۔

بہر حال راؤڈ لاڑ میں تھا جہاں غالباً سمندر کے قریب ہونے کی وجہ سے گرمیوں میں بھی وہاں کی آب و ہوا معتدل رہتی تھی اور اسی وجہ سے داہر گرما کے چار ماہ وہاں گزارا کرتا تھا۔ (ص فتح نامہ: 90)

یہ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ شہر کب اور کیسے برباد ہوا۔ محمد بن قاسم کی فتوحات کے وقت بھی دریائی راستے پر ہونے کی وجہ سے اس شہر کو ایک مرکزی حیثیت حاصل تھی۔ چنانچہ برہمن آباد کو فتح کرنے کے بعد جب محمد بن قاسم نظام حکومت کی درستی کی طرف متوجہ ہوا تب اس نے نوبہ بن دارس کو راؤڈ کے قلعے پر مامور کیا تاکہ اس مقام پر کشتیاں تیار رکھے۔ اوپر یا نیچے کی طرف سے جو بھی کشتی آئے یا جائے اگر اس میں سامان جنگ ہو تو روک کر راؤڈ کے قلعے میں لے جائے۔ اس (راؤڈ) سے اوپر کے حصے کی کشتیوں کا اختیار ابن زیاد العبدی کو دیا۔ کچھ کے اطراف..... ہذیل بن سلیمان کو دیئے (ص 218) اس حوالے سے یہ دلیل بھی نکلتی ہے کہ راؤڈ کی سرحد آگے جا کر کچھ کی سرحد سے ملی ہوئی تھی۔ شہر راؤڈ محمد بن قاسم کی فتوحات کے تقریباً پانچ سو برس کے بعد تک بھی موجود تھا۔ کیونکہ یاقوت اپنی کتاب معجم البلدان (راور) میں 1224-1228ء کے زمانہ میں لکھتا ہے کہ ”راور سندھ میں ایک بڑا شہر ہے جسے محمد بن قاسم نے فتح کیا۔“ بقول ہوڑی والا (ص 87) راؤڈ کے متعلق 1612ء کا ایک حوالہ ملتا ہے۔ انڈیا آفس لاہور میں پہلوی زبان کی ایک کتاب "Dinai-Mainogi-i-Khirad" کا فارسی منظوم

فتح نامہ سندھ عرف چچ نامہ

ترجمہ موجود ہے جو کہ 1612ء میں "Rawar in Sind" کے ایک باشندے مرزبان زرتشتی نامی نے کیا۔ دیکھئے:

(Sachau: J.R.A.S.New Series IV. 24; West, Pahlavi Texts,

III in Sacred Books of the East XXIV, Introduction P.XXIII)

ممکن ہے کہ اس کتاب میں تحریر کردہ "راور" اصل میں "ارور" کی غلط صورت خطی ہو، لیکن اگر واقعی یہ وہی زیر بحث "راور" ہے تو پھر ہم کہہ سکتے ہیں کہ 1612ء تک راور موجود تھا۔ اس لحاظ سے راور غالباً شاہ بندر سب ڈویژن کا وہی قدیم برباد شدہ شہر رڑی ہو۔ جو کہ مقامی روایتوں کے مطابق دو تین صدی پہلے برباد ہوا۔ اپنے اس آخری دور میں رڑی بخت قوم کے لوگوں کا مشہور شہر تھا جس پر اپنے قرض کے بدلے میں کبیر قوم کے لوگ قابض ہو گئے تھے، چنانچہ سندھ میں مثال مشہور ہے کہ "رڑی کلوں میں پڑی، ملا جتوں کو جواب" لاڑ میں کبیر قوم کا زوال تقریباً سترہویں صدی عیسوی کے آخر میں ہوا اور غالباً اسی زمانے میں شہر "رڑی" برباد ہوا۔ (ن-ب)

70/99 عرب محمد علانی: یہ محمد علانی غالباً وہی "محمد حارث علانی" ہے (یعنی محمد بن حارث علانی) کہ جس کا ذکر بعد میں (قلمی نسخے کے متن میں) ص[160] پر آیا ہے۔ ص[138] پر اس کا نام "محمد" دیا گیا ہے اور ص[140] پر "علانی"۔ پوری کتاب میں صرف ص[160] پر ہی اس کا پورا نام "محمد حارث علانی" دیا گیا ہے اور اس کے بعد باقی ہر جگہ صرف محمد علانی دیا گیا ہے دیکھئے ص[160-164] [170-172] اور [193-194] محمد علانی دراصل عربوں کے شامی لشکر کے سپاہیوں میں سے تھا۔ دیکھئے ص[138]۔

اس صفحہ 99 پر آگے چل کر بیان کیا گیا ہے کہ اس علانی نے عبدالرحمن بن اشعث کو قتل کیا تھا۔ یہ غلط ہے درحقیقت علانیوں نے خلیفہ عبدالملک کے دنوں میں کمران کے گورنر سعید بن اسلم کلابی کو قتل کیا تھا کیونکہ اس نے ان کے ہم وطن اور ہم قوم سنہوی بن لام الحمامی نامی ایک شخص کو قتل کیا تھا۔ دیکھئے فتنامہ (قلمی) [85-86] سعید کے خلاف اس سازش میں جن علانیوں نے حصہ لیا تھا ان میں محمد بن حارث علانی کا نام نہیں دیا گیا۔ دیکھئے [86]۔ مگر مورخ بلاذری نے معاویہ اور محمد بن حارث علانی دونوں کو اس سازش کا قائد لکھا ہے۔ (فتوح البلدان ص435)۔ علانیوں نے سعید کو قتل کر کے کمران پر قبضہ جمالیا تھا۔ دیکھئے فتنامہ ص[86]۔ حتیٰ کہ 85ھ کے قریب حجاج نے جماعت بن سحر کو کمران کی طرف روانہ کیا، جس کے پہنچنے سے پیشتر ہی علانی وہاں سے بھاگ کر راجہ داہر کے پاس جا پہنچے تھے، فتنامہ

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

ص [88]۔ اس لحاظ سے محمد علانی کی ریل کے راجہ کے خلاف کی ہوئی کارروائی کو 85ھ کے بعد کا واقعہ سمجھنا چاہئے۔ (ن-ب)

101/71 ہند اور سندھ کے شہروں میں اسلامی لشکر کی پہلی جنگ رسول ﷺ کی ہجرت کے 15 سال بعد امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ہوئی۔ یہ درست ہے اور مورخ بلاذری نے بھی مدائنی کی سند سے مسلمانوں کی اس پہلی فوج کشی کی خبر نقل کی ہے کہ حضرت عمر رضہ نے 15ھ میں عثمان بن ابی العاص ثقفی کو بحرین اور عمان کا گورنر مقرر کیا، جس نے اپنے بھائی الحکم کو تانہ (تھانہ، بھئی کی طرف) اور بروص (بھروچ، گجرات) کی مہم پر اور اپنے دوسرے بھائی مغیرہ کو دیتیل روانہ کیا۔ (فتوح البلدان، ص 132-431) البتہ فتح نامہ کی روایت کا وہ حصہ جو صفحہ 101 پر ہے صحیح نہیں ہے کہ مغیرہ دیتیل میں لڑتے ہوئے شہید ہوا۔ بلاذری واضح طور پر لکھتا ہے کہ اس نے دشمن کا مقابلہ کیا اور اس پر فتح حاصل کی (فتوح ص 442) دوسرے تاریخی حوالوں سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ مغیرہ اس کے بعد بھی زندہ رہا۔ اس حملے کی تفصیل کے لئے دیکھئے ہمارا مضمون ”ہندوستان پر عربوں کے ابتدائی حملوں کی تاریخ“، مطبوعہ ”اسلامک کلچر“ مخزن، جولائی 1946ء حیدرآباد دکن * (ن-ب)

101/73 امیر المومنین عثمان بن عفانؓ نے ہند اور سندھ پر فوج کشی کرنے کے لئے لشکر بھیجا تھا۔ حضرت عثمان کے اس ارادے کا ایک خاص سبب تھا۔ فتح نامہ میں اس واقعہ سے پہلے کی ایک اور جنگ کا جو کہ حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں سندھ اور لشکر اسلام کے درمیان ہوئی، ذکر نہیں ہے۔ لیکن بقول طبری (2707/1) جب لشکر اسلام حکم بن عمرو الغسانی کی سرکردگی میں مکران میں (ایران کی ساسانی حکومت کے گورنر کی فوج سے لڑ رہا) تھا تو سندھ کی فوجوں نے اچانک نہر پار کر کے اسلام کے لشکر پر حملہ کر دیا تھا۔ اور شاید حضرت عثمانؓ نے سندھ کے راجہ کی طرف سے اس ”جنگ نہر“ میں کی گئی پہلی کا انتقام لینے ہی کے لئے سندھ پر لشکر کشی کا ارادہ کیا تھا۔ (ن-ب)

101/73 لشکر قذائیل اور مکران میں تھا: فتح نامہ کا صرف یہی حوالہ ہے کہ جو اس وقت قذائیل میں لشکر اسلام کی موجودگی کا اظہار کرتا ہے دوسری کسی بھی تاریخ میں اس کا ذکر نہیں ہے۔ یہ لشکر غالباً عبداللہ بن عامر کا لشکر تھا (دیکھئے بلاذری فتح جستان) یا پھر اُس عظیم لشکر کا کوئی حصہ تھا کہ جس نے حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں ایران پر عام حملہ (الانسیاح یا General

* The Probable Date of the Early Arab Expeditions to India Islamic culture, Hyderabad Dacean, Issue of July 1946.

(Invasion) بولا تھا۔ (ن-ب)

102/74 اشعار- واهلكنی لكم فی كل یوم الخ: کتاب النوادر (طبع بیروت ص 161) میں ابو زید نے یہ دو شعر جاہلی شاعر علی بن طفیل السعدی سے منسوب کئے ہیں اور لسان العرب (جلد 6 ص 254) کے مصنف نے انہیں عامر بن الطفیل السعدی سے منسوب کیا ہے۔ تاج العروس (جلد 12 ص 116) پر صرف دوسرا شعر ہے اور شاعر کا نام نہیں دیا گیا ہے (بہ شکریہ استاذ عبدالعزیز المہمنی) سر چارلس لایال نے یہ دونوں اشعار عامر بن طفیل کے دیوان (ص 158) میں درج کئے ہیں جس کے مطابق اصلاح کر کے ترجمے میں شامل کئے گئے ہیں۔ یہ دونوں اشعار بھو اور استہزا کے محسوس ہوتے ہیں تعجب ہے کہ انہیں مدح تصور کیا گیا ہے۔ (ع-م)

102/74 حضرت علیؓ کی تعریف میں اشعار کہے: یعنی حکیم بن جہلہ نے یہ اشعار کہے۔ حکیم قبیلہ بنو الدیل میں سے تھا اور اس لحاظ سے اس کا پورا نام حکیم بن جہلہ بن حصین بن اسود بن کعب بن عامر بن الحارث بن الدیل ہوگا (جمہور ابن حزم جلد 2) اس کے حالات ابن خلکان (وفیات 844) اور ابن حجر (اصابہ 779/1) نے تفصیل سے لکھے ہیں۔ حکیم ان چار جرنیلوں میں سے ایک تھا کہ جنہوں نے حضرت عثمانؓ کو شہید کرنے میں حصہ لیا۔ (العقد الفرید 266/2-269) حکیم حضرت علیؓ کے طرفداروں میں سے تھا اور ”جنگ نہروان“ سے پہلے ”زابوتہ“ کی لڑائی میں جو کہ خارجیوں کے ساتھ ہوئی تھی، قتل ہوا۔ (رسالة للجاحظ فی بنو امیہ، ملحقہ فی آخر کتاب النزاع والتحامم للمقرئ یزی، طبع مصر ص 193) ”العقد الفرید“ (65/2) میں حضرت علیؓ کی منقبت میں اس کا یہ شعر ملتا ہے۔

دعا حکیم دعوة سمیعہ

نال بها المنزلة الرفیعة

(ن-ب)

102/75 حکیم بن جہلہ کا قول۔ ماء ہا وشل۔ الخ: بلاذری نے بھی یہ رپورٹ حکیم سے منسوب کی ہے (فتوح البلدان ص 432) اور غالباً یہ صحیح ہے۔ یاقوت نے بھی ”معجم البلدان“ (613/4) میں یہی روایت نقل کی ہے۔ البتہ طبری (2707/1) یہ الفاظ صحار العبدی سے منسوب کرتا ہے جو کہ کرمان کے جرنیل حکم بن عمرو الغنصی کی طرف سے خمس اور اموال غنیمت لے کر حضرت عمرؓ کے پاس گیا تھا۔ (طبری 2707/1)۔ مگر یہ صحیح نہیں معلوم ہوتا، کیونکہ بقول طبری صحار العبدی اُس وقت خود ایک دوسرے پہ سالار احنف بن قیس کے ساتھ تھا، جس نے اسے اس

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

وقت اپنا نائب بنا کر ہرات میں تعینات کیا تھا۔ (دیکھئے طبری: 2612/1) ابن قتیبہ نے بھی ”عیون الاخبار“ (199/2) میں یہ کیفیت کسی شخص کی زبانی حضرت عمرؓ کے سامنے بیان کی گئی تحریر کی ہے، لیکن اس شخص کا نام نہیں دیا ہے۔ ”الاخبار الطول“ (طبع یورپ ص 326) اور ”مخاضرات راغب اصفہانی“ (طبع مصر 264/2) میں یہ الفاظ ابن القریہ سے منسوب ہیں۔ دوسری طرف تقی الدین حموی کی ”ثمرات الادراک“ 61/2- ابن حامد کرمانی کی تاریخ کرمان المعروف ”عقد العلی للموقف الاعلیٰ“ (طبع طہران، ص 64) اور ”تاریخ گزیدہ“ میں (ص 270) پر نام کی غلطی کے ساتھ) یہ الفاظ غضبان بن القبضری نامی شخص سے منسوب ہیں کہ جس نے حجاج سے یہ باتیں بیان کیں۔ (ن-ب)

103/76 عبد اللہ کو سندھ پر فوج کشی کرنے سے منع کر دیا اور کسی کو بھی نہ بھیجا: مورخ بلاذری بھی اس امر کی تصدیق کرتا ہے کہ حضرت عثمانؓ نے حکیم کی رپورٹ سننے کے بعد کسی بھی سپہ سالار کو اس سرحد پر جہاد کرنے کے لئے نہیں بھیجا ”فَلَمْ يُغْزِهَا أَحَدًا“ (فتوح البلدان ص 432) لیکن مورخ طبری 29ھ کے حالات بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ حضرت عثمانؓ نے عبید اللہ بن عمرؓ کی طرف بھیجا جو وہاں دشمن کی پوری فوج کا صفایا کر کے بوہتا ہوا جاکر ”نھر“ پر پہنچا۔ اس کے بعد عبید اللہ کا فارس کی طرف تبادلہ کر دیا گیا اور اس کی جگہ پر عمیر بن عثمان بن سعد کو مقرر کیا گیا [اس کے بعد غالباً عبید اللہ کے فارس میں شہید ہو جانے پر عمیر کو فارس میں مامور کیا گیا اور ابن کندیہ القشیری کو اس کی جگہ پر کرمان میں متعین کیا گیا۔] حضرت عثمانؓ کی شہادت کے وقت عمیر بن عثمان فارس کا اور ابن کندیہ القشیری کرمان کا سپہ سالار تھا۔ دیکھئے طبری: 2829/1-2831 ابن الاثیر: 48/3-49 اور ابن خلدون بقیۃ الجزء الثانی ص 33-2131 (ن-ب)

103/76 تو اہل شہر میں آپس میں نا اتفاقی اور خصامت ہو گئی: اس وقت کے عناد و فساد کا مرکز بصرہ تھا اور اسی وجہ سے ”شہر“ سے مراد غالباً ”بصرہ“ ہے۔ اصل فارسی متن میں ”اہل شہر“ ہے جو ممکن ہے کہ اصل عربی عبارت ”اہل المدینہ“ کا غلط ترجمہ ہو۔ اس لحاظ سے ”اہل شہر“ سے ”اہل مدینہ“ کی بھی مراد ہو سکتی ہے۔ (ن-ب)

103/76 حضرت علیؓ نے طاغور بن زعر کو ہندوستان کی سرحد پر مقرر کیا: طاغور بن زعر کا نام صرف فتح نامہ میں آیا ہے اور بقیہ دوسری تواریخ میں اس کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ آگے چل کر دوسرے صفحہ یعنی 103/77 میں بتلایا گیا ہے کہ اس لشکر یعنی طاغور بن زعر کے لشکر میں حارث بن مژہ نامی ایک بہادر سپہ سالار تھا۔ مورخ بلاذری کے قول کے مطابق حضرت علیؓ نے

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

38ھ کے آخر یا 39ھ کے شروع میں حارث بن مرہ العبیدی کو حماد ہند کا سپہ سالار بنا کر بھیجا تھا، جس نے ”وہاں فتح حاصل کی اور کثیر مال غنیمت اور قیدی ہاتھ کئے اور ایک دن میں ایک ہزار غلام تقسیم کئے۔ اس کے بعد وہ وہیں رہا حتیٰ کہ 42ھ میں وہ اور اس کے ساتھ سوائے کچھ تھوڑے آدمیوں کے صوبے قیقان (کیکان) میں کسی جنگ میں مارے گئے۔“

(فتوح البلدان، ص 432)۔

حارث بن مرہ العبیدی، حضرت علیؑ کے حامیوں میں سے تھا، جسے حضرت علیؑ نے جگہ صفین کے موقع پر اپنے لشکر کے مینہ کا سپہ سالار مقرر کیا تھا۔ (دیکھئے المستقری کی ”کتاب الصغین“ طبع ایران ص 107)۔ حارث قبیلہ ربیعہ کے مشہور سنی سرداروں میں سے تھا۔ چنانچہ مشہور ہے کہ اس نے ایک دن میں ایک ہزار غلام تقسیم کئے اور پانچ سو گھوڑے بطور بخشش دیئے۔ دیکھئے محمد بن حبیب کی ”کتاب المحبر“ طبع حیدرآباد دکن ص 154 (ن-ب)

103/77 ہذلی نے بیان کیا ہے کہ: ہذلی سے مراد ابوبکر الہذلی ہے۔ ہمارے خیال میں فتحنامہ کے فارسی مترجم نے اختصار کے خیال سے اس مقام پر اس کتاب کے اہم راوی ابوالحسن مدائنی کا نام نہیں لکھا ہے ورنہ پوری عبارت اس طرح ہونی چاہئے تھی کہ ”ابوالحسن نے کہا کہ ہذلی نے بیان کیا ہے۔ الخ“ ہمارے اس نظریہ کی دلیل یہ ہے کہ ابوبکر الہذلی دراصل ابوالحسن مدائنی کا ایک خاص ماخذ ہے اور ہذلی کی روایتیں ہم تک براہ راست نہیں بلکہ زیادہ تر اس کے راویوں کے ذریعہ پہنچیں ہیں۔ خود فتحنامہ کے صفحات 105/78 اور 107/81 پر ہذلی کی دو روایتیں ابوالحسن مدائنی کی وساطت سے نقل ہیں۔ صفحہ 105/78 پر ہذلی کی روایت مہلب کے ذریعہ اور مہلب کے بعد پھر مصنفان تاریخ کے ذریعہ نقل کی گئی ہے اور صفحہ 105/80 پر ہذلی کی روایت تاریخ کی تشریح یا تفسیر کرنے والوں کی زبانی درج کی گئی ہے۔ ان دونوں صفحات پر بھی ”تاریخ کے مصنفوں“ اور ”تاریخ کی تفسیر کرنے والوں“ سے مراد غالباً ابوالحسن المدائنی ہے کہ جو اس فتحنامہ کا خاص راوی ہے۔ دوسری کتابوں میں بھی ابوالحسن المدائنی کی ابوبکر الہذلی سے نقل کی ہوئی تاریخی روایتیں نظر آتی ہیں۔ مثلاً دیکھئے بلاذری کی ”کتاب انساب الاشراف“ مطبوعہ یورپ جلد 11 ص 227۔ ابوبکر الہذلی تاریخ کے مشہور راویوں میں سے تھا اور اُس وقت کی اسلامی سلطنت کے مشرقی ممالک خصوصاً عراق اور سندھ کی تاریخ کا اسے کافی علم تھا۔ اس کا سبب غالباً یہ تھا کہ وہ مشرقی حماد کے اہم شہر بصرہ کے عالموں میں سے تھا۔ بقول ہمدانی ”ابوبکر الہذلی کان بصریاً“ (کتاب البلدان ص 167)۔ مسعودی نے اپنی کتاب ”مروج الذهب“ (طبع پیرس 122/4، 127) میں ذکر کیا ہے کہ ابوبکر الہذلی، پہلے

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

عباسی خلیفہ ابوالعاس سفاح (750-754) کے ہم نشینوں میں تھا اور اس کی مجلسوں میں شریک رہا کرتا تھا۔ (ن-ب)

104/78 [امیر معاویہ نے) عبداللہ بن سوار [العبدی] کو سندھ پر مامور کیا اور اس ملک کی حکومت اس کے حوالے کی: بقول بلاذری عبداللہ کو بصرہ کے وائسرائے (نائب خلیفہ) عبداللہ بن عامر نے اس محاذ پر بھیجا تھا۔ مگر بلاذری آگے کہتا ہے کہ ”بعضے کہتے ہیں کہ اسے امیر معاویہ نے مقرر کیا۔“ فتحنامہ کی دوسری روایت (ص 105) کے مطابق بھی عبداللہ کی تقرری براہ راست امیر معاویہ سے منسوب ہے اور غالباً یہ صحیح ہے۔ مورخ بلاذری نے اس کے بعد عبداللہ کے ”قیقان“ پر حملہ اور ابتدائی فتوحات کا ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ عبداللہ نے وہاں کے گھوڑے تحفہً امیر معاویہ کے پاس بھیجے (ص 106) یہ بیان فتحنامہ کی اس حکایت کی تصدیق کرتا ہے کہ عبداللہ کو امیر معاویہ نے کیکانان کے گھوڑے بھیجنے کی تاکید کی تھی۔ (ن-ب)

105/79 [عبداللہ) ابن سوار مردانہ وار جنگ کرتے ہوئے شہید ہوا: بلاذری (ص 433) لکھتا ہے کہ ابتدائی فتوحات حاصل کر کے تحفوں وغیرہ کے ساتھ عبداللہ بن سوار ملاقات کے لئے امیر معاویہ کے پاس آیا اور کچھ دنوں اُن کے پاس رہا۔ اس کے بعد جب پھر ”کیکانان“ واپس گیا تب وہاں کے ترکوں کا لشکر اس پر غالب ہوا اور اسے شہید کیا۔ یا قوت مجم البلدان (ص 217/4) میں بلاذری کی یہی عبارت نقل کرنے کے بعد لکھتا ہے کہ: بقول خلیفہ بن خیاط، عبداللہ نے 47ھ میں ”قیقانان“ پر حملہ کیا، جس پر ترکوں کا عظیم لشکر جمع ہوا اور [جنگ میں] عبداللہ اور اسلامی لشکر کا بڑا حصہ قتل ہوا۔ (ن-ب)

106/80 [اعورشی: یعنی شاعر بشر بن مقد بن عبدالقیس، جو کہ ابامقعد کی کنیت سے بھی مشہور تھا اور عربی ادب میں عام طور پر ”الاعور الشنی“ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ ”الشنی“ نسبت ہے ”بنوثن بن انصی بن عبدالقیس بن انصی“ سے اور چونکہ قبیلہ ”بنوثن“ دراصل قبیلہ ”عبدالقیس“ کی ایک شاخ تھا اور عبداللہ بن سوار بھی قبیلہ ”عبدالقیس“ کا شہسوار تھا، اسی وجہ سے اعورشی کو اس پر فخر ہے۔

وہ عہد اسلام کے بلند پایہ شعرا میں سے تھا۔ اس کے دو بیٹے تھے، جو خود بھی شاعر تھے اور ”جہم“ کہے جاتے تھے۔ (سمط المالہ ص 827) جگہ جمل میں اعور، حضرت علیؑ کے لشکر میں تھا (المؤتلف والمختلف، للاسدی، تصحیح مستشرق سالم کرکوی Krenkow ص 38)۔ جگہ صفیں میں بھی وہ حضرت علیؑ کے ساتھ تھا اور ان کی منقبت میں بہت سے اشعار کہے (کتاب الصغیر،

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

للمنفردی ص 6، 215، 225 اور 249)۔ اعورشی کا کچھ ذکر ابن قتیبہ کے ”طبقات الشعراء“ (ص 406) میں بھی موجود ہے۔ (ن-ب)

109/84 پورالی کی حدود میں وفات کی: بلاذری کہتا ہے کہ (ص 434) قصدر میں فوت ہوا ”قلاذہ النھر فی وفیات اعیان الدھر“ ایک قلمی نسخہ جو ”کتبخانہ پیر جھنڈہ“ میں موجود ہے۔ بیان کیا گیا ہے کہ منذر نے 61ھ میں انتقال کیا۔ (ن-ب)

110/84 حکم بن منذر: حکم اپنے باپ منذر کی وفات کے بعد مکران میں محاذ ہند کا گورنر مقرر ہوا۔ کوفہ میں وہ اپنے قبیلے عبدالقیس کا بڑا مقتدر سردار تھا۔ (الحاسن والمساوی 74/1، المعارف لابن قتیبہ ص 172) بعد میں اس کے چچا عبداللہ نے حجاج کے خلاف بغاوت کی لیکن رستاقاؤں کے نزدیک مارا گیا (المعارف ص 172) قرابت کی وجہ سے حکم کو اس سے محبت تھی، چنانچہ اس کی موت پر اس نے یہ مرثیہ کہا:

ابا ماطر اقررت عین عدونا

وکل الی ماصرت سوف یصیر

الخ (بلاذری، الانساب، طبع یورپ 296/11) غالباً اسی وجہ سے آخر میں حجاج نے حکم کو ہمیشہ کے لئے قید کر دیا۔ حتیٰ کہ وہ حجاج کے قید خانے ”الدیماس“ ہی میں انتقال کر گیا۔ دیکھئے بلاذری، الانساب، طبع یروشلم 171/5 (ن-ب)

110/84 عبداللہ [بن] الاعور الحرمازی نے اٹھ کر یہ اشعار پڑھے: اصل فارسی متن میں ”الحرمازی“ کی بجائے ”الحواری“ ہے۔ مگر صحیح ”الحرمازی“ ہے۔ اس کا نام عبداللہ بن الاعور ہے مگر کوڑھی ہونے کی وجہ سے ”الکذاب الحرمازی“ کے نام سے مشہور ہے۔ (ابن قتیبہ، الشعراء ص 430) وہ منذر اور اس کے بیٹے حکم کا خاص مداح تھا۔ جاحظ نے ”کتاب الحیوان“ (49/1) میں اس کی مدح کا یہ شعر نقل کیا ہے۔ قال الکذاب الحرمازی:

یا ابن المعلی نزلتہ احد الکبر

داهية الدهر وصماء الغبر

اس شعر میں ”ابن المعلی“ سے مراد منذر (بن جارد و ہو بشر، بن عمرو بن حنش المعلی) ہے۔ لغت ”اللسان“ (مادہ- غبر) میں بھی یہ شعر مختلف روایتوں کے حوالوں کے ساتھ ”الحرمازی“ سے منسوب ہے اور ممدوح کا نام بھی واضح ہے: قال الحرمازی یمدح المندرج بن الجارود۔

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

انت لها منذر من بين البشر

داهية الدهر وصماء الغبر

ابن قتیبہ (الشعر والشعراء ص 430، 431 اور المعارف ص 172) نے بھی فتح نامہ میں دیا ہوا یہ شعر قدرے مختلف روایتوں سے ”الکذاب الحرمازی“ ہی کا قرار دیا ہے اور اس کی داد دی ہے۔ (الشعراء)۔ کتاب المعارف میں یہ رجز اس طرح دیا گیا ہے:

يا حكم بن المنذر بن الجارود

سراذق المجد عليك ممدود

انت الجواد بن الجواد المحمود

نبت في الجود وفي بيت الجود

والعود قد نبت في اصل العود

(ن-ب)

89/114 قزاقوں کے ایک گروہ نے کہ جسے نکامرہ کہتے تھے: مورخ بلاذری نے (ص 114) اس گروہ کو میدوں کی ایک قوم (قوم من مید) بیان کیا ہے، جنہوں نے کشتیوں پر سوار ہو کر جہاز پر حملہ کیا اور اسے لوٹ لیا۔ ہو سکتا ہے کہ نکامرہ، مید قوم کا ایک قبیلہ ہو۔ خود فتح نامہ کے صفحہ 91/115 پر ”میدوں کے دبیل“ کا ذکر آیا ہے، جس کے یہ معنی ہوئے کہ دبیل بندر، قوم مید کا مرکز تھا۔ عرب مورخوں کے حوالوں سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مکران، سندھ اور کاٹھیاواڑ کے ساحلوں پر رہنے والی ساری قوموں کو کہ جن کا پیشہ ہی بحری لوٹ مار اور قزاقی تھا، ان سبھوں کو مید کہا گیا ہے۔ بلاذری واضح طور پر لکھتا ہے کہ مید وہ ہیں کہ جو سمندر میں ڈاکے مارتے ہیں ”المید الدین یقطعون البحر“۔ پھر مکران کے گورنر راشد بن عمر الجدی کے بارے میں لکھتا ہے کہ اس نے پہلے تو شمالی پہاڑی علاقہ کیکانان پر حملہ کر کے فتح حاصل کی، لیکن اس کے بعد میدوں سے (مکران میں) جنگ کی، جس میں شہید ہو گیا۔ (بلاذری ص 433، ص 191)۔ عہد عباسی میں سندھ کے گورنر مویٰ بن عمران نے قذائل فتح کرنے کے بعد میدوں پر حملہ کیا (بلاذری ص 445، ص 114) اور پھر سندھ میں جنوں کی مدد سے سمندر کی کھاڑی کھدوا کر اور میدوں کی رہائشی نشینی زمین کو پانی میں غرق کر کے انہیں تباہ کیا۔ (بلاذری ص 446)۔ خود مورخ بلاذری کے دنوں میں اہل بصرہ اور سورٹھ (کاٹھیاواڑ) کے مابین لڑائی ہوئی تھی۔ (بلاذری ص 440)۔ ان حوالوں سے معلوم ہوتا ہے کہ مکران، سندھ اور کاٹھیاواڑ کے ساحل پر رہنے والے بحری قزاقوں کو بلاذری نے ”مید“ کہا ہے۔ لانگ ورتھ ڈیمس اپنی کتاب ”بلوچ قوم“ (ص 17) میں لکھتا ہے کہ: مید یا میدہ، سندھ اور

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

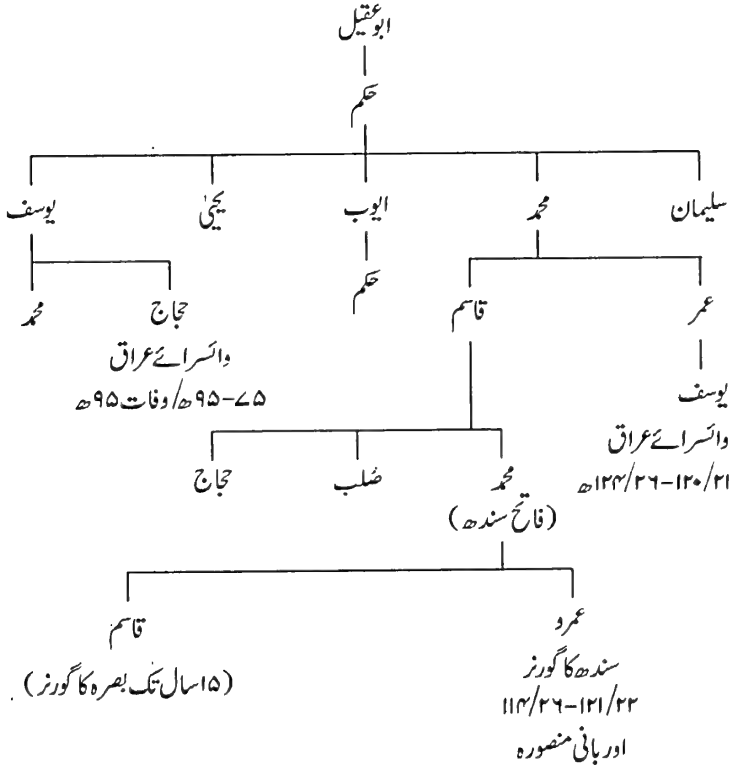
مکران کے (بحری) ساحل کے قدیم مہانے (ملاح) ہیں اور بلوچ حصارا انہیں اس نام سے پکارتے ہیں۔ دریائے سندھ کے مہانوں (ملاحوں) کو بھی مید کہتے ہیں اور اکثر ”میدہ اور ماچھی“ دونوں نام ساتھ استعمال کئے جاتے ہیں۔

سندھ کے مید غالباً سندھ کے بحری ساحل کے میر بحر تھے اور موجود لفظ ”مید“ شاید ”مید“ کی بدلی ہوئی صورت ہے۔ چنانچہ بحری علاقوں میں آج بھی حصارا کہتے ہیں کہ ”تو کوئی مید ہے“ یا ”تو کوئی میہ ہے“ یا ”تو کوئی می ہے۔“ بہر حال کراچی سے لے کر کیشی بندر تک اس وقت ملاحوں میں کہیں بھی ”نکمرہ“ یا اس سے ملتے جلتے نام کا کوئی قبیلہ موجود نہیں اور نہ ایسا کوئی نام نظر آتا ہے۔ البتہ تحفۃ الکرام کے ایک حوالے سے (بشرطیکہ وہ درست ہو) معلوم ہوتا ہے کہ قوم نکمرہ گیارہویں صدی عیسوی کے نصف اول تک موجود تھی۔ میر علی شیر قانع لکھتا ہے کہ: جب اپنی شہزادی کے زمانے میں شاہجہاں اپنے والد جہانگیر سے ناراض ہو کر ٹھٹھہ آیا تھا، تو نواب شریف خان (شرفا خان؟) اور نکرالہ کے جام نے اس کی مخالفت کی تھی اور ”دھاراجا“ کے رانا، قوم نکمرہ اور حمل جت نے اس کی امداد اور معاونت کی تھی۔ اسی وجہ سے تخت نشین ہونے کے بعد شاہجہان نے 1037ھ میں نواب امیر خان کو ٹھٹھہ کا نواب مقرر کیا تھا، تاکہ وہ انہیں نوازے اور اُن سے اچھا سلوک کرے (تحفۃ الکرام، مطبع ناصری، دہلی 95/3)۔ اگر گیارہویں صدی ہجری میں بھی نکمرہ قوم موجود تھی تو اس حالت میں اس قوم کے لوگوں کا اب تک باقی رہنا ممکن ہے، البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ اس قوم کا نام متروک ہو چکا ہو۔ ہمیں اس وقت تک بحری ساحل اور لاڑ کے ملاحوں کے جو قبائل یا ان کی شاخیں معلوم ہوئی ہیں وہ یہ ہیں: لاڑا، ونگرا، دہلا (دھاراجا کے اصل باشندے) ہولانی، لیلگانی، ماچھی، جو بانیا، ٹانڈیا، ولہاری، ہوڑائی، ڈوکی، کڈائی، گجڑیا، سوڈھائی، پکھیرا، ٹیبائی، پاناری، ٹھوری، ڈھورائی وغیرہ۔ مگر ”نکمرہ“ کا نام کہیں معلوم نہیں ہو سکا۔ (ن-ب)

90/115] یہ عورت قبیلہ بنی عزیز (یا عزیر) میں سے تھی: اس نام کا قبیلہ کسی بھی عربی کتاب میں نظر نہیں آتا۔ بلاذری (فتوح البلدان ص 435) میں بیان کرتا ہے کہ یہ عورت قبیلہ ”بنی ربیع“ میں سے تھی اور مورخ بلاذری کا یہ قول زیادہ باوزن ہے۔ (ن-ب)

94/118] محمد بن قاسم کو جو اس کے چچا کا بیٹا اور نواسہ بھی تھا اور حجاج کی بیٹی اس کے گھر میں تھی: یہ سارا بیان حقیقت کے برعکس ہے۔ نہ محمد بن قاسم حجاج کے چچا کا بیٹا تھا، نہ اس کا نواسہ تھا اور نہ اس کی بیٹی ہی اس کے گھر میں تھی۔ ان حقائق کا تجزیہ کرتے ہوئے پہلے ابو قتیل کے خاندان کا یہ شجرہ دیکھنا چاہئے۔

فتح نامہ سندھ عرف چچ نامہ



اس شجرہ سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ محمد بن قاسم، حجاج کے چچا (محمد) کا بیٹا نہیں بلکہ حجاج کے چچا (محمد) کے بیٹے (قاسم) کا بیٹا ہے۔

فتحنامہ کی فارسی عبارت اس طرح ہے: ”محمد بن قاسم پسر عم ابوہود۔“ یہاں ”پسر عم“ عربی لفظ ”ابن عم“ کا ترجمہ ہے۔ عربی میں چچا کے بیٹے یا پوتے بلکہ پر پوتے کو بھی ”ابن عم“ کہا جاسکتا ہے۔ لیکن اس اصطلاح کا فارسی ترجمہ، پڑھنے والوں کو بھی غلط فہمی میں مبتلا کر سکتا ہے۔ اسی وجہ سے ترجمے کے متن میں وضاحت کے لئے ہم نے ”اس کے چچا [کے بیٹے] کا بیٹا“ لکھا ہے۔

زیر بحث صفحہ پر محمد بن قاسم کو حجاج کا نواسہ ظاہر کیا گیا ہے اور تحریر کیا گیا ہے کہ حجاج کی بیٹی اس کے گھر میں تھی لیکن ص 195/190 پر حجاج کی اپنی بیٹی محمد بن قاسم کو دینے کی حکایت درج کی گئی ہے جو غور طلب ہے۔ درحقیقت یہ محض ایک ”حکایت“ ہے اور ہر نقطہ نظر سے غیر

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

معتبر۔ اولاً اس حکایت کی روایت ضعیف ہے اور بنی تمیم کے کسی غیر معروف شخص سے منسوب ہے، جس نے یزید بن کنانہ سے نقل کیا ہے۔ خود یزید بن کنانہ کا نام بھی راویوں کی صف میں کہیں نظر نہیں آتا۔ دوم اس حکایت کے مطابق حجاج کے غصہ میں ہر مرتبہ محمد بن قاسم کے سر پر چھڑی مارنے اور اس کی پکڑی گرا دینے کے باوجود محمد بن قاسم کا اس سے بار بار اس کی بیٹی کا مطالبہ کرنا ایک تو محمد بن قاسم کے بلند اخلاق اور خودداری کے خلاف ہے، دوسرے حجاج کے مشہور غیض و غضب کے آگے محمد بن قاسم کی (جو ان دنوں کمسن تھا) محال نہ تھی کہ بار بار اس بات پر زور دیتا۔ تیسرے یہ کہ اس حکایت کا راوی کہتا ہے کہ میں اس وقت اس محفل میں تھا اور یہ سارا تماشا دیکھ رہا تھا۔ گویا حجاج کی بیٹی کی شادی کا فیصلہ دوسروں کے سامنے ہو رہا تھا! چوتھے یہ کہ حکایت کے آخر میں بیان کیا گیا ہے کہ آخر کار حجاج نے اپنی بیٹی اس شرط پر محمد بن قاسم کو دینے کا اقرار کیا کہ ”جب بڑا ہوگا اور فارس و ہند پر فوج کشی کر کے یہ ممالک فتح کر لے گا۔“ یہ پیشین گوئی بھی ظاہر کرتی ہے کہ یہ حکایت محض ایک افسانہ ہے اور اس میں بیان کردہ سقم بھی اس کے غیر معتبر سمجھے جانے کا کافی ثبوت ہے۔

مگر بڑی بات تو یہ ہے کہ اس کا کوئی ثبوت نہیں کہ حجاج کے کوئی بیٹی بھی تھی۔ ابن حزم جو کہ عرب کا ایک بڑا ماہر اور عالم نساب ہے، اس نے بھی اپنی کتاب ”مجموعات انساب العرب“ (ص 255) پر حجاج کی اولاد میں صرف چار فرزندوں کا ذکر کیا ہے، یعنی محمد، عبدالملک، آبان اور سلیمان۔

واقعہ صرف یہ ہے کہ حجاج نے اپنی بہن زینب کو اس کا اختیار دیا تھا کہ وہ محمد بن قاسم اور حکم بن ایوب (بن حکم بن ابی عقیل) دونوں میں سے جس سے چاہے عقد کرے۔ محمد بن قاسم کی عمر ان دنوں صرف سترہ سال تھی اور حکم عمر میں بڑا تھا۔ زینب نے (غالباً اپنی عمر کے لحاظ سے) حکم کو پسند کیا، جس سے حجاج نے اس کی شادی کرادی۔ کتاب الاغانی، جلد 4 ص 27) اسی توضیح کی بنیاد پر فتحنامہ، فرشتہ (جلد 4 ص 403) اور میر معصوم کے (تاریخ معصومی فارسی ص 21) کہ جن کا ماخذ فتحنامہ ہی ہے، یہ بیانات کہ محمد بن قاسم حجاج کا نواسہ تھا، قطعی غلط معلوم ہوتے ہیں۔

اس سلسلے میں یہ بھی ضروری ہے کہ محمد بن قاسم کی شادی کے بارے میں دیئے ہوئے فتحنامہ کے دوسرے حوالوں کا بھی جائزہ لیا جائے اور کسی صحیح نتیجے پر پہنچا جائے۔ فتح نامہ کے صفحہ 186/191 میں بیان کیا گیا ہے کہ داہر کے قتل کے بعد جب اس کی بیوی لاڈی گرفتار ہوئی تو محمد بن قاسم نے اسے خریدنے کے لئے حجاج سے اجازت طلب کی اس نے خلیفہ ولید سے

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

سفارش کی اور آخر دار الخلافہ سے حکم جاری ہوا اور اس کے بعد محمد بن قاسم نے لاڈی کو خرید کر اپنی بیوی بنایا۔ (مزید دیکھئے ص 223/222)۔^۱

اس حکایت کا راوی ایک مقامی شخص ابو محمد ہندی ہے جس نے یہ بات ابو مسھر عالی (؟) نامی ایک شخص سے سنی ہے کہ جو خود گمنام اور مشکوک ہے۔ کسی بھی عربی ماخذ سے اس حکایت کی ذرہ برابر بھی تصدیق نہیں ہوتی، بلکہ فتنامہ ہی میں لاڈی کے متعلق ایسے بیانات ہیں کہ جن سے اس حکایت کی تردید ہوتی ہے۔ مثلاً ص 191 میں خود لاڈی کے زبانی بیان میں ظاہر کیا گیا ہے کہ وہ داہر کے قتل ہونے والے دن عین میدان جنگ میں گرفتار ہوئی تھی لیکن ص 209/206-205 پر خود برہمن آباد کے بزرگوں کی حکایت کے مطابق داہر کے قتل ہونے کے بعد لاڈی اپنے بیٹے کے ساتھ برہمن آباد کے قلعے میں پختی اور قلعے کی حفاظت کے انتظامات کر کے مقابلے کے لئے مستعد ہو گئی۔ غرض یہ کہ فتنامہ کی وہ حکایتیں کہ جن کی بنیاد مقامی روایتوں پر ہے اور جن کی عربی ماخذوں سے کوئی تصدیق نہیں ہوتی وہ غیر معتبر ہیں۔ اور محمد بن قاسم کا لاڈی کو خرید کر نکاح میں لانا بھی محض ایک افسانہ ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ محمد بن قاسم نے کہاں شادی کی؟ اس کے دو بیٹے عمرو اور قاسم تاریخی حیثیت رکھتے ہیں۔ عمرو سندھ کا گورنر اور مشہور شہر منصورہ کا بانی تھا اور اس کا بھائی قاسم پورے 15 سال بصرہ کا گورنر رہا۔ جس کے یہ معنی ہوئے کہ وہ بڑا قابل اور خاص و عام میں مقبول حاکم تھا۔ شاید یہی وجہ ہے کہ مشہور ارجوزہ گوشاعر روبہ بن العجاج نے اس کی مدح میں قصیدے کہے۔ اپنے ایک طویل قصیدے (مطلع: قلت وقد اقصر جمل الاصور دیکھئے دیوان روبہ ص 57-63) کے 193 اور 197 مصرعوں میں وہ کہتا ہے:

ما فی غدا انی امرو من معشر

یغدون انصارک یوم النصر

وہم علی رغم العداۃ الزفر

احوال آبائک فی المجد الثری

سعد بن زید فی الصمیم الدوسر

[یعنی میں اس گروہ میں سے ہوں کہ جو ہر مصیبت کے دن تیرے دشمنوں کے خلاف صف آرا اور تیرا معاون ہے اور وہ گروہ ”سعد بن زید“ کے قبیلے کے شیر مردوں کا ہے جو تیرے خاندان کے نہالی عزیز اور اعلیٰ شان و مرتبہ والے ہیں۔]

ان اشعار میں دو باتیں قابل غور ہیں۔ ایک یہ کہ شاعر نے سعد بن زید قبیلے کا ذکر کیا

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

ہے، جس کا وہ خود ایک فرد ہے۔ اب دیکھئے کہ شاعر روبہ بن العجاج، قبیلہ بنو تمیم کی ایک بڑی شاخ ”بنو سعد بن مالک بن سعد بن زید منات بن تمیم“ میں سے تھا۔ دیکھئے ابن حزم، المنہرجہ ص 204 اور ابن درید، الاشتهار ص 159 اور قبیلہ ”سعد بن زید منات“ اسی بڑی شاخ کی ایک شاخ تھا، جسے شاعر نے اختصار کے طور پر صرف ”سعد بن زید“ لکھا ہے۔

دوسری قابل غور بات یہ ہے کہ اس قبیلے کے لوگ اس کے مدوح، قاسم کے خاندان کے نہالی عزیز ہیں۔ اس کے اصل الفاظ ”اخوان آبائک“ ہیں ”یعنی تیرے اجداد کے نہالی“ جس کے یہ معنی ہوئے کہ قاسم کے باپ، محمد بن قاسم اور اس کے باپ دادوں کے نہالی ہیں۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ محمد بن قاسم کے بزرگوں کی شادیاں بنو تمیم کے اسی گھرانے یا خاندان میں ہوئی تھیں اور اسی رسم کے مطابق غالباً خود محمد بن قاسم کی شادی بھی بنو تمیم کے اسی خاندان یا قبیلے میں ہوئی ہوگی۔ واقعہ بھی یہی ہے کیونکہ مشہور محقق اور ادیب، خطیب تبریزی، شاعر روبہ کے مذکورہارجوزہ (قصیدہ) کے 195 اور 196 نمبر کے مصرعوں کی تشریح کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ: ابو محمد نے کہا ہے کہ میں نے اس کے (شاعر روبہ کے) ”س“ کے قافیہ والے قصیدہ کا ایک مصرع دیکھا ہے جس سے اس کی (شاعر روبہ کی) مراد یہ ہے کہ قاسم بن محمد کے ننھال بنی سعد بن تمیم میں سے ہے۔ ”یرید ان القاسم بن محمد له خوولة فی بنی سعد بن تمیم“ (حاشیہ کتاب تہذیب الالفاظ، ص 68) یہاں ابو محمد سے مراد مشہور عالم ”ابن السیرانی“ ہے جس کی شہادت قطعی مستند سمجھنی چاہئے۔ اس حوالہ اور وضاحت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ محمد بن قاسم کے بیٹے قاسم کے خاندانی نہالی، قبیلہ بنی تمیم کی ایک شاخ قبیلہ بنو سعد، (بن مالک بن سعد بن زید منات بن تمیم) میں سے تھے، جس کے یہی معنی ہوئے کہ محمد بن قاسم نے بنو تمیم کے اسی خاندان میں شادی کی تھی۔ (ن-ب)

118/194 حمزة بن بیض الحنفی نے یہ اشعار کہے: حمزة بن بیض اموی عہد کے مشہور شعرا میں سے تھا اور محمد بن قاسم کا ہم عصر تھا۔ اس نے 120ھ میں انتقال کیا۔ اس کے حالات کے لئے دیکھئے الاغانی، جلد 15 ص 14-26، الامدی، المولف والمختلف ص 100، الکتبی، فوات الوفیات 188/1، العسکری معانیہ 11/1، ابو حیان 185/3، ابن عساکر 440/4 النوری 81/4 تاج العروس (بیض)۔ حمزة کے یہ اشعار مشہور ہیں۔ دیکھئے بلاذری طبع یورپ ص 441، طبع مصر ص 428، ابن الاثیر 282/4، الیعقوبی 357/2، ابن قتیبہ، عیون الاخبار 229/1، المرزبانی (پہلے مصرع کے بارے میں مختلف روایتوں کے ساتھ) ص 482۔ فتحنامہ کے مطابق حمزة نے یہ اشعار محمد بن قاسم کے محاذ ہند پر تقرر کے موقع پر مبارکبادی کے طور پر کہے، مگر بقول ابن الاثیر

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

(282/4) حمزہ نے یہ اشعار دراصل محمد بن قاسم کی افسوسناک موت پر مرثیہ کے طور پر کہے تھے۔ غالباً ابن الاثیر کا قول صحیح ہے، کیونکہ بلاذری (ص 440) نے بھی محمد بن قاسم اور ثقفی خاندان کے دوسرے افراد کے قید میں اذیتیں دے کر قتل کئے جانے کے ذکر کے بعد یہی اشعار نقل کئے ہیں۔ (ن-ب)

122/99] پھر محمد بن قاسم وہاں سے ارماتیل کی جانب روانہ ہوا: اس سے پہلے کے صفحہ میں صرف یہ بیان کیا گیا ہے کہ محمد بن قاسم کمران پہنچا۔ دراصل فتحنامہ کی یہ عبارت نامکمل ہے۔ بقول بلاذری (ص 436) محمد بن قاسم (شیراز سے) کمران روانہ ہوا اور وہاں کافی دنوں ٹھہرا۔ اس کے بعد فز بور¹ آیا اور یہ شہر فتح کیا، پھر وہاں سے ارماتیل آیا۔ بلاذری کے اس بیان سے ظاہر ہے کہ فتحنامہ میں فز بور یا پنجپور کی فتح کا ذکر غائب ہے۔ اسی وجہ سے فتحنامہ کی مذکورہ عبارت میں ”وہاں“ سے مراد فز بور یا پنجپور سے لینی چاہئے۔ (ن-ب)

122/100] (محمد بن ہارون) جب ارماتیل کی منزل پر پہنچا تو اس کی عمر پوری ہوئی..... اسے وہیں دفن کیا گیا: بقول بلاذری محمد بن ہارون نے ”ارماتیل کے قریب وفات کی اور اسے قبل میں دفن کیا گیا۔“ محقق بلاذری کا قول زیادہ صحیح سمجھنا چاہئے۔ فتحنامہ کی عبارت کو بلاذری کے بیان سے اس طرح ہم آہنگ کیا جاسکتا ہے کہ ”ارماتیل کی منزل“ سے مراد علاقہ ارماتیل کی کوئی منزل ہے جو کہ شہر ارماتیل سے قریب تھی اور جس کا بلاذری نے ذکر کیا ہے۔ بلاذری کا تحریر کردہ قبل وہی شہر ہے جسے عرب جغرافیہ نویسوں نے اکثر ”قبلی“ لکھا ہے۔ ہمارے خیال میں قبل یا قبلی دراصل ”فنیلہ“ یعنی ”پن بیلہ“ ہے جو غالباً ریاست لس بیلہ کی راجدھانی بیلہ (جو غالباً عربوں کا ارماتیل یعنی ارمن بیلہ ہے) کے متصل واقع تھا۔

اس وقت شہر بیلہ کے ایک جانب ”بیر آری“ کا مقبرہ اور زیارت گاہ ہے اور مقامی روایتوں کے مطابق یہ کسی صحابی کی قبر ہے۔ ممکن ہے کہ محمد بن ہارون کا نام ”ابن ہارون“ سے ”ہارون“ اور زمانہ گزرنے کے بعد مقامی تلفظ یا غلطی کی وجہ سے ”آری“ ہو گیا ہو۔ واللہ اعلم بالصواب۔ (ن-ب)

124/101] جہم بن زحر الجعفی: اس کا باپ زحر بن قیس الجعفی کوفہ کے شریف سرداروں اور شہسواروں میں سے تھا اور بڑا فصیح مقرر تھا۔ (ابن عساکر، تاریخ کبیر 69/5)۔ جب مصفین میں وہ حضرت علیؑ کے ساتھ تھا۔ (ابن عساکر، ایضاً اور کتاب المصفین ص 11) اس کے بیٹے بھی

1. بلاذری کی مطبوعہ تاریخ میں اس کا تلفظ ”قز بور“ ہے جو کہ درحقیقت ”قز بور“ کی تحریف ہے۔ فز بور یا پنجپور غالباً اسی مقام پر تھا، جہاں موجودہ ”پنجپور“ واقع ہے۔ (ن-ب)

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

بے حد شریف تھے۔ (ابن عساکر) جن میں سے جہم بن زحر بہت مشہور ہوا۔ جہم غالباً محمد بن قاسم کا دیرینہ رفیق تھا اور محمد بن قاسم کے سندھ پر حملے سے پہلے جب کہ محمد بن قاسم فارس کا گورنر تھا تو ان دنوں بھی جہم اس کے خاص سپہ سالاروں میں تھا۔ 92ھ کی شروعات میں محمد بن قاسم نے اپنے مرکز شیراز سے شہر رے پر فوج کشی کا ارادہ کیا تھا اور جہم بن زحر کو لشکر کے ہراول میں رے کی طرف روانہ کیا تھا، مگر تاج نے اسی اثنا میں محمد بن قاسم کو محاذ ہند کا امیر لشکر مقرر کیا اور جہم بن زحر کو بھی محمد بن قاسم کے پاس واپس پہنچنے کا حکم دیا۔ (بلاذری ص 436) اس کے بعد جہم بن زحر سندھ کی فتوحات میں محمد بن قاسم کے ساتھ رہا۔ دیکھئے فتحنامہ فارسی صفحات 106، 156، 172 اور 192۔ غالباً اس کی ہمت اور شجاعت کی وجہ سے محمد بن قاسم کو بھی اس سے بے حد انس ہو گیا تھا۔ وہ دونوں سندھ کی فتوحات میں مصروف تھے کہ اچانک تاج کا حکم ملا کہ جہم کو خراسان کے محاذ پر تبدیل کیا جائے، تاکہ وہ وہاں جا کر سپہ سالار قتیبہ بن مسلم کی مدد کرے۔ طبری: 1257/2 نے ان دوستوں کی جدائی کا بڑے موثر الفاظ میں ذکر کیا ہے وہ لکھتا ہے کہ: محمد بن قاسم کو جہم بن زحر سے بے حد محبت تھی، چنانچہ جب جہم اس سے رخصت ہوا تو محمد نے رو کر کہا کہ: ”اے جہم! کیا الوداع!!“ جہم نے جواب دیا: ”ہاں کہ اس کے سوا کوئی چارہ ہی نہیں۔“

اس کے بعد محاذ خراسان پر جا کر جہم نے مشہور سپہ سالار قتیبہ کی ماتحتی میں اپنے نئے عہدے کا کاروبار سنبھالا۔ لیکن محمد بن قاسم کی طرح قتیبہ کو محبت کے ساتھ اپنے جرنیلوں کو اپنا گرویدہ بنانے میں شاید مہارت نہ تھی۔ بہر حال جب سلیمان خلیفہ ہوا اور قتیبہ کے خلاف اس نے انتقامی کارروائیاں شروع کیں تو قتیبہ نے اس سے بغاوت کی۔ اس موقع پر جہم نے اس کا ساتھ نہ دیا، بلکہ شاہی فوجوں کی قیادت کر کے اس کا مقابلہ کیا اور قتیبہ کی شکست بلکہ آخری محاصرے اور اس کے قتل (96ھ) ہونے تک کی مہمات کا قائد جہم ہی تھا۔ (طبری: 1296/2-1297)۔ اس کے بعد جہم خراسان کے کمانڈر یزید بن مہلب کا خاص سپہ سالار رہا۔ خاص طور پر جرجان کی آخری فتح (98ھ) میں اس کا بڑا حصہ تھا۔ (طبری: 1319/2 اور 1330-1333)۔ چنانچہ یزید بن مہلب نے اسے جرجان کا گورنر مقرر کیا۔ (ایضاً 1353/2) حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کے بعد جب یزید بن عبدالملک خلیفہ ہوا۔ (101ھ) تب خراسان کے سابقہ کمانڈر یزید بن مہلب کے ساتھیوں کے خلاف انتقامی کارروائیاں شروع ہوئیں اور خراسان کے نئے کمانڈر اور وائسرائے سعید خذینہ کے حکم سے دوسروں کے ساتھ جہم بن زحر کو بھی گرفتار کر کے قید کیا گیا اور آخر قبیلہ ”بابلہ“ کے ایک سردار نے عذاب دے کر اس مرد دلیر کو ہلاک کر دیا، جس پر سعید نے اس شخص کو کافی ملامت کی۔ (طبری: 1297/2) اس شخص کا نام زبیر بن شیط تھا اور سعید خذینہ ہمیشہ کہا کرتا

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

تھا کہ خدا زبیر کا خانہ خراب کرے کہ اس نے جہم جیسے مرد کو تڑپا تڑپا کر مارا۔ جہم کی موت پر مشہور شاعر ثابت قطنہ ازدی نے مرثیہ کے طور پر یہ اشعار کہے:

اتذہب ایامی ولم اسق ترفلا
واشیاعہ الکاس التی صبحوا جہما
ولم یقرہا السعدی عمرو بن مالک
فی شعب من حوض المنایا لہا قسما

(دیکھئے بلاذری، انساب العرب، طبع یروٹلم 162/5) (ن-ب)

101/124 | عطیہ بن سعد العونی: عطیہ بھی ایک مرد بہادر تھا اور محمد بن قاسم سے بڑی محبت رکھتا تھا۔ شروع میں عطیہ نے ایک بغاوت میں حصہ لیا تھا، جس کی وجہ سے حجاج کے انتقام سے خائف ہو کر عراق سے فارس آ گیا تھا۔ وہاں محمد بن قاسم گورنر تھا، اس کے پاس حجاج کا حکم پہنچا کہ عطیہ کو چار سو روپوں کی سزا دی جائے۔ محمد بن قاسم نے عطیہ کو حجاج کا حکم سنایا اور اسے سزا دی (دیکھئے طبری "ذیل المذیل من تاریخ الصحابۃ والتابعین"، ملحق فی آخر تاریخ الطبری 942/3 اور شذرات الذہب 144/1)۔ مگر اس کے باوجود عطیہ نے محمد بن قاسم کا ساتھ نہ چھوڑا اور فتح سندھ کے وقت ایک جرنیل کی حیثیت سے اس کا ہمرکاب رہا اور فتوحات میں دلیری کے ساتھ حصہ لیا۔ دیکھئے فتح نامہ فارسی صفحات 106، 156، 172 اور 192 (ن-ب)

102/124 | عبدالرحمن بن سلیم الکلی: یہ بڑے تجربہ کار سپہ سالاروں میں سے تھا۔ دس سال پہلے سنہ 82ھ میں وہ عبدالرحمن بن محمد بن الاشعث کے خلاف جنگ "دیر الجمام" میں حجاج کی فوج کے میمنہ کا سپہ سالار تھا (ابن خلدون 49/3) اور اسی جنگ میں پہلی بار ابن الاشعث نے شکست کھائی۔ عبدالرحمن بڑا بہادر اور بہادروں کا قدردان تھا۔ ایک بار مشہور سپہ سالار مہلب کے پاس گیا اور وہاں اس کے بیٹوں کو شہسواری کرتے دیکھ کر اس نے ان کی ہمت اور قوت کی بڑی تعریف کی۔ قال: آنس الله الاسلام بتلاحقکم۔ اما والله لئن لم تکنوا اسباط نبوة، انکم لاسباط ملحمة۔ (جاخط، البیان والتبيين 61/2 اور ابن خلکان، الوفیات 266/2) عبدالرحمن، بنو امیہ کا ایک وفادار افسر تھا۔ چنانچہ جب حضرت عمر بن عبدالعزیز کی وفات کے بعد یزید بن عبدالملک خلیفہ ہوا تب اس نے عبدالرحمن کو خراسان کا گورنر مقرر کیا، مگر اس موقع پر اس نے خلیفہ کے خلاف چاروں طرف بغاوت پھیلی ہوئی تھی، جس پر عبدالرحمن نے عرض کیا کہ "تیرے دشمنوں سے مقابلہ کرنا مجھے خراسان کی گورنری سے زیادہ پسند ہے۔ مجھے یزید بن مہلب (باغیوں کے سرغنہ) کا مقابلہ کرنے والی فوج میں جگہ دے۔" (طبری: 1388/3-1389) اس

فتح نامہ سندھ عرف پنج نامہ

کے بعد عبدالرحمن غالباً باغی یزید بن مہلب کے مقابلے پر شاہی فوج کے کمانڈر مسلمہ بن عبدالملک کا سپہ سالار ہو کر رہا اور اس کی بڑی مدد کی۔ یہی وجہ تھی کہ جب مسلمہ بن عبدالملک، یزید بن مہلب کی مہم سے فارغ ہوا اور اسے عراق کا وائسرائے مقرر کیا گیا تو اس نے عبدالرحمن بن سلیم الحکمی کو بصرہ کا گورنر مقرر کیا۔ (ابن خلدون 80/3)

[102/124] سفیان بن الابرود: یہ سفیان بھی ”الحکمی“ یعنی قبیلہ بنو کلب میں سے تھا اور بڑا کہنہ مشق اور دلیر سپہ سالار تھا اور اس نے خلیفہ عبدالملک کے عہد میں ”خارجیوں“ سے زبردست لڑائیاں لڑی تھیں۔ 76ھ میں جب شیبہ خارجی نے حجاج کو جنگ میں شکست دے کر مار بھگایا تو خلیفہ عبدالملک نے عثمان کو چار ہزار کی فوج دے کر روانہ کیا اور اس نے موت کے منہ میں شیبہ کا مقابلہ کر کے اسے شکست دی (المسعودی، مروج الذهب، طبع پیرس 321/5-322، ابن خلدون 156/3-157 اور 159) اس کے بعد سفیان حجاج کا منتخب کمانڈر ہو کر رہا جس نے ایک بڑا لشکر اس کی سرکردگی میں دے کر اسے طبرستان کی طرف خارجیوں کے قائد قطری بن الفجاءہ اور اس کے ساتھیوں کی سرکوبی کے لئے بھیجا۔ سفیان نے ان کا مقابلہ کر کے انہیں شکست فاش دی۔ اس کے بعد دماوند اور طبرستان میں داخل ہو کر وہاں اپنی طاقت مضبوط کی اور وہیں رہا، یہاں تک کہ جنگ ”دیر جماجم“ سے کچھ ہی پہلے حجاج نے اسے وہاں سے فارغ کیا۔ (ابن خلدون: 161/3) جنگ ”دیر جماجم“ میں، جو کہ حجاج اور باغی کمانڈر عبدالرحمن بن محمد بن الاشعث کے مابین ہوئی، سفیان حجاج کے لشکر کی پیادہ فوج کا سپہ سالار تھا۔ (ابن خلدون 49/3) ظاہر ہے کہ سفیان 76ھ سے لے کر فوجی سپہ سالار رہا اور 92ھ میں جب حجاج نے اسے محمد بن قاسم کے لشکر کے ساتھ روانہ کیا تو اس وقت اسے 16 برس کی سپہ سالاری کا تجربہ تھا اور بڑی سخت جنگوں میں حصہ لے چکا تھا۔ (ن-ب)

[102/124] قطن بن برک الکلابی: فتحنامہ میں اس نام کا یہی تلفظ ہے، مگر ابن عساکر کی ”التاریخ الکبیر“ (390/4) میں ”قطر بن مدرک الکلابی“ ہے اور بیان کیا گیا ہے کہ ”حجاج نے (اپنے چچا زاد بھائی) حکم بن ایوب ثقفی کو بصرہ کا گورنر مقرر کیا تھا، مگر جب (عبدالرحمن) ابن الاشعث نے بغاوت کی (81ھ) تب اسے معزول کر کے قطن بن مدرک الکلابی کو اس کی جگہ مقرر کیا۔ غالباً ان بغاوت کے نازک ایام ہی میں قطن نے حجاج کی بڑی مدد کی تھی۔ جیسا کہ فتحنامہ میں اس مقام پر خود حجاج کے اپنے الفاظ ہیں کہ ”قطن نے مشکلات میں ہماری مدد کی ہے اور قابل عزت اور راست گو ہے۔“ اور حجاج کا ہمیشہ معاون رہا ہے۔“ (ن-ب)

[102/124] جراح بن عبداللہ: غالباً جراح بن عبداللہ الحکمی ہے جو بعد میں ایک مشہور

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

کماندار ہوا اور جس نے خلیفہ یزید بن عبدالملک کے دنوں میں آرمینیا میں فتوحات حاصل کیں۔
خلیفہ عمر بن عبدالعزیز نے اپنے عہد میں اسے خراسان کا وائسرائے مقرر کیا تھا۔ دیکھئے بلاذری،
فتوح البلدان ص 202، 206 اور 426، 427 (ن-ب)

125/103 | عدیل بن فرخ: یعنی العدیل بن الفرخ (بن معین بن اسود بن عمرو بن جابر بن ثعلبہ بن سی بن العکابہ) العجلی جو قبیلہ ”بنو عجل“ کا مشہور شاعر تھا۔ (ابن حزم، الجہرۃ ص 295 اور ابن درید، الاشتقاق ص 208)۔ کسی وجہ سے اس شاعر اور حجاج میں کچھ ان بن ہو گئی، جس پر عدیل نے اس کی بھو میں کچھ اشعار کہے جس کے بعد آخر وہ حجاج کے ہتھے چڑھ گیا اور جب حجاج اسے قتل کرانے لگا تو اس نے اُس کی مدح میں پہلے کہے ہوئے کچھ اشعار پڑھے، جس پر حجاج نے اسے معاف کر دیا۔ (البیان والتبيين، طبع مصر 1345/1926 جلد 1 ص 247) ”فانقض جری والفرزدق“ میں ایک مقام (نمبر 646) پر جنگ ذوقار کے متعلق اس کے اشعار نقل ہیں اور دوسری جگہ (نمبر 1090) پر مالک بن مسعم کے متعلق اُس کے مدحیہ اشعار ہیں۔ (ن-ب)

126/104 | منخیق: جسے عروسک کہتے ہیں: بلاذری نے (فتوح البلدان

ص 437) میں اس منخیق کا نام ”عروس“ لکھا ہے۔ (ن-ب)

128/106 | نباتہ بن حظلہ کلابی: نباتہ بھی منتخب شہسواروں میں سے ایک تھا جسے حجاج نے محمد بن قاسم کے ساتھ کیا تھا۔ دیکھئے فتح نامہ ترجمہ 192/191۔ نباتہ نہ صرف ایک قابل سپہ سالار تھا بلکہ سیاستدان بھی تھا۔ فتحنامہ کے حوالوں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ دیبل (ص 134)، سیوستان (140)، داہر کے مقابلے (167، 192) اور برہمن آباد (ص 205) کی جنگوں میں شریک تھا۔ اُس کے علاوہ محمد بن قاسم کی جانب سے مقامی حکمرانوں کے ساتھ سیاسی مصالحتوں کے استحکام کے سلسلے میں بھی اس نے خاص کردار ادا کیا۔ (ص 140، 147، 151)۔ اس کے بعد اموی دور کے آخر اور مروان بن محمد کے عہد میں وہ شاہی فوج کا ایک ممتاز سپہ سالار تھا۔ تقریباً 128ھ میں مروان بن محمد کے کمانڈر انچیف یزید بن عمر بن ہبیرہ نے اسے باغی سلیمان بن حبیب بن اھلب کے مقابلے پر بھیجا اور اس نے جا کر اسے شکست دی (اليعقوبي 2/407) اس کے بعد یزید بن عمر نے نباتہ کو جرجان کا گورنر مقرر کیا۔ پھر جب بنو عباس کو طاقت حاصل ہوئی اور ابو مسلم خراسانی نے خراسان کے گورنر نصر بن سيار کو مار بھگایا اور اپنے سپہ سالار قطیبہ بن شیبہ کو لشکرِ عظیم کے ساتھ 130ھ میں جرجان روانہ کیا، تب اس جنگ میں نباتہ چھ ہزار آدمیوں کے ساتھ مارا گیا۔ (السعودی، التبیہ والاشراف ص 327، طبری 6/2-2003) (ن-ب)

128/107 | سب سے پہلے جو شخص قلعہ پر چڑھا وہ [شہر] کوفہ کا سعدی بن خریصہ تھا۔

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

دیتیل کے قلعے پر جو پہلا آدمی چڑھا اس کا نام مورخ بلاذری نے نہیں دیا، البتہ وہ لکھتا ہے کہ پہلا شخص جو قلعے پر چڑھا وہ کوفہ کا رہنے والا اور قبیلہ بنی مراد سے تھا۔ بلاذری کی اصل عبارت یہ ہے: ”وکان اولہم صعودا رجل من مراد من اهل الکوفۃ“ (فتوح البلدان ص 425) اس عبارت پر غور کرنے سے محسوس ہوتا ہے کہ شاید فتحنامہ کے اصلی ماخذ کی عربی عبارت صاف نہیں تھی اور فارسی مترجم علی کوئی نے غالباً ”صعودا رجل من“ کے لفظوں کو اس شخص کا نام تصور کر کے ”صعدی بن خریہ“ لکھا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب (ن-ب)

107/128 | عجل بن عبدالملک بن قیس الدسی: اس نام کی آخری نسبت فتح نامہ کے نسخوں میں واضح طور پر نہیں دی گئی، جس کی وجہ سے مبہم ہے۔ (دیکھئے حاشیہ ص 128) البتہ ص 137 پر غالباً اس شخص کے باپ عبدالملک بن قیس کے متعلق بتایا گیا ہے کہ وہ ”آل جارود“ میں سے تھا، اسی وجہ سے اُس کی نسبت ”العبدی“ تھی، اسی لحاظ سے اس نام کی مبہم نسبت ”الدسی“ بھی شاید ”العبدی“ کی غلط صورت خطی ہے۔ (ن-ب)

107/128 | دریائے مہران کے اُس مقام پر پہنچا [جو] مہران کے مشرق میں ہے: اصل فارسی عبارت اس طرح ہے: ”بجوے مہران رسید بموضع از جانب شرقی مہران“ 1-ھ۔ اس عبارت میں ”از جانب شرقی“ کے لفظی معنی [مہران کی] ”مشرقی سمت“ کے ہوں گے۔ مثلاً دیتیل کا حکمران جاپن قلعہ دیتیل سے جو کہ مہران کے مغرب میں تھا، بھاگ نکلا اور آخر کار مہران کو عبور کر کے دریا کے مشرق میں کسی مقام پر جا پہنچا۔ مگر مورخ بلاذری نے (فتوح البلدان ص 442) پر سندھ کے گورنر جنید کی فتوحات کے سلسلے میں ”بطیخہ الشرقي“ کا ذکر کیا ہے جس میں ”الشرقي“ اسم معرفہ کی حیثیت سے استعمال ہوا ہے اور ہمارے خیال میں اس سے مراد ”مشرقی مہران“ یعنی ”مہران کی مشرقی شاخ“ ہے۔ اس اعتبار سے فتحنامہ میں اس مقام پر اصل عبارت غالباً ”بجانب مہران الشرقي“ تھی جسے فارسی ترجمے میں ”از جانب شرقی مہران“ لکھا گیا ہے۔ چنانچہ اردو میں اصل عبارت کے لحاظ سے ”مشرقی مہران کی جانب“ زیادہ موزوں معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ عبارت کے شروع میں بھی ”جوئے مہران“ کے الفاظ جس کے معنی نسبتی اعتبار سے ”مہران کی جوئے“ یعنی ”مہران کی ایک شاخ“ کے ہوں گے، جسے مرکزی مہران سے علیحدہ سمجھنا چاہئے۔ واللہ اعلم بالصواب (ن-ب)

107/128 | ”کارتی“ یعنی ”کھاری مٹی“، ”ندمتی“ یعنی ”گل سیمیں“: ہمارے خیال میں فتحنامہ کے اصل الفاظ صرف ”کارتی“ اور ”ندمتی“ ہیں جن کی تشریحات فارسی مترجم کی طرف سے ہیں۔ چنانچہ فارسی مترجم نے ”کارتی“ کی تشریح ”گل شور“ (یعنی ”شوریدہ زمین“) اور

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

”ہندمتی“ کی تشریح ”گل سمیں“ (یعنی ”چاندی جیسی یا اُجلی زمین“) سے کی ہے اور اُردو ترجمہ بھی اسی لحاظ سے کیا گیا ہے۔ لیکن اگر ”کارمتی“ کے معنی ”گل شور“ یا ”کھاری مٹی“ کے ہیں تو ”ہندمتی“ کے معنی ”ہندی کی مٹی“ یا ”میٹھی مٹی“ کے ہونے چاہئیں اور اس لحاظ سے فارسی ترجمے میں بھی ”گل سمیں“ کی بجائے ”گل شیریں“ ہونا چاہئے۔ دوسری صورت میں اگر ”ہندمتی“ کا ترجمہ ”گل سمیں“ (دریا کی چمکدار) ”چاندی جیسی یا سفید مٹی“ کیا گیا ہے تو ”کارمتی“ کو اس کی ضد یعنی ”کالی (شوریدہ) مٹی“ ہونا چاہئے۔ (ن-ب)

109/130 حمید بن وداع النجدی: دراصل یہ صحیح نام ”حمید بن وداع البحری“ ہے۔

دیکھئے حاشیہ ص 218/217 (ن-ب)

110/131 برہمن آباد قدیم: یعنی سندھ کا اصلی قدیمی شہر برہمن آباد جو محمد بن قاسم کی

فتوحات سے پہلے سندھ میں موجود تھا۔ اس کے بعد اسلامی دور حکومت میں محمد بن قاسم کے بیٹے عمرو نے ”برہمن آباد“ سے دوفرنگ کے فاصلے پر ”منصورہ“ نامی ایک نیا شہر بسایا۔ اس کو بھی مقامی لوگ ”برہمن آباد“ کہنے لگے۔ چونکہ ختمہ کا یہ تاریخی حوالہ تقریباً تیسری صدی ہجری میں قلم بند کیا گیا اور اس زمانے میں صرف ”منصورہ“ یا (مقامی لوگوں کی اصطلاح میں گویا) ”برہمن آباد جدید“ موجود تھا، اسی وجہ سے تاریخی وضاحت کے لئے محمد بن قاسم کے عہد کے برہمن آباد کو ”برہمن آباد قدیم“ کے نام سے پکارا گیا۔ مزید وضاحت کے لئے دیکھئے ص 385 تشریحات و توضیحات ص 59/15 (ن-ب)

111/131 (محمد بن قاسم کا ارماتیل میں منزل کرنا): یہ عنوان اور اس کے نیچے دیا

ہوا یہ بیان کہ: محمد بن قاسم نے دہیل سے ارماتیل کی لڑائی کا قصد کیا۔ بالکل بے موقع اور بے معنی ہے۔

اول تو یہ بیان بغیر کسی سند کے دیا گیا ہے۔ دوسرے یہ کہ اس سے پہلے ص 122-123 میں تفصیل کے ساتھ بیان ہو چکا ہے کہ محمد بن قاسم کمران سے ہوتا ہوا ارماتیل آیا اور یہ شہر فتح کیا (ص 122) اس کے بعد ارماتیل سے آگے دہیل کی طرف روانہ ہوا (ص 122)۔ مورخ بلاذری نے بھی صاف طور پر لکھا ہے کہ محمد بن قاسم نے پہلے ارماتیل فتح کیا، اس کے بعد وہاں سے دہیل کی طرف روانہ ہوا۔ (فتوح البلدان ص 436)۔ اسی وجہ سے دہیل فتح کرنے کے بعد پھر ارماتیل پر چڑھائی کرنے کی تیاری بے معنی ہے۔ تیسرے یہ کہ صفحہ 134/115 پر نباتہ بن حنظلہ (جو محمد بن قاسم کے ساتھ تھا) کی زبانی صاف طور پر یہ بیان کیا گیا ہے کہ محمد بن قاسم دہیل سے سیم کی راہ سے نیروں کوٹ کی جانب روانہ ہوا۔ ان واضح دلائل کی بنیاد پر یہ

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

عنوان اور بیان غلط اور بے موقع ہے اور شاید فتنامہ کے فارسی مترجم کا بڑھایا ہوا ہے۔
 ہو سکتا ہے کہ اصل الفاظ صرف اس قدر ہوں کہ ”پہلے محمد بن قاسم نے دہیل سے
 ارماتیل ہوتے ہوئے نیرون کوٹ جانے کا قصد کیا، مگر پھر یہ ارادہ ترک کر دیا اور ابھی دہیل ہی
 میں ٹھہرا ہوا تھا کہ اسے راجہ داہر کا وہ خط کہ جو اس کے نام تھا ملا۔“ ممکن ہے کہ پہلے محمد بن
 قاسم نے ارماتیل کی راہ سے نیرون کوٹ (جو غالباً حیدرآباد کے مقام پر تھا) جانے کا ارادہ کیا
 ہو، کیونکہ ایک تو ارماتیل فتح ہو چکا تھا اور کمران کی اسلامی فوجیں اُس کے آگے بڑھتے ہوئے
 لشکر کی مددگار ہو سکتی تھیں، دوسرے ارماتیل یا ارمین پیلہ سے (جو کہ ریاست لسبیلہ کے موجودہ شہر
 پیلہ کے آس پاس تھا) شاہ بلاول کی پہاڑیوں سے ہوتا ہوا کوٹری اور حیدرآباد کی طرف جانے
 والا کوہستانی راستہ دہیل سے سیدھے نیرون جانے والے راستے کے مقابلے میں شاید نسبتاً زیادہ
 محفوظ سمجھا گیا ہو۔

بہر حال اس قیاس یا فتنامہ کے اس عنوان اور بیان کی حمایت میں کوئی تاریخی سند موجود
 نہیں ہے۔ (ن-ب)

131/ [111] اس سے پہلے ایک دوسرے شخص کے سر میں بھی ایسا ہی غرور پیدا ہوا
 تھا..... اور الحکم بن ابی العاص نے بھی اس کی بیعت کی تھی: یہ الفاظ ڈاھر نے اپنے خط میں
 محمد بن قاسم کو لکھے تھے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ تجھ سے پہلے بھی ایک شخص نے اس طرف حملہ کیا
 تھا اور الحکم بن العاص بھی اس کی بیعت میں تھا۔

داھر، محمد بن قاسم سے بہت پہلے کا حوالہ دے رہا ہے، اسی وجہ سے اس کے ذہن میں
 غالباً اس سپہ سالار کا نام نہیں آیا۔ البتہ الحکم بن ابی العاص کے ذکر سے معلوم ہوتا ہے کہ داھر کا
 اشارہ غالباً دہیل پر عربوں کے پہلے حملے کی طرف ہے۔ تاریخ سے ثابت ہے کہ اس حملے کا خیال
 بحرین اور عمان کے گورنر عثمان بن ابی العاص انقی نے حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں 15ھ
 (37-636ء) میں کیا۔ اُس کا بھائی الحکم بن ابی العاص اس کی بیعت میں تھا، جسے اس نے
 سمندر کے ذریعہ تھانہ اور بھروچ کی طرف روانہ کیا تھا اور اپنے دوسرے بھائی المغیرہ کو دہیل کی
 طرف بھیجا تھا۔ (بلاذری، فتوح البلدان ص 431-432 مزید دیکھئے فتنامہ ص 101)

ان تاریخی شواہد کی بنا پر جس شخص کو پہلے پہل دہیل پر حملے کا خیال ہوا، وہ بحرین اور
 عمان کا گورنر عثمان بن ابی العاص انقی تھا۔ مگر وہ خود آ کر حملہ آور نہیں ہوا تھا، جیسا کہ داھر کے
 خط میں کہا گیا ہے، بلکہ اس نے اپنے بھائیوں کو تھانہ، بھروچ اور دہیل بھیجا تھا۔ اور اس سے اس
 کے بھائی الحکم بن ابی العاص کی بیعت تھی۔ ”ابی العاص بن الحکم“ کی نہیں جیسا کہ فتنامہ کے اصل

متن میں ہے (دیکھئے حاشیہ 1 ص 149)۔ اس کے علاوہ خود الحکم بن ابی العاص نے دہیل پر چڑھائی نہیں کی تھی، بلکہ اس کے بھائی المغیرہ بن ابی العاص نے حملہ کیا تھا۔ اس کے علاوہ دہیل میں المغیرہ قتل بھی نہیں ہوا تھا، جیسا کہ ڈاھر نے اپنے خط میں لکھا ہے۔ ڈاھر کا یہ بیان فتحنامہ کی ابتدائی روایت (ص 101) کے مطابق ہے، جس میں بیان کیا گیا ہے کہ المغیرہ دہیل کی جنگ میں مارا گیا۔ حالانکہ یہ تاریخی اعتبار سے غلط ہے۔ دیکھئے ص 277 تشریحات و توضیحات ص 101/71]

آخر میں نیچے 132 پر اسی خط میں داہر محمد بن قاسم کو لکھتا ہے کہ: ”خود کو غرور کے خواب میں مبتلا نہ کر ورنہ تیرا حشر بھی وہی ہوگا کہ جو بدیل کا ہوا۔“ اس فقرہ سے خیال ہوتا ہے کہ وہ شروع والا اشارہ بھی شاید بدیل ہی کی طرف ہو، لیکن اگر ایسا ہوتا تو داہر وہاں بھی اس کا نام لیتا۔ دوسرے یہ کہ الحکم بن ابی العاص کا تھوڑا بہت تعلق دہیل پر 15ھ کے حملے سے تھا نہ کہ بدیل کے حملے سے جو کہ حجاج کے دور میں 75ھ کے بعد ہوا۔ البتہ اگر فتحنامہ کی اصل عبارت ”ابو العاص بن الحکم“ تسلیم کی جائے اور کہا جائے ”ابو العاص“ مذکورہ ابو الحکم کا بیٹا تھا جو کہ بدیل کے ساتھ جنگ میں شریک تھا تو البتہ یہ بات موزوں ہو سکتی ہے۔ لیکن ابو العاص بن الحکم کا حوالہ کسی بھی عربی ماخذ میں نظر نہیں آتا۔ (ن-ب)

134/115] ساکرے کا نارویا ساکرے کا نار یا نالہ ساکرہ: اصل فارسی متن میں ”نالہ ساکرہ“ ہے جس کے مختلف تلفظ ”نالہ ساکرہ“ ”ساکر“ اور ”دھند ساکرہ“ ہیں (دیکھئے حاشیہ 1 ص 134) ”ساکرہ“ لفظ آج بھی ”میرپور ساکرہ“ کے نام میں موجود ہے یعنی وہ ”میرپور“ جو خطہ ”ساکرہ“ میں ہے۔ اسی لحاظ سے ”نالہ ساکرہ“ کہ جس کے ذریعہ محمد بن قاسم نے سامان جنگ سے بھری ہوئی کشتیاں نیرون کوٹ روانہ کیں، غالباً بگلیاڑ پھاٹ (بگلیاڑ شاخ) ہے جو کہ اس وقت تک ایک چھوٹی سی ندی تھی۔ مزید دیکھئے نوٹ ص 255 (ن-ب)

137/118] اس مقام پر جا پہنچا کہ جسے موج کہتے ہیں: یعنی نیرون کوٹ سے سیوستان جاتے ہوئے محمد بن قاسم سب سے پہلے موج پہنچا جو کہ نیرون کوٹ سے تیس فرسنگ تھا۔ لغت کے اعتبار سے ”موج“ کے معنی لہر یا تیز بہتا ہوا پانی ہیں۔ اس سے خیال ہوتا ہے کہ محمد بن قاسم کسی برساتی ندی کے قریب پہنچا تھا۔ نیرون کوٹ میں محمد بن قاسم نے دعا مانگی تھی جس کے بعد سخت بارش ہوئی تھی (ص 135)۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بارش کا موسم شروع ہو چکا تھا۔ اس صفحہ پر آگے چل کر بیان کیا گیا ہے کہ ”موج“ سے روانہ ہو کر محمد بن قاسم سیوستان (سیہون) کے قلعے کے قریب جا پہنچا اور اس ”موج“ کے قریب ہی وہاں کے دشمنی (بدھ مذہب کے زاہد)

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

اکٹھے ہو کر اس کے پاس آئے اور اس کے ساتھ صلح نامہ کا عہد کیا۔

مورخ بلاذری لکھتا ہے کہ: محمد بن قاسم نے مہران کے اس طرف ایک نہر کو عبور کیا وہاں | سر بیدس کے ششی اُس کے پاس آئے اور اس سے صلح کی۔ (فتوح البلدان ص 438)۔ مورخ الیعقوبی (327/2) کا بھی یہی بیان ہے کہ: محمد بن قاسم نے مہران کے اس طرف سندھ کی ایک نہر پار کی اور وہاں سے | سہبان (سیوہن) کی طرف روانہ ہوا۔“

بلاذری اور الیعقوبی کے ان حوالوں اور فتح نامہ کی عبارت میں پوری مطابقت ہے اور ظاہر ہے کہ فتح نامہ کی ”موج“ ان مورخوں کی ”نہر“ ہے۔ دونوں مورخ اُسے مغرب کی طرف ممالک اسلامیہ سے لکھتے ہوئے کہتے ہیں کہ وہ ”مہران کے اس طرف“ ہے جس کے معنی ہوئے کہ (وہ نہر) مہران کے مغرب میں تھی۔

سندھ کی جغرافیہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حیدر آباد (جہاں غالباً قدیم نیرون کوٹ تھا) اور سیہون کے درمیان مغرب کی طرف کوہستانی علاقے میں دریائے سندھ کی کسی بھی شاخ کا ہونا ممکن نہیں ہے۔ محمد بن قاسم سے پہلے یا بعد کی تاریخ سے بھی اس خطہ میں کسی ایسی مغربی شاخ کا ثبوت نہیں ملتا۔ اگر مہران کے مغرب کی طرف اس خطہ میں کوئی نہر ہو سکتی ہے تو وہ کوئی ”دریائی ندی یا نالہ“ ہی ہو سکتی ہے اور فتح نامہ کا لفظ ”موج“ اس دلیل پر واضح شہادت ہے۔

مگر سوال یہ ہے کہ وہ کون سا نالہ تھا، جسے نیرون کوٹ سے سیوہن جاتے ہوئے محمد بن قاسم نے پار کیا؟ چونکہ اس خطہ میں صرف ”نمن سن“ ہی ایک نمایاں اور قدیمی نالہ ہے، اس لئے کہا جاسکتا ہے کہ وہ یہی نالہ ہے کہ جسے فتح نامہ میں ”موج“ اور عربی تاریخوں میں ”نہر“ کہا گیا ہے۔ فتح نامہ کے مطابق وہاں کے ششیوں (یعنی بدھ مذہب کے رہبروں) نے محمد بن قاسم کی اطاعت قبول کی (ص 139)۔ مگر نمن سن کے آس پاس ایسے کوئی آثار نہیں دیکھائی دیتے کہ جن سے ششیوں کی قدیم بستی کا کوئی پتہ معلوم ہو۔ اس سلسلے میں مورخ بلاذری کا بیان زیادہ قرین قیاس ہے۔ بقول بلاذری (”فتوح البلدان“ ص 438) محمد بن قاسم ”نہر..... عبور کر کے پار گیا اس کے بعد سر بیدس (یا سر بندس) کے ششی اس کے پاس آئے اور اس سے صلح کی۔“ ظاہر ہے کہ یہ ششی محمد بن قاسم کو یہ ”نہر“ عبور کرنے کے بعد ملے یعنی اُن کی بستی ”نہر“ کے اُس پار کہیں تھیں۔ اب دیکھئے ”نمن سن“ کے مغرب میں عامری کے قریب قدیمی ٹیلے اور کھنڈرات ہیں۔ اس طرح مقام کی بھی بہت پرانا ہے جو اپنے نزدیک کے پہاڑوں اور پانی کے چشمے کی وجہ سے بدھ مذہب کے راہبوں کی قیام گاہ کے لئے ایک موزوں مقام معلوم ہوتا ہے۔ غالباً وہ ششی اسی مقام پر رہتے تھے۔ فتح نامہ کی عبارت کے مطابق ”وہاں سے وہ سیہون کے حاکم بھرائے کے پاس

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

پیغامات بھیج کر اسے صلح کے لئے آمادہ کرتے رہے۔ جس کے یہ معنی ہوئے کہ سیوہن سے کچھ زیادہ دور نہیں تھے۔ چونکہ لکی، سیوہن سے زیادہ دور نہیں ہے اس وجہ سے فتحنامہ کی عبارت کی روشنی میں یہی مقام شمنیوں کی ممکن بستی معلوم ہوتا ہے۔

فتحنامہ میں ذکر کیا گیا ہے کہ موج نیروں کوٹ سے تیس فرسنگ کے فاصلے پر تھی۔ چنانچہ اگر ایک فرسنگ کو تین میل کے برابر سمجھا جائے تو یہ فاصلہ 90 میل ہوگا جو کہ تقریباً سیوہن اور حیدرآباد کے مابین کا فاصلہ ہے۔ اسی وجہ سے یا تو جس وقت فتحنامہ لکھا گیا، اُس وقت فرسنگ کا فاصلہ تقریباً ڈیڑھ میل کے برابر تھا، کیونکہ نمن سن، حیدرآباد سے تقریباً 45 میل کے فاصلے پر ہے، یا پھر فتحنامہ کی فارسی عبارت میں خلل ہے اور ممکن ہے کہ ”سی فرسنگ“ (یعنی تیس فرسنگ) کی بجائے ”پست و سہ فرسنگ“ (تیس فرسنگ ہو) تین میل فی فرسنگ کے حساب سے یہ فاصلہ 69 میل ہوگا، جو کہ قریب قریب حیدرآباد اور لکی کے درمیان فاصلے کے برابر ہے۔ فتحنامہ کی عبارت ”وہاں کے شمنی“ سے مراد جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے، غالباً لکی کے شمنی سے ہے اور دیا ہوا فاصلہ اسی مقام سے متعلق تصور کرنا چاہئے۔ واللہ اعلم بالصواب (ن-ب)

137/118 قلعہ کا بادشاہ: یعنی سیوہن کے قلعے کا بادشاہ (ن-ب)

139/120 اُس کا قلعہ سیم نہر کنہ کے کنارے پر واقع تھا: یعنی وہ قلعہ علاقہ بدھیمہ کے حاکم کا تھا، جہاں جا کر سیوہن کے حاکم بھرائے نے پناہ لی ”کنہ“ یا ”کنب“ آج تک بہت بڑے اور وسیع تالاب کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ کنہ غالباً وہی منچھر ڈنڈھ (منچھر جمیل یا پوکر) ہے جو کہ محمد بن قاسم کے زمانے میں بھی یقیناً موجود ہوگی۔ فتحنامہ کی اصل عبارت ”آب کنہ“ ہے جس کے لفظی معنی ”کنہ کا پانی“ اور عام اصطلاحی معنی ”کنہ کی نہر“ کے ہوں گے۔ چونکہ منچھر جمیل قدیم مغربی نارے سے ملی ہوئی تھی، اسی وجہ سے نارے (نالے) کو ”نہر کنہ“ یا ”جمیل والی نہر“ کہہ سکتے ہیں۔ ہیک (انڈس ڈیلٹا کٹری، ص 58) اور ہوڑی والا (ص 89) دونوں اس بات پر متفق ہیں کہ کنہ سے مراد ”منچھر جمیل“ ہے۔ البتہ ہیک (ص 58) کے خیال میں ”سیم“ وہی قصہ ”شاہ حسن“ ہے جو منچھر کے مغربی کنارے پر واقع ہے۔ اُس کا یہ گمان غالباً محض ان دونوں ناموں کے تلفظ کی صوتی مناسبت پر مبنی ہے اور ہمارے خیال میں صحیح نہیں ہے۔ شاہ حسن کافی بعد کے زمانے کی بستی ہے۔ چنانچہ سیم کے قلعے کے بارے میں وثوق کے ساتھ صرف یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ منچھر جمیل کے کنارے پر یا قدیم مغربی نارے کے کنارے پر تھا۔ (ن-ب)

139/121 بندھان: یہ بستی ہنر کنہ کے کنارے پر تھی جہاں سیم کے قلعے پر حملہ

کرنے سے پہلے محمد بن قاسم منزل انداز ہوا تھا۔ بندھان قدیم لند (پ) کا تلفظ ہے اور ہم نے

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

اس کو ترجیح دی ہے۔ ممکن ہے کہ اصل سندھی نام ”بند X ہان“ ہو اور منچھر کے کسی قدیم بند کی وجہ سے اس بستی کا یہ نام پڑا ہو یا ممکن ہے کہ یہ اصل نام ”بندھان“ ہی ہو۔ (ر) (م) نسخوں کا تلفظ نیلھان ہے اسی لحاظ سے ہیگ (ص 58) اس بستی کو موجودہ قصبہ ”بیلھن“ (Billhan) سے تعبیر کرتا ہے جو کہ سیوہن سے 7 میل مغرب میں منچھر کے کنارے پر واقع ہے۔ (ن-ب)

139/121] جس کا مورث اعلیٰ اکر: گنگا کے اس گھاٹ سے کہ جسے اودندوہار کہتے ہیں، آیا تھا: اصل فارسی عبارت پیچیدہ اور غالباً ناقص ہے (دیکھئے حاشیہ 139) اور اسی وجہ سے کسی بھی صحیح نتیجے پر پہنچنا مشکل ہے۔ میجر راورٹی نے (مہران، حاشیہ 234 میں) محض خیالی عبارت اخذ کی ہے اور اس کی عبارت میں دیئے ہوئے شہروں کے ناموں کا ہوڑی والا (ص 89) میں کوئی ذکر موجود نہیں۔ مگر چونکہ راورٹی کی عبارت محض خیال ہے، اس لئے ہوڑی والا کی تشریح بھی بے سود ہے۔ اصل فارسی عبارت میں پہلا نام ”اکر“ ہے جسے ترجمے میں بھی ہم نے ”اکر“ ہی لکھا ہے مگر یہ نام ”اگر“ بھی ہو سکتا ہے اور اس لحاظ سے سندھ کی موجودہ اگر، آگرا، اور اگڑا قومیں ممکن ہے کہ اسی ”اگر“ کی نسل سے ہوں۔ اس کے بعد دوسرا خاص نام اصل فارسی عبارت کے مطابق ”کدارہ کنگ“ ہے جس ہم نے ”گزارہ گنگ“ سمجھ کر اس کا ترجمہ ”گنگا (ندی) کا گھاٹ“ کیا ہے۔ فارسی ایڈیشن کے فاضل ایڈیٹر کے خیال میں یہ نام شاید کسی خطے یا مندر کا ہے (دیکھئے فتحنامہ فارسی حاشیہ 8، ص 121) لفظ ”اودندوہار“ کے آخری حصہ ”وہار“ سے ظاہر ہے کہ وہ ایک بدھ مندر کا نام ہے۔ (ن-ب)

142/124] مھطور: تختہ الکرام (15/3) کا تلفظ ”مھطور“ ہے۔ (ن-ب)
142/124] حمید بن دواع الانجیدی: صحیح نام ”حمید بن دواع البحری“ دیکھئے تشریحات و

توضیحات ص 305/217] (ن-ب)

143/125] بغرور کے قلعے مقابل بدھیہ کی طرف جو علاقہ الخ: محمد بن قاسم نے صوبہ بدھیہ کو سیہون پر قبضہ کرنے کے بعد فتح کیا۔ جس کے یہ معنی ہوئے کہ وہ سیہون کے آگے شمال کی طرف تھا۔ اس صوبہ کا پایہ تخت ”کا کا راج“ تھا اور اس نام کی یادگار آج بھی تحصیل ”ککڑ“ کے نام سے موجود ہے، اس سے یہ معلوم ہوا کہ صوبہ بدھیہ، دریائے مہران کے دائیں طرف اور سیہون کے شمال میں تھا۔ مگر زیر بحث عبارت میں کہ جو خود محمد بن قاسم کا بیان ہے۔ ظاہر ہے کہ صوبہ بدھیہ اب بھی دور شمال میں ضلع لاڑکانہ اور ضلع سکھر کے دریا کی دائیں جانب والے خطوں اور ”بغرور کے قلعے کے مقابل“ یعنی قلعہ بغرور کے بالکل آگے سامنے کی حد تک پھیلا ہوا تھا اور جسے محمد بن قاسم نے فتح کیا۔ ظاہر ہے کہ بغرور دریا کے ایک طرف [بائیں جانب] تھا۔ آگے

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

چل کر اور بھی وضاحت کی گئی ہے کہ قلعہ بغر و صوبہ اروڑ کی حدود میں اور راجہ داہر کے زیر انتظام تھا۔ فتح نامہ کے مختلف نسخوں کی عبارتوں میں یہ نام ”بغرور“ اور ”اغروز“ دیا گیا ہے۔ (دیکھئے متن ص 143، حاشیہ 2) لیکن اس میں صحیح ”بغرور“ ہے اور اروڑ سے وابستگی کی بنا پر اسے قدیم ”بکھر“ کا قلعہ سمجھنا چاہئے۔ جس کے لئے دیکھئے ص 362 تشریحات و توضیحات ص 54/9 [ن-ب] 138-144/126 داہر کا چچازاد بھائی: یعنی بھجرائے بن چندر جس کا ذکر پہلے ص 137-138 پر آچکا ہے۔ (ن-ب)

144/126 [مہران کے مشرق کی طرف اس وادی میں جو کہ کشہا (کچھ) کے سمندر کا جزیرہ ہے: فارسی ایڈیشن کے متن میں ”کشہا“ کی بجائے ”کنہا“ کا تلفظ اختیار کیا گیا ہے اور فاضل ایڈیٹر نے قیاس کیا ہے کہ کنہا کے سمندر (بحر کنہا) سے شاید ”خلیج کھبات“ کی طرف اشارہ ہے۔ (دیکھئے فتح نامہ فارسی ص 262 نوٹ 126)۔ لیکن یہ قیاس قابل اعتماد نہیں۔ محمد بن قاسم نیروں کوٹ سے خط لکھتے ہوئے اس وادی کا ذکر کرتا ہے کہ جو دریائے مہران کے مشرق میں تھی اور جہاں داہر کا ایک گورنر حکمران تھا۔ خلیج کھبات جس کی وادی میں گجرات کا جنوبی حصہ ہو سکتا ہے، وہ دونوں سندھ سے بہت دور اور ڈاھر کی قلمرو سے باہر تھے۔ محمد بن قاسم کے بیان سے واضح ہے کہ اس وادی کا گورنر قلعہ بیٹ کا والی تھا۔ فتح نامہ میں آگے چل کر اس بات کی مزید تصدیق ہوتی ہے کہ قلعہ بیٹ مہران کے دو آبے یا ڈیلٹا پر تھا۔ محمد بن قاسم یقیناً اسی دو آبے کا ذکر کر رہا ہے جو کہ مہران کے مدخل کے قریب اس کی دو شاخوں کے درمیان تھا جو دونوں غالباً جنوب کی طرف ”سیر“ ”رین“ اور مغربی ”پران“ کے قدیمی پٹیوں کے آس پاس علاقہ کچھ کے سامنے گرتے تھے، اسی لحاظ سے مہران کا نشیبی دو آبہ گویا کچھ کے سمندر کا ایک جزیرہ تھا، اسی وجہ سے عبارت بالا میں ہم نے ”کنہا“ کی بجائے ”کشہا“ کا تلفظ اختیار کیا ہے کہ ”کشہا“ بہ معنی ”کچھ“ جو بالکل قرین قیاس ہے۔ (ن-ب)

144/126 [بسائی بن] راسل: فتح نامہ کے معتبر نسخوں کے مطابق یہ نام اسی طرح ہوں گے، لیکن ہمارے خیال میں یہ نام شروع ہی سے غلط لکھے گئے ہیں اور یہ دونوں صحیح نام ”وسایو“ [بن] ”سر بند“ ہونے چاہئیں۔

اس مقام پر محمد بن قاسم کے بیان سے ظاہر ہے کہ یہ شخص قلعہ بیٹ کا حاکم اور داہر کے خاص آدمیوں میں سے تھا، لیکن اس کا بیٹا محمد بن قاسم کی طرف مائل تھا۔ آگے چل کر فتح نامہ کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ بیٹ کا حاکم وسایو [بن] سر بند تھا۔ (ص 267) اور وہ خود اور اس کا ایک بیٹا راسل دونوں داہر کے وفادار تھے اور اسی وجہ سے وہ اپنے ایک بیٹے موکو کے مخالف تھے۔

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

(ص 167) لیکن موکو شروع سے ہی محمد بن قاسم کی طرف مائل تھا اور آخر کار اس کے ساتھ شامل ہو گیا اور اس کی اطاعت قبول کی (ص 150-151-167) ان تاریخی شواہد سے یہ قطعی طور پر واضح ہو جاتا ہے کہ اس مقام پر صحیح نام بسامی بن راسل کی بجائے وسایو بن سرہند ہونا چاہئے۔ ”بسامی“ شاید ”وسایو“ کا بگڑا ہوا تلفظ ہے اور کاتب یا فارسی مترجم نے سہواً ”وسایو“ کے باپ ”سرہند“ کی جگہ اس کے بیٹے ”راسل“ کا نام لکھ دیا ہے۔ (ن-ب)

132/148 [اشبہار: فارسی متن کے فاضل ایڈیٹر کے خیال میں یہ قلعہ نیرون کوٹ اور سہون کے درمیان میں تھا (دیکھئے فارسی ایڈیشن ص 162، حاشیہ 132) لیکن یہ درست نہیں ہے۔ محمد بن قاسم نے دیبل فتح کرنے کے بعد نیرون کوٹ فتح کیا اور اس کے بعد سہون کی طرف روانہ ہوا۔ اور پھر سہون اور بدھہ کی فتوحات کے بعد لوٹ کر نیرون کوٹ آیا۔ اس دوران میں بلاذری کی ”فتوح البلدان“ یا فتحنامہ میں کہیں بھی اشبہار کی فتح کا کوئی ذکر نہیں ہے، جس کی بنا پر یہ کہا جاسکے کہ یہ قلعہ نیرون کوٹ اور سہون کے درمیان میں واقع تھا اس قلعے پر محمد بن قاسم نے نیرون کوٹ کے جنوب کی طرف مہران پار کرنے کے لئے جاتے وقت چڑھائی کی تھی۔ ”اشبہار“ نام کے آخری حصے ”بہار“ سے یہ بھی قیاس ہوتا ہے کہ اس قلعے میں یا آس پاس بدھ مذہب کا کوئی مندر بھی تھا۔ چنانچہ ٹنڈو محمد خان کے قریب ”بدھ-جا-نکر“ (بدھ کے ٹیلے) نشان دیہی کرتے ہیں کہ وہ قلعہ اس خطے میں واقع تھا۔ (ن-ب)

133/149 [بیٹ کے حاکم جاہن نے اس سے جنگ کی: اس سے پہلے یہ ذکر ہو چکا ہے کہ جاہن ڈاھر کی طرف سے دیبل کا حکمران تھا اور وہاں سے بھاگ نکلا تھا۔ (ص 143-144) اس عبارت سے یہ گمان ہوتا ہے کہ بعد میں داھر نے محمد بن قاسم کا مقابلہ کرنے کے لئے جاہن کو قلعہ بیٹ کا سپہ سالار مقرر کیا تھا اور اسے حکومت کے بھی کئی اختیارات دے دیے تھے، جس کی تصدیق آئندہ ص 159 کی عبارت سے ہوتی ہے۔ لہذا اس مقام پر ”وہاں کے حاکم“ سے مراد ”کمانڈر یا سپہ سالار“ لینی چاہئے، کیونکہ بیٹ کے حکمران یا والی وسایو بن سرہند اور اس کے دو بیٹے موکو اور راسل تھے۔ (دیکھئے ص 168) (ن-ب)

133/149 [قصبہ وجورت یا علاقہ: اصل متن میں فتحنامہ کے جملہ چھ نسخوں کی عبارت اس مقام پر ”ولایت قصبہ وجورت“ اور ایک نسخہ (پ) کا تلفظ ”ولایت قصبہ جورت“ ہے (دیکھئے حاشیہ 150) ”قصبہ“ سے مراد مرکزی شہر ہے جس کا نام جملہ قلمی نسخوں کے مطابق ”وجورت“ یا ”جورت“ ہی ہوگا۔ چونکہ چھ نسخوں میں ”وجورت“ ہے اس لئے ہم نے بھی اسی نام کو ترجیح دی ہے اور اسی اصل عبارت کا ترجمہ ”قصبہ وجورت کا ملک“ کیا ہے۔ فارسی ایڈیشن کے فاضل ایڈیٹر نے

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

”قصبہ“ کی بجائے ”قصبہ“ اور ”دجورتہ“ کی بجائے ”سورتہ“ کے تلفظ اختیار کئے ہیں اور متن میں ”ولایت قصبہ و دجورتہ“ درج کیا ہے جس کے معنی ہوں گے کچھ اور سورٹھ کا ملک۔ لیکن فارسی ایڈیشن کے فاضل ایڈیٹر کے یہ تلفظ محض گمانی ہیں اور فتحنامہ کے کسی بھی قلمی نسخے سے اس کی تصدیق نہیں ہوتی۔ اسی طرح ص 152 اور 164-165 پر بھی فاضل ایڈیٹر نے ”قصبہ“ کی بجائے ”قصبہ“ (یعنی کچھ) دیا ہے، مگر ہم نے وہاں بھی جملہ قلمی نسخوں کے تلفظ ”قصبہ“ کو ترجیح دی ہے۔ مورخ بلاذری نے (فتوح البلدان، ص 289) پر محمد بن قاسم کی فتوحات کے موقع پر قصبہ یعنی کچھ کے ملک کے راجہ کا نام راسل لکھا ہے اور فتحنامہ (ص 218) سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ان دنوں کیرج پر راجہ دروہر حکمران تھا۔ (یعنی شاید کچھ کا حاکم راسل اس کا مطیع تھا)۔ بقول بلاذری (صفحہ 440) سندھ اور ملتان فتح کرنے کے بعد محمد بن قاسم نے کانٹھیا واڑ اور گجرات پر چڑھائی کی اور اہل سرست (یعنی سورٹھ یا سوراشر) نے اس سے صلح کی اور کیرج (یعنی کیرا جو کہ گجرات کا پایہ تخت تھا) کے راجہ دوہر (بقول صاحب فتحنامہ دروہر) نے اس کا مقابلہ کیا مگر شکست کھا کر بھاگ گیا۔ غالباً دوہر یا دروہر کی شکست کے بعد ہی محمد بن قاسم نے قصبہ یا کچھ کو سندھ کی اسلامی حکومت میں شامل کر دیا اور اس ملک کو اپنے گورنر سلیمان بن ہذیل الازدی کے حوالے کیا۔ (ص 218) اس سے یہ معلوم ہوا کہ قصبہ یا کچھ بعد میں فتح ہوا اور اس پر براہ راست ایک عرب گورنر مقرر کیا گیا۔ اسی وجہ سے زیر بحث صفحہ کی عبارت میں ”قصبہ اور سورتہ“ (یعنی کچھ اور سورٹھ) کے تلفظ قرین قیاس نہیں ہوں گے، کیونکہ سندھ میں مہران عبور کرتے وقت ہی محمد بن قاسم کا کچھ اور سورٹھ کے ملک کو موکو بن وسایو کی تحویل میں دینا مذکورہ تاریخی حوالوں کی روشنی میں بے معنی نظر آتا ہے۔

موکو کا باپ وسایو، دریائے مہران کے جزیرہ یعنی دوآبے یا ڈیلٹا، بیٹ کا والی تھا اور محمد بن قاسم نے موکو کو اسی بیٹ کا علاقہ اور ساتھ ہی ساتھ ”قصبہ و دجورتہ“ کا ملک بھی دیا۔ (فتحنامہ ص 152)۔ فتحنامہ (ص 150) کی عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ ”دجورتہ“ کا ملک محمد بن قاسم نے موکو کو جاگیر کے طور پر دیا تھا جس کے یہی معنی ہوں گے کہ وہ کوئی چھوٹا علاقہ ہی ہو سکتا ہے۔ کچھ اور کانٹھیا واڑ کا سارا ملک نہیں۔ پھر فتحنامہ (ص 164) میں بیان کیا گیا ہے کہ اس قصبہ و دجورتہ کا علاقہ ریگستان تھا۔ چنانچہ سندھ کا ریگستانی علاقہ جنوب مشرق میں تھرپارکر کا حصہ ہے۔ فتحنامہ میں قصبہ کا دیا ہوا نام ”دجورتہ“ لفظی اصلیت کے اعتبار سے ”دجورتہ“ ہو سکتا ہے اور ممکن ہے کہ وہ مہرانی اور تھر والا وہی خطہ ہو جسے آج کل ونگو کہا جاتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ (ن-ب)

152/136] جیسا کہ حجاج کے فرمان کی ابتدا میں تحریر ہے: یہاں غالباً حجاج کے اس

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

سے پہلے والے خط (ص 145، 146، 147) کی طرف اشارہ ہے جس میں داہر کے پاس جانے والے قاصد کے بارے میں خاص ہدایتیں ہیں۔ (ن-ب)

157/144] نوشتہ حمران 93ھ: یہ فقرہ کہ جس میں کاتب کا نام اور سن کتابت درج ہے، کافی اہمیت رکھتا ہے جس کی وجہ سے کاتب اور کتابت دونوں غور طلب ہیں۔ خط کا کاتب حمران غالباً حمران بن ابان ہے، جس کی مختصر سوانح عمری یہ ہے کہ: حضرت ابو بکرؓ کے عہد خلافت میں خالد بن ولید کی سرکردگی میں جب اسلامی لشکر نے عین التمر فتح کیا، اُس وقت قریب کے ایک گاؤں ”القصیرہ“ میں بچے املا کی تعلیم حاصل کر رہے تھے، حمران بھی ان میں شامل تھا اور اپنے بڑوں کے ساتھ یہ بچے بھی جنگی قیدیوں کی حیثیت سے نظر بند ہوئے۔ حمران کو حضرت عثمانؓ نے خرید کر آزاد کیا اور اسے فن کتابت کی تعلیم دلائی، اس کے بعد اسے حضرت عثمانؓ کے کاتب اور حاجب کی حیثیت حاصل ہوئی اور شروع میں حضرت عثمانؓ کی مہر بھی اس کی تحویل میں رہا کرتی تھی۔ اس کے بعد وہ حضرت عثمانؓ کی جانب سے بصرہ کا حاکم مقرر ہوا اور ایک شخص عامر بن عبد القیس اسمعی کے خلاف کہ جس نے حضرت عثمانؓ کی شکایت کی تھی، حضرت عثمانؓ کے پاس رپورٹ لکھ بھیجی تھی۔ اس کے بعد عبدالملک کے عہد میں اس نے اُس کی حمایت کی اور مصعب بن زبیر کی شہادت (بہادی الاولیٰ یا الاخرہ ص 72ھ) کے بعد بصرہ پر قبضہ کیا۔ زیاد کی گورنری کے زمانے میں وہ کچھ عرصہ شیراز اور فارس کا عامل بھی رہا۔ اپنے دور کے شروع میں حجاج اس سے سخت ناراض تھا اور اس کی ملکیت ضبط کر کے اسے سزا دے رہا تھا، لیکن خلیفہ عبدالملک نے اُس کی پُر زور سفارش کی، جس پر حجاج نے اس کی ملکیت اسے واپس کر دی اور اُس پر اپنی کی ہوئی سختیوں کے لئے خلیفہ سے معافی چاہی۔ حمران کو حدیث کے راویوں میں شمار کیا گیا ہے۔ (دیکھئے بلاذری، فتوح البلدان ص 247، 352، 368 انساب الاشراف جلد 4 ص 160، 162، 164، جلد 5 ص 57، 58، 66، 286، ابن قتیبہ، کتاب المعارف ص 222، 223 ابو علی القالی، الامالی ص 182، القعد الفرید، جلد 2 ص 92، 208، 265 کتاب البحر ص 480، اصالبہ رقم 1898، طبری جلد 2 ص 799 ابن خلکان، رقم 393، تاریخ ابن کثیر، تحت سنہ 75، المقدسی، جمع بین رجال ابن خنسین، جلد 1 ص 115)

مذکورہ مختصر سوانح حیات سے اس کی تصدیق ہوتی ہے کہ حمران فن کتابت کا ماہر اور کاتب تھا اور جب (75ھ) میں حجاج و اسرائے ہوا تب بھی وہ حیات تھا۔ اس کی وفات کے بارے میں کوئی تاریخی واضح ثبوت موجود نہیں۔ البتہ ابن حجر لکھتا ہے کہ ”وہ 70ھ کے بعد بصرہ میں فوت ہوا۔ بعضے کہتے ہیں کہ سن 71ھ میں، کچھ کہتے ہیں کہ 75ھ میں اور کچھ 67ھ بیان کرتے ہیں۔“

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

(اصابہ جلد 1 ص 380) ابن حجر کانی بعد کا مصنف ہے اور اس کے اس بیان سے ظاہر ہے کہ اسے بھی اس بارے میں کوئی پختہ یقین نہیں ہے اور اسے ملی ہوئی روایتیں محض قیاسی ہیں۔ اس کے برعکس فتح نامہ میں محفوظ شدہ حمران کا تحریر کیا ہوا خط زیادہ معتبر ہے اور اس کی بنا پر کانی وثوق سے کہا جاسکتا ہے کہ وہ 93ھ تک زندہ تھا اور اُس وقت حجاج کے خاص کاتبوں میں سے ایک تھا۔ چونکہ خالد بن ولید نے ”عین التمر“ کو 13ھ میں فتح کیا تھا اور اس وقت حمران بچہ یعنی تقریباً سات آٹھ سال کی عمر کا تھا اس لئے اس حساب سے 93ھ میں اس کی عمر 87 اور 88 سال کی ہوگی جو کہ بالکل ممکن اور قرین قیاس ہے۔ (ن-ب)

160/147] جھیم اور کرہل کے علاقوں۔ الخ: علاقہ جھیم غالباً اس خطہ پر مشتمل تھا جس کا مرکز ”جھیم پیر“ کی زیارت گاہ ہے۔ جھیم پیر کا مطلب ہے ”جھم جھم کا پیر“ اور ”جھم“ کے معنی ہیں ٹپکی ٹپکی زمین جو کہ موجودہ جھیم پیر کے شمال سے لے کر نیچے جنوب کی طرف دور تک چلی گئی ہے اور جس میں ”سونھری“ اور ”بیتھر“ کی جھیلیں بھی آ جاتی ہیں۔ اسی جھیم یا ٹپکی وادی کا جنوبی سرا تقریباً بٹھر جھیل کا جنوبی حصہ سمجھنا چاہئے جو کہ ٹھٹھہ سے تقریباً 19-20 میل شمال میں ہے۔ ”کرہل“ یا ”گرہل“ یا گرہر (خورد وکلاں) ٹھٹھہ کے نواح میں تھا، جیسا کہ کتاب ”بیان العارفین“ میں بیان کیا گیا ہے۔ مغل شہنشاہ اکبر کے زمانے میں ”گرہر“ ٹھٹھہ پر گرنے میں شامل تھا۔ دیکھئے آئین اکبری طبع بلاخن، ص 757 (ع-م)

”میروں“ کے دور تک ٹھٹھہ کے شمالی مشرقی خطہ کو ”گرڈ“ کے نام سے پکارا جاتا ہے، جس میں خان سومرو ایک طاقت ور سردار رہتا تھا اور بعض ”میروں“ کو بھی خاطر میں نہ لاتا تھا۔ اس سے ظاہر ہے کہ گرڈ یا گوہر یا گرہل اور یا فتح نامہ کا قدیمی کرہل والا خطہ، علاقہ جھیم پیر سے متصل جنوب کی طرف تھا اور ممکن ہے کہ اُس کی جنوبی سرحد موجودہ ٹھٹھہ شہر کے جنوب تک پھیلی ہوئی ہے۔ (ن-ب)

162/150] چنانچہ حجاج کے حکم سے دھنکی ہوئی روٹی کو سر کے میں ڈبو کر خشک کیا گیا: مورخ بلاذری نے بھی اس واقعہ کی تائید کی ہے ”وعد الحجاج الی القطن المحلوج فنقع فی الحبل الخمر الماذق ثم یصف فی الظل“ (فتوح البلدان ص 436) یعنی حجاج کی تجویز کے مطابق روٹی کو سر کے میں بھگو کر سائے میں خشک کیا گیا۔ (ن-ب)

163/151] اس داستان کے مصنف خواجہ امام ابراہیم نے روایت کی ہے: ”خواجہ امام ابراہیم“ سے مراد غالباً امام ابراہیم بن عبداللہ بن الحسن بن الحسن بن علی بن ابی طالب ہیں جو کہ ”قتیل باغرا“ کے نام سے یاد کئے جاتے ہیں۔ 145ھ میں امام ابراہیم اور اُن کے بھائی امام محمد

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

نے کھلم کھلا خلیفہ منصور عباسی کے خلاف بغاوت کی اور بالاخر دونوں شہید ہوئے۔

امام ابراہیم سے اس تاریخی روایت کے متعلق دو اہم ثبوت ہیں: 1- امام ابراہیم ایک بڑے مقتدر عالم تھے اور علم و ادب کے مختلف شعبوں میں کمال دسترس رکھتے تھے۔ ”عمدۃ الطالب فی انساب آل ابی طالب“ کا مصنف لکھتا ہے کہ ”امام ابراہیم مختلف علوم کے جید عالم تھے“ (کان ابراہیم من کبار العلماء فی فنون کثیرۃ ص 85) اس کے بعد لکھتا ہے کہ ”جن دنوں امام ابراہیم، خلیفہ منصور عباسی کے خوف سے روپوشی کی زندگی گزار رہے تھے، انہیں ایام میں وہ بصرہ کے عالم مفضل بن محمد الرضی کے پاس آکر رہے اور مطالعے کے لئے اس سے قدیمی عربی اشعار کے مجموعے لے کر ان میں سے اسی (80) منتخب قصیدوں پر اپنے نشانات لگائے۔ اُن کی شہادت کے بعد مفضل نے یہ قصیدے ”المفصلیات“ کے نام سے شائع کئے۔ (۱-ہ)

عربی ادب کے مشہور محقق علامہ عبدالعزیز اہمینی سابق پروفیسر اور صدر شعبہ عربی، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ نے 1944ھ میں ”آل انڈیا اورٹیل کانفرنس“ (بنارس) میں اپنے ایک تحقیقی مقالہ میں پختہ دلائل کے ساتھ اس نظریے کی تائید کی تھی کہ عربی اشعار کا مشہور مجموعہ ”المفصلیات“ غالباً امام ابراہیم کے حسن انتخاب کا مرقع ہے۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ بلند پایہ نقاد تھے۔ لیکن جیسا کہ ”عمدۃ الطالب فی انساب آل ابی طالب“ کے مصنف نے لکھا ہے کہ وہ دیگر علوم پر بھی حاوی تھے، اسی وجہ سے پورے وثوق سے کہا جاسکتا ہے کہ انہیں علمی تاریخ میں بھی دسترس حاصل تھی۔

2- اُن کی طرف سے سندھ کی اس روایت کا دوسرا اہم ثبوت یہ ہے کہ کچھ عرصے کے لئے امام ابراہیم سندھ میں بھی آکر رہے تھے۔ خلیفہ منصور عباسی نے جب ان کے والد عبداللہ کو گرفتار کیا تھا تب دونوں بھائی ابراہیم اور محمد اُس کے خوف سے عدن کی طرف چلے گئے اور وہاں سے کشتیوں کے ذریعے سندھ چلے آئے، لیکن یہاں بھی کسی جاسوس نے جاکر (منصور کے مقرر کردہ) سندھ کے گورنر عمرو بن حفص کو ان کی خبر کر دی، جس کی وجہ سے وہ پھر سندھ سے کوفہ چلے گئے۔ دیکھئے تاریخ طبری 282/3 اور ابن خلدون 188/3۔ غالباً سندھ کے اس مختصر قیام کے دوران امام ابراہیم نے سندھ کے مشہور فاتح محمد بن قاسم کی تاریخی فتوحات کی تحقیق کی اور کافی وثوق کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ یہ روایت انہیں کی تحقیق کا نتیجہ ہے۔

155/167 | اگھم کے راستے پر مقرر کیا: یعنی وہ راستہ کہ جس پر شہر اگھم واقع تھا۔ اگھم سے مراد غالباً ”اگھم کوٹ“ ہے، جس کی بابت میر علی شیر قانع لکھتا ہے کہ یہ اگھم لوہانہ کے نام سے منسوب اور موسوم ہوا۔ (تحفۃ الکرام 162/3)۔ قدیم زمانے میں یہ خطہ غالباً صوبہ لوہانہ میں

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

شامل تھا، جس کا دارالحکومت برہمن آباد تھا۔ اگھم، رائے خاندان کے دور میں صوبہ لوہانہ کا حاکم تھا، جس نے قچ کی مخالفت کی تھی۔ (دیکھئے ترجمہ فتح نامہ 132-135) تحفۃ الکرام کے مصنف کی یہ رائے قرین قیاس ہے کہ اسی اگھم نے شہر اگھم کوٹ کی بنیاد رکھی۔ میر علی شیر قانع نے اگھم کوٹ میں مدفون اولیا میں سے مخدوم اسماعیل سومرہ وغیرہم کا ذکر کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگھم کوٹ سے اس کی مراد وہ قدیم بستی ہے جسے آجکل ”اگھامانو“ کہا جاتا ہے اور جو حیدر آباد سے تقریباً 25-30 میل جنوب مشرق میں مہران کے ایک قدیم بجزایا پاٹ پر واقع ہے۔ یہ پاٹ یا شاخ دریا غالباً وہی ہے کہ جو (شہداد پور اور ٹنڈو آدم کے مشرق کی طرف) قدیم برہمن آباد کے خطہ پر بہا کرتی تھی۔ آج تک اس شاخ کو ”لوہانو دریا“ کہتے ہیں یعنی قدیم خطہ لوہانہ میں بہنے والا دریا۔ غالباً قدیم برہمن آباد سے لے کر اگھم کوٹ تک، اس وقت کی مہران کی وادی صوبہ لوہانہ میں شامل تھی، جس پر اگھم کی حکومت تھی۔ (ن-ب)

171/161 اس کے بعد محمد علانی اس (داہر) سے رخصت ہو کر بیلان کی حکومت کی طرف چلا گیا: یہ روایت، محمد علانی کے بارے میں آئندہ آنے والے بیانات کے خلاف ہے۔ اس روایت کے مطابق محمد علانی داہر کو چھوڑ کر چلا گیا اور جا کر بیلان کی حکومت میں رہنے لگا، حتیٰ کہ داہر قتل ہو گیا۔ لیکن آئندہ کے بیانات سے ظاہر ہے کہ محمد علانی آخری شکستوں تک داہر اور اس کے بیٹے جیسینہ (یا بے سنگھ) کے ساتھ شامل رہا۔ مثلاً جب داہر نے پہلے پہل اپنے بیٹے بے سنگھ کو محمد بن قاسم کے مقابلے کے لئے بھیجا، اس وقت محمد علانی بھی صلاح کار کی حیثیت سے اس کے ساتھ گیا تھا اور طریقہ جنگ کے بارے میں اس نے داہر کو بھی اپنی رائے سے آگاہ کیا تھا۔ (ص 178-179) داہر کے قتل ہو جانے کے بعد بھی وہ اس کے بیٹے جیسینہ کا حامی اور مشیر رہا۔ (ص 197-198) البتہ جب بے سنگھ نا امید ہو کر برہمن آباد کے قلعے سے بھی چلا گیا اور سندھ سے نکل کر چتر درہ کے ملک میں جا کر پناہ گزین ہوا تب محمد علانی نے اس سے رخصت ہو کر اپنی راہ اختیار کی۔ (ص 189) کیونکہ اب بے سنگھ کی حیثیت صرف ایک پناہ گزین کی تھی اور اس میں مقابلے کی تاب نہ رہی تھی۔ محمد علانی اس سے رخصت ہو کر پہلے پہل طاکیہ (یعنی ”کادیش“ جو کہ ملتان کے شمال میں تھا) آیا اور وہاں سے بالآخر کشمیر کے راجہ کے پاس جا پہنچا۔ جس نے اس کی بڑی توقیر کی اور اسے جاگیریں بخشیں، جہاں وہ آخر وقت تک مقیم رہا۔ (ص 206)

172/161 اس کے بعد محمد بن قاسم نے اسے (محمد علانی کو) امان دے کر ملک کی وزارت کا پروانہ لکھ دیا۔ الخ: یہاں لفظ ”اس کے بعد“ کا یہ مفہوم نہیں کہ محمد علانی کے ڈاھریا بے سنگھ کو چھوڑنے کے فوراً بعد، بلکہ یہ الفاظ ”اس کے بعد“ صرف واقعات کا تسلسل ظاہر کرتے

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

ہیں وقت کی قربت نہیں، مطلب یہ ہے کہ جب آخر میں محمد علانی داہر اور اس کے بیٹے جے سنگھ کی رفاقت ترک کر کے علیحدہ ہوا اس کے بعد کسی موقع پر محمد بن قاسم کے پاس آ کر امان اور معذرت خواہ ہوا جس نے اسے امان دے دی۔ محمد علانی نے غالباً ملتان کی فتح کے بعد محمد بن قاسم کے سامنے ہتھیار ڈالے ہوں گے کیونکہ اس کا قیام موضع ”شاکلہار“ میں تھا جو کہ اُسے کشمیر کے راجہ نے جاگیر کے طور پر بخشا تھا۔ (ص 206) اور ”شاکلہار“ ملتان اور تانکہ (ہکادیش) کی شمالی سرحدوں پر کشمیری سرحد کے قریب تھا۔

البتہ محمد بن قاسم کا محمد علانی کو امان دینا واقعی غور طلب ہے، کیونکہ محمد علانی اور اس کا بھائی معاویہ علانی دونوں درحقیقت باغی تھے، جنہوں نے مکران کے گورنر سعید بن اسلم کلابی کو قتل کیا تھا اور انہیں سزا دینے کے لئے حجاج نے 85ھ کے قریب مجاہد بن سحر کو مکران کا گورنر بنا کر بھیجا تھا، لیکن اس کے آنے سے پہلے ہی علانی وہاں سے فرار ہو کر سندھ کے راجہ داہر کے پاس آ گئے تھے۔ دیکھئے ص 276 تشریحات و توضیحات 99/70 ایسی حالت میں حجاج جیسے سخت گیر اور مغلوب الغضب و اسرئے کی طرف سے محمد علانی کو معافی مل جانے کی کوئی توقع نہیں ہو سکتی تھی، لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس فیصلے میں محمد بن قاسم کی رائے اور سفارش کا بڑا دخل تھا۔ محمد بن قاسم نے بھی اسے شاید اس لئے امان دی تھی کہ ایک تو اس نے داہر کی طرف سے لشکرِ اسلام کے مقابلے کے لئے تلوار نہیں اٹھائی تھی اور داہر سے صاف کہہ دیا تھا کہ ”ہم مسلمان ہیں اور لشکرِ اسلام سے نہ جنگ کریں گے اور نہ تلوار اٹھائیں گے۔“ (ص 170-171)۔ دوسرا بڑا سبب غالباً یہ تھا کہ داہر کے بیٹے جے سنگھ سے آخر میں جدا ہو کر محمد علانی نے اپنی قابلیت اور صلاحیت سے کشمیر کے راجہ کے دربار میں بڑا مرتبہ حاصل کیا تھا۔ اس کی شاید اسی حیثیت اور صلاحیت نے محمد بن قاسم کو متاثر کیا اور اس نے امان دے کر اسے اپنا سفیر بنایا۔ زیر بحث صفحہ کے بعد کی عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ایک کامیاب سیاسی سفیر ثابت ہوا۔ (ن-ب)

162/172 کیرج کا راجہ سربند [اور] کنبہ یا کشہ کا مالک کوکو ابن موکو: فتحنامہ یا مورخ بلاذری کے بیانوں کے مطابق کیرج کا راجہ دروہر تھا اور کچھ کا راجہ راسل تھا (دیکھئے تشریحات و توضیحات ص 150/133)۔ چنانچہ یہ سربند شاید کیرج کے حکمران خاندان کا کوئی فرد یا اس حکومت کا باجگزار کوئی چھوٹا راجہ تھا، اسی طرح اگر کشہ سے مراد کچھ ہے تو کوکو بھی غالباً وہاں کے حکمران خاندان کا کوئی فرد تھا یا اس حکومت کا باجگزار کوئی چھوٹا راجہ تھا۔ (ن-ب)

164/174 محمد بن ابی الحسن مدنی سے روایت کی ہے: اس راوی کا نام پانچویں قلمی نسخے کے مطابق ”محمد بن الحسن مدنی“ ہے۔ اس سے پہلے ایک دوسری روایت ص 162/172

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

کے جملہ نسخوں کی متفقہ عبارت کے مطابق محمد بن حسن کے نام سے منسوب ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ان دنوں روایتوں کا راوی ”محمد بن حسن مدنی“ نامی کوئی ایک ہی شخص ہو۔ مگر گمان غالب ہے کہ ان دونوں مقامات پر صحیح نام علی بن محمد ابوالحسن مدائنی تھا جس کا ابتدائی حصہ ”علی بن“ کے کٹ جانے کے بعد ”محمد ابوالحسن المدائنی“ کے باقی ماندہ فقرے میں ”ابو“ کو ”بن“ بنا دیا گیا اور ”المدائنی“ کو ”مدنی“ کہا جانے لگا۔ مقدمہ میں واضح کیا گیا ہے کہ فتحنامہ کا بڑا حصہ ابوالحسن علی بن محمد المدائنی کی تصنیف ہے اور زیادہ تر روایتیں اُسی کی جمع کی ہوئی ہیں، اسی وجہ سے یہ دونوں روایتیں بھی غالباً اُسی کی ہیں۔ (ن-ب)

182/167 | وزیر سیاکر: پہلے ص 153 پر پھر اس صفحہ پر اور اس کے بعد کے بیانات سے ظاہر ہے کہ وزیر سیاکر، داہر کا خاص مشیر تھا۔ اس نام کے متعلق ہوڑی والا کی تحقیق یہ ہے کہ ”اصل سنسکرت نام شاید ’ککشاکر‘ ہو، جس کے معنی اُستاد یا رہبر کے ہیں۔“ یہ نام ”یشسکر“ بھی ہو سکتا ہے جو کہ دوسرے افراد کے علاوہ ایک برہمن کا بھی نام تھا جو کہ 939ء میں کشمیر کا راجہ ہوا۔ (ہوڑی والا ص 90)

182/174 | باقی دوسرے سوار اور ہاتھی جاہن کے حوالے کر کے اُسے لشکرِ اسلام کے مقابلے پر روانہ کیا: یہ ڈاہر اور محمد بن قاسم کے درمیان چوتھے دن کی جنگ کے سلسلے کا بیان ہے۔ مگر اس سے پہلے ص 177 پر یہ بیان کیا گیا ہے کہ جاہن تیسرے دن کی جنگ میں مارا گیا۔ چنانچہ یا تو اس مقام پر نام میں غلطی ہو گئی ہے یا پھر یہ شخص کوئی دوسرا ”جاہن“ ہے۔ (ن-ب)

182/174 | خرم بن عمرو مدنی: چونکہ جملہ قلمی نسخوں میں یہ نام بالکل اسی طرح درج کیا گیا ہے اس وجہ سے اردو ترجمے کے متن میں ہم نے بھی یہی نام اختیار کیا ہے۔ لیکن صحیح نام یقینی طور پر ”خریم بن عمرو مدنی“ سمجھنا چاہئے ’خریم‘ کا ذکر فتحنامہ میں متعدد مقامات پر آیا ہے۔ ص 121/98، 124/103 اور 118/107 | پر صرف ”خریم“ کے نام سے اور ص 205/202، 196/192، 221/220 اور 239/240 | پر باپ کے نام سمیت ”خریم بن عمرو“ آیا ہے۔ 187/180 | پر جملہ قلمی نسخوں کے مطابق پورا نام نسبت سمیت ”خریم بن عمرو مدنی“ ہے۔ چنانچہ اس زیر بحث نام میں ”عمرو“ یقینی طور پر ”عمرو“ کی تحریف ہے اور صحیح نام اس مقام پر بھی ”خریم بن عمرو مدنی“ تصور کرنا چاہئے۔ 220/220 | پر دیئے ہوئے نام ”جنید بن عمرو“ میں بھی ”جنید“ غالباً ”خریم“ کی تحریف ہے اور وہاں بھی صحیح نام ”خریم بن عمرو“ ہی سمجھنا چاہئے۔ (ن-ب)

185/178 | تمیم بن زید قینی: اس صفحہ پر یا آگے چل کر 187/180 | اور 215/214 | پر اصل فارسی متن میں اس نام کی نسبت قینی ظاہر کی گئی ہے مگر کافی وثوق سے کہا

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

جاسکتا ہے کہ صحیح نسبت ”قینی“ ہے جو کہ قبیلہ ”قضاء“ کے ”بلقین یا القین بن جر“ سے منسوب ہے۔ (دیکھئے نقائص جریر و فرزدق ص 130، 675)۔ نسبت ”القینی“ کی صورت خطی ”العتی“ اور ”القینی“ کی نسبتوں سے اتنی مشابہ ہے کہ اس میں اشتباہ کی کافی گنجائش ہے۔ چنانچہ حافظ عبدالغنی نے اپنی کتاب ”مشتبہ النسب“ (ص 46) میں اس اشتباہ کی طرف خاص طور سے اشارہ کیا ہے جو کہ باذن بھی ہے، کیونکہ مورخ بلاذری کی کتاب فتوح البلدان (یورپ ایڈیشن ص 443) اور یاقوت کی کتاب معجم البلدان (یورپ ایڈیشن ص 11/380) میں تمیم بن زید کی نسبت بالکل اسی اشتباہ کی وجہ سے ”العتی“ لکھی گئی ہے۔ لیکن یہ نسبت اور بھی شبہات کی حامل ہے۔ چنانچہ فتنامہ نیز ”معجم البلدان“ کے ایک قلمے نئے (حاشیہ 11/380) میں اسے ”القینی“ لکھا گیا ہے اور تاریخ ابن خلدون (66/3-67) میں ”القینی“ ہے۔ مگر تمیم بن زید کی صحیح نسبت ”القینی“ ہے اور متعدد کتابوں میں بالکل اسی طرح درج کی گئی ہے۔

دیکھئے دیوان فرزدق، طبع ساوی ص 191، نقائص جریر و فرزدق ص 380-381 قلمی نسخہ L، نمبر 3758 مکتب بریطانیہ، ذیل آمالی (لابی علی القالی) ص 77، الکامل للمرد، یورپ ایڈیشن 280/1، السان 327/1 اور ابن الاثیر 383/4۔

فتح نامہ کے ص 215/214 سے ظاہر ہے کہ تمیم بن زید، محمد بن قاسم کی فوج میں ایک خاص مقتدر شخص تھا اور شہر برہمن آباد کے برہمنوں نے اسے ثالث تسلیم کر کے محمد بن قاسم سے معاہدہ کیا تھا۔ تمیم بن زید کی اسی حیثیت اور محمد بن قاسم کی فتوحات میں اس کی رفاقت اور تجربہ کاری کی بنا پر ہی اسے تقریباً 18-19 سال بعد سندھ کا گورنر مقرر کیا گیا۔ (فتوح البلدان ص 443) اور وہ تقریباً دو سال (109-111ھ) میں اس عہدہ پر فائز رہا۔ (ن-ب)

188/182] داہر نے ہاتھی سے اتر کر ایک عرب کا مقابلہ کیا: اس امر کی تصدیق بلاذری کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے کہ ”وترجل داہر وقاتل فقتل“ (فتوح البلدان ص 438) یعنی داہر نے پیادہ ہو کر جنگ کی اس کے بعد قتل ہوا۔ (ن-ب)

190/185] داہر کا سر بھی اسی (عمرو بن خالد) نے دوکڑے کیا: مورخ بلاذری لکھتا ہے کہ داہر کو قبیلہ بنو کلاب کے ایک شخص نے قتل کیا (فتوح البلدان ص 438)۔ فتنامہ میں اسی صفحہ پر نیچے کی سطور میں عمرو بن خالد کی حجاج سے کی ہوئی گفتگو دی گئی ہے اور صفحہ 257 پر وہ اشعار درج کئے گئے ہیں جو اس نے سر پیش کرتے وقت پڑھے تھے۔ یہی اشعار بلاذری نے قبیلہ بنو کلاب کے اس شخص سے منسوب کئے ہیں جس نے داہر کو قتل کیا تھا۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ عمرو بن خالد قبیلہ بنو کلاب میں سے تھا اور اسی نے داہر کو قتل کیا تھا۔ البتہ بلاذری نے (فتوح البلدان

فتح نامہ سندھ عرف چچ نامہ

ص 438-439) ایک دوسری روایت ابن الکھی کی بھی نقل کی ہے، جس کے مطابق داہر کو ایک شخص القاسم بن ثعلبہ عبداللہ بن حصن الطائی نے قتل کیا تھا۔ مگر ابن الکھی کے مقابلے میں مشرقی ممالک کی فتوحات کے بارے میں المدائنی کی روایت زیادہ معتبر ہے اور فتحنامہ کے بیان یا بلاذری کی المدائنی والی روایت ان دونوں کی مطابقت سے تصدیق ہوتی ہے کہ عمرو بن خالد کلابی ہی نے داہر کو قتل کیا تھا۔ (ن-ب)

185/191] محمد بن قاسم نے اسے (داہر کی بیوی لاڈی کو) خرید کر اپنی بیوی بنایا: یہ روایت صحیح نہیں ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے ص 191 نوٹ 118/94] (ن-ب)
187/192] زیاد بن الحواری العنسی: اصل فارسی متن میں ”العنسی“ کی بجائے ”العبدی“ ہے مگر اس نسبت کے ساتھ یہ نام کسی بھی تاریخ میں نظر نہیں آتا۔ البتہ الحواری بن زیاد بن عمرو العنسی، قبیلہ بنو العتیک بن الازد کا ایک مشہور شخص گذرا ہے اور الحواری کا باپ زیاد، حجاج کی طرف سے پولیس کا افسر اعلیٰ تھا (ابن درید، کتاب الاشواق ص 284)۔ غالباً زیاد سے اس کا بیٹا الحواری زیادہ مشہور تھا اور محمد بن قاسم کے لشکر میں شامل تھا، اس لئے متن میں بھی صحیح نام ”الحواری بن زیاد العنسی“ ہونا چاہئے۔ (ن-ب)

190/195] حجاج کا اپنی بیٹی، محمد بن قاسم کو دینے کی حکایت: یہ روایت تاریخی اعتبار سے قطعی غیر معتبر ہے، جیسا کہ پہلے نوٹ 118/94] میں تفصیل سے واضح کیا گیا ہے۔ (ن-ب)
194/198] نطق اور زرنج: اصل فارسی متن میں ”زرنج“ کی بجائے ”فرداخ“ ہے جو کہ ایک مبہم لفظ ہے۔ چنانچہ ہم نے متن کے حاشیہ میں واضح کر دیا ہے کہ ”فرداخ اور زرنج“ ایک قدیم کیمیائی اصطلاح ہے۔“ اور دونوں لفظوں کے آخر کی ”خ“ سے معلوم ہوتا ہے کہ ”فرداخ“ بھی ”زرنج“ کی بگڑی ہوئی صورت تھی ہے۔ ہوڑی والا (ص 93) میں فرداخ یا فرداج کو غرواہ یا غراوہ یا عراوہ کی بگڑی ہوئی شکل سمجھتا ہے جو کہ قرین قیاس نہیں ہے، کیونکہ دونوں لفظوں کے آخر میں ”خ“ اور ”وہ“ کے حروف میں کوئی صوتی یا شکلی مناسبت نہیں ہے کہ جو کتابت میں غلطی کا سبب بن سکے، دوسرے خود ہوڑی والا کے بیان کے مطابق غرواہ یا غراوہ یا عراوہ کے معنی پتھر کے ہیں لیکن فتحنامہ کی عبارت سے یہ ظاہر ہے کہ یہ چیز رات کی جنگ میں نطق (یعنی پٹرول یا Naptha تیل) کے ساتھ استعمال کی گئی۔ چنانچہ پتھروں کا تیل کے ساتھ استعمال بے معنی ہے اور اسی وجہ سے صحیح لفظ زرنج ہی ہے، یعنی ہڑتال جو کہ معدنیات میں سے ہے اور آگ کے شعلے بھڑکانے کے لئے استعمال ہوتی ہے۔ (ن-ب)

195/199] ”حسنہ“ نامی راجہ داہر کی بھانجی بھی اُن میں تھی: ”حسنہ“ دراصل عربی نام

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

ہے۔ ممکن ہے کہ اُس کا نام بھی ایسا ہی ہو کہ جس کے معنی عربی میں ”حسنہ“ کے ہوں۔ لیکن فتحنامہ میں ”مائین“ کے سوا کہیں بھی داہر کی کسی اور بہن کا ذکر یا نام نہیں ہے اور ”مائین“ کو بھی داہر اپنے ہی عقد میں لایا تھا۔ ایسی صورت میں داہر کی بھانجی ہونے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور اسی وجہ سے یہ روایت قطعی غیر معتبر معلوم ہوتی ہے۔ (ن-ب)

196/200 | پھر اجازت کے مطابق عبداللہ اسے (حسنہ کو) اپنے نکاح میں لایا: یہ وہی حسنہ ہے جس کا ذکر اس سے پہلے کی سطور میں ہو چکا ہے۔ یہ بیان بھی ایک افسانہ معلوم ہوتا ہے۔ اول تو عبداللہ بن عباسؓ ولید کے عہد سے پہلے ہی 68ھ میں وفات پا چکے تھے، اسی وجہ سے ”حسنہ“ سے عبداللہ نے نہیں بلکہ اُن کے بیٹے علی بن عبداللہ نے جو کہ جلیلہ کے زمانے میں زندہ تھے، شادی کی ہوگی۔ مگر یہ قیاس بھی فتحنامہ میں اس سے پہلے دیئے گئے ایک بیان (ص 197) کے خلاف ہوگا جس کے مطابق خود کعب بن خارق نے جو کہ اس وقت ولید کے پاس حاضر تھا، حسنہ سے نکاح کیا مگر اس سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ (ن-ب)

197/200 | نوشتہ نافع 93ھ: یہ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ نافع جو کہ حجاج کا کاتب یا معتمد تھا وہ کون تھا۔ نافع نام کے جو لوگ اس زمانے کے قریب گزرے ہیں وہ یہ ہیں:

1- نافع بن جبیر بن مطعم جو کہ تابعی تھے، انہوں نے 99ھ میں وفات پائی۔ 2- نافع مولیٰ آل زبیر جو تاریخ کے مشہور راویوں میں سے تھا۔ 3- نافع بن الحارث بن کلدہ، زیاد کا بھائی۔ 4- نافع بن ہرمز مولیٰ عبداللہ بن عمر جو تابعی اور حدیث کے معتبر راویوں میں سے تھے اور حضرت عمر بن عبدالعزیز نے انہیں اہل مصر کو سنت نبوی کی تعلیم دینے کے لئے وہاں مامور کیا تھا۔ ممکن ہے کہ یہی نافع اس خط کے کاتب ہوں۔ واللہ اعلم بالصواب۔ (ن-ب)

199/202 | یہ وہی مسلمان عورتیں ہیں کہ جنہوں نے حجاج کا نام لے کر فریاد کی تھی: یہ وزیر سیکر کا بیان ہے کہ جس نے داہر کے قتل ہو جانے کے بعد محمد بن قاسم کے سامنے سپر انداز ہونے کے وقت یہ عورتیں حاضر کیں۔ پہلے صفحہ 114 پر یہ کہا گیا ہے کہ جہازوں کے لئے کے وقت قبیلہ بنی عزیز کی ایک عورت نے مدد کے لئے حجاج کا نام لے کر فریاد کی تھی۔ آگے چل کر پھر یہ ظاہر ہے کیا گیا ہے کہ دہیل کے اندر ساری مسلمان قیدی عورتوں نے حجاج کو اپنی مدد کے لئے پکارا تھا۔ اس کے بعد ص 129 پر بیان کیا گیا ہے کہ جب محمد بن قاسم نے دہیل فتح کیا تب وہ سارے مرد اور عورت قیدی آزاد کئے گئے کہ جو سرانڈیپ کے جہازوں یا بدیل کے لشکر میں سے قید کئے گئے تھے۔ وزیر سیکر کے مذکورہ بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ گرفتار شدہ قیدیوں میں سے کچھ مسلمان عورتیں راجہ داہر کے پاس بھی قید تھیں، جنہیں اُس کے قتل ہو جانے کے بعد اور

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

اپنے ہتھیار ڈالنے کے موقع پر وزیر سیاکر نے محمد بن قاسم کے سامنے حاضر کیا تھا۔
[201]/203 جلوالی: اصل فارسی متن میں اس مقام پر ”برہط نہر جلوالی“ (یعنی نہر جلوالی کے کنارے پر) کے الفاظ ہیں۔ جس سے واضح طور پر پتہ چلتا ہے کہ ”جلوالی“ دریائے مہران کی ایک چھوٹی شاخ تھی اسی لحاظ سے اسی صفحہ پر ایک دوسری جگہ ”آبنائے جلوالی“ سے مراد ”جلوالی پاٹ“ ہے۔ پھر صفحہ 216-217/[216] پر اصل فارسی متن میں ”جوائے جلوالی“ (یعنی جلوالی شاخ یا نہر) کا ذکر ہے۔

زیر بحث صفحہ سے بھی یہی واضح ہوتا ہے کہ نہر جلوالی شہر برہمن آباد کے مشرق میں بہا کرتی تھی اور برہمن آباد پر چڑھائی کے وقت محمد بن قاسم نے اسی نہر کے کنارے آ کر ڈیرے ڈالے تھے۔

یہ قدیم نام جلوالی (جل+والی= پانی والی) غالباً بدلتے ہوئے مقامی تلفظ کے اعتبار سے رفتہ رفتہ ”جرواری“ اور پھر ”جراری“ بن گیا، جس کی یادگار کے طور پر ”جراڑی“ نامی گاؤں آج بھی شہدادپور سے دس میل مشرق میں موجود ہے۔ اس گاؤں کے قریب آج بھی قدیم پاٹ یا نہر کے پینے کے نشانات نمایاں طور پر نظر آتے ہیں اور یہ گاؤں اس پینے کے بالکل متصل واقع ہے۔ میجر جنرل بیگ نے، جس نے کہ 1877ء میں (Survey) مہران کی ساری شاخوں کی پیمائش کی تھی، نہر جلوالی کے مخرج اور پینے کے بارے میں، عرب جغرافیہ نویسوں کے بیانات اور اپنی تحقیق یا معائنہ کی روشنی میں، پوری پوری نشاندہی کی ہے۔ اس کے بیان کے مطابق: یہ شاخ سکرند سے 10 میل مشرق کی طرف کھری کے قریب خاص دریا سے نکل کر نشیب میں منصورہ کے مشرق کی طرف سے بہتی ہوئی، جنوب کی طرف مل کھا کر منصورہ سے 10 میل دور مشرق کی طرف جا کر (خاص دریا) لوہانہ سے مل جاتی تھی۔ اس کی کل لمبائی یقینی طور 50 میل کے قریب ہوگی۔ عرب جغرافیہ نویسوں نے اس شاخ کو نقشے میں دریائے مہران کے پینے کی سیدھی لکیر کے جنوبی حصے میں نصف دائرے کی شکل میں دکھایا ہے۔ ا-ھ (انڈس ڈیلیٹا کنٹری ص 135)

جلوالی کے اس قدیم پاٹ کے نشانات کہیں کہیں آج تک صاف نظر آتے ہیں اور قرب و جوار کے بعض سن رسیدہ لوگوں کو آج بھی اس کے پرانے پینے کا علم ہے۔ جائے وقوع پر تحقیقات کے بعد اس کی بابت مندرجہ ذیل معلومات مزید حاصل ہوئی ہیں، جن سے میجر جنرل بیگ کے مذکورہ مختصر بیان پر پوری روشنی پڑتی ہے:

جلوالی شاخ خاص دریا سے کھری کے قریب پھوٹی تھی۔ کھری کو عرب جغرافیہ نویسوں نے اپنے نقشوں میں دیا ہے اور یہ نام آج بھی تحصیل شہدادپور کے ایک دیہہ کے نام کی صورت میں

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

محفوظ ہے جو کہ نواب شاہ سے تین میل مشرق کی طرف واقع ہے۔ کلری کے نشیب میں اس شاخ کی دو دھاروں کے نشانات ملتے ہیں۔ ایک تو گھاٹی اور مہرن کے بعد کونھیری کی جانب آنے والا نالہ یا پیٹا جو شاہ پور چاکر کے شمال، برہوں کے مغرب میں اور ”دکاک جی بھڑی“ کے مشرق میں پہنچتا ہے اور دوسرا نشیب میں جنوب کی طرف سمیر والا نالہ جہاں بعد میں ”سمیر واہ“ بنی۔ کلری اور سمیر کی بابت، سندھی کے ابتدائی اشعار ”ماموئی کی پہیلیوں“ کی قسم کے ایک بیت میں یہ حوالہ ہے:

سمیر مہ نہ ساریون ٹیندیون، کلری مہ نہ کماند،

ہاری ۽ ہر ڈاند، نہ چائان کھیہ ویا۔

[یعنی نہ سمیر میں دھان کی فصلیں ہوں گی اور نہ کلری میں کند (گنا یا اکھ) پتہ نہیں

کسان، بل اور نیل سب کدھر چلے گئے۔]

یہ قدیم پاٹ شاہ پور چاکر کے نشیب میں جنوب مشرق کی طرف بہتا ہوا آ کر موجودہ ”حمراؤ واہ“ کی ”سنگ پٹی“ موری یا نالی کے شمال کی طرف سے مشرق کی سمت پلٹتا تھا۔ پُرانے زمانے میں جلوالی پاٹ کے اس حصے کو ”نار“ کہتے تھے اور شاہ پور سے لے کر حمراؤ تک کے پیٹے کو آج بھی ”نار وارو پٹھو“ کہا جاتا ہے۔ حمراؤ سے پھر یہ پاٹ مشرق کی طرف (موجودہ تحصیل بنجھورو میں) ”سراٹھ جی جوہ“ (جوئے سراٹھ) میں بہتا تھا، جہاں اس دھارے کی پرانی جھیلوں کے نشانات موجود ہیں اور مقامی طور پر جنہیں ”جعفر خان لغاری جا کنب“ کہا جاتا ہے۔ سراٹھ کے بعد یہ پاٹ بل کھا کر جنوب کی طرف بہتا تھا اور اس کے پیٹے کے نشانات موضع پلیہ لغاری اور موضع برڑا کے درمیان ”صوبھے جی ڈرب“ اور ”طالب شاہ جی ڈرب“ کے نام سے ریت کے نالوں کی شکل میں موجود ہیں۔ اس کے بعد میتل اور جراڑی کے پاس سے بہتا ہوا یہ پاٹ قدیم شہر منصورہ کے قریب غالباً دو شاخوں میں تقسیم ہو جاتا تھا۔ ان میں سے ایک بڑی شاخ منصورہ کے مشرق کی طرف سے اور دوسری چھوٹی شاخ مغرب کی طرف سے بہتی ہوئی دونوں کہیں آگے جا کر آپس میں مل جاتی تھیں اور اس طرح منصورہ کو گویا ایک دو آبے یا جزیرے کی شکل دیتی تھیں۔ قدیم منصورہ کے مشرق اور مغرب میں ان دونوں شاخوں کے پیٹے موجود ہیں۔ اس کے بعد منصورہ کے آگے جنوب کی طرف پلٹ کر یہ پاٹ مغرب کی طرف بہتا ہوا غالباً ”شاہ بیگ مری“ کے گاؤں کے قریب یا اس سے کچھ جنوب کی طرف جا کر خاص دریا لوہانہ میں شامل ہو جاتا تھا۔ اس سنگم پر لوہانہ کا وسیع پیمانہ آج بھی نمایاں طور پر نظر آتا ہے۔ (ن-ب)

[202/204] ماہ ذوالحجہ کا اواخر، اتوار کا دن اور سنہ ترانوے ہجری تھا: فتحنامہ میں دی

ہوئی تاریخوں میں بڑی غلطیاں ہیں۔ مثلاً ص 252 میں کہا گیا ہے کہ رجب دہر 10 رمضان 93ھ

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

میں راوڑ کے قلعے کے قریب قتل ہوا۔ اس کے بعد محمد بن قاسم نے دھلیہ اور بہرور کے قلعوں کی طرف رخ کیا اور ہر ایک قلعے کو فتح کرنے کے لئے اُسے دو ماہ تک ان قلعوں کا محاصرہ کرنا پڑا، پھر وہاں سے وہ برہمن آباد آیا، جہاں اُس کے پیچھے کی تاریخ ماہ رجب 93ھ بیان کی گئی ہے۔ (ص 203) یہاں محاصرہ میں چھ ماہ کی مدت صرف ہوتی ہے، لیکن اس کے باوجود زیر بحث صفحہ پر اس عبارت کے مطابق یہ سال 93ھ اور ماہ ذوالحجہ بیان کیا گیا ہے۔

اگر داہر کے قتل کی مذکورہ تاریخ کو صحیح تصور کیا جائے، تب بھی سرسری حساب سے محمد بن قاسم ماہ رجب 94ھ میں برہمن آباد پہنچا ہوگا اور چھ ماہ بعد ماہ ذوالحجہ 94ھ ہوگا نہ کہ 93ھ۔ ہوڑی والا کی تحقیق کے مطابق (ص 94) کیلنڈر کے حساب سے بھی 29 ذوالحجہ 94ھ (25 ستمبر 713ء) کو اتوار کے دن پڑتا ہے۔ (ن-ب)

205/202 عطیہ نقلی: اس مقام پر فارسی متن میں ”عطیہ ثعلبی“ ہے۔ یہی نام اس سے پیشتر ص 166-167 پر آچکا ہے، وہاں بھی ایک نسخہ کا تلفظ ”عطیہ ثعلبی“ ہے، لیکن نسخہ (ر)، (م) کے مطابق ”نقلی“ ہی صحیح معلوم ہوتا ہے۔ چونکہ نسبت ”ثعلبی“ عربوں میں غیر معروف ہے، اس لئے دونوں مقامات پر ہم نے ”نقلی“ کا تلفظ اختیار کیا ہے۔

لیکن ہو سکتا ہے کہ ”عطیہ بن ثعلبی“ اصل میں ”عطیہ بن ثعلبیہ“ ہو، کیونکہ یہ نام تاریخ میں بھی نظر آتا ہے۔ ملاحظہ ہو تاریخ العیون والحدائق جلد 3، ص 164۔ عطیہ بن ثعلبیہ، اموی عہد ثانیہ کے مشہور وائسرائے اور سپہ سالار یزید بن عمر بن ہبیرۃ الفراری کا نائب تھا، جس نے اسے ضحاک خارجی کے خلیفہ عبیدہ کے مقابلے کے لئے کوفہ بھیجا تھا۔ (ن-ب)

205/202 خریم بن عمرو المدنی: اس سے پیشتر نوٹ 182/174 میں اس نام کی نسبت کے بارے میں بحث کی جا چکی ہے کہ فحتمہ کے جملہ نسخوں کے تلفظ ”المدنی“ کی طرف مائل کرتے ہیں۔ مگر ایک مستند تاریخ کی بنا پر یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ ”المدنی“ درحقیقت ”المری“ کی تحریف ہے اور صحیح نام غالباً ”خریم بن عمرو المری“ ہے۔ ابن عساکر کے حوالے (التاریخ الکبیر 128/5) سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا نام مع ولایت ”خریم بن عمرو بن الحارث بن خارجہ بن سان المری“ تھا اور وہ ”خریم الناعم“ کے لقب سے مشہور تھا۔ حجاج اس کی بڑی عزت کرتا تھا اور وہ اسے بجد شریف سمجھتا تھا۔ اس سے ایک دفعہ دریافت کیا گیا کہ نعمت کیا ہے۔ اس نے کہا کہ پہلی نعمت امن ہے کیونکہ خوف والے کے لئے لذت پانا محال ہے، دوسری خوش حالی، کیونکہ تنگ دست کے لئے فرحت مشکل ہے اور تیسری نعمت تندرستی ہے، کیونکہ بیمار کے لئے خوشی پانا محال ہے۔ اس کا رنگ سیاہ تھا مگر بڑا دانشمند تھا۔

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

ابن عساکر کا مذکورہ بالا حوالہ فتح نامہ میں خریم کی بابت دیئے ہوئے بیانات کی تصدیق کرتا ہے کہ وہ بڑا عقلمند اور دانا تھا، حجاج اسے بے حد شریف خیال کرتا تھا اور اس کی بڑی قدر کرتا تھا۔ مثال کے طور پر ص 124 پر خود حجاج کے خط کے الفاظ ہیں کہ ”خریم..... اچھی عادات اور اعلیٰ اخلاق سے مزین ہے۔“ پھر آگے چل کر 221-222 میں بیان کیا گیا ہے کہ ”خریم ایک دانا اور ہوشیار شخص تھا اور ساتھ ہی ساتھ بڑا دیندار امین بھی تھا۔“ انہی وجوہ کی بنا پر کافی وثوق سے کہا جاسکتا ہے کہ فتحنامہ میں ”المدنی“ دراصل ”المری“ کی تحریف ہے اور صحیح ”خریم بن عمرو المری“ سمجھنا چاہئے۔ (ن-ب)

206/203 [راجری: عبارت بالا سے معلومات ہوتا ہے کہ علانی طاکیہ سے ہوتا ہوا رویم کی سرحد پر پہنچا اور وہاں سے راجری کی طرف خط لکھا۔ عموماً طاکیہ، نکادیش یا شمالی پنجاب کو کہتے ہیں، مگر ہو سکتا ہے کہ اس مقام پر قدیم تانکیشتر کے علاقہ سے مراد ہو جہاں سے کشمیر کا تخت گاہ راجری زیادہ دور نہیں تھا۔ بیرونی اپنی ”کتاب الہند“ (انگریزی ترجمہ 208/1) میں لکھتا ہے کہ (کوہ کلار جب) تانکیشتر اور لوہاور کے خطوں سے ہمیشہ دکھائی دیتا ہے..... شہر راجوری (اس پہاڑ کی) چوٹی سے (صرف) تین فرسنگ کے فاصلے پر ہے۔“ فتحنامہ میں زیر بحث صفحہ پر بتایا گیا ہے کہ ”وہ پایہ تخت (راجوری) پہاڑ پر ہے۔“ اس سے تصدیق ہوتی ہے کہ فتحنامہ کا ”راجری“ کشمیر کا وہی پایہ تخت ”راجوری“ ہے کہ جس کا بیرونی نے ذکر کیا ہے۔ (ن-ب)

209/207 [اور لاڈی گرفتار ہوئی: اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ داہر کے راوڑ میں قتل ہو جانے کے بعد اس کی بیوی لاڈی برہمن آباد میں آئی اور قلعے میں اس نے جنگ کی تیاریاں مکمل کر کے محمد بن قاسم کا مقابلہ کیا، لیکن اچانک قلعہ کا دروازہ کھل گیا اور محمد بن قاسم کے لشکر نے اندر آ کر اُسے گرفتار کر لیا۔ یہ بیان 191/186 پر بیان کئے ہوئے واقعہ کے خلاف ہے، جس میں کہا گیا ہے کہ داہر اور محمد بن قاسم کے درمیان جنگ کے موقع پر لاڈی نے خود کو اونٹ پر سے گرایا اور عین میدان جنگ میں اسلامی لشکر کے سپاہیوں کے ہاتھوں گرفتار ہوئی۔ اس کے بعد آگے چل کر 210/208 پر ایک اور بھی متضاد بیان ہے کہ برہمن آباد کے قلعے کے فتح ہونے کے بعد جب محمد بن قاسم اور برہمنوں کے درمیان معاہدہ ہوا تب برہمنوں نے اسی معاہدہ کی رو سے لاڈی کو تہ خانے سے نکال کر محمد بن قاسم کے سامنے حاضر کیا۔

فتح نامہ کے ان متضاد بیانات سے ظاہر ہے کہ لاڈی کی گرفتاری اور اُس کے بعد اُس کی محمد بن قاسم سے شادی کے جملہ واقعات ایک دوسرے سے مختلف ہیں اور اسی وجہ سے تاریخی اعتبار سے قطعی غیر معتبر ہیں۔ (ن-ب)

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

209/207] داہر کی بیوی لاڈی قلعے میں ہے: داہر کی دو بیٹیاں بھی دوسری عورتوں کے درمیان منہ چھپائے بیٹھی تھیں جنہیں ایک خادم کی نگرانی میں علیحدہ بٹھا دیا گیا: یعنی محمد بن قاسم کو معلوم ہوا کہ داہر کی بیوی لاڈی قلعے میں ہے البتہ گرفتار شدہ عورتوں میں داہر کی دو بیٹیاں موجود تھیں، جنہیں اُس نے علیحدہ بٹھایا۔ اس قسم کی حکایتیں فتحنامہ میں محض افسانوی حیثیت رکھتی ہیں۔ لاڈی کے بارے میں اس سے پہلے کے نوٹ میں بحث ہو چکی ہے۔ یہاں راوی نے اس حکایت کو دلچسپ بنانے کے لئے لاڈی کے علاوہ داہر کی دو بیٹیوں کو بھی شامل کر دیا ہے۔ اگر ڈاھر کی کچھ بیٹیاں گرفتار ہوتیں تو عرب مورخ ان کے متعلق واقعات اور تفصیلات کا ضرور ذکر کرتے۔ لیکن کسی بھی عربی تاریخ میں ایسی کوئی مثال نظر نہیں آتی۔ خود فتح نامہ کے صفحہ 208 پر ان حکایتوں کی ابتدا میں یہ الفاظ دیئے گئے ہیں کہ ”برہمن آباد کے بزرگوں کی کہانیوں سے بیان کرتے ہیں (در اقاویل ی آرنہ) اسی وجہ سے ان حکایتوں اور بیانات کو صرف اقاویل یا داستانیں ہی تصور کرنا چاہئے۔ (ن-ب)

215/214] سو درہم اصل مال میں سے..... حضور نواب کی حفاظت میں دیا جائے۔ یہاں ”اصل مال“ سے مراد غالباً سرکاری محصول ہے، کل مال نہیں کیونکہ آگے چل کر صاف طور پر کہا گیا ہے کہ جو باقی بچے وہ سب خزانے میں داخل کیا جائے۔ طرز عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ سرکاری محصول کے ہر سو درہم میں سے تین درہم مقامی لوگوں کو خیرات میں دینے اور دوسرے سماجی کاموں کے لئے منظور کئے گئے اور انہیں تاکید کی گئی کہ اس میں برہمنوں کا جتنا حق ہو وہ انہیں ادا کیا جائے۔

اس عبارت کا آخری فقرہ اصل فارسی متن میں اس طرح ہے ”باقی در وجہ خزانہ در قلم اصحاب و حضور نواب در حفظ می باشد“ اس عبارت پر حوڑی والے نے (ص 96) پر یہ مفید نوٹ قلم بند کیا ہے:

تاریخی کتابوں یا عام محاورے میں ”حضور سے مراد مرکزی حاکم یا حکومت کا نمائندہ ہوتا ہے یعنی یہ لفظ ”Central Authority“ کے مفہوم میں استعمال ہوتا ہے۔ لہذا ”حضور نواب سے مراد ہے محمد بن قاسم کی طرف سے مامور کیا ہوا ”ہراکلیسنی گورنر“۔ اس عبارت میں ”اصحاب و حضور نواب“ کے فقرے میں ”و“ زائد ہے اور صحیح فقرہ ”اصحاب حضور نواب“ ہونا چاہئے یعنی ”حضور نواب کے عمال یا افسر۔“ لہذا اس جملے کا مطلب ہوگا کہ: باقی رقم خزانے میں داخل کرنی چاہئے اور یہ رقم حضور نواب کے عمال مجرا کر کے داخل کریں گے۔

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

اس وضاحت کی بنیاد پر متن میں اس جملے کے دیئے ہوئے ترجمے میں بھی مذکورہ بیان کردہ مفہوم کے مطابق ترمیم کرنی چاہئے۔ (ن-ب)

[214]/215 حکم بن عوانہ لکھی: ظاہر ہے کہ یہ سندھ میں محمد بن قاسم کی فوج میں شامل تھا اور خاصی ممتاز حیثیت رکھتا تھا۔ چنانچہ برہمنوں نے محمد بن قاسم سے صلح کے موقع پر اسے ثالث تسلیم کیا تھا۔ اسی فوجی اور سیاسی تجربے کی وجہ سے ہی بعد میں حکم کو تقریباً 111ھ میں سندھ کا گورنر مقرر کیا گیا۔ وہ دس سال تک اس عہدہ پر فائز رہا اور اپنے دور میں بڑی فتوحات حاصل کیں حتیٰ کہ سن 121-122ھ کے قریب سندھ میں ہی شہید ہوا۔ (ن-ب)

[217]/217 ہند کے شہروں کو چین کی حدود تک فتح کرنا تجھ پر لازم ہے۔ امیر قتیہ بن مسلم قریشی کو ابھی چین کے فتح کرنے کے لئے مامور کیا گیا ہے۔ [سارے] عراقی غلام اُس کی طرف منتقل کئے جائیں اور اجہم بن زحر بن قیس کو اُس کے پاس بھیجا جائے، اور انا مزد کردہ لشکر اُس کے ساتھ جائے: فارسی ایڈیشن کی عبارت اس طرح ہے:

”بر تو باد کہ بلاد ہند تا بحید چین مسلم کنی۔ و امیر قتیہ بن مسلم الباہلی را نامزد کردہ شد۔ گردگانی جملہ بوے تحویل کنند، و لشکر نامزد کردہ باوے میرود۔“

یہ فارسی عبارت نامکمل ہے اور کاتبوں کی غلطی کی وجہ سے اس میں کچھ فقرے جذب ہو گئے ہیں، جس کی وجہ سے اس سے کوئی واضح مطلب برآمد نہیں ہوتا۔ ہم نے بڑی تحقیق کے بعد عربی ماخذوں کی مدد سے اس عبارت میں تصحیح کی ہے اور بریکٹ میں حذف شدہ فقروں کا اضافہ کیا ہے۔ اس تصحیح کے مندرجہ ذیل پہلو غور طلب ہیں:

1- اول یہ کہ قتیہ بن مسلم تواریخ میں عام طور پر ”الباہلی“ کی نسبت مشہور ہے، لیکن یہاں حجاج اسے ”قریشی“ کہتا ہے، جس کی دو وجوہ ہیں ایک یہ کہ قبیلہ باہلی کے لوگ ”مالک بن اعصر بن سعد بن قیس عیلان بن مضر“ کی اولاد ہیں (ابن حزم، تھمرة ص 233) اسی وجہ سے قریش میں سے ہیں اور کسی ”باہلی“ کو ”قریشی“ کہنا صحیح ہے۔ لیکن دوسری خاص وجہ کہ جس کی بنا پر حجاج قتیہ کو باہلی کی بجائے قریشی کہتا ہے یہ ہے کہ نسبت ”باہلی“ میں عربوں کے نقطہ نظر سے کچھ عیب تھا کیونکہ قبیلہ ”باہلی“ کے جد امجد مالک نے قبیلہ مدح کی جس عورت ”باہلہ بنت سعد بن سعد العشیرہ“ سے نکاح کیا تھا، اس کے مرنے کے بعد اس کے بیٹے معن نے بھی اسی عورت سے شادی کی تھی (ابن حزم تھمرة ص 234) اسی وجہ سے کچھ سمجھدار عرب خود کو باہلی کہلانا عار سمجھتے تھے۔ مشہور عرب عالم عبدالملک بن قریب الاصمعی، قتیہ بن معن بن مالک کی اولاد میں سے تھا، مگر کہا کرتا تھا کہ ”میں باہلہ کی اولاد میں سے نہیں ہوں کیونکہ قتیہ بن معن ہرگز باہلہ کے بطن

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

سے نہیں تھا۔“ (ایضاً ص 177-178)۔ غالباً حجاج نے بھی اسی عار کے لحاظ سے امیر قتیہ کو ”بابلی“ کی بجائے ”قریشی“ کہا ہے۔ قتیہ کا سلسلہ وار شجرہ اس طرح ہے: قتیہ بن مسلم بن عمرو بن الحسین بن ربیعہ بن خالد بن اسید الخیر بن قضاہ بن ہلال بن سلامہ بن ثعلبہ بن وائل بن

معن بن مالک بن اعصر بن سعد بن قیس عیلان بن مضر (ایضاً ص 177-178)

دوم یہ کہ فتحنامہ کی اصل فارسی ناقص عبارت سے (جس کی تصحیح کی گئی ہے) یہ خیال ہوتا ہے کہ ایک تو حجاج نے محمد بن قاسم کو چین فتح کرنے کے لئے لکھا اور اسے یہ بھی اطلاع دی کہ امیر قتیہ بن مسلم کو بھی اس مہم پر مامور کیا گیا ہے، دوسرے یہ کہ اس نے محمد بن قاسم کو تاکید کی کہ وہ کچھ لشکر کسی شخص کے حوالے کرے تاکہ وہ اس کے ساتھ جائے۔

پہلے خیال کو یقینی (246/2) کے اس بیان سے تقویت ملتی ہے کہ: (نیرون کی صلح کے بعد) محمد بن قاسم نے حجاج سے آگے بڑھنے کی اجازت طلب کی جس پر اس نے لکھا کہ بیشک پیش قدمی کر اور تو جتنے ممالک فتح کرے تو ہی ان کا حاکم ہوگا۔ ساتھ ہی ساتھ خراسان کے گورنر قتیہ مسلم کو لکھا کہ تم دونوں میں سے جو بھی پہلے چین فتح کرے گا، وہی وہاں کا حاکم ہوگا۔ ۱-ہ۔ مؤرخ طبری: 889-90/1 نے بھی یہی لکھا ہے کہ ”حجاج کی طرف سے محمد اور قتیہ دونوں کو چین کی پیشکش کی گئی تھی۔“

ان معتبر حوالوں کی بنیاد پر ہی عبارت کے پہلے حصے کی تصحیح کی گئی ہے اور اس عبارت کے آخری حصے سے جو خیال پیدا ہوتا ہے اسے طبری: 1257/2 کے اس بیان سے سہارا ملتا ہے:

”حجاج نے محمد بن قاسم ثقفی کو لکھا کہ تو اپنے عراقی (فوج دستے) قتیہ (بن مسلم، سپہ سالار خراسان) کے پاس بھیج دے اور جہم بن زحر بن قیس کو بھی روانہ کر کیونکہ شامی فوج سے عراقی فوج میں رہنا اُس کے لئے زیادہ بہتر ہے..... (چنانچہ جہم بن زحر سندھ سے عراقی فوج لے کر روانہ ہوا) اور 95ھ میں قتیہ کے پاس جا پہنچا۔“

چنانچہ فتح نامہ کی اس ناقص عبارت کے آخری حصے کی طبری کے اسی حوالے کے مطابق تصحیح کی گئی ہے۔ (ن-ب)

217/217 | اے عم زاد! تو خود بھی کوئی ایسا کارنامہ انجام دے کہ جس سے [تیرے باپ] قاسم کا نام روشن ہو: یہ الفاظ حجاج کی طرف سے محمد بن قاسم کو خط میں لکھے گئے ہیں۔ اصل فارسی متن میں ”عم زاد“ کی بجائے ”ابن عم“ (چچا کا بیٹا) ہے۔ اس سلسلے میں اول تو 118/94 | کی تشریحات و توضیحات کے ضمن میں صفحہ 285 پر واضح کیا جا چکا ہے کہ محمد بن قاسم حجاج کے چچا کا بیٹا نہیں بلکہ اس کے چچا زاد بھائی قاسم کا بیٹا تھا۔ دوم یہ کہ حجاج، محمد بن قاسم کو

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

لکھتا ہے کہ تو کوئی ایسا کارنامہ انجام دے کہ جس سے تیرے باپ قاسم کا نام روشن ہو۔ یہ ہمت افزائی کا ایک عام فقرہ ہے لیکن اس میں غالباً ایک خاص حقیقت کی طرف بھی اشارہ ہے کہ محمد بن قاسم کا باپ اپنے ہمعصوروں کے مقابلے میں غیر معروف اور گھماڑ تھا اور اسی وجہ سے اسے ”حمقی ثقیف“ (یعنی قبیلہ ثقیف کا حمق) کہتے تھے۔ (دیکھئے کتاب الحجر ص 380) چنانچہ ہو سکتا ہے کہ اس فقرہ سے حجاج کا یہ بھی مقصد ہو کہ چونکہ قاسم کو کوئی شہرت حاصل نہیں ہے، اس لئے تو کوئی ایسا کارہائے نمایاں انجام دے کہ تیرے طفیل اس کا نام مشہور ہو۔ (ن-ب)

218/217 [شہر برہمن آباد یعنی نانہڑا: اس مقام پر یعنی بانہڑا کا فقرہ غالباً فتحنامہ کے مترجم کی طرف سے توضیحاً بڑھایا گیا ہے۔ سندھی زبان میں ”برہمن“ کو عام طور پر ”بانہڑا“ کہا جاتا ہے اور اسی لحاظ سے برہمن آباد کو مقامی طور پر ”بانہڑا“ کہا گیا۔ لیکن قدیم زمانے میں سندھی کی ”ن“ (ز، آمیزن) کا لہجہ ”ز“ کی صورت میں تھا اور فتحنامہ کی یہ عبارت اس امر کی تصدیق کرتی ہے کہ 613ء میں جب علی کوئی نے فتحنامہ کا ترجمہ کیا، اس وقت اس شہر کو مقامی طور پر ”بانہڑا“ کہا جاتا تھا۔ مزید دیکھئے ص 260 تشریحات و توضیحات ص 59/15] (ن-ب)

218/217 [وداع بن حمید البحری: فتحنامہ میں پہلے ص 130 اور ص 142 پر حمید بن وداع کا ذکر آچکا ہے۔ ان تمام صفحات میں اس کی نسبت ”النجدی“ ظاہر کی گئی ہے۔ جس کے لئے زیر بحث صفحہ 218/217 کا حاشیہ 1- توجہ طلب ہے۔ لیکن ”النجدی“ دراصل ”البحری“ کی گہری ہوئی شکل ہے اور صحیح نسبت ”البحری“ ہی ہے۔ ابن حزم، اپنی کتاب ”تحریر انساب العرب“ (ص 298) میں لکھتا ہے کہ ”وداع بن حمید، قبیلہ بنو بحر کی ہے۔ اس سے تھا وہ بڑا شریف تھا اور (محاذ) ہند کا امیر مقرر ہوا۔ یہ وہی شخص ہے کہ جس نے مہلب کے بیٹوں کے لئے قلعے کے دروازے بند کر دیئے تھے اور انہیں اندر نہ آنے دیا تھا۔“

مذکورہ بیان میں ابن حزم کا اشارہ شہر قناتیل کے قلعے کی طرف ہے، جس کا یہ واقعہ عربی تواریخ میں مشہور ہے کہ عراق کے وائسرائے یزید بن مہلب نے اپنی طرف سے وداع بن حمید کو قناتیل (گندادا) کا گورنر مقرر کیا تھا۔ اس کے بعد جب یزید بن مہلب نے خلیفہ سے بغاوت کی اور اس کے بھائی مفضل اور دوسرے، شاہی فوجوں کے مقابلے سے فرار ہو کر قناتیل کی طرف چل دئے تو انہیں امید تھی کہ چونکہ قناتیل میں ان کا خاص آدمی گورنر ہے اس لئے وہ اس قلعے میں جم کر شاہی فوجوں کا مقابلہ کر سکیں گے۔ مگر جب وہ قناتیل پہنچے تو وداع بن حمید نے قلعے کے دروازے بند کرادیئے اور انہیں اندر نہ آنے دیا۔ (دیکھئے طبری 1412/2)۔

219/218 [کچھ کا ملک کہ جو کیرج کے بادشاہ دروہر کے قبضے میں تھا عربی زبان

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

میں باہر کے دخیل اور مغرب الفاظ کی صورتوں کی تبدیلیوں کے لحاظ سے ”کیرج“ دراصل عربی کا تلفظ ”کیرہ“ ہے اور ”کیرہ“ غالباً گجرات کا وہ قدیم شہر ”کیرا“ ہے کہ جس کا اصل قدیم تلفظ ”کھیرا“ یا کھیرا تھا اور جو آج بھی کیرا ضلع کا صدر مقام ہے۔ ضلع کیرا کے شمال میں ضلع احمد آباد، ماہی کنٹھا اور ریوا کنٹھا ایجنسی کی چھوٹی ریاست بالاسنور ہے، مغرب میں بھی ضلع احمد آباد اور ریاست کھمبات اور جنوب مشرق میں ماہی ندی اور ریاست بڑودہ ہے۔ شہر کیرا احمد آباد سے بیس میل مغرب میں ہے۔ یہ بہت پرانا شہر ہے اور اس کی تاریخ مہابھارت کے زمانے تک جا پہنچتی ہے۔ وہاں سے برآمد ہونے والی تانبے کی ایک تھالی کہ جس پر ”پانچویں صدی عیسوی“ کے الفاظ کندہ ہیں، اس شہر کی قدامت کی تصدیق کرتی ہے۔ (دیکھئے امپیریل گزیٹیئر آف انڈیا، جلد 14، ص 286) فتح نامہ کے حوالوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آٹھویں صدی عیسوی میں محمد بن قاسم کی فتوحات کے وقت یہ شہر راجہ دروہر کا پایہ تخت تھا اور کچھ کا ملک بھی راجہ دروہر کی مملکت میں شامل تھا۔

زیر بحث صفحہ پر بیان کیا گیا ہے کہ محمد بن قاسم نے ملک کچھ پر جو کہ راجہ دروہر کی مملکت میں تھا، اپنے ایک امیر ہذیل بن سلیمان الاذدی کو متعین کیا تھا۔ ہو سکتا ہے کہ یہ درست ہو لیکن اس مقام پر یہ بیان قبل از وقت ہے۔ کیرج یا کیرا کے فتح ہو جانے سے پہلے ہی محمد بن قاسم، راجہ دروہر کی مملکت کو اپنے کسی مطیع امیر کے کیونکر حوالہ کر سکتا تھا۔ مورخ بلاذری (فتوح البلدان) ص 440 کے بیان سے یہ صاف ظاہر ہے کہ ملتان کے فتح کرنے کے بعد ہی محمد بن قاسم نے کیرج فتح کیا۔ اس لحاظ سے ہذیل بن سلیمان کو بھی اسی فتح کے بعد ہی کچھ کا حاکم مقرر کیا گیا ہوگا۔ (ن-ب)

219/218] ساوندی سہ: یعنی سسوں کا شہر ساوندی: آگے چل کر بیان کیا گیا ہے کہ برہمن آباد کی فتح اور بندوبست سے فارغ ہو کر محمد بن قاسم نے آگے کوچ کیا اور بالآخر آ کر ساوندی کے نواح میں منزل انداز ہوا جہاں ”ایک فرحت افزا جمیل اور سرسبز چراگاہ تھی جسے ڈھنڈھ و کر بہار کہتے تھے“ (ص 220) نام ”وکر بہار“ کے اخیر میں لفظ ”بہار“ سے معلوم ہوتا ہے کہ ”وکر بہار“ کے آخر میں لفظ ”بہار“ ”ڈھنڈھ و کر بہار“ کے نام سے یہ واضح ہوتا ہے کہ وہ ڈھنڈھ (جمیل) بھی اسی مندر کے نام سے پکاری جاتی تھی۔ اب دیکھئے کہ محمد بن قاسم برہمن آباد کو فتح کرنے کے بعد آگے شمال کی سمت الور کی طرف جا رہا تھا اور اس رخ پر بدھ کے مندر کا صرف ایک نمایاں نشان موجود ہے، جسے آج کل ”مٹل میر رکن“ کہا جاتا ہے اور جو ضلع نواب شاہ میں اسٹیشن دوڑ اور دولت پور کے درمیان واقع ہے۔ محکمہ آثار قدیمہ کی تحقیقات کے مطابق

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

”ٹھل میر رکن“ درحقیقت بدھ مت کے مندر کا اسٹوپا (Stupa) ہے۔ (دیکھئے ہنری کزنس، سندھ کے آثار قدیمہ ص 98-99)۔ ان کھنڈرات سے شمال مشرق کی طرف تقریباً دو میل کے فاصلے پر موضع ”ساوڑی“ واقع ہے اور اس خطے میں قدیمی نالوں اور جھیلوں کے نشانات اب بھی نمایاں طور پر نظر آتے ہیں۔ ان نشانات کو دیکھ کر وثوق کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ فتحنامہ کا ”ساوڑی“ موجودہ ”ساوڑی“ ہے۔ مؤرخ بلاذری نے (فتوح البلدان ص 439) بھی ”ساوڑی“ کا تلفظ ”ساوڑی“ لکھا ہے اور یہی تلفظ موجودہ موضع ”ساوڑی“ کے نام میں بھی تمثیلی طور پر موجود ہے۔ موضع ساوڑی دریائے سندھ کے ایک قدیم پاٹ کے ساحل پر ہے اور اس پاٹ کا قدیمی پینا اس گاؤں سے متصل مغرب کی طرف اب بھی موجود ہے۔ مجمل التواریخ کے مصنف نے لکھا ہے کہ قدیم زمانے میں کشمیر کے راجہ نے دریائے سندھ کے کنارے پر ”ساوڑی“ نام کا شہر آباد کیا تھا۔

فتح نامہ کا ”وکر بہار“ یقینی طور پر ”ٹھل میر رکن“ والا قدیمی بدھ مندر ہے اس مندر کے وجود کی تصدیق خود فتحنامہ کے حوالوں سے بھی ہوتی ہے۔ مثلاً صفحہ 220 پر بیان کیا گیا ہے کہ: اس اطراف کے سب لوگ ششی اور بدھ مت کے پیرو تاجر تھے اور بواد نامی ایک ششی کو محمد بن قاسم نے وہاں کے سردار کی حیثیت سے مقرر کیا تھا۔ (ن-ب)

219/219] جمعرات کا دن 3 ماہ محرم سنہ چورانوے: یہ تاریخ محمد بن قاسم کی برہمن آباد سے ساوڑی کی طرف کوچ کرنے کی ہے۔ ہوڑی والا کی تحقیق کے بموجب 3 محرم 93ھ، اتوار 9- اکتوبر 792ء کے مطابق اور 3 محرم 95ھ (ریئیت) جمعرات 28- ستمبر 713ء کے مطابق ہوتا ہے۔

اب اگر فتح نامہ کی عبارت میں دن صبح دیا گیا ہے تو پھر یقیناً 95ھ ہوگا۔ تاریخی تسلسل کے اعتبار سے بھی 3 محرم 95ھ زیادہ صحیح ہے، کیونکہ محمد بن قاسم کو اردو، سکھ اور ملتان وغیرہ کی فتوحات کے لئے پھر بھی 17 یا 18 مہینے باقی بچتے ہیں جو کافی ہیں۔ محمد بن قاسم کو خلیفہ ولید کی وفات (جمادی الاول 96ھ) کے بعد ہی معزول کر کے واپس بلایا گیا تھا۔ (ہوڑی والا ص 96)

220/219] بدھینی [بن] بھمن ڈھول: ہم نے اس صفحہ کے حاشیہ میں ظاہر کیا ہے کہ (م)، (ن)، (ب) نسخوں کا تلفظ ”بدھینی بھمن ڈھول“ ہے اور نسخہ (ر) کا لفظ ”بدھینی بھمن ڈھول“ ہے۔ ہوڑی والا (ص 97) کے قیاس کے مطابق یہ نام شاید ”بدھی دمن“ (Buddi Varman) ہو، کیونکہ یہ نام قدیمی اندراجات میں ملتا ہے اور 640ء میں گجرات کے چالوکیہ خاندان کے ایک راجہ کا بھی یہی نام تھا۔ ا-ھ۔ فتحنامہ میں اس نام کی صورت کھلی کے پیش نظر بھی یہ

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

قیاس قدرے قابل اعتماد معلوم ہوتا ہے۔ بدبھی بن اور بدھی ورنن آپس میں بیحد مماثل ہیں۔ چنانچہ اس نام کا تلفظ ”بدھی ورنن“ [بن] ڈھول ہی زیادہ موزوں ہوگا۔ (ن-ب)
[220/221] سلیمان بن جہان اور [قبیلہ] کندہ کے آزاد کئے ہوئے غلام ابو فضۃ القشیری کو بلا کر..... قسمیں دے کر انہیں جنید بن عمرو اور بنی تمیم کی جماعت سے محبت پیدا کرا کے ساتھ..... روانہ کیا۔

اؤل تو مذکورہ عبارت سے ظاہر ہے کہ سلیمان بن جہان اور ابو فضۃ القشیری دو مختلف اشخاص کے نام ہیں۔ اسی لحاظ سے 177/184 پر ”نہمان ابو فضۃ قشیری“ غالباً دراصل ”[سلیمان بن] نہمان (و) ابو فضۃ قشیری“ تھا، لیکن کاتب کے سہو سے بریکٹ میں دیئے ہوئے الفاظ اصل نسخہ سے حذف ہو گئے اور اس کے بعد جملہ قلمی نسخوں میں یہ غلطی قائم رہی۔ ص 184 پر ”نہمان ابو فضۃ قشیری“ کی تصحیح کر کے اس کے جگہ ”سلیمان بن نہمان ابو فضۃ قشیری“ لکھنا چاہئے، کیونکہ یقینی طور پر کہا جاسکتا ہے کہ یہ دراصل دو نام ہیں: قدیم نسخہ (پ) کی قرأت میں فعل کے جو صیغہ ”نہمان ابو فضۃ قشیری“ کی طرف پلٹتے ہیں وہ جمع کے ہیں مثلاً: مقابل شدند (سامنے ہوئے)، جنگ پیوستہ (جنگ آزما ہوئے)، داہر فوجے دیگر در مقابل ایشان فرستاد (داہر نے ان کے مقابلے پر دوسری فوج بھیجی) وی کشند (اور قتل کرتے رہے) اور آخر کے زائد الفاظ ”تا بہ لشکر گاہ داہر آمدند“

دوم یہ کہ اس عبارت میں جو لفظی تصحیح کی گئی ہے اس کے لئے متن صفحہ 272 کا حاشیہ 2 دیکھنا چاہئے۔ تصحیح کے بعد اس عبارت کا یہ مفہوم واضح ہو جاتا ہے کہ محمد بن قاسم نے اپنے لشکریوں کے دو گروہوں میں صلح و محبت پیدا کر کے انہیں ساتھ ساتھ فرائض کی بجا آوری کے لئے روانہ کیا۔ یہ دونوں گروہ یہ تھے: ایک بنو قشیر اور ان کے ساتھی (یعنی سلیمان بن نہمان اور ابو فضۃ قشیری وغیرہما) اور دوسرے بنو تمیم اور ان کے ساتھی (یعنی جنید بن عمرو وغیرہ)۔ ان گروہوں کے درمیان محبت پیدا کرنے کے مندرجہ ذیل اسباب تھے:

قدیم زمانے سے مضر یہ اور یمانیہ نسلوں کے قبائل میں باہم شدید رقابت اور عداوت تھی۔ اسلام کی ابتدا میں یہ باہمی حسد و نفاق اخوت کے رنگ میں ڈوب کی تقریباً ختم ہو چکا تھا۔ لیکن عہد بنو امیہ کی سیاست نے دوبارہ ان نسلی رقابتوں کو ہوا دی اور ان دونوں تمیم اور ازد قبائل کے درمیان پھر سے جھگڑے شروع ہو گئے اور یہ فسادات اموی سلطنت کے تقریباً ہر علاقے میں جہاں جہاں بھی یہ قبائل اور ان کے حامی تھے پھیل گئے۔ مثلاً خراسان میں ہریمانی اور ربیعہ نسل کے لوگ ”ازدی“ کہلانے لگے اور ہر مضر نسل کے لوگ ”تمیمی“ کہلانے لگے۔ (دیکھئے دیوان

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

فرزدق پیرس ایڈیشن ص 53، اور قاہرہ ایڈیشن ص 869)۔ ایک طرف یمانی، ربیعہ اور ازدی اور دوسری طرف مضری اور تمیمی گروہوں کے درمیان ہر جگہ حسد اور رقابت موجود تھی۔ محمد بن قاسم کی فوج میں ان دونوں گروہوں کے لوگ موجود تھے۔ بنو قشیر کے لوگ ربیعہ تھے کیونکہ وہ بنو کعب بن ربیعہ کی اولاد میں سے تھے۔ (دیکھئے ابن حزم، تھرة ص 272) اور اسی وجہ سے بنو تمیم سے ان کی نسلی رقابت تھی۔ یہی وجہ تھی کہ محمد بن قاسم ان دونوں گروہوں کے لوگوں کو ایک مشترکہ ذمہ داری سنبھالنے کے لئے روانہ کر رہا تھا تو اُس نے پہلے قسمیں دے کر اُن کے درمیان باہم صلح و محبت کرانا ضروری سمجھا اور اس کے بعد ہی انہیں روانہ کیا۔ (ن۔ب)

221/220] بہر اور: محمد بن قاسم، ساندیری یعنی ساوڑی سے کوچ کر کے بہر اور میں منزل انداز ہوا۔ چونکہ محمد بن قاسم ارؤڈ کی طرف جا رہا تھا، اس لئے بہر اور کی تلاش ساوڑی کے شمال کی طرف کرنی چاہئے۔ اس سے پہلے یہ معلوم ہو چکا ہے کہ برہمن آباد آتے ہوئے محمد بن قاسم جلاولی پاٹ کے کنارے آ کر منزل انداز ہوا تھا اور ساندیری میں بھی جمیل و کربہار کے کنارے آ کر ٹھہرا تھا، اس سے اس قیاس کو تقویت ملتی ہے کہ پانی اور چراگاہوں کی سہولت کے پیش نظر محمد بن قاسم کی فوج زیادہ تر دریا کی شاخوں کے کنارے بڑھتی رہی ہے۔ لہذا یہ قطعی ممکن ہے کہ ساندیری سے روانہ ہونے کے بعد محمد بن قاسم مہران کی کسی شاخ یا نہر کے ساتھ ساتھ شمال کی طرف بڑھا ہو۔ ایسا ہی ایک قدیم پاٹ کا پینا ساوڑی کے شمال میں ”کھار جانی“، ”آمرج“، ”مسرجی وانء“ اور ”جمنی“ کے مغرب کی طرف ”بھریا“ اور ”ہالانی بہلانی“ کے قریب آج تک موجود ہے۔

اسی قدیم پاٹ کے رخ اور راستے کے پیش نظر ”بہر اور“ سے ”بھریا“ اور ”بہلانی“ کا گمان ہوتا ہے۔ بہلانی کافی پرانی بستی ہے اور جس طرح ہالانی کا نام ”ہالا“ قوم کے لوگوں کی نسبت سے مشہور ہوا اُسی طرح ممکن ہے کہ بہلانی (بہلانی = بھرائی = بھریانی) کی وجہ تسمیہ ”بھریا“ قوم کے لوگوں کی بستی ہو۔ اس قیاس کے مطابق بہلانی اور بھریا یہ دونوں نام بھریا قوم کے لوگوں سے منسوب معلوم ہوتے ہیں اور بھریا قوم بھی ”سہتہ“ اور ”لاکھا“ قوم کی طرح سندھ کی ایک قدیم قوم تھی۔ ممکن ہے کہ ”بہر اور“ (بھراور = بھریا) بھریا قوم کے لوگوں کی جنوبی بستی ہو جو کہ موجودہ بھریا شہر کے آس پاس تھی۔ جائے وقوع کی تلاش اور تحقیق سے پتہ چلا ہے کہ وہ قدیم پاٹ جس کے نشانات شہر بھریا کے مشرق کی طرف موجود ہیں، اس کے کنارے پر قدیم کھنڈرات موجود ہیں۔ ان کھنڈرات سے عربی اور کافی قدیمی سکے برآمد ہو چکے ہیں جو کہ سید امام علی شاہ رئیس بھریا کے پاس موجود ہیں۔ ان سکوں سے پوری تصدیق ہوتی ہے کہ یہ قدیم

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

بستیاں عربی دور سے پہلے اور عربی دور میں موجود تھیں۔ اس طرح موجودہ بہلانی بھی قدیمی کھنڈرات پر آباد ہے اور اسی وجہ سے یہ خیال ہوتا ہے کہ فتح نامہ کا بہراور غالباً بھریا کے ملحق یا بہلانی کے مقام پر واقع تھا۔ واللہ اعلم بالصواب۔ (ن۔ب)

[221]/222 وہ (گوپی) کہتا رہتا تھا کہ راجہ داہر ابھی زندہ ہے۔ الخ۔ اس سے پہلے صفحہ [198-197]/275 پر بیان ہو چکا ہے کہ گوپی کو داہر کی موت کی اطلاع خود اس کے بھائی جے سنگھ نے بہت پہلے دے دی تھی۔ چنانچہ ظاہر ہے کہ گوپی جان بوجھ کر یہ خبر چھپا رہا تھا اور اپنی فوج اور رعایا کو داہر کے زندہ ہونے اور ملک لانے کی امیدیں دلا کر ان کے دلوں کو ڈھارس دے رہا تھا، تاکہ وہ شاید اس طرح مقابلے کے لئے ڈٹے رہیں۔ (ن۔ب)

[226]/226 جس کی کلائیوں میں..... سونے کے کنگن پڑے تھے: یعنی اروڑ کے بت خانہ نو بہار میں استادہ مورتی کے ہاتھوں میں دو کنگن پڑے ہوئے تھے۔ ان قدیمی مندروں کے بتوں کی کلائیوں میں کنگن یا کانوں میں بالیاں ہونا ان بتوں کی قدامت کا نشان تھیں اور ایک ہزار سال گزرنے کے بعد بت کو ایک کنگن یا بالی پہنائی جاتی تھی۔ ابن خلکان لکھتا ہے کہ: ”ان بالیوں کا مقصد مدت کا اظہار تھا، یعنی ایک ہزار سال کے بعد ایک بالی پہنانے کے بارے میں اکثر حوالے ملتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ محمود (غزنوی) نے سونہاتھ کے بت کو تیس بالیاں پہنے دیکھا اور بتایا گیا کہ ہر ایک بالی ایک ہزار سال کی پوجا کی یادگار ہے۔“ (وفیات الاعیان: 85/2) ابن خلکان کے اس بیان سے قیاس ہوتا ہے کہ محمد بن قاسم کی فتح اروڑ کے وقت اس بتخانہ کی مورتی کو دو ہزار سال سے زیادہ کی مدت گزر چکی تھی۔ (ن۔ب)

[332]/231 کبیر بھدر اور بھس: ممکن ہے ہوڑی والا کے خیال کے مطابق یہ نام اصل میں ”کالی بھدر یا کالہدر“ (Kalibhadra or Kalabhadra) اور ”بھیرو“ (Bhairav) ہوں۔ (ہوڑی والا ص 97)۔

[233]/232 (جے سنگھ) سفر..... کرتا ہوا جالہندر کی حد سے کشمیر میں داخل ہوا۔ وہاں کے بادشاہ کا نام بلہرا تھا اور شاہ کے آستانہ (تخت گاہ؟) کو اسے کہہ تھے، جہاں جا کر وہ رہا۔ یہاں تک کہ عمر بن عبدالعزیز خلیفہ ہوئے: اس مقام پر جملہ فارسی نسخوں کی عبارت مبہم اور پیچیدہ ہے اور غالباً اس میں کچھ الفاظ محذوف ہیں اور کچھ لفظوں کا اصل تلفظ بگڑی ہوئی شکل میں ہے۔ بہر حال جملہ نسخوں کی موجودہ عبارتوں کے مطابق وہی معنی ہوں گے کہ جو ترجمہ کی اس عبارت میں دیئے گئے ہیں۔ البتہ مندرجہ ذیل نکات غور طلب ہیں:

1- (ر) اور (م) کا تلفظ کشمیر کے بجائے ”کسہ“ ہے اور ”کسہ“ سے مراد ”کشمیر“ ہی

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

ہے۔ ہوڑی والا صفحہ 98 پر لکھتا ہے کہ ”کسہ کے ملک“ سے مراد غالباً کشمیر ہے یعنی ”کھسا“ (Khasa) یا ”کھشا“ (kahasha) قوم کے لوگوں کا ملک کہ جس کا ذکر ”راجترنجی“ اور سنسکرت کی دوسری کتابوں میں ملتا ہے۔ اس قوم کے لوگوں کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ ”پیر پتسال“ کے پہاڑوں کے جنوب کی طرف جہلم، لوہر اور کشتوار (Kishtwar) کی وسطی وادیوں میں رہتے تھے اور انہیں موجودہ قوم ”کھاکھا“ (Khakha) تصور کیا جاسکتا ہے کہ جس سے کشمیر کی نشی ”وتسا“ (Vitasta) وادی میں رہنے والے جملہ چھوٹے سردار اور سربراہ تعلق رکھتے ہیں۔ (بحوالہ آرل سٹین، حاشیہ راجترنجی، انگریزی ترجمہ کتاب 1 بیت 317) بقول سر جارج گریسن، ”کھسا“ قوم کے لوگ نہ صرف کشمیر میں ہیں بلکہ کماؤں اور گڑھوال میں بھی موجود ہیں۔ ”آریائی زبان بولنے والے وہ جملہ لوگ جو کہ ہمالہ کے نشیبی علاقوں میں کشمیر سے لے کر دارجلنگ تک بستے

ہیں وہ عام طور پر ”کھسا“ نسل سے ہیں۔“ (Indian Antiquary 1914, P.151)

2- کشمیر کے راجہ کا نام ”بلھرا“ بھی خاصی پیچیدگی پیدا کرتا ہے۔ اس معنی کو سلجھانے کے لئے ضروری ہے کہ ”بلھرا“ کو لقب نہیں بلکہ کشمیر کے کسی راجہ کا ذاتی نام تصور کیا جائے، کیونکہ ”بلھرا“ دکن کے راجاؤں کا لقب تھا، جن کا تختگاہ ”مانکھیر“ تھا، جس کی تصدیق مسعودی وغیرہ عرب علماء کے بیانات سے ہوتی ہے۔

لیکن موجودہ تحقیق کے مطابق اُس وقت کے کشمیر کے کسی ”بلھرا“ نامی راجہ کا سراغ نہیں ملتا۔ سندھ میں محمد بن قاسم کی فتوحات کا سلسلہ 712ء سے شروع ہوتا ہے اور بے سنگھ نے تقریباً 713/14ء میں جاکر کشمیر میں پناہ لی ہوگی۔ لیکن ان دنوں کشمیر پر ”کارکوٹہ“ (Karkota) خاندان کی حکومت تھی۔ اس وقت اس خاندان کا جو راجہ وہاں حکمران تھا، اس کا نام ”لٹا دتیہ مکتا“ بھیڈ تھا۔ جس کا عہد حکومت 713ء سے 750ء تک بیان کیا جاتا ہے۔ (دیکھئے رے (Ray) کی لکھی ہوئی شمالی ہند کے حکمرانوں کی خاندان وارتارنخ ص 72 بحوالہ راجترنجی)۔

اس راجہ سے پہلے کے راجہ کا نام ”جیاپد“ بیان کیا جاتا ہے۔ (بارنٹ ص 61) لیکن چونکہ کشمیر کے ان قدیمی راجاؤں کے سلسلوں اور سنوں کی تحقیق ہنوز پایہ تکمیل تک نہیں پہنچی ہے اس لئے ہو سکتا ہے کہ فتنامہ کا یہ قدیم حوالہ نسبتاً صحیح ہو۔

3- شاہ کے آستانہ کو اسہ کہتے تھے: اس مقام پر اصل فارسی عبارت اس طرح ہے ”اسہ کہ آستان شاہ گفتندے“ اس فقرہ میں بھی خلل ہے اور ترجمہ صرف ظاہری معنوں کے مطابق کیا گیا ہے۔ اسہ کہ نامی کشمیر کے کسی پایہ تخت کا کسی بھی دوسری تاریخ میں کوئی حوالہ نہیں ملتا۔ گیارہویں صدی عیسوی کی ابتدا میں کشمیر کی راجدھانی راجوری تھی جیسا کہ بیرونی بیان کرتا

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

ہے۔ (دیکھئے تشریحات و توضیحات 206/202]۔ بیرونی نے مزید تحریر کیا ہے کہ ”بلور شاہ، ٹکٹان شاہ اور و خان شاہ کشمیر کے مغرب کی طرف ہیں۔ کتاب الہند، عربی متن ص 101، انگریزی ترجمہ 206/2) ممکن ہے کہ اسی طرح ”آستان شاہ“ بھی کسی حصہ ملک کا نام ہو۔ ہوڑی والا (ص 98) کے خیال میں ”آستان شاہ“ شاید ”آدشتان شاہ“ کی بگڑی ہوئی صورت ہے اور کشمیر کا پایہ تخت ”آدشتان شاہ“ کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ (بحوالہ ایلپیٹ- ڈاؤسن 64/1) لیکن پروفیسر سٹاؤ کی وضاحت کے مطابق ”آدشتان“ دراصل سنسکرت لفظ ”آدھشتھان“ (Adhishthan) ہے جس کے معنی راجدھانی یا مشہور شہر کے ہیں (دیکھئے ترجمہ کتاب الہند 181/2) اسی وجہ سے ہم نے آستان شاہ کا ترجمہ شاہ کا آستانہ یعنی شاہ کا پایہ تخت کیا ہے۔

4- اس بیان سے یہ بھی ظاہر ہے کہ بے سنگھ سندھ سے جاکر کشمیر کے راجہ کے پاس پناہ گزین ہوا اور حضرت عمر بن عبدالعزیز کے دور خلافت تک وہاں مقیم رہا۔ صفحہ 205/203] پر بے سنگھ کے علانی کے ساتھ سندھ سے نکل جانے کے بیان میں یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ گویا بے سنگھ چتور میں ٹھہر گیا اور علانی اس سے رخصت ہو کر کشمیر کی طرف روانہ ہوا۔ لیکن نیچے اسی عبارت میں ایک فقرہ ہے کہ ”اس کے بعد انہوں نے راجہ کی طرف خط لکھا“ اور اس میں لفظ ”انہوں“ سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کشمیر میں علانی کے ساتھ بے سنگھ بھی گیا تھا۔ اس کے علاوہ صفحہ 206 پر جملہ قلمی نسخوں میں یہ عنوان ہے ”بے سنگھ کا کشمیر کے راجہ کے پاس جانا“ حالانکہ اس عنوان کے تحت دیئے گئے بیان میں صرف علانی کا نام ہے اور کہیں پر بے سنگھ کا نام نہیں دیا گیا۔ اس کے متعلق ہم نے متن صفحہ 206 کے حاشیہ (2) میں بیان کیا ہے کہ شاید اس بیان میں بے سنگھ کا نام حذف ہو گیا ہے۔ لیکن چونکہ زیر بحث صفحہ کی عبارت سے بے سنگھ کا کشمیر جانا صاف ظاہر ہے۔ اس لئے کہا جاسکتا ہے کہ صفحہ 206 کے عنوان کے تحت درج کئے ہوئے بیان میں کوئی غلطی ہے جس کی وجہ سے بے سنگھ کا نام رہ گیا ہے۔ بہر حال اختتامہ کے ان حوالوں سے بے سنگھ کے کشمیر جانے کی تصدیق ہوتی ہے۔ (ن-ب)

232/233] عمرو بن مسلم الباہلی: اختتامہ کی اس عبارت کے مطابق عمرو بن مسلم الباہلی، حضرت عمر بن عبدالعزیز کے دور خلافت میں سندھ کا گورنر تھا اور اس نے کشمیر کے سرحدی علاقے فتح کئے۔ مؤرخ بلاذری کے بیان سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ چنانچہ وہ (فتوح البلدان ص 441-442) پر لکھتا ہے کہ ”عمرو بن مسلم الباہلی، عمر (بن عبدالعزیز) کی جانب سے اس (سندھ و ہند) محاذ کا گورنر تھا اور اس نے ہندوستان کے بعض علاقوں پر فوج کشی کر کے فتوحات حاصل کیں۔“ (ن-ب)

[235]/233 تخت گاہ اردو۔ بغور: یعنی سندھ کا پایہ تخت جسے محمد بن قاسم نے فتح کیا اور اپنے زیرِ اقتدار لایا۔ چونکہ اس وقت اردو کے قریب دوسرا مشہور شہر ”بغور“ تھا اور اس کا نظام، مرکزی حکومت ”اردو“ سے وابستہ تھا (فتحنامہ ص 142-143) اسی وجہ سے دونوں شہروں کو مجازاً پایہ تخت ظاہر کیا گیا۔ یوں بھی سندھ میں دوہرے ناموں کے استعمال کا رواج ہے۔ مثلاً ہالانی، بہلانی، کبٹ، کھہڑا وغیرہ۔ ”بغور“ سے مراد ”بکھر“ ہے جس کی وضاحت کے لئے دیکھئے تشریحات و توضیحات ص 142-143/ [125] (ن-ب)

[235]/234 ککو بن چندر بن سیلاج: ممکن ہے کہ نام ککو شاید اصل میں ”کاکتھا“ (Kakutstha) ہو کیونکہ 740-755ء کے قریب یہ نام قنوج کے ”پرہار“ خاندان کے راجاؤں میں ملتا ہے۔ راجہ ”کاکتھا“ اس خاندان کے بانی راجہ ”ناگ بھٹ“ کے بعد تخت نشین ہوا (ہوڑی والا ص 98، بحوالہ سمٹھ اور ویدیا)

[236]/235 شعر: لا تستشر غیر ندب۔ الخ: یہ شعر ابوالفتح البستی کے قصیدہ نونیہ کا ہے جس کا مطلع ”زیادۃ المرء فی دنیاہ نقصان“ ہے۔ الدمیری نے یہ قصیدہ اپنی کتاب ”حیۃ الحیوان“ میں ثعبان کے زیرِ عنوان درج کیا ہے اور اسے ابوالفتح البستی کی تخلیق بیان کیا ہے اور مزید لکھا ہے کہ ”بعض کہتے ہیں کہ یہ قصیدہ امیر المومنین راضی باللہ (عباسی خلیفہ) کا ہے۔“ مگر یہ روایت ضعیف ہے ”حیۃ الحیوان“ کے قصیدہ کا یہ پندرہواں مصرع ہے اور اس میں ”حازم یقط“ کی بجائے ”حازم فطن“ ہے۔

شاعر ابوالحسن علی بن محمد البستی نے جو کہ ابوالفتح البستی کے نام سے مشہور ہے، 400 یا 401ھ میں بخارا میں وفات پائی (ابن خلکان 357/1) فتحنامہ اس سے پہلے کی تصنیف ہے۔ اس وجہ سے کہا جاسکتا ہے کہ فارسی مترجم نے یہ اشعار اپنی جانب سے ترمیمی طور پر درج کئے ہیں۔ فتحنامہ کی عبارت سے بھی واضح ہوتا ہے کہ ان اشعار کا اصل متن سے کوئی تعلق نہیں ہے (ن-ب)

[236-37]/236-235 سکہ اور ملتان: ان دونوں صفحات پر ”سکہ اور ملتان“ کی جگہ اصل فارسی عبارت ”سکہ ملتان“ ہے جو کہ سارے نسخوں کی متفقہ عبارت ہے۔ ترکیب اضافی کے لحاظ سے ”سکہ ملتان“ کا ترجمہ ”ملتان کا سکہ ہوگا جس کے دو معنی ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ ”صوبہ ملتان کا شہر سکہ“ اس نام کی مثال موجودہ دور میں ”حیدرآباد سندھ“ اور ”حیدرآباد دکن“ کے ناموں میں موجود ہے۔ مگر ایسی مثال عرب جغرافیہ نویسوں کی اصطلاحوں میں شاذ و نادر نظر آتی ہے۔ دوسرے معنی ہوں گے ”شہر ملتان کا سکہ“ یعنی ملتان کے وسیع شہر کا ایک علیحدہ حصہ جو بذات خود ایک چھوٹا شہر تھا جسے نواحی (Suburb) تصور کیا جاسکتا ہے۔ عربی جغرافیہ میں ایسی مثالیں ہمدانی

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

کی ”کتاب البلدان“ میں ملتی ہیں۔ مثلاً ”سکة اصطفانوس بالبصرة“ (شہر بصرہ میں اصطفانوس کا سکہ)، ”سکة البخاریہ بالبصرة“ (شہر بصرہ میں البخاریہ کا سکہ)، ”سکة ساسان بالری“ (شہر رے میں ساسان کا سکہ)۔ غالباً سکہ اور ملتان دو ملحقہ شہر تھے جن کے درمیان صرف دریائے راوی تھا۔ سکہ دریائے راوی کے جنوبی حاصل پر (غالباً جنوب مغرب کی طرف) تھا اور ملتان سامنے دوسری طرف تھا۔

مذکورہ مثالوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر ”سکہ ملتان“ کا ترجمہ ”ملتان کا سکہ“ کیا جائے تب بھی معنی میں پیچیدگی باقی رہے گی۔ اسی وجہ سے ترجمہ میں ہم نے ”سکہ اور ملتان“ دیا ہے جو کہ حقیقت کے خلاف نہیں ہے کیونکہ سکہ اور ملتان بہر حال دو جدا شہر تھے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اصل فارسی متن میں درحقیقت ”سکہ و ملتان“ رہا ہو، لیکن درمیان کا واؤ عطف کاتبوں کی سہو سے حذف ہو گیا ہو۔ مورخ بلاذری کے زمانے میں شہر سکہ ویران ہو گیا تھا (دیکھئے فتوح البلدان ص 439) (ن-ب)

237/1239] ساٹھ ہزار درہم وزن کی چاندی تقسیم کی اور ہر سوار کو خاص طور پر چار سو درہم چاندی ملی: غالباً مراد یہ ہے کہ بعض خاص سواروں میں کہ جنہوں نے بڑی بہادری دکھائی تھی، یہ چاندی تقسیم کی گئی۔ ورنہ یہ سمجھا جائے کہ محمد بن قاسم کی فوج میں کل ڈیڑھ سو سوار تھے اور یہ تعداد بے حد کم ہونے کی وجہ سے قرین قیاس نہیں ہوتی۔ (ن-ب)

238/1239] راجہ جوبن: ہوڑی والا کے خیال میں یہ نام ”جبدیو“ (یعنی سمبدیو Sambadeva) ہونا چاہئے، کیونکہ مندرجہ ذیل حوالوں کے مطابق اسی نے یہ سونے کے بت والا مندر بنوایا تھا:

راجہ ”سامب“ کو، جو کہ ”جامبوت“ کی بیٹی ”جامبوتی“ کے بطن سے کرشن کا بیٹا تھا، اسور خاندان کے راجہ ”باز“ کی شکست کے بعد، ملتان کا راجہ مقرر کیا گیا۔ جامبوت نے کرشن کو اپنی بیٹی کے ساتھ ”سمٹنگ من“ (ایک ہیرا یا طلسمی پتھر) بھی نذر کیا تھا ”جو روزانہ آٹھ بہار (Bahars) سونا پیدا کرتا تھا“، (وشنو پران، ہال کا ترتیب دیا ہوا ولسن کا انگریزی ترجمہ 76/6-79۔ سامب کو درواس نامی فقیر کی بددعا کی وجہ سے کوڑھ کا مرض ہو گیا تھا، جس پر ”نارڈ“ کے مشورے کے مطابق جا کر وہ ”متر-ون“ کے پودوں کے سائے میں بیٹھا اور متر (سورج) کی پوجا کرنے کی وجہ سے اسے کوڑھ سے نجات ملی۔ چنانچہ اس نے متر یعنی سورج دیوتا کی پرستش کے لئے ایک مندر میں سونے کا بت استادہ کیا اور اس طرح سامب نے سورج کی پرستش کی ابتدا کی (بھاوشیہ پُران، بحوالہ حاشیہ ولسن۔ ایضاً 381/5، عمل 381/10 کٹیکھام، ہندوستان کے قدیم

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

جغرافیہ ص 33-232)۔ بیرونی بھی لکھتا ہے کہ ملتان کا ایک قدیمی نام ”سامب پور“ یعنی سامب کا شہر تھا (انڈیا، ترجمہ خاؤ، 1/296) پھر ایک دوسرے مقام (ایضاً 2/184) پر لکھتا ہے کہ ”ملتان کے ہندوؤں کے ایک بڑے تہوار کا نام ”سامپر یاترا“ ہے جس میں وہ سورج کی پرستش اور پوجا پاٹ کرتے ہیں۔ (ہوڑی والا ص 98-99)

238/239 [منروی [بتخانہ: فارسی ایڈیشن میں یہ لفظ ”مستروی“ لکھا گیا ہے مگر مفتحنامہ کے قلمی نسخوں کے تلفظ کے لحاظ سے ہم نے ”منروی“ اختیار کیا ہے جس کے لئے متن ص 344 کا حاشیہ 1 دیکھئے۔ مندرجہ ذیل دلائل کے لحاظ سے بھی یقینی طور پر لفظ ”منروی“ ہے جو کہ ملتان کے مندر کا نام تھا۔

1- اس سے پہلے کے نوٹ کے مطابق ہندو پرانوں کے حوالوں سے تصدیق ہوتی ہے کہ ملتان کا مندر ”سورج دیوتا“ کی پرستش کا مندر تھا اور اسی مقصد کے لئے قائم کیا گیا تھا۔
2- محقق بیرونی نے اپنی مزید تحقیق کی بنیاد پر لکھا ہے کہ ہندوستان کے مشہور بتوں میں ایک ملتان والا بت ہے جس کا نام سورج کے نام پر مشہور ہے، اسی لئے اسے ”آدت“ کہا جاتا ہے۔ (کتاب الہند، عربی متن ص 56 اور کتاب الجماہر ص 49)

3- منروی کا سنسکرت نام خود بھی اس حقیقت کی تائید کرتا ہے: من = دل، روح۔ شعور، پہچان۔ فکر۔ شعور اور پہچان کا مرکز (”من“) سے نکلی ہوئی اصطلاح، دل لگانا، برگزیدہ سمجھنا، عبادت میں یاد کرنا۔ روی = سورج یا سورج دیوتا۔ سورج کا قدیمی نام۔ سورج کی بارہ ”آدیتوں“ میں سے ایک آدتیہ (سنسکرت ڈکشنری Sir Monier-William)۔ اسی وجہ سے منروی (من + روی کے معنی ہوئے سورج کی (بارہ آدیتوں میں سے) ایک آدتیہ کی پوجا پاٹ کا مرکز یا عام لفظوں میں ”سورج دیوتا کی عبادت گاہ“۔

ابن رستہ (ص 136) پر لکھتا ہے کہ ”(مقامی لوگ) کہتے ہیں کہ یہ بت دو ہزار سال پہلے کا ہے۔“ محقق بیرونی ”کتاب الہند ص 56 پر لکھتا ہے کہ ان کے (مقامی باشندوں کے) خیال میں یہ بت ”کرتا جگ“ میں بنایا گیا تھا۔ اس حساب سے اس وقت (پانچویں صدی ہجری کے اوائل) تک اسے دو لاکھ سولہ ہزار چار سو بتیس سال گزر چکے ہیں“ (ن-ب)

238/239 [سونے کا ایک بت دیکھا جس کی آنکھوں کے مقام پر یاقوت جڑے ہوئے تھے: اس صفحے پر اور اس سے اگلے صفحے پر بیان کیا گیا ہے کہ یہ بت سونے کا تھا۔ لیکن مندرجہ ذیل حوالوں سے ظاہر ہے کہ یہ بت سونے کا نہیں تھا محمد بن قاسم نے اپنی فراخ دلی کے سبب اسے بالکل اس کی اپنی اصلی حالت میں جوں کا توں چھوڑ دیا تھا (دیکھئے تشریحات و

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

توضیحات 238/[240]۔ چنانچہ اصطخری، ابن حوقل اور مقدسی نے جنہوں نے کہ بعد میں چوتھی صدی ہجری کے وسط میں اس بت کو دیکھا تھا، ان کا بیان ہے کہ ”سارا بت ایک قسم کے چمڑے سے ڈھکا ہوا ہے جو بکری کی سرخ رنگی ہوئی کھال یا سرخ سنباب کے کپڑے کے مشابہ ہے۔ سوائے آنکھوں کے جسم کا کوئی حصہ نظر نہیں آتا۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ لکڑی کا بنا ہوا ہے اور بعضوں کی رائے اس سے مختلف ہے۔ (اصطخری ص 174، ابن حوقل ص 229 اور مقدسی ص 28)۔ پانچویں صدی ہجری کی ابتدا میں تحقیقات کے دوران بیرونی کو معلوم ہوا کہ یہ بت لکڑی کا بنا ہوا تھا، اُس کا جسم بکری کی رنگی ہوئی سرخ کھال سے ڈھکا ہوا اور اس کی آنکھوں کی جگہ سرخ یا قوت لگے ہوئے تھے (کتاب الہند، عربی متن ص 56)۔ یہ بت بیرونی سے پہلے تباہ ہو چکا تھا، لیکن آنکھوں میں جڑے ہوئے یا قوتوں کی بابت اس کی تحقیق فتحنامہ کے حوالے کے عین مطابق ہے جس کی تصدیق اصطخری (ص 174) ابن حوقل (ص 229) اور مقدسی (ص 283) کی عینی شہادتوں سے بھی ہوتی ہے کہ ”مورتی کی آنکھوں کی جگہ پر دو سرخ یا قوت جڑے ہوئے تھے۔“ غالباً فتحنامہ کے مترجم نے محض عبارت آرائی کے خیال سے اس بت کو سونے کا بت ظاہر کیا ہے، کیونکہ اس کا یہ بیان جملہ عینی شہادتوں کے خلاف ہے۔ (ن۔ب)

238/[240] محمد بن قاسم سمجھا کہ یہ کوئی آدمی ہے: اس بت کی صورت ہو بہو انسانوں جیسی تھی۔ ابن حوقل کا مشاہدہ کے بعد بیان ہے کہ ”اس بت کی شکل و شائبہ انسانوں جیسی تھی۔“ (مقدسی ص 283) اور ابن رستہ (ص 361) بھی اس حقیقت کی تائید کرتے ہیں کہ ”یہ بت آدمی جیسا ہے۔“ (ن۔ب)

239/[240] اس (بت) کے نیچے سے دو سوتین من سونا اور چالیس منکے سونے کی کترن سے بھرے ہوئے نکلے۔ کل تیرہ ہزار دو سو من وزن کا دفن شدہ سونا برآمد ہوا: اس سے پہلے صفحہ 237 پر بیان کیا گیا ہے کہ ہر ایک منکے میں ”تین سوتیں من“ سونے کی کترن بھری ہوئی تھی۔ اس حساب سے تو صرف چالیس منکوں ہی سے $(40 \times 330 = 13200)$ تیرہ ہزار دو سو من سونا نکلا ہوگا۔ چنانچہ یا تو مذکورہ عبارت میں پہلا ”دو سوتیں من“ والا فقرہ محض اضافہ ہے اور غلط سمجھنا چاہئے یا پھر آخر کا جوڑ غلط ہے اور جملہ سونا $(13200 + 230 = 13430)$ تیرہ ہزار چار سوتیں من ہونا چاہئے۔

اکثر عرب مورخوں اور جغرافیہ نویسوں نے اپنی تصنیفات میں محمد بن قاسم کے سونے کے اس عظیم خزانے پر قبضہ کرنے کا ذکر کیا ہے جس کی وجہ سے اس کے بعد عربی میں ملتان کو ”فرج بیت الذہب“ یعنی سونے کے گھر والی سرحد (یا سونے کے گھر والا محاذ) کہا گیا ہے۔ کم از کم تین

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

مصنفوں نے ملتان کے اس مندر سے ہاتھ آئے ہوئے سونے کی مقدار بھی لکھی ہے۔ ان کے متفقہ بیانات کے مطابق اس بت خانہ سے ”چالیس بہار وزن کا سونا حاصل ہوا اور بہار کا وزن برابر ہے تین سو تینتیس من کے!“ (دیکھئے اصطخری ص 56، ”البدء والتاريخ“ جلد 4 ص 77 اور ”مسالك الابصار“ میں محمد بن تغلق کے متعلق حالات کا انگریزی میں ”آٹو سپیس“ کا ترجمہ ص 19)۔ ان بیانات کے مطابق سونے کا کل وزن (13320=333X40) تیرہ ہزار تین سو بیس من ہونا چاہئے۔ (ن-ب)

239/240 | وہ سونا اور بت خزانے میں لایا گیا: پہلے تشریحات و توضیحات ص 238/239 میں واضح کیا گیا ہے کہ وہ بت سونے کا بنا ہوا نہیں تھا بلکہ لکڑی کا تھا اسی وجہ سے اسے لے جانے کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ اس کے علاوہ بتوں کو لے جانا یا تباہ کر دینا محمد بن قاسم کی پالیسی کے منافی تھا۔ فتحنامہ میں اس سے پہلے اردوڑ کی فتح کے بیان سے واضح ہے کہ محمد بن قاسم نے وہاں کے بت خانہ اور اس میں رکھی ہوئی مورتی کا معائنہ کیا اور بت کی کلائی سے طنزاً ایک کنگن اتار لیا تھا، لیکن وہ پھر مجاور کو واپس کر دیا تھا تاکہ پہلے کی طرح بت کو پہنا دیا جائے۔ زیر بحث صفحہ میں کچھ اوپر بیان کیا گیا ہے کہ محمد بن قاسم نے اس بت کو اٹھا لینے کا حکم دیا لیکن یہ محض اس لئے کہ اس کے نیچے جو مدفون خزانہ تھا وہ حاصل کیا جائے۔

محمد بن قاسم کے بعد بھی عرب سیاحوں اور مورخوں نے مسلسل ملتان کے بت خانہ اور بت کا ذکر کیا ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ بت اپنی جگہ جوں کا توں موجود تھا۔ دیکھئے چشم دید بیان اصطخری ص 174، ابن حوقل ص 129 اور مقدسی ص 84-283 ان کے علاوہ ملاحظہ ہوں تحقیقی بیانات ابن خرداذبہ ص 56، ابن رستہ ص 37-135 اور حوالے از مصنف ”حدود العالم“ ص 44، ابن الوردي ”خریفة العجائب“ 63-62 اور یاقوت ”معجم البلدان“ 4/689۔

پانچویں صدی ہجری کی ابتدا میں جب بیرونی ملتان آیا تو وہ بت اس سے پہلے برباد ہو چکا تھا۔ اس بت اور اس کی تباہی کے بارے میں بیرونی نے ”کتاب الهند“ (ص 56) میں اس طرح لکھا ہے کہ ”محمد بن قاسم بن مغبہ نے اس بت کی گردن میں گائے کے گوشت کا ٹکڑا باندھ دیا تھا۔ پھر جب (ملتان پر) قرامطہ کا غلبہ ہوا تب جلم بن شیبان نے اس بت کو برباد اور

1. بہار ایک مقدار کا نام ہے لیکن اس کے وزن کے متعلق اختلاف رائے ہے۔ جو اُلُقی کے بیان کے مطابق ایک بہار سونا یا چاندی تین قاطر کے برابر ہے اور ہر ایک قاطر ایک سورطل کے ہم وزن ہے مگر الفراء اور ابن الاعرابی کی رائے میں بہار عربوں کے تین، تین سورطلوں کے برابر ہے (کتاب العرب ص 27)۔ تاج العروس (ماوہ: بحر) کے مصنف نے بھی بہار کے معنی لکھتے ہوئے جو اُلُقی کا بیان نقل کیا ہے۔ خفاجی لکھتا ہے کہ بہار ایک مقدار ہے جو کہ تین سوراتیلر کے برابر ہے اور بعضے کہتے ہیں کہ تین سوراتیلوں کے برابر ہے۔ (شفاء الغلیل ص 43)۔

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

اس کے مجاوروں کو قتل کر دیا اور اس مندر کو جامع مسجد میں تبدیل کر دیا۔“ ہر چند کہ بیرونی کے اس بیان کا یہ آخری حصہ صحیح ہے لیکن محمد بن قاسم کے بارے میں اس کا بیان غلط ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ کہانی بیرونی کو مقامی لوگوں کی زبانی معلوم ہوئی ہے۔ اور اس غلطی کا بڑا ثبوت یہ ہے کہ محمد بن قاسم کے دادا کا نام ہی غلط لکھا گیا ہے، کیونکہ محمد بن قاسم کے دادا کا نام ”محمد“ تھا ”محبہ“ نہیں۔ ممکن ہے کہ بت کی یہ توہین ”بنو محبہ“ خاندان کے حکمرانوں میں سے کسی نے کی ہو جو کہ قرامطہ سے پہلے ملتان کے حاکم تھے کیونکہ ”محبہ“ کے نام سے یہی خیال ہوتا ہے۔ محمد بن قاسم نے مقامی لوگوں کے مذہب کا جس قدر خیال اور ان کے ساتھ جتنی رواداری برتی ہے، اُس پر فخر نامہ اور بلاذری کے کتنے ہی حوالے شاہد ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ بعد میں خود بیرونی کو بھی اس روایت کی غلطی کا علم ہو گیا تھا۔ چنانچہ وہ اپنی دوسری تصنیف ”کتاب الجہاہر“ (ص 49) میں لکھتا ہے کہ ”محمد بن قاسم نے صلح اور بھلائی کی خاطر اس بت کو جوں کا توں چھوڑ دیا جسے بعد میں (خليفة) مقتدر بالله کے زمانے کے قریب جلم بن شیبان نے برباد کیا۔“

جلم بن شیبان مصر کے فاطمی خلفاء کا داعی اور سپہ سالار تھا، جس نے اس دور میں سندھ اور ملتان پر غلبہ حاصل کیا۔ یہ بت اس نے 354ھ میں توڑا۔ جو کہ مصر کے فاطمی خلیفہ معز کے پاس لکھے ہوئے اس کے خط مورخہ 19 رمضان 354ھ بروز اتوار سے ثابت ہوتا ہے۔ (عماد الدین: عیون الاخبار۔ قلمی نسخہ۔ بشکر یہ محترم استاذ پروفیسر طاہر علی، حال پرنسپل شاہ عبداللطیف کالج میرپور خاص) (ن۔ب)

239/1240 تیاری میں ساٹھ ہزار درہم وزن کی خالص چاندی خرچ ہوئی ہے۔ باقی ایک سو بیس ہزار درہم وزن کی چاندی تجھے بھجی ہے: جملہ نسخوں کے مطابق فخر نامہ کی عبارت اسی طرح ہے۔ یہ الفاظ حجاج کے خط کے ہیں جو کہ فخر نامہ کے مطابق محمد بن قاسم کو اس دن وصول ہوا کہ جس دن وہ خزانہ اس کے ہاتھ آیا۔ اس کے یہ معنی ہوئے کہ محمد بن قاسم نے ابھی یہ خزانہ حجاج کے پاس نہیں بھیجا تھا۔

گمان ہوتا ہے کہ زیر بحث عبارت میں خلل ہے۔ بقول ہوڑی والا (ص 100) یہ سمجھنا عبث ہے کہ دو تین سالوں کی فوج کشی کی تیاری پر صرف ساٹھ ہزار درہم وزن کی چاندی یعنی تقریباً 15 ہزار روپے خرچ ہوئے ہوں گے۔ ا۔ہ۔ اس بارے میں بلاذری کا مندرجہ ذیل بیان غالباً صحیح ہے اور فخر نامہ میں محض کاتبوں کی غلطی کی وجہ سے اس حقیقت کو قلم بند کرنے میں کوتاہی ہوئی ہے۔ بلاذری لکھتا ہے کہ ”حجاج نے حساب کیا تو معلوم ہوا کہ محمد بن قاسم (کی فوج کشی) پر ساٹھ ہزار درہم خرچ ہوئے تھے اور اسے ایک سو بیس ہزار درہم پہنچ چکے تھے۔ اُس پر اُس نے کہا

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

کہ: ہم نے بدلہ لے کر اپنا غصہ ٹھنڈا کیا اور ساٹھ ہزار درہموں اور داہر کے سر کا اضافہ کیا۔“ (فتوح البلدان، ص 440) فتحنامہ کے دونوں مقامات پر ”ہزار ہزار“ کے بجائے صرف ”ہزار“ دیا گیا ہے جو کہ غالباً کتابت کی غلطی ہے۔ بلاذری کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ محمد بن قاسم کی لشکر کشی پر کل چھ کروڑ درہم خرچ ہوئے اور بارہ کروڑ درہم محمد بن قاسم کی طرف سے شاہی خزانہ میں پہنچ چکے تھے۔ (ن-ب)

[240/241] اشہار اور کرور: فتحنامہ کے اس صفحہ پر اور اس سے پہلے ص [59-74] پر ان دونوں شہروں کے نام ساتھ ساتھ دیئے گئے ہیں اس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ یہ دونوں شہر ایک ہی سمت پر ایک دوسرے کے بالکل قریب تھے ”کرور“ کا نام آج تک موجود ہے اور ”کرور پکا“ ضلع ملتان کی تحصیل لودھراں میں لودھراں ریلوے اسٹیشن سے 24 میل مشرق کی طرف واقع ہے۔ (ن-ب)

[241/242] اودھاپور: مختلف نسخوں کے تلفظ کے مطابق یہ لفظ ”اودھاپور“ یا ”اودھافر“ ہے۔ میر معصوم نے (تاریخ معصومی ص 28) پر نہ جانے کس بنیا دہر اس شہر کو ”دیپاپور“ کے نام سے لکھا ہے۔ ہوڑی والا نے تحریر کیا ہے کہ میجر راورٹی کے خیال میں فتحنامہ کا ”اودھاپور“ یعنی طور پر ”اودے پور“ (Odipur) ہے جو کہ الوان (Alwana) سے 14 میل مشرق کی طرف ”کھکھر“ کے کنارے پر ہے۔ کئمرج ہسٹری آف انڈیا کے مصنف نے بھی راورٹی کی اس رائے کو اختیار کیا ہے۔ لیکن یہ نام مبہم ہے اور اس کی جگہ متعین کرنا مشکل ہے۔ (ہوڑی والا ص 100)

[241/242] رائے ہر چندر [بن] جہتل: فتحنامہ کے بیان کے مطابق رائے ہر چندر، محمد بن قاسم کی فتوحات کے موقع پر قنوج کا راجہ تھا۔ ناموں کی مماثلت کے اعتبار سے ”ہر چندر“ کو ”ہرشا“ سے تعبیر کیا جاسکتا ہے، لیکن قنوج کا مشہور راجہ ”ہرشا“ سندھ میں برہمن خاندان کی حکومت سے پہلے ہی فوت ہو چکا تھا۔ چنانچہ یہ ہر چندر قنوج کا کوئی دوسرا راجہ تھا جو کہ شاید ”ہرشا“ کے بعد حکمران ہوا۔

[45-243/243-247] محمد بن قاسم کے پاس دارالخلافہ کا پروانہ پہنچنا..... جنگی کی دوسری مرتبہ لکھتو: ان صفحات پر پانچ مختلف عنوانوں کے تحت محمد بن قاسم کی گرفتاری اور موت کی بابت جو حکایت بیان کی گئی ہے وہ محض ایک کہانی ہے اور اس کا قدیمی تاریخی کتب میں کہیں پر کوئی بھی ذکر نہیں ہے۔ البتہ بعد کے دور کے مصنفوں نے فتحنامہ کے اس افسانے کو بغیر سوچے سمجھے اپنی کتابوں میں داخل کیا اور اسی وجہ سے نظام الدین بخٹی کی ”طبقات اکبری“ میر معصوم کی ”تاریخ معصومی“ اور میر علی شیر قانع کی ”تحفۃ الکرام“ کے ذریعہ اس فرضی افسانے کی زیادہ

اشاعت ہوئی ہے۔

اس حکایت کے یہ اندرونی سقم ہی یہ ثابت کرتے ہیں کہ یہ صرف ایک فرضی داستان ہے اور جس کی بنیاد صرف، محمد بن قاسم کے متعلق، سنی ہوئی مقامی حکایتوں پر ہے:

اول یہ کہ ص 243/243 پر اس افسانے کو تاریخ کا رنگ دینے کے لئے اسے دو راویوں محمد بن علی اور ابوالحسن مدائنی سے منسوب کیا گیا ہے۔ ان ناموں کو دیکھ کر خیال ہوتا ہے کہ یہ شاید ایک ہی نام یعنی ”علی بن محمد ابوالحسن مدائنی“ ہو جو کہ مدائنی کا صحیح پورا نام ہے۔ لیکن فتنامہ کے سارے نسخوں میں یہ دو الگ الگ نام ظاہر کئے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ ”علی بن محمد“ کو ”محمد بن علی“ لکھے جانے کو کاتبوں کے سہو کتابت کی طرف بھی منسوب کرنا قرین قیاس نہیں ہے۔ چونکہ ابوالحسن مدائنی ایک نہایت معتبر راوی ہے جس کی فتنامہ میں مذکورہ تمام روایتیں تاریخ کی کسوٹی پر پرکھی جاسکتی ہیں۔ اسی وجہ سے جس شخص نے یہ کہانی فتنامہ میں شامل کی ہے، اس نے غالباً عمداً اور اراداً اسے صرف ابوالحسن مدائنی سے منسوب کرنے کی بجائے محمد بن علی نامی ایک دوسرے گمنام راوی کو بھی شامل کر لیا ہے۔

دوم یہ کہ ص 243/243 پر بیان کیا گیا ہے کہ ”راجہ داہر کے قتل ہونے کے موقع پر اس کی حرم سرا سے اس کی دو بیٹیاں بھی گرفتار ہو کر آئیں تھیں۔“ فتنامہ کے گذشتہ بیان سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ راجہ داہر راوڑ کے قلعے کے قریب قتل ہوا تھا اور وہاں بھی صرف اس کی بیوی لاڈی کی گرفتاری کا قصہ بیان کیا گیا ہے بیٹیوں کا نہیں۔ البتہ ڈاہر کی دو بیٹیوں اور رانی لاڈی کی گرفتاری کا قصہ صفحہ 209/207 پر برہمن آباد کی فتح کے موقع پر بیان کیا گیا ہے اور تشریحات و توضیحات ص 209/207 میں ان متضاد اور غیر معتبر بیانات پر تبصرہ کیا جا چکا ہے۔ ظاہر ہے کہ داہر کی بیٹیوں کے متعلق خود فتنامہ کے بیانات ایک دوسرے کے خلاف ہیں اور اس قصہ کو غیر معتبر ثابت کرتے ہیں۔

سوم یہ کہ اسی صفحہ 243/243 پر بیان کیا گیا ہے کہ ”داہر کی ان دو بیٹیوں کو محمد بن قاسم نے حبشی غلاموں کی نگرانی میں دارالخلافہ بغداد بھیج دیا تھا۔“ حالانکہ محمد بن قاسم کی فتوحات کے زمانے میں بغداد کا وجود ہی نہ تھا، بلکہ اس کے چالیس سال بعد یہ شہر آباد ہوا۔ اس کے زمانے میں دارالخلافہ دمشق تھا۔ اس بنیادی تاریخی غلطی سے صاف ظاہر ہے کہ یہ ایک من گھڑت افسانہ ہے، جسے بہت عرصے کے بعد گھڑ کر فتنامہ میں شامل کیا گیا۔

چوتھے یہ کہ ص 43-244/245 پر بیان کیا گیا ہے کہ محمد بن قاسم کو یہیں سے کبھی کھال میں لپیٹ کر اور صندوق میں بند کر کے لے گئے تھے اور خلیفہ کے پاس اس کی لاش پہنچی تھی

فتح نامہ سندھ عرف چچ نامہ

لیکن معتبر عربی تواریخ اس بیان کی واضح طور پر تردید کرتی ہیں۔

پانچویں یہ کہ ص 245/247 میں بیان کیا گیا ہے کہ جب خلیفہ پر داہر کی بیٹیوں کا مکر اور جھوٹ روشن ہوا تب خلیفہ نے انہیں زندہ دیوار میں چنودیا۔ یہ ایک ایسا واقعہ ہے کہ اگر سچا ہوتا تو عربی تواریخ میں اس کا ضرور ذکر ہوتا، مگر کہیں بھی ایسا کوئی حوالہ موجود نہیں ہے۔

اس داستان کے یہ اندرونی سقم ہی اس پوری حکایت کو ایک فرضی اور من گھڑت افسانہ ثابت کرتے ہیں۔ معتبر عربی تواریخ کے مطابق محمد بن قاسم کا دردناک انجام اور اس کی وفات کی حقیقت اس طرح بیان کی گئی ہے جو کہ واضح طور پر اس من گھڑت کہانی کی تردید کرتی ہے:

خلیفہ ولید کے زمانے میں حجاج کی طاقت عروج پر تھی۔ اس عرصے میں حجاج کی اختیار کردہ سخت گیری کی پالیسی کی وجہ سے ایک تو بعض ایسے خاص لوگ حجاج کی دشمنی کا شکار ہوئے کہ جو خلیفہ ولید کی وفات کے بعد نئے خلیفہ سلیمان کے خاص مشیر اور افسر بنے اور انہوں نے حجاج کے عزیزوں اور خاص آدمیوں سے حجاج کے مظالم کا انتقام لیا اور محمد بن قاسم بھی ان کے اسی انتقام کا شکار ہوا۔ دوسرے یہ کہ جب حجاج ان خاص افراد کا دشمن ہوا تو انہوں نے خلیفہ ولید کے بھائی اور ولی عہد سلیمان کے پاس جا کر پناہ لی جس کی وجہ سے حجاج ذاتی طور پر سلیمان کا دشمن ہو گیا۔ چنانچہ جب سلیمان خلیفہ ہوا تو اسی عناد کی وجہ سے اس نے اپنے خاص مشیروں کو اس پالیسی کی پشت پناہی کی کہ جس کے مطابق حجاج کا بدلہ اس کے عزیزوں اور خاص آدمیوں سے لیا گیا اور جس میں محمد بن قاسم سرفہرست تھا۔ تیسرے یہ کہ ولی عہد سلیمان سے ذاتی عداوت ہونے کی وجہ سے حجاج نے اس کی سیاسی مخالفت بھی کی اور خلیفہ ولید کی اس تجویز کی پُر زور حمایت کی جس کے مطابق سلیمان کو ولی عہدی سے معزول کر کے اس کی جگہ خلیفہ ولید کے بیٹے عبدالعزیز کو ولی عہد بنایا گیا۔ حجاج کی اس سیاسی عداوت کا بدلہ سلیمان نے خلیفہ بن کر اس کے عزیزوں، خاص حامیوں اور خصوصاً محمد بن قاسم سے لیا۔ حجاج کی یہی عداوتیں اور مرکزی اقتدار کی یہ تبدیلی ہی محمد بن قاسم کی گرفتاری اور اس کے دردناک انجام کا خاص سبب تھی جن پر مندرجہ ذیل تاریخی حوالوں سے مزید روشنی پڑتی ہے:

حجاج کی مہلب کی بیٹیوں سے دشمنی

1- سنہ 75ھ میں خلیفہ عبدالملک نے حجاج کو اپنا خاص افسر مقرر کیا اور حجاج نے سخت جبر و تشدد کے ساتھ حکومت کے مخالفوں کو ختم اور بغاوت کی بج کئی کی۔ مگر 81ھ میں خود حجاج کے ایک ماتحت افسر عبدالرحمن بن الاعشع نے بغاوت کی۔ ابن الاعشع مشرقی حجاز کا کمانڈر

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

تھا، اس نے سیستان کی طرف فتوحات حاصل کی تھیں اور بصرہ، کرمان، فارس اور سیستان کا انتظام بھی اسی کی حوالے تھا۔¹ ابن الاثعٹ کی بغاوت کی وجہ سے حجاج خود اپنے طاقتور ماتحت افسروں سے بدظن ہو گیا۔ اس وقت ایک دوسرا کامیاب اور طاقتور افسر مہلب بن ابی صفراء تھا۔ مہلب خود بھی حکومت کا بے حد وفادار افسر تھا، لیکن حجاج کو اس کے بیٹوں سے خدشہ پیدا ہو گیا، کیونکہ وہ سب شیر مرد تھے اور حجاج ان کے اثر و رسوخ اور ہمت و مردانگی سے باخبر تھا۔² خصوصاً مہلب کے ایک بیٹے یزید کے اثر و رسوخ اور دبدبہ و غرور کے بارے میں حجاج کو بہت کچھ معلوم ہو چکا تھا۔³ بلکہ علم نجوم کی رو سے بعضوں نے اسے یہ بھی خبر دی تھی کہ یزید نامی شخص ہی تیرا جانشین ہوگا۔⁴ چنانچہ اسی وجہ سے اور بھی حجاج، یزید بن مہلب کو نفرت کی نگاہ سے دیکھنے لگا۔⁵

یزید کے باپ مہلب کی خلیفہ عبدالملک کے نزدیک بڑی قدر تھی، اسی وجہ سے حجاج اس کی زندگی میں کوئی قدم نہ اٹھا سکا۔ پھر اس کے بعد جب 82ھ میں مہلب کا انتقال ہوا تو اس وقت ابن الاثعٹ کی بغاوت زوروں پر تھی اور حجاج اسے دفع کرنے میں الجھا ہوا تھا اسی وجہ سے اس نے یزید کو اس کے باپ مہلب کی جگہ پر خراسان کا گورنر مقرر کیا۔ مگر 85ھ میں ابن الاثعٹ کا خاتمہ ہوا اور حجاج نے یزید کو خراسان کی گورنری سے معزول کر دیا۔⁶ چنانچہ یزید نے جاکر خلیفہ عبدالملک کے بیٹے سلیمان کا سہارا حاصل کیا۔ اور جب حجاج نے عبدالملک کے پاس یزید اور اس کے بھائیوں کے خلاف لکھا کہ انہوں نے بیت المال کی رقموں میں خیانت کی ہے اور اس کے بعد مسلسل ان کی شکایت لکھتا رہا تب خلیفہ نے اسے جواب دیا کہ وہ جاکر سلیمان سے مل گئے ہیں اس لئے ان کا ذکر چھوڑ دے۔⁷

اس جواب پر حجاج نے عبدالملک کے باقی ماندہ عہد میں یزید اور اس کے بھائیوں کا پیچھا ترک کر دیا، لیکن جب شوال 86ھ میں عبدالملک فوت ہو گیا اور اس کا بیٹا ولید خلیفہ ہوا تب حجاج کو شمل گئی اور اس نے یزید کے بھائی حبیب کو کرمان کی گورنری سے اور اس کے دوسرے بھائی کو پولیس کی افسری سے معزول کر دیا اور تینوں بھائیوں کو 86ھ میں گرفتار کر کے قید کیا۔⁸ اور قید میں انہیں سخت عذاب دلوائے۔⁹ چار سال کی قید اور عذاب کے بعد 90ھ میں یزید اور اس کے بھائی حجاج کی قید سے بھاگ نکلے اور خلیفہ ولید کے بھائی اور ولی عہد سلیمان کے پاس جاکر پناہ

1. ابن الاثیر 226/4 - 2. ابن خلدون 54/3 - 3. ابن خلکان انگریزی ترجمہ 16-15/511

4. ایضاً 164/IV - 5. ابن خلکان، عربی متن 265/2 انگریزی ترجمہ 64/IV

6. طبری: 1138/2 - 7. طبری: 162/2-1212 - 8. طبری: 2/1182

9. طبری: 1210/2، یعقوبی 45/2-344، ابن الاثیر: 262/4، ابن خلکان انگریزی ترجمہ 165/IV-

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

گزین ہوئے۔¹ حجاج کی یہ سختی اور عداوت وہ فراموش نہ کر سکتے تھے اسی وجہ سے جب حجاج مر گیا اور خلیفہ ولید بھی مر گیا اور ان کا مربی سلیمان خلیفہ ہوا تب انہوں نے حجاج کی دشمنی کا بدلہ اس کے ساتھیوں، عزیزوں اور خصوصاً محمد بن قاسم سے لیا۔

حجاج کی ولی عہد سلیمان سے ذاتی دشمنی

2- خلیفہ عبدالملک اور خلیفہ ولید کے زمانے میں ہی سلیمان، یزید بن مہلب اور اس کے بھائیوں کا حامی ہو گیا تھا اور انہیں اپنی پناہ اور حفاظت میں جگہ دی تھی جس کی وجہ سے حجاج ان کا کچھ نہ بگاڑ سکا تھا اور اسی وجہ سے حجاج سلیمان کا بھی دشمن ہو گیا تھا۔ ولید کے دورِ خلافت میں حجاج کی طاقت اوج پر تھی، چنانچہ سلیمان کے ولی عہد ہوتے ہوئے بھی اس نے اسے دھمکی کے طور پر لکھ بھیجا تھا کہ ”تو (میرے تئیں) روشنائی کے ایک نقطہ کی طرح ہے، چاہوں تو تجھے مٹا دوں اور چاہوں تو باقی رکھوں۔“² اپنی انہی سرکشیوں کی وجہ سے حجاج، ولی عہد سلیمان کے لئے بھی دروسر بن گیا تھا، لیکن چونکہ اس کے خلیفہ ہونے سے پہلے ہی وہ مر چکا تھا، اس وجہ سے سلیمان نے اس کے سارے بدلے اس کے عزیزوں سے چکائے اور محمد بن قاسم بھی اسی عداوت کا شکار ہوا۔

ولی عہد سلیمان کے خلاف سیاسی سازش میں حجاج کی شرکت

3- خلیفہ عبدالملک نے اپنے وفات کے ایک سال پہلے 85ھ میں اپنے بعد خلافت کا سلسلہ اس طرح مقرر کیا کہ پہلے اس کا بیٹا ولید خلیفہ ہوا اور اس کے بعد اس کا دوسرا بیٹا سلیمان۔ اس پر اس نے عوام سے بیعت لی اور خود بھی ولید اور اس کے بعد سلیمان کی بیعت کروائی۔³ لیکن ولید نے اپنے خلافت کے آخری دور میں کوشش کی کہ اس کے بعد سلیمان کی بجائے اس کا بیٹا عبدالعزیز خلیفہ ہو۔ چنانچہ پہلے تو اس نے اپنے بھائی سلیمان کو اس بات پر راضی کرنے کی کوشش کی، لیکن جب اس نے انکار کیا تو ولید نے اپنے گورنروں اور افسروں کو لکھا کہ وہ سلیمان کی بیعت ترک کر کے عبدالعزیز کی بیعت کریں۔ اس پر عراق کے وائسرائے حجاج، خراسان کے گورنر اور کمانڈر قتیبہ بن مسلم اور دوسرے خاص سرداروں نے سلیمان کی بیعت ترک کر کے عبدالعزیز کی بیعت کی۔⁴ ان دوسرے خاص سرداروں میں غالباً افریقہ کا فاتح موسیٰ بن نصیر اللخمی، عبداللہ القسری، عبدالرحمن بن حیان المری، حجاج کا چچا زاد بھائی حکم بن ایوب اور حجاج کے

1. طبری: 1208/2۔ 2. جامع البیان: 205/1، محاضرات راغب اصفہانی 106/1۔

3. طبری: 1170/2، بلاذری، انساب الاشراف 243/11۔

4. طبری: 1274/2-1284، العیون والہدایہ 17/3، تھاکس 351-353، دیوان فردوق طبع بیروت 52، طبع قاہرہ 768، ابن خلکان انگریزی ترجمہ 183/IV۔

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

پچازاد بھائی کا بیٹا یوسف بن عمر انصاری وغیرہ بھی شامل تھے۔ کیونکہ جب سلیمان خلیفہ ہوا تو اس نے ان سب کو گرفتار کر کے قید میں رکھا اور انہیں سخت عذاب دیا۔^۱ لگاتار غالب ہے کہ حجاج نے نہ صرف خود عبدالعزیز بن ولید کی بیعت کی بلکہ سلیمان کو خلافت سے محروم کرنے کے لئے اپنی پوری طاقت بھی صرف کی اور اپنے قبیلے آل ابوعقیل کے سارے سربراہان اور وہ لوگوں کو سلیمان کی بیعت توڑ کر عبدالعزیز کی بیعت کرنے پر آمادہ کیا اور اپنے ماتحت افسروں کو بھی اس کے احکامات صادر کئے، جیسا کہ طبری نے اپنی سند کے ساتھ ہلوات کلبی کی زبانی روایت نقل کی ہے جس نے بیان کیا کہ: ”ہم محمد بن قاسم کے ساتھ ہندوستان میں تھے کہ حجاج کا خط پہنچا جس میں تاکید تھی کہ سلیمان کی بیعت ترک کرو۔“^۲

اس تحریک کے بعد اگر حجاج کچھ دنوں اور زندہ رہتا تو سلیمان کے خلاف بہت کچھ کر سکتا تھا اور اگر ولید کی موت تک زندہ رہتا تو شاید ہمیشہ کے لئے سلیمان کو خلافت سے محروم کر دیتا، لیکن حجاج اس کے بعد جلد ہی ماہ رمضان 95ھ میں مر گیا اور خلیفہ ولید کا گویا داحنا بازو ٹوٹ گیا، اسی وجہ سے وہ سلیمان کے خلاف چلائی ہوئی تحریک کو کامیاب نہ بنا سکا۔ پھر ولید بھی جلد ہی جمادی الثانی 96ھ میں فوت ہو گیا اور سلیمان اپنے باپ کی وصیت اور بیعت کے مطابق خلیفہ ہو گیا۔ چنانچہ اب اس نے اپنے سارے مخالفوں کے خلاف سخت کارروائیاں شروع کیں۔

سلیمان کے خلیفہ ہونے سے مرکزی سیاست میں تبدیلی پیدا ہوئی۔ حجاج کی جگہ خلیفہ ولید نے جس شخص کو مامور کیا تھا، سلیمان نے اسے معزول کر کے اس کی جگہ حجاج کے دشمن اور اپنے ساتھی یزید بن مہلب کو عراق کا وائسرائے مقرر کیا۔ پچھلے خلیفہ ولید کے سیاسی حامیوں کے خلاف بھی انتقامی کارروائیاں شروع کی گئیں۔ افریقہ کے فاتح موسیٰ بن نصیر کو گرفتار کر کے قید میں رکھا گیا۔ سرحد چین اور کاشغر کے فاتح قتیبہ بن مسلم الباہلی نے، جس نے کہ حجاج کے ساتھ خلیفہ ولید کی حمایت کی تھی اور ولی عہد سلیمان کی بیعت ترک کر کے عبدالعزیز بن ولید کی بیعت کی تھی، اس نے مرکزی سیاست کا رد و بدل دیکھ کر بغاوت شروع کی اس کی کوئی فوج اس سے منحرف ہو گئی اور وہ بالآخر شاہی فوج کے ہاتھوں قتل ہوا۔ عبداللہ قسری کو مکہ کی نظامت سے معزول کیا گیا۔ حجاج کے قبیلے آل ابی عقیل کے لوگوں اور حجاج کے عزیزوں کی گرفتاری، عذاب اور موت کے لئے خاص اہتمام کیا گیا۔ یزید بن مہلب کے مشورے پر صالح بن عبدالرحمن نامی ایک شخص کو سلیمان نے خاص اس مقصد کے تحت عراق کا افسر مال مقرر کیا تاکہ وہ آل ابی عقیل کے لوگوں اور حجاج کے متعلقین کو گرفتار کر کے قید میں رکھے اور انہیں سخت عذاب دے کر ہلاک

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

کرے^۱۔ صالح کو حجاج سے ذاتی دشمنی تھی، کیونکہ حجاج نے اس کے بھائی آدم کو خارجی ہونے کی وجہ سے قتل کرایا تھا۔ اسی وجہ سے وہ ہاتھ دھو کر ان کے پیچھے پڑ گیا۔

محمد بن قاسم حجاج کا عزیز اور خاص آدمی تھا اور فاتح سندھ ہونے کی وجہ سے قبیلہ آل عقیل میں بھی ممتاز تھا۔ اس کے علاوہ حجاج نے اسے سلیمان کی بیعت ترک کرنے اور عبدالعزیز بن ولید کی بیعت اختیار کرنے کے لئے بھی لکھا تھا۔^۲ اسی وجہ سے محمد بن قاسم کو فوراً معزول کر کے اس کی جگہ پر یزید بن ابی کعبہ سکسکی کو سندھ کا نیا گورنر مقرر کیا گیا۔ سندھ کے اس نئے گورنر کے ساتھ عراق کے نئے وائسرائے یزید بن مہلب کے بھائی معاویہ بن مہلب کو خاص طور پر محمد بن قاسم کو گرفتار کر کے لانے کے لئے روانہ کیا گیا۔ اس کے علاوہ قبیلہ ”عک“ کے ایک اور شخص کو بھی محمد بن قاسم کے قید ہونے کی صورت میں مزید نگرانی کرنے کے لئے بھیجا گیا۔^۴

سنہ ۱۳ - جمادی الاخر ۹۶ھ (23 فروری 715ء) کو ولید کا انتقال ہوا۔^۵ اور اسی دن سلیمان نے بیعت لے کر^۱ حکومت اور تخت خلافت پر قبضہ کیا۔ چونکہ سلیمان کو حجاج کے افسروں اور متعلقین سے خدشہ تھا، اسی وجہ سے غالباً محمد بن قاسم کی معزولی، سندھ کے نئے گورنر کی تقرری اور اس کے عیال کی سندھ کی طرف روانگی بھی اس تاریخ کے فوراً بعد ہوئی ہوگی۔

فتحنامہ کے بیان کے مطابق محمد بن قاسم اس وقت ہندوستان فتح کرنے کی تیاریاں کر رہا تھا اور اس کا لشکر اودھ پر میں منزل انداز تھا کہ اسے دارالخلافہ سے معزولی کا حکم ملا۔ اس حکم کے ملتے ہی محمد بن قاسم واپس ہوا اور اس حکم کی تعمیل میں خود کو نئے گورنر کے سامنے پیش کیا جس نے اسے گرفتار کر لیا۔ اپنی گرفتاری کے موقع پر محمد بن قاسم نے مندرجہ ذیل اشعار کہے جس سے نئے گورنر اور اس کے عیال کی روش اور محمد بن قاسم کے تاثرات پر روشنی پڑتی ہے:

۱. طبری: 1309، 1282/2، الجہشیری 49، ابن خلکان عربی متن: 273/2، انگریزی ترجمہ IV/385

۲. بلاذری فتوح البلدان 441۔

۳. طبری: 1275/2۔

۴. بلاذری فتوح البلدان: 440-441 مزید دیکھئے اگلے صفحہ پر نقل کردہ محمد بن قاسم کے اشعار۔

۵. طبری (1269/2) لکھتا ہے کہ سارے سیرت نگار متفق ہیں کہ ولید نے 96ھ وسط جمادی الاخر میں سنہ کے دن انتقال

کیا۔ حساب کے مطابق سنہ کے دن 12 جمادی الاخر 96ھ تھا۔

6. طبری: 1281/2۔

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

- 1- اتنسی بنو مروان سمعی وطاعی
وانسی علی مافاتنی لصبور
- 2- فتحت لهم ما بین سابور بالقنا
الی الهند منهم زاحف ومغیر
- 3- فتحت لهم ما بین جرجان بالقنا
الی النصین القی مرة واغیر
- 4- لو كنت اجمعت القرار، لوطئت
اناث اعدت للوغی و ذکور
- 5- وما دخلت خیل السکاسک ارضنا
ولا کان من عک علی امیر
- 6- ولا كنت للعبد المزونی تابعا
فیالک دهر بالکرام عثور!

1- کیا بنو مروان کا خاندان (یعنی خلیفہ سلیمان) میری مکمل وفاداری فراموش کر چکا ہے، حالانکہ میں اپنی حق تلفی پر صابر ہوں۔ 2- ان کے لئے میں نے نیزوں سے حملے کر کے (ایران کے شہر) سابور اور (مشرق کی طرف) سرحد ہند (مکران) کا درمیانی ملک فتح کیا۔ 3- اور ان کے لئے (ایران میں) جرجان سے لے کر چین (کی سرحد) تک کا درمیانی علاقہ نیزوں کے مسلسل حملوں سے فتح کیا۔ 4- (یہاں سندھ میں) اگر میں (اس کے خلاف) مقابلہ کرنے کا فیصلہ کرتا تو کتنے ہی جنگجو مرد اور عورتیں برباد ہو جاتیں۔ 5- اور نہ سکسکی فوجیں ہی ہماری حد میں داخل ہوتیں اور نہ ہی ”عک“ قبیلہ کا ایک شخص مجھ پر یوں حکم چلاتا۔ 6- اور نہ پھر ایک مزونی غلام (یعنی معاویہ بن مہلب) کا میں تابع ہوتا۔ مگر افسوس اے دنیا! تیری اچھوں کے ساتھ برائیاں!!

اپنے ان اشعار میں محمد بن قاسم نے جن جذبات کا اظہار کیا ہے ان سے واضح طور پر مندرجہ ذیل نتائج برآمد ہوتے ہیں:

(1) محمد بن قاسم کو حکمران خاندان کی طرف سے کسی بھی ایذا رسانی کا کوئی اندیشہ نہیں تھا۔ اس کے اس اعتماد کے خاص اسباب تھے۔ ایک تو محمد بن قاسم 15 سال کی چھوٹی عمر میں

1. مرزبانی (نظم ص 412) نے محمد بن قاسم کے یہ سارے اشعار (آخری تین اشعار کی روایت تھوڑے ہیرو پیر سے) نقل کئے ہیں۔ آخر کے تین اشعار بلاذری (فتوح البلدان ص 441) اور ابن الاثیر (282/4) نے نقل کئے ہیں اور یہاں یہ بلاذری کی روایت کے مطابق دیئے گئے ہیں۔

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

ایران کا فوجی کمانڈر مقرر ہوا جہاں اس نے کرد قبائل کی بغاوت کو کامیابی کے ساتھ دبا یا اور ساہور اور جرجان کے علاقے فتح کئے (جیسا کہ اس کے شعر سے ظاہر ہے) شیراز کا شہر بسا کر اسے حکومت اور تجارت کا مرکز بنایا اور آخر میں شہرے پر حملہ کرنے کے لئے فوج تیار کر رہا تھا کہ¹ اسے سندھ فتح کرنے کے لئے کمانڈر ان چیف مقرر کر دیا گیا اور وہ شیراز سے فوراً سندھ کی طرف روانہ ہوا۔ اس کے بعد اس کا باقی سارا وقت سندھ کی فتوحات میں گزرا۔ ایک کامیاب فوجی جرنیل کی حیثیت سے ان مہمات میں مشغول رہنے اور حکومت کے سیاسی دائرے سے دور رہنے کی وجہ سے محمد بن قاسم کا مرکزی سیاست سے کوئی واسطہ نہ تھا اور اسی وجہ سے اس کا دامن سازشوں اور ریشہ دوانیوں سے پاک تھا۔

دوسرے یہ کہ ہر چند یہ ثابت ہے کہ حجاج کی طرف سے اسے سلیمان کی بیعت ترک کرنے کا خط مل چکا تھا لیکن یہ ثابت نہیں ہے کہ محمد بن قاسم نے اس پر عمل بھی کیا تھا۔ یہ خط غالباً حجاج نے اپنے زندگی کے آخری دنوں میں لکھا تھا اور اس خط کے محمد بن قاسم کے پاس پہنچنے تک کے درمیانی عرصے میں شاید وہ بیمار پڑا اور ابھی محمد بن قاسم نے اس پر عمل بھی نہ کیا تھا کہ وہ فوت ہو گیا۔ اگر محمد بن قاسم سلیمان کی بیعت ترک کر دیتا تو ان اشعار میں اس کی مکمل وفاداری کا دم نہ بھرتا۔

تیسرے یہ کہ اپنے فرائض کی دھن اور فوجی کارروائیوں میں منہمک رہنے کی وجہ سے محمد بن قاسم مرکزی سیاست سے قطعی بے خبر تھا اور ہزاروں میل دور ہونے کی وجہ سے اسے حجاج کے پیدا کردہ عداوتوں کا کوئی علم نہیں تھا، اسی وجہ سے اسے نئے خلیفہ سے کسی انتقامی کارروائی کا کوئی اندیشہ نہیں تھا یہی وجہ تھی کہ اس نے اپنے معزولی کے حکم کی بلاچوں چرائی کی اور سندھ کے لئے مقرر کردہ گورنر کے سامنے حاضر ہو کر خود کو پیش کیا۔

(2) اس کے ان اشعار سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اس نے اپنی وفاداری اور فرمان برداری کا مکمل ثبوت دیا۔ اسے یقین تھا کہ اس کے ساتھ برا سلوک نہ کیا جائے گا، لیکن اگر اسے انتقامی کارروائی کا خوف ہوتا اور وہ مخالفت اور مقابلہ کا فیصلہ کرتا تو اسے اس کی پوری قوت حاصل تھی۔ اور اس حالت میں شاہی فوج قتل ہوتی اور نئے گورنر ابو کبشہ سسکی کی فوج سندھ میں نہ داخل ہو سکتی۔ نہ وہ محمد بن قاسم کو گرفتار کر سکتے اور نہ قبیلہ ”عک“ کا ایک معمولی شخص اس کا نگران ہوتا اور نہ ہی وہ معاویہ بن مہلب جیسے مزونی (قبیلہ ازد کے) غلام کا تابع ہوتا۔ محمد بن قاسم کے

1. محمد بن قاسم نے صرف دو سال کے اندر ایران میں یہ کارنامے انجام دیئے جن کی تفصیل کے لئے دیکھئے ہمارا انگریزی مضمون بعنوان ”محمد بن قاسم کے خاندان اور شخصیت کا مطالعہ“ اسلاک کلچر بابت ماہ اکتوبر 1953ء حیدرآباد دکن

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

اس بیان میں صداقت تھی۔ سندھ ایک دور افتادہ ملک تھا، جہاں مرکزی طاقت کا زور مشکل ہی سے چل سکتا تھا۔ اس کے علاوہ اپنی اہلیت اور لیاقت کی وجہ سے وہ نہ صرف عرب فوجوں میں مقبول تھا، بلکہ اپنی رواداری، صلح اور انصاف کی وجہ سے اس نے مقامی حکمرانوں، افسروں اور عوام کو بھی اپنا دوست اور ہمدرد بنالیا تھا۔ اسی لئے مقامی باشندے اور اس کی فوج اس کے دست و بازو بن گئے تھے۔

لیکن باوجود اس طاقت اور اقتدار کے محمد بن قاسم نے بغاوت سے منہ موڑا اور فرمان برداری کی راہ اختیار کی۔ اسے گرفتار اور قید کرنے کے بعد یقیناً شاہی افسروں نے اس کے ساتھ انتقامی سلوک کیا ہوگا۔ عراق کے نئے وائسرائے یزید بن مہلب کا بھائی معاویہ بن مہلب، کہ جسے خاص طور پر محمد بن قاسم کو گرفتار کر کے لانے کے لئے مامور کیا گیا تھا، وہ محمد بن قاسم کو کھال میں لپیٹ کر اور ہتھکڑیاں پہنا کر لے گیا۔¹ محمد بن قاسم کی اس تذلیل اور برے برتاؤ کے ساتھ اسے لے جانے کے حادثے نے ملک کے مقامی باشندوں کو بھی رنجیدہ کر دیا۔ چنانچہ بلاذری لکھتا ہے کہ اس پر ہندوستان والے روئے اور گجرات کے شہر ”کیرا“ میں محمد بن قاسم کی یادگار میں اس کی تصویریں بنائی گئیں۔²

محمد بن قاسم کو اپنی گرفتاری کی حالت میں انتقامی کارروائیوں کی پرواہ نہیں تھی، لیکن اُسے نئی حکومت کی غیر دانشمندانہ پالیسی کا افسوس ہوا اور اس نے اپنے ہم عصر شاعر عبداللہ بن عمر العرجی کا یہ شعر مثال کے طور پر پڑھا۔³

اضاعونی وای فتی اضاعوا

لیوم کرہۃ و سداد ثغر

یعنی کہ: مجھے ضائع کیا، اور کیسے جوان مرد کو ضائع کیا کہ (جو جنگ کے) کسی نازک دن

اور سرحد کی حفاظت کے لئے (کام آتا)

لیکن سلیمان اور اس کے مشیروں کے جذبہ انتقام نے نہ ملکی اور قومی مصلحتوں کو پیش نظر

1. لیتوبی (356/2) نے غلطی سے معاویہ بن مہلب کے بجائے حبیب بن مہلب لکھا ہے، مگر محمد بن قاسم سے ساتھ اس کے ہوئے برتاؤ کے بارے میں کہتا ہے کہ ”لبسہ السوح وحبسہ“ بلاذری (فتوح البلدان ص 440) نے صحیح طور پر معاویہ بن مہلب کا نام لکھا ہے۔

2. بلاذری فتوح البلدان ص 440

3. تصدیق آغا جانی جلد 15 میں ص 20، حریری درۃ النواص 67 اور خفاجی، شرح درۃ النواص (آخر کے دو حوالے بشکریہ استاد عبدالعزیز الحسنی سابق پروفیسر و صدر شعبہ عربی، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ)

4. بلاذری فتوح البلدان ص 440 اور ابن الاثیر 260/4 ان دونوں کتب میں شاعر کا نام نہیں دیا گیا۔

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

رکھا اور نہ جواں مردوں کی قدر کی۔ چنانچہ افریقہ کا فاتح موسیٰ بن نصیر، چین کا فاتح تنہ بن مسلم اور سندھ و ہند کا فاتح محمد بن قاسم، تینوں نے حکمرانوں کے شدید تعصب اور انتقام کا شکار ہوئے۔

معاویہ بن مہلب نے اپنے قیدی محمد بن قاسم کو لے جا کر عراق کے مرکزی شہر واسط میں عراق کے افسر مال صالح بن عبدالرحمن کے سامنے پیش کیا، کیونکہ آل ابی عقیل کے لوگوں کو قید میں تڑپا تڑپا کر ہلاک کرنے کا کام اسی کے سپرد تھا۔ صالح نے ان قیدیوں کو عذاب دینے کے لئے ایک خاص افسر مامور کیا تھا اور چونکہ عراق کے نئے وائسرائے یزید بن مہلب کو حجاج کے خاندان سے اس کے مظالم کا خاص طور پر بدلہ لینا تھا، اس لئے شاید اس کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے صالح نے ان قیدیوں کو عذاب دینے کے لئے اس کے بھائی عبدالملک بن مہلب کو مقرر کیا۔¹ لیکن یہ قید و بند اور عذاب محمد بن قاسم جیسے جواں مرد کی ہمت اور حوصلے پست نہ کر سکے اور اس بے بسی کی حالت میں بھی اس نے یہ اشعار کہے:

فلنن ثوبت بواسط بارضھا

رهن الحديد مکیلا مغلولاً

فلرب فتية فارس قدرعتها

ولرب قرن قد ترکت قتیلًا²

یعنی: ہر چند کہ (اس وقت میں) شہر اور سر زمین واسط میں آہنی زنجیروں اور بیڑیوں میں جکڑا ہوا ہوں، لیکن (ایسا بھی وقت تھا کہ) میں نے ایران کے کتنے ہی شہ سوار زیر کئے ہیں اور کتنے ہی اپنے جیسے پہلوانوں کو مردانہ وار پچھاڑا ہے۔

چونکہ صالح کو محمد بن قاسم اور دوسروں کو سخت عذاب دے کر تڑپا تڑپا کر ہلاک ہی کرنا تھا، اسی وجہ سے واسط کے اسی ہیبتناک قید خانے میں محمد بن قاسم اپنے حوصلوں کو قائم رکھتا ہوا صبر و شکر کے ساتھ جاں بحق ہوا۔ قرائن سے کہا جاسکتا ہے کہ یہ المناک حادثہ 96ھ/715ء کے نصف میں وقوع پذیر ہوا۔ بہر حال محمد بن قاسم کا یہ دردناک انجام مرکزی سیاست کی تبدیلی اور نئے حکمرانوں کے جذبہ انتقام کی وجہ سے ہوا، جس کا داہر کی بیٹیوں کے من گھڑت افسانے سے کوئی تعلق نہیں۔ (ن-ب)

245/247] مخلص کتاب: منہاج الدین..... عین الملک: متن ص 357 کے حاشیہ

1- میں وضاحت کردی گئی ہے کہ یہ عنوان ہے اور نسخہ (ن) میں بھی یہ پورا فقرہ عنوان کے طور پر

1 طبری: 1283/2، ابن خلدون: 68/3 اور ابن خلکان عربی متن 271/2 اور انگریزی ترجمہ IV/183

2 بلاذری، فتوح البلدان ص 441، ابن الاثیر: 282/4۔

دیا گیا ہے۔ لیکن فارسی ایڈیشن میں ص [247] پر اس پورے فقرے کے بجائے صرف ”مخلص کتاب“ کی مختصر عبارت کو عنوان کے طور پر دیا گیا ہے۔ جس کی وجہ سے نیچے کی عبارت میں الجھاؤ پیدا ہو گیا ہے اور اسی لئے فاضل ایڈیٹر نے اس پورے بیان کو ”مضطرب اور مخرب“ قرار دیا ہے۔

دوسرے اس عنوان کے تحت فارسی مترجم علی کوئی نے اپنے اس فارسی ترجمے کے لئے جو نام لقب کے طور پر منتخب کیا ہے، اس کا ذکر کیا گیا ہے اور جو اصل کتاب عربی میں تھی اس کی طرف اشارہ کیا ہے اور اس کا فارسی زبان کی رنگین عبارت میں ترجمہ کرنے کی ضرورت بیان کی ہے۔ اس لئے اس عنوان سے مراد ہے ”مخلص کتاب فلاں“۔ چنانچہ اسی وجہ سے ”منہاج الدین والملك، الحضرة الصدر الاجل العالم عین الملك“ باوجود طوالت کے مترجم کی طرف سے اس فارسی ترجمہ کا منتخب کردہ لقب ہے۔ فارسی متن کے فاضل ایڈیٹر نے اس لقب کے آخری حصے یعنی ”الحضرة الصدر الاجل العالم عین الملك“ کو نیچے کی عبارت میں زائد سمجھ کر متن سے خارج کر دیا ہے، حالانکہ سارے نسخوں میں یہ لقب موجود ہے۔

کتاب کے جملہ قلمی نسخوں میں اس عنوان والے فقرہ کا پہلا لفظ ”منہاج الدین“ کے بجائے ”سما الدین“ ہے اور اسی وجہ سے فارسی ایڈیشن میں بھی ”سما الدین“ درج کیا گیا ہے۔ لیکن اس عنوان کے نیچے جو عبارت ہے اس میں جملہ قلمی نسخوں کے مطابق شروع کا لفظ ”منہاج الدین“ ہی دیا گیا ہے۔ اسی وجہ سے ہم نے اسی صاف عبارت کی بنا پر عنوان میں بھی ”سما الدین“ کی جگہ پر ”منہاج الدین“ کو ترجیح دے کر درج کیا ہے۔ برٹش میوزیم کے قلمی نسخوں میں ”منہاج الدین“ اور ”منہاج الدین والملك“ کی عبارتوں کی بنیاد پر ریو (Rieu) نے اس کتاب کے یہی نام تسلیم کئے ہیں۔ (دیکھئے فہرست ریو، جلد 3 ص 435-499 No.)

اس عنوان کا دوسرا لفظ کتاب کے جملہ قلمی نسخوں کے مطابق، جو کہ فارسی متن کے فاضل ایڈیٹر کے زیر مطالعہ تھے ”عین الملك“ کی بجائے ”علاء الملك“ ہے (دیکھئے فارسی ایڈیشن ص 247، حاشیہ 15) لیکن فاضل ایڈیٹر نے ”علاء الملك“ کی بجائے ”عین الملك“ کو قرین قیاس سمجھ کر اختیار کیا ہے۔ نسخہ (ن) میں واضح طور پر لفظ ”عین الملك“ ہی ہے اور اسی وجہ سے ہم نے بھی اسی کو ترجیح دی ہے۔ کافی وثوق کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ ”عین الملك“ صحیح اور اصل لفظ ہے، کیونکہ کتاب کی ابتدا میں ص 55-56 [11-12] پر مترجم علی کوئی نے اپنے اس ترجمے کو اپنے مریدوں مرحوم وزیر شرف الملك رضی الدین ابوبکر بن محمد الاشعری اور اس کے حیات فرزند وزیر عین الملك فخر الدین حسین بن ابی بکر الاشعری سے منسوب کیا ہے۔ کتاب مکمل کرنے کے

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

بعد اسے پھر کوئی خیال آیا، چنانچہ اپنے اس ترجمے کو اس نے اپنے زندہ مربی وزیر عین الملک کی خوشنودی حاصل کرنے کی غرض سے اس کے نام پر ”منہاج الدین والملک، الحضرة الصدر الاجل العالم عین الملک“ کا لقب دیا۔

یہاں یہ نکتہ ذہن میں رکھنا چاہئے کہ ”منہاج الدین..... عین الملک“ کتاب کا لقب ہے نام نہیں۔ اس بارے میں خود مترجم نے اصل فارسی متن ص 247 میں ”ملقب است“ کے الفاظ استعمال کئے ہیں ”مسکى است“ نہیں۔“ دوسرے اس لقب میں مترجم کے مربی وزیر عین الملک کا خطاب استعمال ہوا ہے، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ لقب خود مترجم نے اپنے کئے ہوئے فارسی ترجمے کے لئے ایجاد کیا ہے اور یہ اس کتاب کا اصل لقب نہیں ہے۔

مترجم کی جانب سے اپنے ترجمہ کے لئے اتنا طویل لقب اختیار کرنا جو کہ ”منہاج الدین والملک“ جیسے دقیق لفظوں سے شروع ہوتا ہے البتہ تعجب خیز ہے۔ لیکن اس سے پہلے ص 248 پر تشریحات و توضیحات 54/9 میں اس حقیقت کی طرف اشارہ کیا جا چکا ہے کہ مترجم کے زمانے میں ایسے القاب کا کہ جن کے آخر میں ”دین“ ہے کافی رواج تھا، اسی وجہ سے اپنی طرف سے مترجم نے ہر جگہ ایسے اقسام کے القاب استعمال کئے۔ چنانچہ محمد بن قاسم کے لئے ”عماد الدین“ اور ”کریم الدین“ کے القاب اختراع کئے حالانکہ محمد بن قاسم کی کنیت ”ابوالہبار“ تھی جس سے مترجم ناواقف تھا۔ اسی طرح ص [12] پر مترجم نے رسول اکرم ﷺ کے صحابی حضرت ابو موسیٰ الاشعرى کے لئے بھی ”کریم الدین“ کا لقب استعمال کیا ہے۔ ص [235] پر محمد بن قاسم کی جانب سے مقرر کئے ہوئے قاضی موسیٰ بن یعقوب کے لئے بھی ”برہان الملک والدین“ کا لقب اختیار کیا ہے اور ص [9] پر قاضی کی اولادوں میں سے قاضی اسماعیل کے لئے ”کمال الملک والدین“ کا لقب استعمال کیا ہے۔ القاب استعمال کرنے کے اسی شوق و شغف کے تحت مترجم علی کوئی نے اپنے اس فارسی ترجمے کے لئے بھی ”منہاج الدین والملک الحضرة الصدر الاجل العالم عین الملک“ جیسا طویل لقب ایجاد کیا۔ جس میں عام مروجہ القاب کی خوبی اور اس کے مربی وزیر عین الملک کی خوشنودی دونوں کا امتزاج تھا۔ (ن-ب)

تشریحات و توضیحات - 2

”تشریحات و توضیحات“ میں سے مندرجہ ذیل دو عبارتیں ترجمہ سے رہ گئی تھیں، جن کو بالترتیب ص 249 اور ص 309 سے ملا کر پڑھیں۔

صفحہ 249

91/54 | اسلمیل بن علی بن شیبان القسبی: صرف نسخہ پ کے مطابق ”یعقوب بن طائی بن محمد بن موسیٰ بن شیبان“ ہوگا، مگر دوسرے جملہ نسخوں میں ”یعقوب بن طائی بن موسیٰ بن محمد بن شیبان“ ہے۔ ہم نے پ کی روایت کو ترجیح دی ہے، کیونکہ ص [235] پر بھی پ اور دوسرے جملہ نسخوں کی متفقہ عبارت ”یعقوب بن طائی بن محمد بن موسیٰ بن شیبان“ ہے۔ فارسی ایڈیشن میں پ کی عبارت کو نظر انداز کر کے، باقی نسخوں کی عبارت ”یعقوب بن طائی بن موسیٰ بن محمد بن شیبان“ اختیار کی گئی ہے، جسے ص [235] پر جملہ نسخوں کی عبارت سے مطابقت نہیں دی جاسکتی۔ (ن-ب)

صفحہ 309

174/183-182 | زیاد بن جلدی ازدی: اصل متن میں ”زیاد بن جلدی ازدی“ تحریر تھا، مگر ہم نے ”جلدی“ کی تصحیح ”جلدی“ مناسب سمجھ کر متن میں رکھا ہے مگر ”جلدی“، ”الحواری“ کی بگڑی ہوئی صورت بھی ہو سکتا ہے اور اسی وجہ سے اس نام کو ”زیاد بن الحواری ازدی“ بھی پڑھا جاسکتا ہے۔ غالباً یہ وہی شخص ”زیاد بن الحواری العتقی“ ہے، جس کا بیان اس کے بعد ص 183-182/187 پر آتا ہے، کیونکہ ”العتقی“ کی نسبت ”بنو العتیک بن الازد“ کی طرف ہے، اور اسی وجہ سے ”عتقی“ نسبت کے شخص کو ”ازدی“ بھی کہا جاسکتا ہے۔ چنانچہ ہم نے حاشیہ ص 182-183/187 پر واضح کیا ہے کہ یہ شخص ”زیاد“ نہیں، بلکہ اس کا بیٹا ”الحواری بن زیاد“ ہونا چاہئے۔ (ن-ب)

کتابیات

”تشریحات و توضیحات“ اور متن کے حواشی میں جن کتابوں کے حوالے صحیح (ن-ب) کی جانب سے دیئے گئے ہیں، ان کے مکمل نام سلسلہ اس فہرست میں درج ہیں۔ کتاب میں مصنف یا کتاب کا حوالہ جس طرح دیا گیا ہے، اس طرح فہرست میں بھی ان کی ابتدا کی گئی ہے۔ اکثر کتابوں کی ابتدا مصنف کے نام سے کی گئی ہے، مزید شناخت کے لئے، عربی کتاب کے لئے ”ع“، فارسی کتاب کے لئے ”ف“ انگریزی کتاب کے لئے ”گ“ کے مخففات مقرر کئے گئے ہیں۔ انگریزی کتابوں کے نام، فہرست میں ترجمہ کر دیئے گئے ہیں۔ (ن-ب)

- ع1: الاغانی: کتاب الاغانی، قاہرہ 1323ھ
- ع2: الامدی: المؤلف والمؤلف، تصحیح سالم کرکوی (Kren Kow)، قاہرہ
- ع3: الاخبار الطوال، مطبع بریل، لیڈن (ہالند) 1888ء۔
- ع4: ابن الاثیر: کتاب الکامل فی التاریخ، مطبع بولاق۔
- ف5: ابن حامد کرمانی: تاریخ کرمان ”عقد اعلیٰ للموقف الاعلیٰ“، طہران، 1311 شمسی
- ع6: ابن حجر عسقلانی: کتاب الاصابہ فی تمییز الصحابہ، تین جلدیں، قاہرہ 1328ھ۔
- ع7: ابن حزم: جمہور انساب العرب، قاہرہ 1948ء
- ع8: ابن حوقل: کتاب المسالک والممالک، مطبع بریل، لیڈن، 1872ء۔
- ع9: ابن خردادبہ: کتاب المسالک والممالک، لیڈن۔
- ع10: ابن خلدون: تاریخ۔ کتاب العمر۔ الخ، قاہرہ 1284ھ
- ع11: ابن خلکان: (i) وفیات الاعیان، عربی متن، المطبعة المسمیة، قاہرہ 1310ھ (۲)
- انگریزی ترجمہ د-سلین (De Slane)، پیرس۔ لنڈن 71-1843ء
- ع12: ابن درید: کتاب الاشتقاق، غونجمن، جرمنی 1854ء۔
- ع13: ابن رستہ: کتاب الاطلاق النفیة، لیڈن 1904ء۔
- ع14: ابن عبد ربہ: العقد الفرید، قاہرہ 1302ھ
- ع15: ابن عساکر: التاریخ الکبیر، دمشق 1332ھ۔

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

- ع 16: ابن قتیبة: طبقات الشجر والشجراء، لنڈن، 1904ء۔
- ع 17: ابن قتیبة: عیون الاخبار، دار الکتب، قاہرہ 1925ء۔
- ع 18: ابن قتیبة: کتاب المعارف، غوثی، 1850ء۔
- ع 19: ابن الوردي: خريدة العجائب، قاہرہ 1285ھ۔
- ع 20: ابو حیان التوحیدی: کتاب الامتاع والموانسہ، قاہرہ، 1942ء۔
- ع 21: ابو زید: کتاب النوادر، طبع بیروت
- ع 22: ابو علی القالی: (۱) کتاب الامالی اور (۲) ذیل الامالی، طبع دار الکتب، قاہرہ۔
- گ 23: اسلامک کلچر (مخزن)، حیدرآباد دکن: مقالات نبی بخش خان بلوچ
- 1- ”ہندوستان پر عرب حملوں کے سنہ تاریخ“، ماہ جولاء 1946ء۔
- 2- ”دہیل کا ممکن محل وقوع“، ماہ جولاء 1952ء۔
- 3- ”محمد بن قاسم کا خاندان اور شخصیت کا مطالعہ“، ماہ اکتوبر 1953ء۔
- ع 24: الاصطخری: کتاب مسالک والممالک، لیڈن 1870ء۔
- گ 25: امپیریل گزیٹیئر آف انڈیا، جلد 14 لنڈن 1908ء۔
- گ 26: الیٹ اور ڈاؤسن: ہند کی تاریخ، مقامی مورخوں کی زبانی، جلد اول، لنڈن 1867ء۔
- ع 27: بخاری: التاریخ الکبیر، حیدرآباد دکن 1361ھ/ 1942ء۔
- ع 28: البدء والتاریخ، تصنیف ابو زید الحلی، پیرس 1907ء۔
- ع 29: بلاذری، احمد بن یحییٰ: انساب الاشراف (۱) جلد 4-5، طبع یروشلم (۲) جلد 11 عکس، طبع یورپ۔
- ع 30: بلاذری: فتوح البلدان (۱) طبع لیڈن، 1866ء (۲) طبع قاہرہ، 1350ھ/ 1932ء۔
- ع 31: بیرونی: کتاب الہند (۱) عربی متن تصحیح سخاؤ، (۲) انگریزی ترجمہ سخاؤ، لنڈن 1888ء۔
- ع 32: بیرونی: کتاب الجماہر فی معرفۃ الجواہر، دائرة المعارف، حیدرآباد دکن، 1355ھ۔
- گ 33: پوٹس، کیپٹن: سندھ کے متعلق ذاتی رائے، لنڈن 1943ء۔
- ع 34: تاج العروس، مشہور عربی لغت، طبع قاہرہ۔
- ف 35: تاریخ بیهق، تصنیف بیهقی معروف بابن فندق، طهران 1317 شمس۔
- ف 36: تاریخ گزیدہ، حمد اللہ مستوفی، مگب میموریل، لنڈن۔
- ف 37: تاریخ نامہ ہرات، تالیف ہروی، کلکتہ 1943ء۔

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

- ع 38: تقی الدین حموی: ثمرات الاوراق فیما طاب من نوادر الادب وراق، قاہرہ 1302ھ۔
- ف 39: تحفۃ الکرام، جلد 3، مطبع ناصری، دہلی۔
- ع 40: جاحظ: رسالۃ فی بنی امیۃ (مطبوعۃ فی آخر "کتاب النزاع والتخاصم" ل للمقریزی)، قاہرہ۔
- ع 41: جاحظ: کتاب البیان والتبيين، قاہرہ 1926/1345ھ۔
- ع 42: جاحظ: کتاب الحيوان، قاہرہ 1324ھ/1906ء۔
- ع 43: الجھشیاری: کتاب الوراء والکتاب، قاہرہ 1938ء۔
- ع 44: جولیقی: کتاب المغرب من الکلام الاعجمی علی حروف الحکم، لہزگ، 1867ء۔
- ع 45: حافظ عبدالغنی: کتاب مشتبہ النسبۃ، اللہ آباد 1327ھ۔
- ف 46: حدود العالم من المشرق الی المغرب، طهران 1352 شمسی۔
- ع 47: حریری: درۃ الغواص، مطبع الجواہب، استنبول 1299ھ۔
- ع 48: حمزہ اصفہانی: سنی ملوک الارض والانبیاء، کادیانی پریس، برلن۔
- ع 49: خطیب تبریزی: کتاب تہذیب الالفاظ، بیروت 1895ء۔
- ع 50: الخفاجی: شرح درۃ الغواص، مطبع الجواہب، استنبول 1299ھ۔
- ع 51: الخفاجی: شفاء الغلیل فیما فی کلام العرب من الدخیل، قاہرہ 1282ھ۔
- ع 52: الدیمیری: حیاۃ الحيوان، قاہرہ 1319ھ۔
- ع 53: دیوان رجبۃ بن العجاج، برلن 1903ء۔
- ع 54: دیوان عامر بن طفیل، مکتب میموریل، لنڈن۔
- ع 55: دیوان فرزدق، (1) طبع پیرس، 1870ء (2) طبع قاہرہ، 1354ھ/1936ء (3) طبع میدونج 1900ء۔
- گ 56: ڈان اخبار، کراچی، مؤرخہ 29 اپریل 1951ء۔
- گ 57: راوڑی: سندھ کا مہران اور اس کی نہریں، جرنل ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال، کلکتہ 1882ء۔
- گ 58: رے: شمال مغرب ہندوستان کی سلسلیو ارتاریخ، کلکتہ 1936ء۔
- ع 59: سمعانی: کتاب الانساب، مکتب میموریل، لنڈن۔
- ع 60: سبط اللہی، صنع عبدالعزیز انہمنی، قاہرہ 1354ھ/1936ء۔
- ع 61: سیوطی جلال الدین: تاریخ الخلفاء، مطبع منیریہ، قاہرہ 1351ھ۔

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

- گ62: سیوطی جلال الدین: کشف الصلصلة عن وصف الزلزلة، انگریزی ترجمہ، اے۔ سپرنگر، جرنل ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال 1843ء۔
- ع63: شذرات الذہب فی اخبار من ذہب، تالیف ابن عماد الحنبلی، قاہرہ 1350/1931ء۔
- ع64: طبری، ابو جعفر محمد بن جریر: تاریخ الرسل والملوک، مطبع بریل، لیڈن۔
- ع65: طبری، ابو جعفر محمد بن جریر: ذیل المذیل من تاریخ الصحابة والتابعین، تاریخ طبری جلد 2 کے آخر میں چھپا ہوا، لیڈن۔
- ع66: العسکری: دیوان المعانی، قاہرہ 1352ھ۔
- ع67: عماد الدین: عیون الاخبار (قلمی)
- ع68: عمدة الطالب فی انساب آل ابی طالب، تالیف احمد بن علی الداؤدی، بمبئی 1318ھ
- ع69: العیون والحدائق فی اخبار العقائق، لیڈن 1865ء۔
- گ70: فرشتہ: تواریخ فرشتہ، انگریزی ترجمہ، برگس۔
- ع71: قدامة بن جعفر: کتاب الخراج، مطبع بریل، لیڈن۔
- ع72: قلادة النہر فی وفیات اعیان الدہر (قلمی نسخہ کتبخانہ پیر جندہ)
- ع73: قلتشندی: صبح الاشی، مطبعة امیریہ، قاہرہ۔
- ع74: الکتبی: فوات الوفيات، قاہرہ 1283/1299ھ۔
- گ75: کرنس ہینری: سندھ کے آثار قدیمہ، کلکتہ 1929ء۔
- گ76: کیٹکھام: ہندوستان کا قدیم جغرافیہ، کلکتہ 1924ء۔
- گ77: لاکھپورتھ ڈیمس: بلوچ قوم، رایل ایشیاٹک سوسائٹی، لنڈن 1934ء۔
- ع78: اللسان: لسان العرب، مشہور عربی لغت، طبع قاہرہ۔
- ع79: المبرد: الکامل فی الادب، لپرگ 1964ء۔
- ف80: مجمل التواریخ والقصص، طہران 1318 شمسی۔
- ع81: المحاسن والمساوی، تصنیف البیہقی، قاہرہ 1325/1906ء۔
- ع82: محاضرات راغب اصفہانی، قاہرہ 1282ھ۔
- ف83: محبت اللہ بکھری: تاریخ سندھ (قلمی نسخہ مولانا محمد ابراہیم گڑھی یاسینی)
- ع84: محمد بن حبیب: کتاب الحجر، حیدرآباد دکن۔
- ع85: مرزبانی: معجم الشعراء، الفصح سالم کرکوی، قاہرہ 1354ھ۔

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

- ع 86: المسعودی: التیمیہ والاشراف، لیڈن 1894ء۔
- ع 87: المسعودی: مروج الذهب، پیرس ایڈیشن۔
- ف 88: معصومی: تاریخ معصومی، تالیف میر محمد معصوم، تصحیح شمس العلماء ع۔ م۔ داؤد پوٹ، بمبئی 1938ء۔
- ع 89: مقدسی: احسن التقاسیم فی معرفۃ الاقلاطیم، لیڈن 1877ء۔
- ع 90: مقدسی، محمد بن طاهر: جمع بین رجال ایشین، حیدرآباد دکن 1323ھ
- گ 91: مقدمہ جوامع الحکایات، ڈاکٹر نظام الدین، لنڈن 1939ء۔
- ع 92: منقری، نصر بن مزاحم: کتاب الصغین، طہران۔
- گ 93: مونیر-ولیم: سنسکرت-انگلش ڈکشنری، آکسفورڈ 1899ء۔
- ع 94: نقائص جریر والفرزدق، لیڈن 12-1908ء۔
- ع 95: النومی: نہایۃ الارب، دارالکتب، قاہرہ۔
- ع 96: ہمدانی، ابن الفقیہ: کتاب البلدان، لیڈن 1885ء۔
- گ 97: ہوژی والا: ہندی-مسلم تاریخ متعلق مطالعات، بمبئی 1939ء۔
- گ 98: بیگ، میجر جنرل: سندھو کے دوآبہ والا علاقہ، لنڈن، 1894ء۔
- ع 99: الیعقوبی: تواریخ ابن الواضح الیعقوبی، لیڈن 1883ء۔
- ع 100: یاقوت: کتاب المشتراک وصفاء والمفترق صقعا، غوجن، 1845ء۔
- ع 101: یاقوت: معجم البلدان، ایڈٹ ووسٹنفلڈ، لیزرگ۔

فہرست رجال

ابن سعید 257	[الف]
ابن سلمہ 107	آبان بن حجاج 286
ابن سوار (اور دیکھیے عبداللہ) 105، 106،	آدم نبی 76
109	آدم (نبی عبدالرحمان) 284
ابن شیبہ جدیدی 219	آری پیر 289
ابن عسا کر 292	ایراہیم بن عبداللہ امام 306، 305، 163
ابن علوان الکبریٰ 219	ابن الاثیر 248، 288، 337
ابن قتیبہ 106، 279، 282	ابن الاشعث (اور دیکھیے عبدالرحمان)
ابن القریہ 279	229، 337
ابن کندیر القشیری 279	ابن الاعرابی 332
ابن مرہ (سنان بن سلمہ) 109	ابن بطوطہ 252
ابن المعلیٰ (منذر بن جارود) 109، 282	ابن حامد، کرمانی 114
ابن مغیرہ 121، 124، 128	ابن حجر 278، 305
ابن منظر بحر 122	ابن حزم 293، 318، 324
ابن الوردی 332	ابن حوقل 248، 251، 254، 261، 264،
ابو ایوب ہاشمی 197	332، 331، 271
ابو بکر بن محمد (دیکھیے شرف الملک)	ابن خرداذبہ 254، 332
ابو بکر البہذلی (دیکھیے ہذل)	ابن خلاص الکبریٰ 108
ابو البہار (دیکھیے محمد بن قاسم)	ابن خلدون 104، 291، 292، 306،
ابو الحسن (مدائنی) 105، 107، 119،	337
187	ابن خلقان 278، 291، 325، 328،
ابو حکیم 240، 241	337
ابوزید 278	ابن دریدہ 293، 311
ابوصاہب ہمدانی 182	ابن رستہ 330، 331، 332
ابوالعاص 101	ابن زیاد العبدی 218، 272

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

اسماعیل بن اسلم 112	ابوالعاص بن الکرم 297
اسماعیل بن علی ثقفی (قاضی) 54، 249	ابوالعباس سفاح (خلیفہ) 281
اسود (راوی) 107	ابوعقیل 118، 284
اسیار 181	ابوالفتح البستی (شاعر) 328
اصطخری 251، 254، 261، 332	ابوالفتح قباچہ، ناصر الدین 247
اعور شنی (شاعر) 281، 282	ابوفضہ القشیری 184، 186، 221
اکبر بادشاہ 305	323
اگھم (راجا) 77-80، 81، 87، 98	ابوالفضل 252
261، 263، 306، 307	ابوقیس 192
البتش 250	ابوکبشہ سکسکی 342
اللہ بخش خان میر 267، 268	ابوللیث (انتمستی ہندی) 135، 187
الیث 253، 254، 257، 258	ابومحمد (ابن السیرانی) 288
امام علی شاہ 325	ابومحمد ہندی 125، 191، 238، 287
امیر خان نواب 284	ابومسلم خراسانی 293
اولیس بن قیس 179	ابومسہر عالی (?) 287
ایوب بن حکم 285	ابوموسیٰ اشعری 56، 101، 250، 346
[ب]	ابی بن ارجن 180
بان، راجا (بانڑ) 329	احسن 73
باہلتہ بنت سعد 318	احمد میان اختر قاضی 133، 166، 198
بنابر بن بجر 171	احمد بن خزیمہ 240
بجارجو کھیہ 256	احنف بن قیسر 106، 233
بجھاری 181	ادرسی 251
بجھرا (راؤ گھرانے سے) 73، 74	اردشیر 261، 269
بجھراے بن چندر (ڈاھر کا چچا زاد بھائی) 137،	ازدی 324
139، 142، 299، 301	اسحاق بن ایوب 119، 121
بجھراے طاکی 236، 266	اسرہیل 181
بجھراے (بجھراے طاکی کا نواسہ) 236، 266	اسماعیل سومرہ، مخدوم 307

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

بلہرا 325، 232	بدھ 80
بوادشہنی 322، 220	بدھ رکھو 78، 266
بوران دخت 270	بدھمین 61، 70-71، 89-90، 92
بہاؤ الدین حسن 250	94، 95-97، 99-100، 265
بہمن ارد شیر 261، 260	بدھینو ولد بہمن ڈھول 220، 322
بھندویر (بھندویر) 164	بدھی درمن 322
بھنڈر کھو بھکو 76	بدیل بن طہفہ 116، 118، 120
بھنڈر کھوشنی 136، 147	129، 132، 135، 251، 256
بھنڈویر شہنی 164	297، 312
بہمن 140	برنس 253
بیرونی 206، 249، 251، 252	باس (باس) 270
253، 254، 255، 261، 262	برہاس بن کساکس 85، 86، 272
265، 316، 327، 330، 332	بسائی ولد راسل 144، 301
333	بشر بن خالد 118
بتیل (بیان) 181	بشر بن ڈھول 181
بیلماں 171، 307	بشر بن زیاد 112
[پ]	بشر بن عطیہ 182
پانچر 253، 258	بشر بن عیسیٰ 113
پرل دیو 242	بشر بن مقعد (اعور شہنی) 281
پوشنس 257	بکمر بن وائل 125
پہو 231	بلاذری 105، 116، 124، 249
پیر آری 289	251، 256، 261، 262، 276
پیر پٹھو 253، 254	277، 279، 281، 284، 288
[ت]	290، 291، 293، 294، 295
تراب 169	296، 298، 302، 303، 304
تقی الدین جموی 279	305، 308، 310، 321، 327
تیم بن زید قسبی 185، 187، 215، 310	329

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

جہانگیر بادشاہ 284	تنوخی قاضی 247
تھتل راء 241	تورسیدہ 231
جہم بن زر 124، 128، 167، 180،	[ب]
319، 318، 290، 289، 217، 196	ثابت فطنہ (شاعر) 291
جہم بن سامتہ 206	ثاغربن ذکر 103، 279
جین 180	ثقیف 196
حیدرہ 116، 123، 131، 132،	[ج]
160، 167، 168، 172، 173،	جاظ 105، 282، 291
174، 178، 180، 197، 199،	جاماسپ 147
200، 203، 205، 209، 224،	جاموت 329
228، 229، 231، 269، 271،	جاموتی 329
273، 307، 308، 325، 327،	جان محمد (میر) 268
[چ]	جاسین 128، 149، 159، 294،
چتر، راجا 72	302، 309
چچ (ولد ڈھریہ ولد چچ) 98، 271	جراح بن عبداللہ 124، 135، 292
چچ (ولد ڈھریہ ولد ڈاھر) 200، 271	جسوم راء 165
چچ ولد سیلانیج (راجا) 61، 84، 85،	جعفر بن سلیمان 197
101، 198، 212، 215، 240،	جعوزہ 126، 127
264، 266، 267، 268، 270،	جعوزہ بن عقبہ 135
271، 272، 307	جلال الدین خوارزم شاہ 251
چچ اکبر 85	جللم بن شیبان 333
چنگلی 229، 231، 244، 245، 334	جنید 294
چندر 69، 70، 84، 85، 87، 90	جنید (خریم) بن عمرو 221، 323
چندر ام ہالہ 159	جنید یو 329
[ح]	جون بن، راجا 238، 239، 329
حاتم بن قتیہ 105	جولو 181
حارث بن مرہ 103، 279	جوہری 248

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

حکم بن ابی عقیل 285	حبیب بن مہلب 337
حکم بن ایوب 285، 286، 292	حبیبہ العظمیٰ 196
حکم بن عروہ 130	حیش 189
حکم بن عمرو الغلسی 277، 278	حجاج بن قاسم 285
حکم بن عوانہ کلبی 215، 318	حجاج بن یوسف 109، 110، 111
حکم بن منذر 110، 282، 283	112-116، 118، 121، 123
حمران 157، 173، 304	125، 127، 130، 134، 135
حزہ اصفہانی 248، 261، 269، 270	137، 142، 143، 145، 147
حزہ بن بیض (شاعر) 118، 288	149، 152، 155، 158، 161
حمل جت 284	163، 164، 173، 174، 190
حمید بن وداع 130، 142، 295، 300	192، 193، 195، 196، 199
حظلمہ کلابی 218	200، 202، 205، 208، 214
حیدر قلی ارغون 263	216، 217، 220، 226، 228
[خ]	239، 256، 276، 279، 282
خالد انصاری 219	285، 286، 290، 293، 297
خالد بن ولید 304، 305	304، 305، 308، 310، 311
خان سومرو 305	312، 315، 318، 320، 333
خطیب تبریزی 288	336، 340، 342، 344
خریم بن عبدالملک 250	حزیفہ 113
خریم بن عمرو (مری) 121، 124، 128	حرامزی (دیکھئے عبداللہ بن الاعور)
186، 196، 205، 221، 222	حسن بن حسیبہ 180
239، 315، 316	حسنہ 199، 312
خریم بن عمروہ مدنی (صحیح: خریم بن عمرو مری)	حسین شیخ عرف پیر پٹو 253
182، 309	حسین بن ابی بکر (عین الملک وزیر) 56
خفاجی 265	250، 346
خلیفہ بن خیاط 281	حکم بن ابی العاص 131، 251، 277
خوارزمی 254	296، 297

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

ڈیکس لانگ ورنہ 283	[۱]
ڈیوڈ راس 258	دارس بن الیوب 196، 186
[۲]	داسر (راجا) 87، 85، 68، 59، 54، 128، 123، 116، 114، 99، 88
ذکوان بن علوان 179، 167، 128	129، 131، 132، 136، 137، 142، 144، 156، 158، 160
196، 192، 182، 180	164، 174، 176، 181، 184
[۳]	203، 207، 210، 212، 215
راج بن چندر 87	222، 225، 228، 231، 234
راسل بن وسایو 175، 174، 168	237، 242، 244، 271
302، 301، 273	274، 276، 286، 287، 293
راسل (قنوج والا) 272، 87، 85	296، 297، 301، 302، 304
راسل (کچھ کا راجا) 303	307، 313، 315، 317، 323
راسل رسی 148	325، 334، 336، 341
راشد جدیوی 283، 108، 107	داؤد بن نصر 240
رام (حاجب) 62، 60	داؤد پوٹہ (عمر بن محمد) 251، 247، 170
رام سیہ برہمن 185	256، 275
راورٹی میجر 300، 274، 264، 253	درداس 329
334	دردہر 230، 229، 228، 218
ریج بن زیاد 101	231، 303، 308، 321
ریجیتہ 106	دروٹی 253
رچرڈ برٹن 253	دہر سینگہ 68، 85، 87، 88، 91، 98
رہن الدین فیروز 250	181، 272
رواح بن اسد 233	دھیسہ 80
رویتہ (شاعر) 288، 287	دیوراج 202
ریحان مدنی 266، 73	[۴]
رینیل 253	ڈھول بن چندر 201
ریو 345	

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

سلیمان بن جبیب 293	[ز]
سلیمان بن حجاج 286	زائدہ بن عمیر الطائی 235
سلیمان بن حکم 285	زبیر بن شیط 290
سلیمان بن عبد الملک (خلیفہ) 290، 336، 342	زیاد (ابن ابیہ) 106، 107، 108، 304
سلیمان علانی 112	زیاد بن الحواری العنکی (ازدی) 182، 192، 311
سلیمان بن تنہان 166، 221، 323	زینب 286
سلیمان بن ہذیل ازدی 303	زید بن عمرو 241
شان بن سلمہ 106، 108	[س]
سج 181	سامب 329، 330
سونھن رائے بھائیہ 88	سامہ بن دیوانج 101
سودیو 130	سامید 261
سورسینہ 231	سامس رائے 60، 68، 70، 71
سونھن دیوی 62، 65، 68	سنان 78
سیار 78	سلیم گاس 182
سیاکر وزیر 153، 176، 177، 198	سدھ راج حسینہا 269
202، 215، 309، 312، 313	سربند 80، 81، 83، 172، 308
سیلانج 61، 63، 66، 69، 78، 131	سرکوندھ 76، 266
223، 271	سریادیو 242
سہرا 235	سعید بن اسلم 110، 113، 276، 308
سہوس بن راسل 85، 86، 272	سعید، امیر 180
سہرس بن سامسی رائے 59، 60، 70	سعید خذینہ 290
71، 83، 265	شہوی بن لام 110، 111، 276
سہول 73	سفیان بن الابر 124
[ش]	سکندر 144، 147
شامی 152، 155، 158	سلمہ 106، 107
شاہجہان بادشاہ 284	

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

طاہر علی پروفیسر 333	شعیب خارجی 292
طاہر بن بکر 172	شجاع حبشی 185
طبری 104، 121، 261، 277،	شجاع منہیہ 72، 73
278، 279، 290، 306، 319	شرف الملک وزیر (ابوبکر) 55، 56، 250،
طیار 161	345
[ع]	شریف خان نواب 284
عامر بن الحارث 103	شلادیتا (سیلانج) 270
عامر بن طفیل 278	شنئی (ارماتیل کا) 83
عامر بن عبد القیس 304	شنئی بودا (وکر بہار کا) 220
عامر بن عبد اللہ 117	شنئی ہینڈرکھو (نیرون کا) 136، 147، 148
عبد اللہ شاہ 256	شنئی ہینڈویر (وزیر) 164
عبد اللہ علانی 111	شنئی جام 141
عبد اللہ القسری 339	شنئی راسل رسی 148
عبد اللہ بن الاغور حرامزی 282	شنئی (موج کا) 137
عبد اللہ بن سوار 105، 107، 108،	شنئی میگدہیہ (نیرونی) 167
281	شہاب الدین غوری (دیکھئے محمد بن سام)
عبد اللہ بن عامر 101، 103، 104،	شہر زاد 269
105، 277، 279، 281	[ص]
عبد اللہ بن عباس 200، 312	صابر بھگتری 219
عبد اللہ بن عبد الرحیم علانی 111	صارم ہدانی 205
عبد اللہ بن عبد الرحمان 105	صالح بن عبد الرحمان 339، 344
عبد اللہ بن عمر 102	صحار العبدی 278
عبد ربہ 117	صدی بن خرمیہ 128، 294
عبد الرحمان ابن الاشعث 99، 276، 291،	صعصعہ 113
292، 337	صلب بن قاسم 196
عبد الرحمان بن سلیم 124، 291، 292	[ط]
عبد الرحمان بن حیات 339	طلای وزیر 70

عبدالرحمان بن عبدالربہ 107، 122، 222،	296
عبدالرحیم 111	عجل بن عبدالملک 128، 294
عبدالرزاق 107	عدیل بن فرخ (شاعر) 125، 293
عبدالعزیز بن ولید 109، 336، 338،	عطاء بن مالک 128، 179، 180
340	عطیہ تغلمی 166، 315
عبدالعزیز المہمینی 108، 112، 113،	عطیہ بن سعد 124، 291
125، 126، 192، 194، 278،	عقیل 191
306	عکرمہ بن ریحان 240
عبدالملک، خلیفہ 110، 276، 292،	علائی 99، 100، 111، 114
304، 336، 338	علائی سلیمان 112
عبدالملک مدنی 205	علائی عبداللہ 111
عبدالملک بن حجاج 286	علائی (دیکھئے محمد بن حارث)
عبدالملک بن عبداللہ 219	علائی (دیکھئے محمد بن معاویہ)
عبدالملک بن قریب (الاصمعی) 318	علائی (دیکھئے معاویہ بن حارث)
عبدالملک بن قیس 122، 141، 142،	علیؑ (امیر المؤمنین) 102، 103، 104،
294	278، 279، 281
عبدالملک بن مہلب 344	علی بن ارجن 256
عبید بن عقاب 179	علی بن حامد کوفی 53، 57، 248، 249،
عبید اللہ بن زیاد 109، 110	250، 294، 320، 345، 346
عبید اللہ بن معمر 279	علی بن طفیل السعدی 278
عبید اللہ بن نہمان 116، 251، 256،	علی بن طفیل غنوی 102
عبیدہ 315	علی بن عبداللہ 197، 312
عقبہ 236	علی بن محمد (دیکھئے مدائنی)
عثمانؑ (امیر المؤمنین) 101، 103، 277،	علی شیر قانع 247، 253، 284، 307،
278، 304	335
عثمان بن ابی العاص 101، 251، 277،	عماد الدین (دیکھئے محمد بن قاسم)
	عمرؑ (امیر المؤمنین) 56، 101، 216،

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

فرقہ بن مغیرہ 113، 184	251، 277، 278
فوربس 269	عمر بن حفص 306
[ق]	عمر بن عبدالعزیز 232، 290، 291،
قاسم (راوی) 104	293، 312، 325، 327
قاسم بن ثعلبہ 311	عمر بن عبداللہ بن عمر 104
قاسم بن محمد 194، 217، 284، 287،	عمر بن محمد ثقفی 285، 339
319	عمر بن خالد 190، 310، 311
قابل بن ہاشم 188	عمر بن مالک 291
قباچہ، سلطان ناصر الدین 52، 84، 247،	عمر بن محمد تمیمی 113
248، 250	عمر بن محمد بن قاسم 261، 285، 287،
قباد بن کسرئ 269	295
قلہ 129	عمر بن مختار 221
قتیبہ بن اشعث 111	عمر بن مسلم 232، 327
قتیبہ بن بشر 181	عمر بن مغیرہ 190
قتیبہ بن مسلم 217، 290، 318، 319،	عمیر 279
338، 339، 344	عوفی 247، 250
قتیبہ بن معن 318	عوف بن کلیب 128
تخطبہ 293	عیسیٰ بن موسیٰ 106
قطب الدین ایبک سلطان 248	عین الملک وزیر (دیکھئے حسین بن ابی بکر)
قطن 124، 292	[غ]
قطری 292	غضبان 279
قفندہ 261	غلام شاہ کلہوڑا 256
قلقشیدی 254، 257، 271	[ف]
قیس بن ثعلبہ 219	فراہ عسکلی 219
قیس بن عبدالملک 219	فراء 332
قیس بن یثیم 104	فرزدق (شاعر) 105، 111
	فرعون 49

[ل]	[ک]
لاڈی، رانی، 191، 209، 210، 223،	کارٹر 256
226، 316، 317، 335	کاکہ 76، 139، 141
لایال، سرچارلس 278	کبیر بھدر 231، 325
لقیا مار 181	کجلی ذیلی 186
للتادیتہ مکناپید 326	کذاب حرمازی (دیکھئے عبداللہ بن الاغور)
[م]	کرشن 329
مالک بن اعمر 318	کروک 269
مالک بن سمیع 293	کرنس 253، 256، 258، 259
ماٹین 68، 87، 88، 90، 92، 197،	262، 267، 274، 322
198، 312	کسرئی نوشیروان 249
مبارک مشیر (ککو) 235	کسرئی بن ہرمز 83، 269
متو، راجا 76، 77، 85	کعب 193، 196، 197، 199، 312
مجاہد بن نوبی 124	ککو 234، 235، 328
مجاہد بن سحر 113، 276، 308	کلیب 111
محب اللہ بکھری 249، 263	مکندا، راجا 336
محرر بن ثابت 170، 179، 180	مکتانجام 253، 258، 260
محمد ﷺ 50، 265، 277	کوار چھوٹی 180
محمد، امیر ساوندی سمہ 219	کوار بڑے 180
محمد بن ابی الحسن مدنی 174، 309	کوریدہ 237
محمد بن تغلق 332	کھوکہ 172، 181، 308
محمد بن حارث علانی 170، 276	[گ]
محمد بن حبیب 280	گوپی 166، 200، 205، 222
محمد بن حجاج 286	224، 225، 325
محمد بن حسن 172	گیان بن تھاہر 172
محمد بن حکم 285	گیہ بن بشر 181
محمد بن زیاد 182، 186	

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

محمد بن سام (سلطان معز الدین غوری) 52،	مدائنی ابوالحسن علی بن محمد 105، 107، 118،
247، 251	119، 125، 168، 187، 222،
محمد بن عبداللہ 306	238، 239، 242، 277، 280، 335،
محمد بن عبدالرحمان 112	مرداس بن بدیع 158
محمد بن علی 335، 242	مروان بن الحکم 185
محمد بن قاسم 54، 59، 118، 119،	مروان بن محمد 293
124، 127، 132، 134، 143،	مسعود بن مہلب 251، 254،
145، 147، 152، 155، 158،	مسعود تیمی 219
164، 166، 167، 168، 170،	مسعود کلبی 182
172، 180، 182، 187، 189،	مسعودی 251، 254، 270، 280،
196، 198، 205، 207، 217،	292، 293
219، 228، 233، 245، 249،	مسلمہ بن عبدالملک 292
251، 253، 255، 259، 261،	مسلمہ بن محارب 105، 233،
262، 265، 272، 275، 284،	مشید (مشید) 181
291، 293، 295، 303، 306،	مصعب ثقفی 196
313، 315، 326، 328، 336،	مصعب بن زبیر 304
338، 344، 346	معاویہ بن ابی سفیان 104، 105، 107،
محمد بن مصعب 124، 159، 160،	281
167، 182، 186	معاویہ بن حارث علانی 276، 308،
محمد بن معاویہ علانی 99، 111، 153،	معاویہ بن مہلب 343، 344،
155، 170، 172، 178، 179،	معز (خلیفو) 333
197، 198، 205، 206، 276،	معصوم، میر 249، 252، 286، 334،
307، 308، 327	معن 318
محمد بن ہارون 114، 116، 122، 289،	مغیرہ 101، 251، 277، 296، 297،
محمد بن یوسف 285	مفضل ضی 306
محمد بن غزنوی 265، 325	مقدسی 251، 254، 258، 262،
مخارق بن کعب 182	271، 331

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

[ن]	مقتدر باللہ 333
نارو 329	ملکر ڈو 253
ناسک کنی 78	لیج 219
ناصر الدین سلطان (دیکھئے قباچہ)	منذر بن جارود (ابن المعلیٰ) 107، 109
نافع بن حارث 312	110، 282
نافع بن جبیر 312	منصور (خلیفہ) 306
نافع بن ہرمز 312	منصور بن جہور 259
ناگ بھٹ 328	منو 269
نالو 181	منہاج سراج 250
نباہ بن حظلہ 128، 134، 140، 147	موئی بن شان 106
151، 162، 180، 182، 186	موئی بن عمران 283
196، 205، 293	موئی بن عیسیٰ 269
نہمان 116، 184	موئی بن نصیر 338، 339
نبی بخش خان بلوچ 247	موئی بن یعقوب 233، 346
نصر بن سفیان 104	موکو بن وسایو 150، 151، 155، 158
نصر بن سیار 293	160، 161، 167، 168، 174، 175
نظام الدین 334	179، 186، 204، 208، 215
نظام الملک چندی 250	مولای اسلام دہلی 152
نوبتہ بن دارس 218، 275	مونیر ولیم 330
نوبتہ بن ہارون 203	مہترانج 129
نوشیروان 57	مہر تھ 67، 68، 265
نیو پورٹ 253	مہلب بن ابی صفراء 104، 291، 320
نیابر بن بکر 171	337
[هه]	مہاس 249
ہارون بن ذراع 114	مہندروزیہ 164
ہاشم 104	مہنئی بن عکہ 219
ہال 329	میکھدوتیہ 167

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

ولید (خلیفہ) 101، 114، 116،	ہزلی (ابوبکر) 103، 105، 106، 280
191، 196، 197، 199، 228،	ہزلی 182، 196، 218، 275، 321
239، 242، 243، 244، 286،	ہرشا، راجا 272
312، 322، 337، 338	ہرچندر، راء 241، 242، 334
[ق]	ہلویش کلپی 121، 339
یاسر بن سوار 105	ہمدانی 280
یا قوت 248، 254، 257، 270،	ہوڑی والا 247، 251، 269، 270،
271، 278، 281، 332	272، 275، 299، 300، 309،
سیخی 285	311، 315، 317، 322، 329،
یزدگرد 270	330، 333، 334
یزید بن ابی کبشہ 340	ہٹلمٹن 253
یزید بن عبدالملک 290، 291، 293،	ہٹشم 104
یزید بن عمر 293، 315،	ہیک 252، 254، 257، 275، 299،
یزید بن کنانہ 195، 286،	300، 313
یزید بن مجالد 192	[و]
یزید بن مہلب 290، 320، 337،	وداع بن حمید 218، 320
335، 339، 340، 343، 344،	وسایو بن سرہند 167، 168، 174،
ییار 108	301، 302
یعقوب بن طائی 54	واسطہ اسعدی 115
یعقوبی 248، 259، 293، 298،	وفاء بن عبدالرحمان 219
319	وکیو بن داہر 224
یوسف بن حکم 285	وکیو بن کاکو 76
یوسف بن عمر 285، 339	ولن 330

فہرست اماکن واقوام

ازد (قبیلہ)	343، 323، 183، 110	[الف]	
اسکندہ	264، 235، 73، 72، 60	آرمینیا	293
اسہ کہہ	326، 325، 232	آفریقہ	344، 339، 338
اشہنار (قلعہ)	302، 274، 273	آل ابی عقیل (خاندان)	339، 285
اشہار (قلعہ، علاقہ)	148، 74، 60		344، 340
	334، 265، 259، 240، 219	آل چارود	294، 142
اصفہان	265	ابراہیم حیدری (گاؤں)	256
افغانستان	265، 264	ابیدارد شیر (شہر)	260
انگہم (انگہم کوٹ اگھامانو)	306، 162	مشرقی نارا	275
	307	احمد آباد	321
آکر (قبیلہ)	300	اُچ	264، 249، 54
الوان (شہر)	334	اودھاپور	334
آمرجی	324	اردبیل	252، 104
اودندوہار	300، 139	ارل (آبنائے)	138
اودھاپور	340، 334، 243، 241	ارمن بیلہ (ارما بیل)	295، 270
اھواز	265	ارما بیل	123، 122، 104، 84، 83
ایران	71، 60، 56، 54، 52، 49		296، 295، 289، 131، 130
	344، 341، 260، 83	اروڑ (الور)	67، 61، 60، 59، 54
ایلیاء	104		69، 75، 76، 84، 87، 88، 89
[ب]			91، 93، 94، 95، 98، 116
بابریکان (بندر)	258		143، 200، 207، 214، 217
بارانی (گھرانہ)	85		223، 225، 232، 333، 236
بازان (ملک)	265		249، 264، 272، 274، 301
باہریٹر	266		322، 324، 325، 328، 332

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

283، 292، 304، 305، 306،	باجلہ (قبیلہ) 290
329، 337	بحرین 101، 277، 296
بغداد 242، 335	بدایون 250
بغزور (بکھر) 143، 233، 300، 301،	بدھ نو ہار (مندر) 78، 266
323	بدھ کنو ہار (مندر) 268
بگھاڑ (شاخ) 253، 255، 256	بدھیہ (علاقہ) 59، 76، 99، 108،
بکھر 54، 249، 250، 301، 328	139، 201، 264، 266، 271،
بکر بن وائل (قبیلہ) 153، 219	272، 274، 299، 300، 302
بکری (دیہ) 117	برج (شہر) 264
بلور شاہ (علاقہ) 327	برڑا (موضع) 314
بلوچ 260، 284	بردری (مثل) 135، 136، 263
بلصن (گاؤں) 300	بروٹس (بھروچ) 277
بنارس 306	برہاس (ملک یا شہر) 60
بنو امیہ 323	برہمپور 60، 74، 240
بنو ثقیف 194	برہن آباد (برہمن آباد) 59، 77، 80،
بنو الدیل 278	82، 85، 87، 91، 98، 131،
بنو الحتیک 311	198، 200، 203، 204، 207،
بنو تیم 125، 183، 195، 196، 219،	209، 213، 214، 215، 216،
221، 288، 323	218، 219، 260، 262، 267،
بنو حنظلہ 169	274، 275، 287، 293، 295،
بنو جدید 219	307، 310، 313، 315، 316،
بنو عباس 293	317، 320، 321، 322، 324،
بنو عجل 293	335
بنو عزیز 115، 234، 312	برہون (گاؤں) 314
بنو سامہ 99	بزودہ 321
بنو سعد 288	بست (شہر) 265
بنو سلیم 196	بصرہ 102، 128، 148، 179، 280،

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

بھنبھور 255، 259	بنو کعب بن ربیعہ 324
بیاس ندی 72، 73، 234، 235، 264	بنو قشیر 323، 324
بیٹ (علاقہ اور قلعہ) 151، 152، 159	بنو قیس 192
160، 167، 170، 175، 273	بنو کلاب 112، 311
301، 302، 303	بنو کلب 292
بیرانی (گاؤں) 59	بنو مراد 294
بیروت 112	بنو مروان 341
[پ]	بنو شقن 281
پاماری (قبیلہ) 234	بنوہ (دروازہ) 204
پر تہار (خاندان) 328	بندکا ہویہ 85
پکھیرا (قبیلہ) 284	بندہاں (بستی) 139، 300
پلیہ لغاری (موضع) 262، 314	بولان (درہ) 272
پنجاب 269، 316	بھائیہ (علاقہ اور قلعہ) 60، 77، 88
پنچور 83، 270	200، 204، 234، 264، 265
پنچور 270	بہارا (گاؤں) 255، 256
پنچ ماہیات (منزل) 75، 240	بھارند (دروازہ) 204
پورانی ندی 84، 109، 272	بھٹی 77، 148، 167
پور چوگیز 252	بھراور 221، 324
پیر پٹو 253، 254	بھرج 103، 107، 111
پیر پٹسال 326	بھرج 251، 297
[ت]	بھردور 201، 202، 274
تاکیشر 316	بھریا 324، 325
تاکہ (تکادیشی) 59، 75، 265، 308	بھطور 142، 300
تانہ (تھانہ) 277	بھلانی 324
ٹرک (اور ٹرکی ریاستیں) 247، 264، 72	بھن آباد 260، 261
266، 281	بھنوا 261
تلواڑو 59، 265	بھنیا 260

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

314، 262 (نہر) حرواؤ	توران 84، 132، 264، 271
جنگان (علاقہ) 59	تھانہ 251، 277، 296
جنگن و عورا اوکایا (مقام) 205	تھر پارکر 303
جوبانیا (قبیلہ) 284	[ب]
جوعے دہدا واہ (شاخ) 273	ٹانڈیا (قبیلہ) 284
جوعے کوئٹہ (شاخ) 273	ٹنڈو آدم 59، 307
جوعے فیٹری (شاخ) 273	ٹنڈو محمد خان ڈویزن 275، 302
جہلم (دریا) 240، 326	ٹھٹھہ 252، 254، 257، 273
جھالاوان 260، 271	275، 284، 305
جہم، جہیم (علاقہ) 159، 160، 164،	ٹھکر 86، 167
305، 275، 273، 168، 167	ٹھل میرکن 321
جھول شہر 262، 267	ٹھوری (قبائل) 284
جیپور 170، 176	ٹیابی 284
جیسلمیر 202، 266	[ج]
جیکب آباد 264	جانی 273
جیور 149، 158، 170، 176	جاٹ (قوم) 269
[چ]	جاٹھی بندر 256، 257
چالوکیہ گھرانا 322	جالھندر 325
چترود (چتور) 67، 68، 205، 207،	جت (قوم) 82، 114، 148، 167
327، 307، 265، 224	181، 215، 216، 220، 269
چچ پور 59، 265	273، 283
چٹا، قوم 140، 141	جراری (گاؤں) 313، 314
چنڈال، قوم 269	جرجان 293، 314
چنیسر (شہر) 204، 207	جرم (شہر) 104
چین 117، 217، 260، 318، 319،	جزیرہ یواقیت (سراندیپ) 114
344، 341، 339	جلوالی (نہر - آبناے) 203، 216
چیمھی (قصبہ) 324	261، 262، 313، 314، 324

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

دہلیہ (قلعہ) 201، 202، 218	[ح]
315، 274	جہاز 49
دیپالپور 334	حیدر آباد کن 328، 252
دہلی 59، 61، 77، 101، 114	حیدر آباد سندھ 263، 272، 275
115، 121، 123، 124، 125	328، 299، 298، 296
126، 127، 132، 134، 136	[خ]
144، 148، 152، 216، 219	خراسان 49، 52، 54، 56، 113
240، 251، 260، 263، 277	260، 290، 291، 293، 319
283، 293، 294، 295، 296	323، 337، 338
297، 302، 312	نزدار 271
دیرالجمہ (منزل) 291، 292	[د]
دیاس (قیدخانہ) 282	دادو 300
دیوبہر 59، 85، 87، 265	دارجلنگ 326
[ڈ]	دہلا (قبیلہ) 284
ڈوکی (قبیلہ) 284	دودھا (دہلا) واہ 176، 198، 273
ڈھورائی (قبیلہ) 284	دریائے سندھ 59، 138، 248، 252
ڈیپہر گھانگھڑے کے محل 262، 267، 268	253، 255، 298
[ڈ]	دکن 326
ڈیل قبیلہ (بنو ذیل) 148	دکاک (بھڑا) 314
ڈوقار (میدان جنگ) 293	دلور 262
[ر]	دماوند 292
راجپوت 269	دیشق 335
راجوری 316، 327	دوڑ 322
رانا (ارجن) کا کوٹ 255، 256، 257	دوقانی (دیہ) 267
راوڑ (قلعہ) 87، 98، 149، 155	دولت پور 322
158، 166، 170، 176، 188	دہارا جا 255، 256، 257، 284
194، 197، 199، 201، 218	دھتایت (منزل) 76
272، 276، 315، 316، 335	

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

ساکنہڑ 263	راوی (ندی) 73، 75، 235، 236
ساہتی 263	264، 329
ساوڑی (ساوندری، ساوندی) 219، 321،	رتوکوٹ 255، 256
324، 322	رڑی (قدیم بستی) 275، 276
سراندیپ (سلون) 144، 129، 133،	رستقاپاز 282
312، 224	رل (ریگستان، ملک) 85، 88، 99
مٹی دیول 252	100، 204، 266، 277
سعد بن زید منات (قبیلہ) 287	رود 248، 249
سکرند 313	روستان 205
سکھر (ضلع) 300	روم 52، 54
سکہ (قلعہ) 59، 61، 73، 235،	رونجھان 59، 264
236، 264، 265، 322، 328،	رونجھان جمالی 264
329	رونجھان مزاری 264
سلیمان جبل 260	روہڑی 249، 272
سا (قوم) 59، 76، 77، 221، 253	رویم 205، 316
سمہ (علاقہ) 59، 215، 263،	رے (شہر) 260، 290، 329، 342
کیمروالانالہ 314	ریوانکٹھا 321
نجنھورو (تعلقہ) 262، 263، 314	[ز]
سندھ 53، 59، 69، 70، 84، 98،	زابل، زابلستان 265، 266
100، 103، 104، 107، 110،	زابوتہ (لڑائی کی جگہ) 278
113، 116، 120، 121، 127،	[س]
131، 135، 144، 150، 153،	سابور (شہر، علاقہ) 341
161، 167، 174، 192، 193،	ساسانی (گھرانہ) 270
194، 196، 208، 212، 217،	ساکرہ (علاقہ) 151، 164، 167
221، 224، 231، 232، 244،	255، 273، 275
245، 248، 249، 250، 259،	ساکرہ کانالہ (گیٹھاڑ) 134، 255، 297
261، 263، 265، 267، 270،	سالوج (قلعہ، علاقہ) 142

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

سیوہن 77، 298، 299	271، 272، 275، 276، 277، 279
سیولس (قوم) 77	280، 283، 284، 287، 290، 291
سہون (سیوہن) 298، 299	294، 295، 298، 301، 303، 306
[ش]	307، 308، 310، 318، 319، 324
شا کھار (قلعہ) 75، 206، 308	326، 327، 334، 340، 341
شام 52، 54، 56، 119، 121	342، 344
123، 131، 152، 153، 196	سہان (سیوہن) 298
215، 216	سہتا (قوم) 77، 324
شاہ بلاول (درہ) 296	سہتہ (علاقہ) 222
شاہ ہندر 273، 275، 276	سو پور (برہمپور) 240
شاہ پور چاکر 314	سوڈھائی (قبیلہ) 284
شاہ حسن (قصبہ) 299	سورٹھ (سوراشترا) 283، 303
شکار پور 272	سومرا 253
شکنان شاہ (ملک) 327	سومنا تھ 325
شمنی (سمنی) 298، 299	سون میانی (خلج) 272
شہیگ مری (گاؤں) 314	سونہری (جھیل) 305
شہداد پور 59، 262، 263، 307	سیون (دریا) 59
313، 314	سیر (علاقہ) 202
شیراز 121، 122، 296، 304، 342	سیدتان (جستان) 107، 221، 265
[ص]	337
صوبہ جی ڈرب 314	سیسم (آبادی) 134، 296
صفین (لڑائی کی جگہ) 281	سیسم (قلعہ) 139، 140، 142، 144
[ط]	299
طاکیہ (تاکیہ، نکادیش) 205، 307، 316	سیوستان (سیوہن قلعہ اور علاقہ) 59، 61
طالب شاہ جی ڈرب 314	76، 77، 85، 98، 137، 139
طبرستان 292	142، 145، 219، 264، 272
	274، 293، 297، 299

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

296، 277، 251	[ع]
عین التمر (بستی) 305، 304	عالیہ (قبیلہ) 183
[ف]	عامری (قبیلہ) 298
فارس 195، 216، 265، 286،	عبدالقیس (قبیلہ) 105، 183، 281،
337، 290	282
فنز پور (منچپور) 289	عدن 306
[ق]	عراق 52، 54، 101، 110، 120،
قاجاق 176	121، 134، 161، 192، 193،
قازرون (ملک) 114	199، 215، 223، 259، 260،
قاہرہ 112	280، 291، 292، 319، 320،
قراٹھی (فرقہ) 333	338، 339، 343، 344
قریش (قبیلہ) 318	عرب (قوم اور ملک) 54، 56، 99،
قطنطینہ 96	100، 107، 113، 117، 123،
قصبہ (شہر) 152، 165	124، 131، 135، 137، 139،
قصدار (خزدار) 260، 271، 282	140، 141، 142، 143، 146،
قلا ت 260	149، 152، 153، 159، 161،
قذلی 289	170، 171، 174، 175، 176،
قذائیل (گندارا) 84، 101، 113،	177، 178، 179، 183، 185،
142، 260، 261، 264، 271،	188، 191، 196، 203، 205،
320، 283، 277	207، 208، 209، 222، 235،
قیقان 280، 281	237، 246، 248، 249، 251،
[ک]	252، 253، 313، 317، 325،
کابلستان 266	328، 331، 332، 343
کاشیاواڑ 283، 303	حک (قبیلہ) 340، 341، 342
کارکوٹہ (قبیلہ) 326	علانی (قبیلہ والے) 123
کارمٹی (جگہ) 128، 294	علیکڑہ مسلم یونیورسٹی 306
کاشغر (کاشغر) 339	عمان 101، 104، 111، 116،

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

کنبہ 308، 181، 175، 172	کا کاراج 300، 266، 264، 76
کنبہ 299، 139	کچھ (ملک) 308، 303، 275، 165
کندراہ 167	321
کندی (قبیلہ) 184	کڈائی (قبیلہ) 284
کنگ پٹی 314	کراچی 257، 255، 284، 283
کنگڑی (شہر) 274	284
کنوج (قنوج) 172، 96، 85، 54	گُرد (نسل) 260
240، 241، 244، 272، 328	کردان (علاقہ) 60
334	کردن کا پہاڑ 260، 59
کنوہار (مندر) 267، 259، 80، 78	کرمان 109، 101، 84، 83، 60
268	337، 265، 260
کوٹک (نہر) 273، 160	کردر 334، 265، 240، 74، 59
کوٹڑی 296	کرہل (گرہڑ علاقہ) 275، 273، 160
کوفہ 315، 306، 294، 196	305
کونہیر 314	کشیر 85، 75، 73، 60، 59، 54
کوہ پایہ 216، 107، 103، 59	172، 205، 206، 232، 237
کوہ مندر 107	238، 240، 241، 265، 270
کھارجانی 324	307، 309، 316، 322، 325
کھڈرو (کھاڑی) 258	327
کھسا، کھکھا (قوم) 326	کنچ (قبیلہ) 260
کھمبات 321، 301	ککراٹہ (علاقہ) 284
کھہڑا 328	ککڑ 300، 266
کھیرانی (دیہ) 256	ککڑ بکرا 254
کھیڑا 321	ککڑی 314، 135
کیٹی بندر 284	کلفٹن 256، 255
کیرج (کیرا شہر) 218، 172، 104	کماؤں 326
228، 303، 308، 321، 343	کنب جعفر خان لغاری 314

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

257, 255, 254, 253, 252	کیکانان 59, 60, 103, 105, 107
296, 289, 272, 270	لس بیلہ 201, 260, 264, 271
299, 298	لکی 281, 283
252, 250, 247	لندن (جہیل) 305
334	لودھراں 277
59	لوہانوں (قوم) [گ]
82, 81, 78, 77, 59	لوہانوں (علاقہ) 284
263, 261, 222, 216, 215, 98	گجرات 269, 301, 303, 322
314, 313, 307	343
263, 59	گندارہ گنگ (گنگا ندی کا گھاٹ) 300
263	لوہاورد 273
326	لوہر 255, 258
284	لیگانی (قبیلہ) 328
[م]	گندارا (قدائیل) 272
284	ماچی (قوم) 260
257, 256, 255	ماڑی مورڑو 262
326	مانکھیر 326
321	ماہی دریا 263
321	ماہی کنٹھا 258
329	مترون 334
270	متھرا [ل]
318	مذج 284
324	مسرجی وانء 284
333, 312, 293, 248, 104	مصر 266, 284, 300
323	مصریہ (قبیلہ) 324
101, 84, 83, 77, 59	مکران 263
107, 106, 105, 104, 103	لاکھ (علاقہ) 59, 215, 263
	لاہری (لاہوری، لاری، لوہارانی) بندر

فتح نامہ سندھ عرف پنج نامہ

میرپور خاص 333	110، 111، 112، 113، 116
میرپور ساکرو 255، 256، 273، 297	122، 132، 161، 221، 260
میواڑ 265	265، 270، 271، 276، 277
[ن]	278، 279، 282، 283، 289
نارائی 176	296، 308، 341
نزدوالہ صندل (منزل) 225	59، 73، 74، 172، 217
نکارہ 114، 283، 384	235، 236، 237، 240، 265
نمیلہ (قبیلہ) 243	303، 307، 308، 321، 322
نہر 182، 277	328، 330، 331، 334
نہروان (جنگ) 278	مچھر جھیل 299، 300
نواب شاہ 313، 321، 502	مردی (بتخانہ) 74، 238، 330
نوبہار (مندر) 226، 259، 325	منصورہ 249، 259، 261، 262
نوشکی (درہ) 260	267، 295، 313، 314
نودہار (مندر) 78، 81، 266	منہل 219
نن سن 298، 299	موج 137، 297، 299
نیرون کوٹ 59، 116، 117، 122	مہران 59، 97، 128، 131، 135
131، 134، 135، 137، 142	137، 142، 143، 144، 146
143، 147، 148، 167، 219	148، 149، 152، 153، 154
255، 263، 272، 273، 275	156، 158، 159، 163، 164
296، 297، 299، 301، 302	166، 167، 168، 169، 173
319	178، 196، 198، 249، 250
نیشاپور 360	254، 255، 263، 272، 274
نطری (نہر) 273	294، 298، 300، 302، 303
نیروز 60، 265	307، 313، 324
[ہ]	مہرانو 304
ہاسی 85	میتلا (قصبہ) 314
ہالا (قوم) 324	مید، میدہ (قوم) 115، 283، 284

فتح نامہ سندھ عرف فتح نامہ

ہجرت ۱۰۶۵

ہلال (تعلقہ) 263

ہلالی پہلانی 324، 328

